اس کتاب میں تاریخ مناظرہ، مناظرہ کی اہمیت، اُصول، مناظرہ اور اہل بدعت سے عقائد و عبارات پر گفتگو کرنے کے نایاب اُصول بیان کیے گئے ہیں، جب کہ عقیدہ علم غیب اور حاضر و ناظر پر انتہائی محققانہ، مناظرانہ اور مدلل انداز سے بحث کی گئی ہے

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی

کے دروس کا مجموعہ بنام

دُروسِ مُناظرہ

از افادات

حضرت مولانا

ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مدرس دار العلوم مدنیہ کراچی و جامعہ رحمانیہ، بفرزون، کراچی

جَمعِیۃ اَھلُ السُنّۃ وَالجَماعَۃ

اس کتاب میں تاریخ مناظرہ، مناظرہ کی اہمیت، اصولِ مناظرہ اور اہلِ بدعت سے عقائد و عبارات پر گفتگو کرنے کے نایاب اصول بیان کیے گئے ہیں، جب کہ عقیدہ علم غیب اور حاضر وناظر پر انتہائی محققانہ، مناظرانہ اور مدلل انداز سے بحث کی گئی ہے !!!!

حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کے دروس کا مجموعہ بنام

دروسِ مناظرہ

از افادات

مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مدرس دارالعلوم مدنیہ کراچی و جامعہ رحمانیہ بفرزون کراچی

جمعیۃ اهل السنۃ والجماعۃ

کتاب کی تفصیلات

کتاب کا نام : دروس مناظرہ

مؤلف : مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ

صفحات : 560

طباعت کا سن : شعبان ۱۴۴۴ھ

قیمت :

کمپیوٹر ورک : مولانا عبد اللہ رحمانی، الہند

ناشر : جمعیۃ اھل السنۃ والجماعۃ

☆......ملنے کا پتہ......☆

مکتبہ عزیزیہ سلام مارکیٹ، بنوری ٹاؤن کراچی

(+92 03002343814)

مکتبہ صفدریہ دیوبند ہندوستان

(+91 8881030588)

فہرستِ مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرضِ مرتّب

الحمدللہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین!

معزز ومحترم قارئین کرام! حق و باطل کا معرکہ اوّل دن سے بپا ہے، لیکن اللہ پاک نے ہر دور میں ایسے رجالِ کار پیدا فرمائے ہیں جو باطل کے طوفان کے سامنے استقامت کی چٹان اور حق کا منارہ بن کر ثابت قدمی کے ساتھ اس باطل کا مقابلہ کرتے ہیں اور عوام کے سامنے حق کو واضح فرماتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں جب کفر، الحاد و بدعت کا طوفان اٹھا تو کئی رجالِ کار اللہ پاک کی توفیق وعنایت سے اس کا مقابلہ کرنے کیلئے میدانِ عمل میں آئے، کفر کے مقابلے میں خالص توحید اور بدعات کے مقابلے میں خالص سنّت کی تعلیمات سے عوام کو روشناس کرایا۔

موجودہ دور میں انہی بندگانِ خدا میں ایک نام استاذِ محترم حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ کا بھی ہے، بندے نے حضرت کی شخصیت کے تعارف میں ایک تفصیلی مقالہ اس کتاب کے مقدمہ کے طور پر لکھا تھا، مگر استاذ محترم کی نظر جب اس پر پڑی تو یہ فرماتے ہوئے کہ:

''ہم کیا اور ہمارے کارنامے کیا؟''

اسے کتاب کا حصہ نہ بنانے کا سختی سے حکم دیا، لیکن ناشر کی طرف سے مصنف وکتاب کے مختصر تعارف کی شدید خواہش پر حضرت استاجی سے ڈرتے ڈرتے اور چھپتے چھپتے یہ چند سطور لکھ رہا ہوں۔

حضرت استاذِ محترم کو اللہ پاک نے گوناگوں صفات کا حامل بنایا ہے، میں نے ایک طویل عرصہ آپ کے ساتھ گزارا ہے، بندہ جب بھی ملاقات کیلئے حاضر ہوا، آپ کو مطالعہ یا تصنیف و تالیف میں غرق پایا۔ مطالعہ، کتب بینی اور نایاب سے نایاب کتب خریدنا آپ کا محبوب ترین مشغلہ ہے، فرماتے ہیں کہ جس طرح ایک نشئی کو تم دیکھتے ہو کہ جب اسے نشہ نہیں ملتا تو اس کی عجیب کیفیت ہوتی ہے، جب کسی علمی کتاب کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ مارکیٹ میں آچکی ہے اور بندے کے پاس نہیں، تو نہ کھانا

اچھا لگتا ہے اور نہ سونا! الحمدللہ یہ اسی ذوق کی برکت ہے کہ اللہ پاک نے آپ کو کتب کی ایک وسیع لائبریری عطا فرمائی ہے، جس میں ہر عنوان خصوصاً عقیدہ وعلم الکلام کے عنوان پر سینکڑوں کتب موجود ہیں۔

حضرت کے متعلقین حیران ہوتے ہیں کہ صبح سے لے کر عصر تک دروس، اس کے بعد اگلے دن کے دروس کی تیاری، خارجی مطالعہ، تصنیف وتالیف، ذاتی ضروریات اس قدر مصروفیات میں کئی جہات سے اتنا علمی کام آپ کیسے کرلیتے ہیں؟ مگر اللہ پاک نے آپ کے وقت خاص کر تصنیف وتالیف کے اوقات میں عجیب برکت ڈالی ہوئی ہے۔ کئی مقالہ جات ورسالے تو آپ نے الحمدللہ ایک نشست میں قلمبند کیے ہیں۔

آپ بیک وقت کہنہ مشق مدرس، شعلہ بیاں مقرر اور کئی کتب کے مصنف ہیں، کتب تدریس میں منطق وفلسفہ آپ کا مرغوب فیہ موضوع ہے، لیکن جو چیز آپ کی وجہ شہرت بنی وہ میدان مناظرہ اور اس میدان میں خاص کر اہل بدعت پر مضبوط گرفت ہے۔

اگر تصنیفی خدمات کی بات کی جائے تو اب تک الحمدللہ آپ کے رواں قلم سے بیس سے زیادہ کتب ورسائل معرض وجود میں آچکے ہیں، جس میں ”دفاع اہل السنۃ والجماعۃ“ جیسی شہرہ آفاق وضخیم کتاب بھی شامل ہے، جو پاک وہند کے جید اکابر سے داد وتحسین وصول کرچکی ہے۔

اہل بدعت پر آپ کی گہری وعمیق نظر کے معترف پاک وہند کے کئی مشائخ واکابرین، میری معلومات کے مطابق پاکستان بلکہ دیگر ممالک میں بھی اس عنوان پر کسی کا کوئی مناظرہ ہو یا تالیف وتصنیف ہو آپ سے مشورہ کیے بغیر اس کی تکمیل ناممکن سمجھی جاتی ہے۔

رد بریلویت پر آپ کی شاہکار ومحققانہ کتب پاک وہند کے علاوہ دنیا بھر میں اردو جاننے والے حضرات سے داد وتحسین وصول کرچکی ہیں، کچھ کتب کا عربی وانگریزی زبان میں ترجمہ کرنے پر کام چل رہا ہے۔

حضرت استاذِ محترم کے متعلق ایک حیرت انگیز انکشاف یہ بھی کردوں کہ آپ مناظرہ کے عنوان پر زبردست محقق ہیں، لیکن خود آپ نے یہ فن کسی استاد سے باقاعدہ نہیں پڑھا، بلکہ اپنے ذاتی مطالعہ

سے اس میں کمال پیدا کیا، ہم نے استاد جی سے کئی دفعہ سنا کہ:'' درجہ رابعہ میں پہلی دفعہ ملفوظات واحکامِ شریعت خرید کر مطالعہ کیا تھا اور اس وقت سے اس فتنے کا مطالعہ جاری ہے''۔اب تو الحمدللہ اس قدر کمال حاصل کرلیا کہ پاکستان کے چوٹی کے مناظرین کی جانب سے آپ کے پاس ان کی اجازتِ مناظرہ ووکالت کی اسناد موجود ہیں۔

آپ نے اس موضوع پر پہلا مناظرہ طالب علمی کے زمانے میں دورہ حدیث کے سال پڑھایا تھا اور اس وقت سے لے کر اب تک کراچی ،حیدرآباد،مٹیاری ،رحیم یار خان ،لودھراں ،لاہور، ظفروال، جہانیاں، ٹھینگی،گوجرانوالہ،سرگودھا،ملتان،سیالکوٹ،باغ (آزاد کشمیر) بھیرہ (آزاد کشمیر) کوئٹہ سمیت پاکستان کے کئی بڑے شہروں،قصبات، دیہات میں آپ اس عنوان پر کامیاب دروس دے چکے ہیں۔

پاکستان میں کچھ عرصہ سے اس حوالے سے حالات کافی گھمبیر ہیں، جس کی وجہ سے آپ کے دروس بھی محدود ہوگئے،ایک عرصہ سے شاگردوں، احباب و متعلقین کی خواہش تھی کہ ان دروس کو جمع کرکے شائع کیا جائے،تاکہ اس کا نفع عام ہو اور اگر دروس کا سلسلہ کسی وجہ سے موقوف بھی ہوجائے تو ان مطبوعہ دروس کو ہی پڑھ کر استفادہ کیا جاسکے،جب بندے نے اس طرف استاذوں کو توجہ دلائی تو فرمایا کہ یہ کام تم ہی کیوں نہیں کرلیتے؟ بندے کو اپنی علمی بے مائیگی اور ساتھ میں اس کام کی نزاکت کا بخوبی اندازہ تھا،لیکن استاذوں کی نظر شفقت سے اس کام کو سعادت سمجھتے ہوئے ہامی بھرلی،اس حوالے سے استاذوں کی ذاتی لائبریری سے نوٹس حاصل کئے اور مسلسل تین سال کراچی کی سطح پر ہونے والے دروس میں استاذوں کے ساتھ شرکت کی اور وقتاً فوقتاً ملاقات کرکے رہنمائی حاصل کرتا رہا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس حوالے سے استاذوں کے پاس جو کچھ تھا اسے قلمبند کرنے کیلئے ایک طویل وقت چاہیئے تھا،اس لئے الاھمّ فالاھمّ کے اصول کے تحت اہم اہم امور کو نوٹ کرنا مناسب سمجھا گیا اور اب الحمدللہ یہ دروس پایۂ تکمیل تک پہنچ گئے ہیں،جس کی پہلی جلد اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے،اس جلد میں مناظرے کی مختصر تاریخ پر علم الکلام کے ماہر استاذِ محترم حضرت مولانا

سجاد الحجابی صاحب مدظلہ العالی کا مختصر مضمون ہے۔اس کے بعد اصول مناظرہ اور عقائد وعبارات پر اہل بدعت کے ساتھ گفتگو کے نایاب اصول درج ہیں۔ان اصولوں کی قدر و قیمت اس میدان کا شہسوار ہی جان سکتا ہے اور ان شاء اللہ یہ نایاب موتی اس کتاب کے علاوہ کہیں اور اس منظم ومرتب انداز سے نہیں ملیں گے۔اس کے بعد دو عنوانات:

(۱) علم غیب (۲) حاضر وناظر

پر گفتگو ہے۔جبکہ اس کتاب کی دوسری جلد میں:

(۳) نور وبشر (۴) مختارِ کل (۵) خلف وعید (۶) بدعت

پر گفتگو ہوگی۔اس جلد کو تین ابواب پر تقسیم کیا گیا ہے: پہلے باب میں اصولی مباحث کو ذکر کیا گیا ہے، جبکہ دوسرے باب میں علمِ غیب سے متعلق مباحث ہیں، جن میں پہلے عقیدے کی مکمل وضاحت اس کے بعد "فوائد شتیٰ" پھر دلائل اور آخر میں فریق مخالف کے دلائل پر ایک نظر کی گئی ہے۔ تیسرا باب مسئلہ حاضر وناظر کے عنوان پر ہے اور اس میں بھی مذکورہ بالا ترتیب کو سامنے رکھا گیا ہے۔

دلائل کا میدان بہت وسیع ہے، یہی وجہ ہے کہ استاذ کی زیادہ تر توجہ ان دروس میں عقائد وما بہ النزاع کو منقح کرنے پر ہوتی ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ:"اختلاف کی اصل وجہ اور بعض اوقات ان مسائل میں ہمارے احباب کی پریشانی کی اصل وجہ اپنا اور ان کا عقیدہ نہ سمجھنا ہے اور پھر اس کے مطابق کوئی پکڑ بھی نہیں کر پاتے ہیں۔اگر ہم عقیدہ سمجھ لیں تو دلائل کا تو ہر ذی استعداد استنباط کر سکتا ہے"۔اسی بات کو سامنے رکھتے ہوئے ان دروس میں دلائل پر زیادہ تفصیلی اور بالاستیعاب گفتگو نہیں کی گئی اور زیادہ تر عقیدہ کو سمجھانے اور فریق مخالف کی پکڑ کرنے پر دیا گیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ فریق مخالف کے عقائد کی وضاحت اور ان سے اصل اختلاف کو جس طرح تفصیل کے ساتھ ان دروس میں پیش کیا گیا ہے کہیں اور آپ کو نہیں ملیں گے۔(ان شاء اللہ)

چونکہ یہ دروس عموماً مدارس کی سطح پر منعقد کئے جاتے ہیں اور مناظرے کا میدان ہے بھی علماء کا،لہٰذا شاید عوام کو کئی مقامات پر علمی اصطلاحات کی وجہ سے ثقل محسوس ہو۔لیکن ان کیلئے بھی یہ کتاب فائدے سے خالی نہیں۔جہاں دشواری پیش آئے وہاں کسی ذی استعداد عالم سے اس

کوحل کیا جاسکتا ہے۔

آخر میں ایک وضاحت اور کردوں کہ اس کتاب سے کماحقہٗ آپ استفادہ تب ہی کرسکتے ہیں کہ جب استاذوں کے حلقہ درس میں بیٹھ کر ان سے سبقاً پڑھیں، کیونکہ استاذ محترم اکثر فرماتے ہیں کہ:

''کامیاب جرنیل وہ ہے جو اپنا منصوبہ و ہتھیار کبھی بھی دشمن پر ظاہر نہ کرے''

لہٰذا ان عنوانات پر سینکڑوں قیمتی موتی استاذوں کے ساتھ کئی عرصہ رہنے کے بعد ہی حاصل ہوسکتے ہیں، لیکن جن کو یہ موقع نہ ملے اسے ہی غنیمت سمجھیں۔

آخر میں ایک گذارش کردوں کہ اس کتاب میں جو کمال نظر آئے تو وہ محض اللہ کی توفیق اور استاذوں کی نظرِ کرم ہے اور جہاں کہیں کوئی کوتاہی نظر آئے تو اسے اس سیاہ کار کی علمی بے مائگی پر محمول کیا جائے، استاذوں کا دامن یقیناً اس سے پاک ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس مجموعہ کو میرے استاد محترم اور میرے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور عوام الناس خصوصاً اہلِ بدعت کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنادے، (آمین)

یکے از خدام
سید محمد بختیار (کراچی)

استاد محترم محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ اکابر کی نظر میں

ویسے تو استاد محترم کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے ھند و سندھ کے اکابر نا صرف حضرت کو پہچانتے ہیں بلکہ تائید وتحسین کے ساتھ ساتھ حضرت کو اہل سنت کا ترجمان تسلیم کر چکے ہیں۔

جہاں اہل السنت والجماعت کے قائدین آپکی تائید وتوثیق فرماتے ہیں وہیں عالمی مجلس ختم نبوت کے امیر شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب حفظہ اللہ" ماہنامہ لولاک" میں خراج تحسین پیش فرماتے ہیں۔کہیں متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن حفظہ اللہ انکے قلم پر اعتماد کرتے ہوئے نظر آتے ہیں تو کہیں مناظر اہل سنت مفتی ندیم صاحب حفظہ اللہ انہیں "محقق العصر" جیسے القابات سے نوازتے ہیں۔

الغرض دین کے کسی بھی شعبے کے ماہرین ہوں استاد محترم کی تعریف وتوثیق کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔بھلا یہ حضرات کیسے اس شخصیت کی تائید نا فرماتے جسکی تائید مرکز علم وحکمت دارالعلوم دیوبند کر چکا ہو۔

خیر طالب العلم کے سامنے استاد محترم کی زندگی کے تمام پہلو ہیں جن پر اگر قلم اٹھایا جائے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوسکتی ہے۔لیکن فی الوقت ہم اپنی طرف سے کچھ کہنے والے نہیں بلکہ اکابرین شیوخ وماہرین حدیث،مناظرین،خطباء،اہل قلم اور جید علماء کے چند اقوال پیش کر کے اللہ تعالی کی رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی سعی کرتے ہیں۔

عند ذکر الصالحین تنزل الرحمة

استاذ الحدیث ونائب ناظم تعلیمات جامعہ امام محمد انور شاہ دیوبند

حضرت مولانا فضیل احمد ناصری صاحب دامت برکاتھم

محترم مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب زید مجدہم ایک علمی شخصیت ہیں اکابرِ دیوبند سے انہیں سچی عقیدت حاصل ہے۔انکی بریلویت شناسی کے نمونے میں نے بارہا دیکھے ہیں انکی فلک شگاف نظر پر مجھے رشک آتا ہے۔مناظرانہ دقیقہ رسی اور مجادلانہ نکتہ سنجی ان میں بھرپور ہے۔

(تقریظ بر کتاب: نواب احمد رضا خان بریلوی)

حضرت نے لکھا اکابر سے انہیں سچی محبت حاصل ہے واللہ جس نے حضرت کی صحبت پائی ہے اور شرف تلمذ حاصل کیا ہے وہ جانتا ہے کہ دوران درس جب کبھی اکابر کا تذکرہ آتا ہے تو استاد محترم کی خوبصورت آنکھوں سے موتی نما آنسو بے داغ رخصار پہ کیسے ٹپکتے ہیں۔

واضح کرتا چلوں استاد محترم کا عام طور پر تعارف رد بریلویت سے ہے، بہت کم لوگ ہی جانتے ہیں کہ استاد محترم دیگر علوم میں بھی مہارت تامہ رکھتے ہیں، علم الکلام، منطق، فلسفہ جیسے مشکل ترین علوم میں غیر معمولی دسترس رکھتے ہیں۔ طالب العلم نے ایک مرتبہ عرض کی کہ ان موضوعات پر بھی قلم اٹھایا جائے تو استاد محترم فرمانے لگے: یونس! ''اگر مسئلہ اکابر کا نا ہوتا تو میں ان بدعتی جاہلوں کو بھی اتنی اہمیت نا دیتا''۔

متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں

عزیزم مولانا ساجد خان نقشبندی سلمہ اللہ کو اللہ رب العزت نے عمدہ اور تحقیق رقم قلم سے نوازا ہے آپ مسلک اہلسنت والجماع ※ کے داعی اور توحید وسنت کا پرچار کرنے والے دردمند عالم دین ہیں تحریر وتقریر کے ذریعہ مسلک اہل سنت والجماعت کا پرچار کرنے میں اپنی مثال آپ ہیں انداز بیان اور دلائل دینے کا طریقہ انتہائی دلنشین ہے۔

دفاع جلد دوم کے شروع میں فرماتے ہیں: ''حضرت مولانا ساجد نقشبندی سلمہ اللہ کا شمار ہمارے ملک پاکستان کے جید علمائے دین میں ہوتا ہے''۔

مناظر اسلام مفتی غازی محمد ندیم محمودی حفظہ اللہ

آپ کے متعلق فرماتے ہیں: ''محقق العصر مناظر اسلام وکیل علمائے دیوبند''۔ مزید لکھتے ہیں:

علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کی یہ تیسری کتاب ہے جس کا میں نے مطالعہ کیا یقین جانیں آج علامہ صاحب کی کتاب پڑھنے کے دوران ذہن میں یہی تھا کہ شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتاب کا مطالعہ کررہا ہوں۔ یقینا آج علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب حفظہ اللہ کی اس تصنیف اور دفاع اہل

سنت میں ،میں نے شیخ سرفراز خان صفدرؒ کا مطالعہ ،علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ کی تحقیق اور مولانا امین صفدرؒ کا مناظرانہ مزاج پایا۔ (تقریظ برکتاب نواب احمد رضا خان بریلوی)

بندہ عاجز اس پر کہتا ہے کہ یقینا حضرت مفتی صاحب کی ایک ایک بات واقعہ کے مطابق ہے لیکن کیا کریں ہم مردہ پرست لوگ ہیں حیات میں کسی کی قدر کہاں کرتے ہیں۔

ایک جگہ دفاع جلد ۱ کے شروع میں فرماتے ہیں کہ:

''میں خود بعض مسائل میں مولانا موصوف ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔۔۔۔۔مولانا موصوف کی تحقیق پر مجھے کلی اعتماد ہے''۔

آج تو حضرت مفتی صاحب سے جب استاد محترم کے متعلق استفسار کیا تو فرمانے لگے حضرت نے تو شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی یاد تازہ کی ہے جو انکی کردارکشی کرتے ہیں یا انکے خلاف کسی مہم کا حصہ ہیں میں انہیں جانتا ہی نہیں اور اگر میری طرف نسبت کرتے بھی ہیں تو میں ان سے برائت کا اعلان کرتا ہوں۔

واقعی ہیرے کی قدر ہیرہ شناس ہی کرسکتا ہے۔

مناظر اہل سنت مولانا ابوایوب قادری صاحب حفظہ اللہ

فرماتے ہیں: ''برادر مکرم محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی زید مجدھم نے حکم فرمایا اپنی کتاب پر تقریظ لکھنے کا موصوف خود اس میدان کے شہسوار ہیں اور بڑے عمدہ مناظر ہیں''۔

دارالعلوم دیوبند کے اکابر

اس وقت اہل ایمان خصوصا دیوبند سے تعلق رکھنے والے افراد کیلیے دیوبند کا درجہ بہت ہی نمایا ہے اسی مرکز کے نائب مہتمم جامع المعقول والمنقول استاذ حدیث مولانا عبد الخالق سنبھلی صاحب مدظلہ دفاع اہل سنت کے شروع میں یوں شکریہ ادا فرماتے ہیں:

''بندے کے سامنے کتاب دفاع اہل سنت کا مسودہ ہے جس کو عالم جلیل جناب مولانا ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے جو عرصہ دراز سے احقاق حق اور ابطال باطل میں مصروف ہیں۔

(آگے لکھتے ہیں) بہرحال محترم مولانا ساجد خان نقشبندی زیدمجدہ نے اہل حق کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا ہے فجزاہ اللہ خیرا۔

مناظر اسلام فاتح فرقہ باطلہ حضرت مولانا عبدالواحد قاسمی صاحب حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

محقق العصر مناظر اسلام علامہ ساجد خان نقشبندی حفظہ اللہ کی اسم با مسمی تالیف لطیف دفاع اہل سنت والجماعت سے استفادے کا موقع ملا۔۔۔۔ بلا مبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ دفاع اہل سنت جیسی پر مغز اور کثیر المواد کتاب تا حال نظر سے نہیں گزری۔

وکیل صحابہ سفیر امن حضرت مولانا اورنگزیب فاروقی صاحب

فرماتے ہیں۔

مولانا ساجد نقشبندی زیدمجدہ سے مختلف پروگرامات و اجتماعات میں ملاقات رہی ہے ماشاء اللہ اللہ رب العزت نے درس وتدریس کے ساتھ ساتھ انہیں تصنیف وتالیف اور تحقیق تدقیق کا ذوق سلیم بھی عطا فرمایا ہے خصوصا اکابر علماء دیوبند اور مسلک حق کے دفاع کیلیے ہمہ تن تیار پایا۔ (دفاع جلد ۲)

مناظر اسلام امیر عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت فیصل آباد۔ مولانا نواز فیصل آبادی صاحب مدظلہ العالی

اسی سلسلہ کی کڑی محقق العصر علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ کی کتاب دفاع اہل السنت والجماعت ہے اللہ رب العزت نے حضرت کو قرآن وسنت کا اور اس فن کا وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔

خطیب شیریں زباں حضرت مولانا عبدالواحد قریشی حفظہ اللہ

یوں اپنے اعتماد کا اظہار فرماتے ہیں: حضرت کے قلم پر اعتماد کرتے ہوے دعاگو ہوں۔

اللہ تبارک وتعالی استاد محترم کا سایہ ہم پر تا دیر سلامتی کے ساتھ قائم رکھے۔۔آمین

(نوٹ طوالت کے خوف سے بہت سے اقوال ترک کر دیے گے ہیں جنہیں دفاع ج ۱۔۲۔اور نواب احمد رضا خان نامی کتاب کے شروع میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (متعلم یونس)

باب اوّل

تاریخ واصولِ مناظرہ

اس باب میں تاریخِ مناظرہ و اصولِ مناظرہ
اور رضاخانیوں سے گفتگو کے طریقے پر
مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے!!!!

مناظرے کا دینی مقام اور تاریخی پس منظر

لکھے مولانا سجاد الحجابی

مولانا مفتی محمد سجاد الحجابی علم وتحقیق کے حوالے سے ایک جانا پہچانا نام ہے، علوم عربیہ، عقلیہ ونقلیہ کی تدریس میں منفرد مقام کے حامل ہیں، عربی زبان وانشاء کے صاحب طرز ادیب ہونے کے ساتھ مختلف نادر مخطوطات پر تحقیق وتخریج اور قدیم علمی ورثہ کی اشاعت، نیز ان سے استفادہ جیسے قابل تقلید خدمات انجام دے رہے ہیں، زیرِ نظر مقالہ ان کے ذوقِ تحقیق اور کتاب شناسی کا آئینہ دار ہے۔ (ابن مدنی)

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على نبيّنا محمد وعلى اله وصحبه اجمعين امّا بعد!

اس میں شک نہیں ہے کہ "مناظرہ" کے اصول وقواعد کتاب اللہ عزوجل اور سنّتِ رسول اللہ ﷺ سے مستنبط ہے، اجماع بھی مناظرہ کو مشروع جانتا ہے اور صحابہ کرام کا عمل بھی اسی پر ہے۔

قرآنِ کریم میں مناظروں کا جابجا ذکر ہے، خود حضور ﷺ نے نجران کے عیسائیوں اور یہودیوں سے مہذب انداز میں گفتگو فرما کر حق واشگاف کیا، کئی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اہلِ بدعت سے مناظرے فرمائیں، جیسا کہ خوارج سے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مناظرہ مشہور ہے۔

فرقہ قدریہ جب زور پکڑنے لگا اور ان کے افکار حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے زمانے میں دار الخلافہ دمشق پہنچنے لگے تو انھوں نے غیلان بن مسلم کے ساتھ تقدیر کے عقیدہ پر مناظرہ رکھا، دونوں طرف سے دلائل پیش ہوئے، جس میں حق فتح یاب ہوا، غیلان بن مسلم نے اپنے باطل عقیدے سے

توبہ کرلی، جس کے الفاظ کو تاریخ نے سنہری حروف میں نقل کیا ہے، غیلان کہنے لگے:

''یا امیر المؤمنین لقد جئتك ضالّا فهديتني واعمى فبصرتني وجاهلا فعلّمتني والله لا اتكلّم في شيئ من هذا الامر أبدا''(1)

''اے امیر المؤمنین! آپ نے مجھے راہِ راست پر لایا، حالانکہ میں بھٹکا ہوا تھا، آپ نے مجھے صاحب بصیرت بنا دیا، حالانکہ میں راہ سے اندھا تھا اور آپ نے مجھے علم دیا، حالانکہ میں جاہل تھا، اللہ کی قسم! آئندہ کبھی بھی اس معاملے میں گفتگو نہیں کروں گا۔''

ائمۂ اربعہ نے تو اپنے اپنے دور میں اہلِ بدعت کے ساتھ خوب خوب مباحثے ومناظرے کیے۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خود فرماتے ہیں کہ میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ گیا ہوں اور کئی کئی مہینے رک کر اہلِ بدعت سے مناظرہ کیے ہیں۔(۲)

بلکہ امام اعظمؒ کے ''مناظرات عقیدیہ وفرعیہ'' کا تاریخ نے ایک معتد بہ حصہ نقل بھی کیا ہے، جو ایک مستقل کتاب میں جمع ہو سکتے ہیں۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ''حفص الفرد'' سے مناظرہ، امام مالکؒ کا ''استواء'' کے مسئلہ پر جہم بن صفوان سے مباحثہ، امام احمدؒ کا معتزلہ کے خلاف معتصم باللہ کے دربار میں خلق قرآن کے مسئلے پر گفتگو تاریخ کے کسی بھی طالبِ علم سے مخفی نہیں ہے۔

مناظرہ کے مشروعیت پر اجماع کے متعلق محدثِ جلیل خطیب بغدادیؒ ''کتاب الفقیہ والمتفقہ'' میں یوں رقمطراز ہیں:

''وجدنا اهل العلم في كلّ عصر يتناظرون ويتباحثون ويحتج بعضهم على بعض''

''اور ہم ہی نے ہر زمانے میں اہلِ علم کو آپس میں مناظرہ اور مباحثہ اور ایک دوسرے پر دلائل پیش کرتے ہوئے پایا''۔

پھر آگے جا کر فرماتے ہیں:

وقد وجدنا الائمة متفق عليه على حسن المناظرة في هذه المسائل وعقد المجالس بسببها''(۳)

''اور ہم نے ان مسائل میں حسن المناظرہ پر اور انہی مسائل کے سبب مجالس کے انعقاد پر ائمہ کرام کو متفق پایا''۔

لہٰذا مناظرہ اگر اپنے شرائط کے ساتھ ہو تو اس کی مشروعیت میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے، جب کہ فقیہ الامت امام حصکفیؒ تو اسے عبادت قرار دیتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''والمناظر فی العلم لنصر الحق عبادۃ(٤)

''علم میں حق کی خاطر مناظرہ کرنا عین عبادت ہے''۔

لیکن اگر مناظرہ کے شرائط کا لحاظ نہ رکھا جائے تو اس سے احتراز برتنا چاہیئے، چنانچہ بعض سلف صالحین ایسے مناظروں سے بچتے رہتے تھے، جو صدقِ نیت پر مشتمل نہ ہو۔

ہاں! اگر مناظرہ صدقِ نیت اور احقاقِ حق کے ارادے سے ہو تو اس کے بہت سارے فائدے بھی ہیں، مثلاً:

(۱) حق کا باطل سے جدا ہونا، چنانچہ امام ابوالولید الباجی المالکیؒ لکھتے ہیں:

"ھٰذا العلم (علم المناظرۃ) من أرفع العلوم قدرا وأعظمها شأنا لأنّه السبیل الی معرفة الاستدلال وتمییز الحق من المحال ولولا صحیح الوضع فی الجدل لما قامت حجّة ولا اتضحت محجّة ولا علم الصحیح من السقیم ولا المعوج من المستقیم ''(٥)

''علم المناظرہ باقی علوم سے قدر و منزلت کے اعتبار سے اعلیٰ مقام رکھتا ہے، کیونکہ یہ ایک ایسا راستہ ہے جس کے ذریعہ صحیح استدلال کی معرفت اور باطل سے حق کا امتیاز کیا جاتا ہے''۔

(۲) مناظرے سے تشحیذ اذہان ہوتی ہے، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں:

"رأیت ملاحه الرجال تلقیحا لألبابهم "(٦)

''میں لوگوں کا آپس میں مباحثہ ان کے عقول کی زرخیزی اور دانش مندی سمجھتا ہوں''۔

اور راغب اصفہانی فرماتے ہیں:

''فانّ الجدال مع مافیه قدیوقظ الفهم ''(٧)

"کچھ شرائط کے ساتھ بحث ومباحثہ فہم کو زرخیزی بخشتا ہے"۔

(۳) مذاکرۂ علم یعنی گفتگو سے مذاکرۂ علم ہوتا ہے جس کی بدولت دقائق کی گھتیاں سلجھ جاتی ہیں اور وسعتِ معلومات کا سبب بنتا ہے۔

(۴) اصل مصادر و مراجع کی طرف رجوع کی مشق۔

(۵) اسلام اور حق کا بول بالا۔

(۶) علوم کی تنقیح و فہم بھی مناظرہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

(۷) کثرتِ تالیف: چنانچہ مخالفین کی طرف سے جو کتابیں لکھی جاتی ہیں اہلِ حق کی طرف سے اس کے جوابات تحریر کیے جاتے ہیں، جو کثرتِ تالیف کا سبب ہے۔

(۸) اور اس زمانے میں سب سے بڑا فائدہ مناظرے کی وجہ سے اہلِ باطل کے سامنے ایک بند باندھی جاتی ہے، جس سے اہلِ باطل رک جاتے ہیں اور اہلِ حق میں خاص کر عوام الناس گمراہی کی طرف نہیں جاتے۔

ان کے علاوہ بھی مناظرہ کے بہت سارے فوائد ہیں، دوسری جانب اگر مناظرہ نیت فاسدہ سے منعقد کیا جائے تو اس کے نقصانات بھی کم نہیں، مثلاً:

(۱) اس سے بغض و عداوت بڑھتا ہے۔(۲) کثرتِ غیبت کا سبب بنتا ہے۔(۳) نیت کے فساد کے لیے سبب بنتا ہے۔(۴) جھوٹ بولنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ چنانچہ "مناظرِ باطل" اپنے مدعیٰ ثابت کرنے کے لیے جھوٹ گھڑنے سے نہیں کتراتا۔(۵) گالم گلوچ تک نوبت پہنچنا۔

راقم کے مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جب خصم دلائل کے جواب سے عاجز آجائے تو گالیوں پہ اتر آتا ہے، یہی وجہ ہے کہ مناظرہ میں طرفین کے لیے نیت کا درست رکھنا نہایت ضروری ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو سلف نے ایسے مباحثے سے منع فرمایا ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں:

"الجدال فی الدین ینشئ المراء ویذھب بنور العلم من القلب ویقسی القلب ویورث الضغن" (۸)

"دین میں جنگ و جدال بدمزاجی کو جنتا ہے اور یہ دل کی بے نوری، قساوت اور آپس میں

حسد و کینہ کا سبب ہے"۔

اور حافظ ذہبیؒ فرماتے ہیں:

"والخصوم مبدء الشرّ وكذا الجدال والمراء ينبغي للانسان أن لايفتح عليه باب الخصومة الّا لضرورة لابدّ منها" (۹)

"انسان کو کسی شدید حاجت کے بغیر ان خصومات سے روگردانی اور گریز کرنا چاہیئے، کیونکہ یہی شر کی جڑ ہے"۔

درحقیقت اگر مناظرہ کو صحیح و درست نیت سے کیا جائے تو اس کا ضرور کچھ نہ کچھ فائدہ ہوتا ہے، ہمارے اسلاف کا یہی شیوہ تھا کہ جب اہلِ باطل حق کے راستے کے لیے مسلسل رکاوٹیں کھڑی کرتے تھے تو اہلِ حق مختلف اندازوں سے ان کا مقابلہ کرتے اور جب وہ باز نہ آتے تو مناظرے کو ترکش کے آخری تیر کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

امام المتکلمین شیخ اہل السنۃ ابوالحسن الاشعری رحمۃ اللہ علیہ کا حال حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ تحریر کرکے تبصرہ فرماتے ہیں:

"امام ابوالحسن کو مناظرہ اور بحث واستدلال کا پہلے سے ملکہ تھا اور یہ اُن کا فطری ذوق اور خداداد صلاحیت تھی، مذہبِ حق کی حمایت کے جذبہ اور تائیدِ الٰہی نے ان کی اِن قوتوں اور صلاحیتوں کو اور جلا دے دی، وہ اپنے زمانے کے عقلی سطح سے بلند تھے اور عقلیات وعلمِ کلام میں مجتہدانہ دماغ رکھتے تھے"۔

معتزلہ کے سوالات واعتراضات کا جواب وہ اس آسانی سے دیتے تھے، جیسے کوئی کہنہ مشق استاذ اور ماہرِ فن، مبتدی طالب علموں کے سوالات کا جواب دیتا ہے اور ان کو خاموش کر دیتا ہے، ان کے ایک شاگرد ابوعبداللہ بن خفیف اپنی پہلی ملاقات اور ایک مجلس کی کیفیت بیان کرتے ہیں:

"میں شیراز سے بصرہ آیا، مجھے ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کا شوق تھا، لوگوں نے مجھے ان کا پتہ دیا، میں آیا تو وہ ایک مجلسِ مناظرہ میں تھے، وہاں معتزلہ کی ایک جماعت تھی اور وہ لوگ گفتگو کر رہے تھے، جب وہ خاموش ہوئے اور انھوں نے اپنی بات پوری کرلی تو ابو

الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے گفتگو شروع کی، انھوں نے ایک ایک سے مخاطب ہو کر کہا کہ تم نے یہ کہا تھا اور اس کا جواب یہ ہے، تم نے یہ اعتراض کیا تھا اور اس کا جواب اس طرح ہے، یہاں تک کہ انھوں نے سب کا جواب دے دیا۔ جب وہ مجلس سے اٹھے تو میں ان کے پیچھے پیچھے چلا اور ان کو اوپر سے نیچے تک دیکھنے لگا، انھوں نے فرمایا کہ تم کیا دیکھتے ہو؟ میں نے کہا کہ یہ دیکھتا ہوں کہ آپ کی کتنی زبانیں ہیں، کتنے کان اور کتنی آنکھیں ہیں؟ (کہ آپ سب کی سنتے، سب کی سمجھتے اور سب کا جواب دیتے ہیں) وہ یہ سن کر ہنس دیئے"۔ (۱۰)

ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ:

"میں نے ان سے کہا کہ آپ کی سب باتیں تو سمجھ میں آئی، مگر یہ نہ سمجھ سکا کہ آپ ابتداءً خاموش کیوں رہتے ہیں اور معتزلہ کو گفتگو کا موقع کیوں دیتے ہیں، آپ کی شان تو یہ ہے کہ آپ ہی گفتگو کریں اور اعتراضات کو خود رفع کر دیں۔

انھوں نے فرمایا کہ میں ان مسائل اور اقوال کو اپنی زبان سے ادا کرنا جائز نہیں سمجھتا، البتہ یہ جب کسی کی زبان سے نکل جائیں تو پھر ان کا جواب دینا اور ان اقوال کی تردید اہلِ حق کا فرض ہو جاتا ہے"۔ (۱۱)

علمائے دیوبند (کثر اللہ سوادھم) میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اہلِ بدعت سے مناظرے کسی پر مخفی نہیں ہیں، موضوع کی مناسبت سے ان کے دو مناظروں کی روئیداد نقل کیے دیتا ہوں، جن میں ایک مناظرہ سنبھل انڈیا میں فرقہ بریلویہ سے ہوا، جب کہ دوسرا مناظرہ آریہ سماج والوں سے بریلی میں ہوا، ان دونوں مناظروں کے احوال اگرچہ تھوڑے طویل ہیں، لیکن ان شاء اللہ فائدے سے خالی نہیں۔

سنبھل کا مناظرہ

مولانا خود فرماتے ہیں کہ:

"میرا قیام اس زمانے میں امروہہ میں تھا، سنبھل میں مناظرہ کے انتظامات کے سلسلے میں ضروری اطمینان حاصل کرنے کے بعد اگلے ہی مہینے (صفر، ۱۳۴۷ھ) کے آغاز سے ہی اس

مناظرہ کے سلسلے میں تاریخ اور شرائط جیسی باتیں طے کرنے کے لیے اہلِ بریلی سے خط وکتابت شروع کردی گئی، ایک ایک رجسٹری انکاری واپس آنے کے بعد دوسری رجسٹری کا جواب ۲۲رصفر کو اِن الفاظ میں ملا:

"خیر اب ہم بالکل تیار ہیں اور آمد ورفت اور خورد ونوش کے خرچ کے منتظر ہیں، لہٰذا جلد از جلد تاریخ مناظرہ اور مقامِ مناظرہ کہ سنبھل میں کس جگہ ہوگا اور شرائط مناظرہ مقرر فرما کر اور اس کے ساتھ آمد ورفت اور خورد ونوش کا خرچ نقد روانہ فرمادیجیے"۔

اس کے جواب میں فوراً ہی شرائط مناظرہ کی اپنی تجویز کے ساتھ لکھا گیا کہ ان شرائط کی بعینہٖ یا ترمیم وتنسیخ کے ساتھ منظوری آنے کے بعد تاریخِ مناظرہ طے کردی جائے گی اور اس تاریخ سے ایک ہفتہ قبل زادِ راہ بھی حاضرِ خدمت ہوجائے گا۔ یہ رجسٹرڈ جواب ۲۶رصفر کو بھیجا گیا تھا کوئی جواب نہ آیا تو ۱۱ربیع الاوّل کو تقاضہ کی ایک رجسٹری اور بھیجی گئی اور اس کے جواب میں بھی خاموشی رہی تو تیسری ایک رجسٹری ۲۲ربیع الاوّل کو حوالۂ ڈاک ہوئی، تب جا کر ۲۷ربیع الاوّل کو جواب آیا۔ خط وکتابت کا یہ بیان مختصر کرتے ہوئے آخری بات یہ ہے کہ جب مناظرہ کے لیے ۲۲ تا ۲۴رجمادی الاولیٰ مقرر ہوگئی اور ادھر سے حسبِ وعدہ سفر خرچ کا منی آرڈر بھی چلا گیا تو بجائے کسی رسیدی جواب کے ایک اشتہار "بعنوان کھلا خط" ٹھیک ۲۱رجمادی الاولیٰ کو موصول ہوا، جس کا مضمون یہ تھا:

"جنابِ مولوی منظور حسن صاحب خصوصاً وجمیع وہابیہ سنبھل عموماً دور ضلع نینی تال میں جو قرار داد ہوچکی تھی اس کے مطابق میں آپ سے مناظرہ کے لیے تیار تھا اور ہوں، لیکن معلوم ہوا کہ تلمیذِ رشید عزیز سعید شیر بیشہ اہلِ سنت مولوی حشمت علی خان صاحب لکھنوی کے مقابلے میں آپ کا سارا گروہ عاجز رہا......

خدا عزّوجلّ ورسول ﷺ نے عزیز موصوف کو آپ کے گروہ کے مقابلے میں پانچ روشن فتحیں اور آپ کے گروہ کو پانچ بار شرمناک شکستیں دی، آپ اور آپ کا گروہ سب عزیز موصوف کے مقابلے سے عاجز آچکے، مناظرہ بحمد اللہ تعالیٰ اہلِ سنت کی فتح مبین اور وہابیہ کی شکستِ مہین پر ختم ہوچکا۔

لہٰذا وہ مناظرہ جو قرار داد ضلع نینی تال کے مطابق طے ہوا تھا ختم ہو چکا کہ جو لوگ میرے تلمیذ سعید کے سامنے اپنا اسلام ثابت کرنے سے عاجز رہے وہ میرے سامنے ایک فروعی مسئلہ علم غیب میں لب کشائی کا کیا حق رکھتے ہیں۔

اب بھی اگر مناظرہ کرنا ہو تو اس کی ایک تحریر دو کہ ہمارا سارا گروہ مولوی حشمت علی صاحب کے مقابلے سے عاجز رہا یا اپنے اکابر دیوبند و تھانہ بھون بلاؤ تا کہ ان کا عجز وفرار بھی ایسا ہی دکھا دیا جائے''۔

مولوی رحم الٰہی صاحب نے اس اشتہار عام کے ذریعہ اپنے نزدیک اس بات کا پکا انتظام کرلیا تھا کہ مناظرے سے جان چھوٹی، مگر اپنا جو عالم اس زمانے میں تھا اس میں اس کی کیا گنجائش تھی، موصوف کو ایک نوٹس جوابی تار برقی کے ذریعہ ۲۲ رتاریخ کو دیا گیا: ''فوراً آئیے، ہر قسم کی بہانہ سازی کو چھوڑ دیجیے، ورنہ جملہ خرچے کے آپ ذمہ دار ہوں گے''۔

اور اس کے بعد موصوف کو چار و ناچار آنا پڑا، اگر چہ پھر بھی اتنی دیر ضرور لگا دی کہ ۲۴ رتاریخ کو پہنچے جو کہ مناظرہ کا آخری طے شدہ دن تھا اور نتیجتاً یہ مناظرہ ۲۴ تا ۲۶ ہوا۔

موصوف آتو گئے، مگر مناظرہ کے لیے خود کھڑے ہونے کو کسی طرح تیار نہ ہوئے، بلکہ اپنے ساتھ اپنے عزیز سعید، تلمیذ رشید مولوی حشمت علی صاحب کو لے آئے تھے، انھی کو اپنا وکیل بنا کے کھڑا کیا اور ان ''عزیز سعید'' نے پورے دو دن تو ''سوال کچھ اور جواب کچھ'' کے میدان میں اپنی مہارت دکھانے کا وہ منظر پیش کیا کہ خود ان کی جماعت شرم سے پانی پانی ہونے لگی، مسئلہ زیر بحث رسول اللہ ﷺ کو علم غیب تھا اور وہ اپنی جوابی تقریریں بحث کا موضوع بنا ڈالتے تھے اکابر دیوبند کے اسلام اور کفر کو۔ موضوعِ بحث سے ان کے فرار کی یہ کیفیت دو دن میں اتنی روشن ہوگئی کہ بالآخر ان کی جماعت کے سرغنہ بھی تاب نہ لا سکے اور انھیں مجبور کیا کہ موضوع پر بات کریں اور ان کے دعوائے علم غیب کے خلاف جو دلیل پر دلیل مسلسل پیش کی جارہی ہے اس کے جواب میں کچھ تو اپنی دلیل پبلک کے سامنے لائیں۔ اس کے نتیجے میں تیسرے دن انھیں بھی کچھ شرم آہی گئی اور کوشش شروع کی کہ دوسری طرف کی انکاری آیات و احادیث کے مقابلے میں کچھ ثبوت والی دلیلیں لائیں تو

اس میدان میں چونکہ ان کی گرہ بالکل ہی خالی تھی. ورنہ ان کے استاذ شیخ الحدیث مولوی رحم الٰہی صاحب اس مناظرہ میں آنے سے بچنے کے لیے وہ سب کچھ کیوں کرتے. جس کی تفصیل اوپر آئی۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کی تائید ونصرت سے اس مناظرہ کے آخری دن میں یہ بات بالکل ہی روشن ہوگئی کہ عالم الغیب والشہادہ صرف اسی کی ذات وحدہ لاشریک ہے اور کوئی بھی بندہ چاہے وہ نبی ورسول کے مرتبہ کا ہو. بلکہ ان سب میں بھی اشرف وافضل کیوں نہ ہو اس کے لیے بھی علم غیب کی صفت کا دعویٰ کرنا قطعی طور پر خلاف قرآن وحدیث ہے. والحمد للہ تعالیٰ وسبحانہٗ۔

امروہہ اور سنبھل کے مناظروں کی تفصیلی روئیداد اسی زمانے میں "صاعقۂ آسمانی بر فرقۂ رضا خانی" (۱۲) کے نام سے چھپ گئی تھی اور فائل میں موجود ہے. مگر یہاں اس سے زیادہ تفصیل کی گنجائش نہیں۔

آریہ سماجیوں سے مناظرہ

حضرت مولانا منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کا آریہ فرقہ سے کئی مناظرے ہوئے. ان میں پہلے مناظرہ کے احوال پیش ہیں. مولانا خود لکھتے ہیں:

آریہ سماج والوں سے پہلے مناظرہ کی نوبت بریلی میں آئی. یہ دسمبر ۱۹۳۲ء کی بات ہے. میرا قیام تو اس وقت تک بریلی میں نہیں ہوا تھا لیکن وہاں کے مدرسہ مصباح العلوم میں میرے استاد حضرت مولانا کریم بخش صاحب کے صاحبزادہ مولانا عبدالحق صاحب کا صدر مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوگیا تھا. انھوں نے اس سال مجھے اپنے مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کے لیے مدعو کیا. میری تقریر کا عنوان تھا: "حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور قرآن مجید کا وحیٔ الٰہی ہونا"۔

تقریر کے دوران میں ایک صاحب اعتراض کے لیے یا کیسے سوال کرنے کھڑے ہوگئے. ان کے اعتراض نے بتایا کہ یہ آریہ سماجی ہندو ہے. میں نے ان سے کہا کہ آپ میری تقریر کے بعد مجھ سے ملیں اور اپنی بات کہیں. تب میں جواب دوں گا۔ وہ بعد میں ملے اور اپنا نام ماسٹر بلدیو پرشاد سورن بتایا اور مختصر گفتگو کے بعد انھوں نے مناظرہ کا چیلنج دیا. جس کے بارے میں شہر کے دو معزز مسلمانوں نے ان سے بات چیت کر کے میری منظوری سے چھ دن کا مناظرہ طے کیا. جس میں پہلے

تین دن میں قرآن پاک کا وحیِ الٰہی ہونا موضوعِ بحث ہوگا اور دوسرے تین دن میں وید کے بارے میں یہی بحث ہوگی، مگر اللہ تبارک وتعالیٰ کی مدد سے پہلے تین دن میں یہ صورتِ حال ہوئی کہ خود ماسٹر صاحب کی طرف کے صدرِ جلسہ کو- جو خود ہندو اور ایک کالج کے پرنسپل تھے- چوتھے دن ماسٹر صاحب پر رحم کھا کر یہ کہنا پڑا کہ مولانا صاحب آپ کا اور ماسٹر صاحب کا کوئی مقابلہ نہیں ہے، اس لیے مناظرہ کے مزید جاری رکھنے میں کوئی فائدہ نہیں، مناسب ہے کہ اب ختم کر دیا جائے۔ اس طرح چوتھے دن ہی یہ مناظرہ خود ماسٹر صاحب کے اپنے صدرِ جلسہ کی فرمائش پر ختم ہوگیا، فالحمدللہ۔ اس کے بعد ان لوگوں سے بعض اور مناظرے ہوئے، جو ۱۹۳۴ء میں الفرقان جاری ہونے کے بعد میں ہوئے اور ان کی روداد الفرقان میں آئی، اس دور کا بھی پہلا مناظرہ بریلی ہی میں مشہور سماجی پنڈت گوپی چند سے ہوا"۔ (۱۳)

میدان "علم المناظرہ" میں تصنیفی خدمات

علم المناظرہ پر سب سے پہلی باقاعدہ مدون کتاب ایک جلیل القدر حنفی عالم علامہ رکن الدین ابو حامد محمد العمیدی الفقیہ الحنفی (۶۱۵ھ) نے "الارشاد" کے نام سے لکھی، امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) جو عمیدی صاحب "الارشاد" کے معاصر بھی ہیں انھوں نے عمیدی پر کافی زیادات کیے۔
البتہ اس فن میں سب سے مشہور کتاب شمس الدین حکیم سمرقندیؒ (۶۰۰ھ تخمیناً) نے تحریر کی۔ (۱۴)
اس کے بعد تو علم المناظرہ والجدل کے حوالے سے کافی کتابیں لکھی گئیں، بطورِ فائدہ ان مفید کتابوں کی مختصر فہرست حاضرِ خدمت ہے:

(۱)...الولدیہ فی آداب البحث والمناظرہ تالیف علّامہ ساجقلی زادہ (م ۱۱۴۵ھج) مصطفیٰ البابی مصر ۱۹۶۱ء میں چھپی ہے، انھوں نے اپنی ایک دوسری کتاب ترتیب العلوم کے ص ۱۴۱ پر اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے۔ (۱۵)

(۲)...شرح الولدیہ تالیف السیّد عبدالوہاب یہ شرح بھی مصطفیٰ البابی مصر سے چھپی ہے۔

(۳)...شرح الولدیہ تالیف امام آمدی

(۴)...شرح الولدیہ تالیف منلا عمر زادہ
(۵)...آداب البحث والمناظرۃ تالیف محمّد بن اشرف سمرقندی (م ۶۰۰ھ) مخطوط مکتبہ جامعۃ الملک سعود
(۶)...شرح آداب البحث والمناظرۃ تالیف کمال الدّین مسعود رومی (م ۹۰۵ھ)
(۷)...شرح آداب البحث للسمرقندی تالیف قطب الدّین محمّد الکیلانی (م ۸۹۱ھ) مخطوظ مکتبہ جامعۃ الملک سعود
(۸)...آداب البحث والمناظرۃ مع شرحہ للمؤلّف تالیف علّامہ طاش کبری زادہ (م ۹۶۳ھ) مخطوطۃ جامعۃ الملک سعود
(۹)...آداب البحث والمناظرہ تالیف الشیخ محی الدّین عبدالحمید الحنفی المصری (۱۳۹۲ھ)
(۱۰)...آداب البحث والمناظرۃ تالیف محمّد امین بن محمّد المختار الشنقیطی (۱۳۹۳ھ) مطبوع دار العلم جدّہ
(۱۱)...آداب البحث مع التعلیق تالیف علّامہ احمد مکّی (من علماء ازھر الشریف) مطبوع جمعیۃ النشر و التالیف الازھریّۃ مصر
(۱۲)...الرسالۃ العضدیۃ تالیف عضد الدّین والملّۃ الأیجی (م ۷۵۶ھ)
(۱۳)...شارح الحنفی علی الرسالۃ العضدیۃ تالیف شمس الدّین التبریزی (م ۹۰۰ھ) مخطوط جامعۃ الملک سعود
(۱۴)...شرح العصام علی العضدیۃ تالیف عصام الدّین الاسفرائینی (۹۴۳ھ) مطبوع مکتبہ رحمانیہ لاھور
(۱۵)... الھدیۃ المختاریۃ شرح الرسالۃ العضدیۃ تالیف امام عبد الحی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) ادارۃ القرآن

(۱۶)...شرح ملّا صادق علی العضدیۃ تالیف محمّد صادق بن درویش مطبوع مکتبہ رحمانیہ لاہور
(۱۷)...اصول الاستدلال والمناظرۃ تالیف الشیخ العلّامہ عبدالرحمٰن حبنکۃ المیدانی مطبوع دار القلم بیروت
(۱۸)...علام الجدل فی علم الجدل تالیف نجم الدّین الطوفی الحنبلی (۷۱۶ھج)
(۱۹)...الکافی فی الجدل تالیف امام الحرمین الجوینی (۴۷۸ھج)
(۲۰)...کتاب الجدل (علی طریقۃ الفقہاء) تالیف ابو الوفا ابن عقیل البغدادی (۵۱۳ھج)
(۲۱)...المغنی تالیف للأبہری
(۲۲)...المعونۃ فی الجدل تالیف للشیرازی (۳۹۳ھج)
(۲۳)...مقدّمۃ النسفی اس کی سب سے اچھی شرح سمرقندی ہے۔
(۲۴)...تاریخ الجدل تالیف محمّد ابو زہرۃ مطبوع دار الفکر العربی
(۲۵)...عیون المناظرات تالیف ابو علی عمر السکونی (۷۱۷ھج) مطبوع منشورات الجامع التونسیۃ ۱۹۷۶ء
(۲۶)...مناہج الجدل فی القرآن الکریم تالیف ڈاکٹر زاہر الالمعی مطبوع
(۲۷)... مناظرہ کے اصول وآداب۔ تالیف مولانا سیف اللہ تونسوی۔ مطبوع۔
(۲۸) اصول مناظرہ۔ تالیف مولانا الیاس گھمن صاحب۔
(۲۹)...اصول الجدل والمناظرۃ فی الکتاب والسنۃ تالیف ڈاکٹر حمدبن ابراہیم عثمان مطبوع دار ابن حزم
(۳۰)...الشریفیۃ فی المناظرۃ تالیف میر سیّد شریف جُرجانی

(۸۱۶ھ)
(۳۱)...الرشيدية على الشريفية عبد الرشيد جونپوری (۱۰۸۳ھ)
(۳۲)...الحاشية اللكنوية على الرشيدية تاليف امام عبدالحی لکھنوی مطبوع المطبع العلوی لکھنؤ
(۳۳)...الحاشية الحميدية على الرشيدية تاليف فيض الحسن بن علام فخر الحسن سہارنفوری
(۳۴)...خلاصة الرشيدية تسهيل الشريفية تاليف مولوی غلام مصطفی ایم-او-ایل مطبوع رفاہ عام لاہور
(۳۵)......حمیدیہ ترجمہ رشیدیہ۔ تالیف مولانا عبد القدوس قارن صاحب۔

احقر نے ان کتابوں کے لیے استقصاء تو نہیں کیا، ورنہ اور بھی کتابیں اس فن پر لکھی گئی ہیں۔
آج کل ہمارے یہاں دینی مدارس سے عمیق اور مغلق کتابوں کے پڑھانے کا رواج ختم ہوتا جا رہا ہے۔ جس کا نقصان بالکل واضح ہے کہ نئے فضلاء کا عمق و دقت، وسعتِ معلومات، دلیل پر گرفت وہ نہیں ہے جو پہلے ہوتی تھی، اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ ان کتابوں کو تدریس کا حصہ بنایا جائے اور شوق و ذوق سے پڑھائی جائے، اس سلسلے کی ایک کڑی علم المناظرہ کی مشہور کتاب "رشیدیہ" ہے۔ جو کئی صدیوں سے ہمارے مدارس کے نصاب میں شامل تھی لیکن افسوس ہے کہ اب چند ہی درسگاہوں میں پڑھائی جاتی ہے۔

مصادر و مراجع

(۱) مقدّمہ تبیین کذب المفتری للحافظ بن عساکر بقلم الکوثری ص۱۱ مطبوع دار الفکر بیروت
(۲) دیکھیے مقدّمہ اشارات المرام ص۴ زمزم پبلشرز کراچی
(۳) اصول الجدل والمناظرۃ للدکتور احمد العثمان ۶۸ بحوالہ کتاب الفقیہ والمتفقہ ج۲ ص۶۲
(۴) الدرّ المختار مع شرحہ ردّ المحتار ج۶ ص۴۲۱ ایچ ایم سعید
(۵) اصول الجدل والمناظرۃ ۱۶۶ بحوالہ المنہاج بترتیب الحجاج
(۶) جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبد البرّ ج۲ ص۹۷ دار الکتب الاسلامیہ مصر ۱۴۰۲ھ
(۷) الذریعۃ الی مکارم الشریعۃ ص۲۵۹ مطبوع دار الوفاء منصورہ مصر
(۸) اصول الجدل ص۱۹۰ مطبوع دار ابن حزم بیروت
(۹) دیکھیے کتاب الکبائر للذہبی ص۲۲۲ دار الکتب العلمیہ بیروت
(۱۰) تبیین کذب المفتری ص۹۵ دار الفکر بیروت
(۱۱) تاریخ دعوت وعزیمت، حصہ اول، ص ۱۰۶-۱۰۷، مجلس نشریاتِ اسلام کراچی۔
(۱۲) بلکہ حضرت نعمانی رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مناظرات دار الکتاب لاہور سے ''فتوحاتِ نعمانیہ'' کے نام سے چھپ چکی ہیں۔
(۱۳) تحدیثِ نعمت، آپ بیتی حضرت مولانا محمد منظور نعمانی'' ترتیب عتیق الرحمٰن سنبھلی نعمانی، ص ۴۲ تا ۴۸، قریشی پبلشرز، لاہور۔
(۱۴) اصول الاستدلال والمناظرۃ، شیخ عبد الرحمٰن ص ۱۷، ۳، دار القلم، دمشق۔
(۱۵) دیکھیے ترتیب العلوم، تالیف ساجقلی زادہ، ص ۱۴۱، مطبوع دار البشائر الاسلامیہ، بیروت۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناظرہ کی شرعی حیثیت

مناظرے کی مشروعیت پر ذیل میں چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

[۱]: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْیٖ وَ اُمِیْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ یَاْتِیْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِیْ كَفَرَ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾
(سورۃ البقرۃ:258)

[۱]: مشہور متکلم، مفسر اور فقیہ امام ابو منصور محمد بن محمد بن محمود ماتریدی الحنفی (م333ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

وفيه إباحة التكلم في الكلام والمناظرة فيه والحجاج بقوله: (حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِي رَبِّهِ) ورد على من يمنع التكلّم فيه لأنا أمرنا بدعاء الكفرة جميعًا إلى وحدانية الله تعالى والإقرار له بذلك والمعرفة له أنه كذلك وكذلك الأنبياء بأجمعهم أمروا وندبوا إلى دعاء الكفرة إلى شهادة أن "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وحده لا شريك له" فإن دعوناهم إلى ذلك لا بدّ من أن يطلبوا منّا الدليل على ذلك والبيان عليه والوصف له كما هو والتقرير عندهم أنه كذا فلا يكون ذلك إلّا بعد المناظرة والحجاج فيه لذلك قلنا: انه لا بأس بالتكلم والمناظرة فيه.

(تاویلات اہل السنۃ: ج1 ص218)

ترجمہ: آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ علم الکلام میں گفتگو کرنا اور اس میں مناظرہ کرنا جائز ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿حَاجَّ اِبْرٰهٖمَ فِیْ رَبِّهٖ﴾ ہے اور اس آیت میں ان لوگوں کا بھی رد

ہے جو علم الکلام میں گفتگو سے منع کرتے ہیں. اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم کفار کو اس بات کی دعوت دیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے. اس کے ایک ہونے کا اقرار کیا جائے اور اس بات کو دل سے مانا جائے کہ وہ ایسے ہی ہے (یعنی وحدہ لاشریک ہے) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کو یہ حکم دیا گیا ہے اور اس بات کی تلقین کی گئی ہے کہ وہ کفار کو "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وحده لا شريك له" کی گواہی کی دعوت دیں. چنانچہ جب ہم انہیں اس بات کی دعوت دیں گے تو لازمی طور پر وہ ہم سے اس پر دلیل مانگیں گے اور یہ مناظرہ اور گفتگو کے بعد ہی ممکن ہو سکے گا. اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ علم الکلام میں گفتگو کرنا اور اس میں مناظرہ کرنا جائز ہے۔

[۲]: علامہ ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ (م 710ھ) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

والآيَةُ تَدُلُّ عَلَى إباحةِ التَّكَلُّمِ فِيْ عِلْمِ الْكَلَامِ وَالْمُنَاظَرَةِ فِيهِ لِأَنَّهُ قَالَ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِيْ رَبِّهِ وَالْمُحَاجَةُ تَكُوْنُ بَيْنَ اثْنَيْنِ فَدَلَّ عَلَى أَنَّ إِبْرَاهِيمَ حَاجَّهُ أَيضاً وَلَوْلَمْ يَكُنْ مُبَاحاً لَمَا بَاشَرَهَا إبراهيمُ عليه السلام لِكَوْنِ الأنبياءِ عليهم السلام مَعْصُوْمِيْنَ عَنِ ارْتِكَابِ الْحَرَامِ وِلِأَنَّا أُمِرْنَا بِدُعَاءِ الْكفرَةِ إِلَى الإيمانِ بالله و توحيدِه وَإِذَا دَعَوْنَاهم إلى ذلك لا بُدَّ أن يَّطْلُبُوْا مِنَ الدَّلِيْلِ على ذلك وذا لا يكون إِلَّا بَعْدَ الْمُنَاظَرَةِ كذا في شرح التأويلات.

(تفسیر مدارک التنزیل: ج1 ص145)

ترجمہ: یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ علم الکلام میں گفتگو کرنا اور مناظرہ کرنا جائز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَاجَّ إِبْرَاهِيمَ فِيْ رَبِّهٖ﴾ اور محاجہ فریقین کے درمیان ہوتا ہے. اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اس سے مناظرانہ گفتگو فرمائی تھی. اگر مناظرہ جائز نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کبھی یہ گفتگو نہ فرماتے. اس لیے کہ انبیاء علیہم السلام حرام کے ارتکاب سے محفوظ اور بچے ہوئے ہیں. مناظرہ کے جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے

کہ ہم کفار کو اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کی توحید کی دعوت دیں تو جب ہم انہیں اس بات کی دعوت دیں گے تو لازمی طور پر وہ ہم سے اس پر دلیل مانگیں گے اور یہ مناظرہ کے بعد ہی ممکن ہو گا۔اسی طرح کی بات شرح التاویلات (تاویلات اہل السنۃ لابی منصور الماتریدی) میں ہے۔

[۳]: شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی (م 1394ھ) اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"ان آیات میں ابراہیم علیہ السلام کا نمرود بن کنعان سے مناظرہ اور مکالمہ بیان کرتے ہیں۔"
(معارف القرآن: ج1 ص498)

[۲]: قَالَ اللّٰهُ تَعَالیٰ: ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ أَحْسَنُ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾
(سورۃ النحل:125)

ترجمہ: اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ وعظ سے بلائیے اور ان سے بحث بھی کرو تو پسندیدہ طریقہ سے کرو، آپ کے رب کو خوب معلوم ہے کہ کون اس کے رستہ سے بہکا ہوا ہے اور ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں۔

[۱]: اس آیت کے تحت علامہ ابو البرکات حافظ الدین عبد اللہ بن احمد بن محمود النسفی رحمہ اللہ (م710ھ) لکھتے ہیں:

وَهُوَ رَدٌّ عَلٰى مَنْ يَأْبَى الْمُنَاظَرَةَ فِي الدِّيْنِ
(مدارک التنزیل للنسفی ج1 ص207)

ترجمہ: اس آیت میں اس آدمی کی تردید ہے جو دین میں مناظرہ کا قائل نہیں۔

[۲]: حاشیہ جلالین میں اس آیت کے تحت لکھا ہے:

اَلْمُجَادَلَةُ هِيَ الْمُنَازَعَةُ لَا لِاِظْهَارِ الصَّوَابِ بَلْ لِاِلْزَامِ الْخَصْمِ كَمَا فِي الرَّشِيْدِيَّةِ لٰكِنَّ الْمُرَادُ هٰهُنَا الْمُنَاظَرَةُ وَالْجَدَلُ الْاَحْسَنُ اَنْ يَّكُوْنَ

دَلِيلاً مُرَكَّبًا مِنْ مُقَدَّمَاتٍ مُسَلَّمَةٍ فِي الْمَشْهُوْرِ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ وَمُقَدَّمَاتٍ مُسَلَّمَةٍ عِنْدَ ذٰلِكَ الْقَائِلِ هٰكَذَا فِي الْكَبِيْرِ.

(حاشیہ جلالین ص 228)

ترجمہ: فریقین کا اظہارِ صواب کے لیے نہیں، بلکہ فریق مخالف کو چپ کرانے کے لیے گفتگو کرنا ''مجادلہ'' ہے، جیسا کہ رشیدیہ میں ہے، لیکن یہاں مراد مناظرہ ہے اور بہترین مناظرہ وہ ہے جس میں دلیل ایسی ہو جو ایسے مقدمات سے مرکّب ہو جو مشہور قول کے مطابق جمہور کے ہاں ثابت شدہ ہیں یا فریق مخالف کے ہاں ثابت شدہ ہیں، اسی طرح تفسیر کبیر میں ہے۔

[۴]: حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م 1394ھ) اس آیت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''اے نبی! دعوت دے اور بلا تو اپنے پروردگار کی راہ کی طرف علم وحکمت کی باتوں کے ساتھ اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور اگر بحث ومباحثہ کا وقت آن پڑے تو نہایت عمدہ طریقے کے ساتھ ان سے مناظرہ کرو''۔

(معارف القرآن ج 4 ص 426)

فائدہ: دعوت کے اصل اصول دو ہیں:

(1) حکمت کے ساتھ یعنی دلائل قطعیہ سے۔

(2) موعظہ حسنہ کے ساتھ یعنی دلائل ظنیہ، قصص واقعات وغیرہ سے۔

رہا مجادلہ ومناظرہ تو یہ ایک ہنگامی ضرورت ہے، جو معاند اور ضدی کے لیے سودمند ثابت ہوتا ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (م 604ھ) فرماتے ہیں:

وَمِنْ لَطَائِفِ هٰذِهِ الْاٰيَةِ اَنَّهٗ قَالَ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ فَقَصَرَ الدَّعْوَةَ عَلٰى ذِكْرِ هٰذَيْنِ الْقِسْمَيْنِ لِاَنَّ الدَّعْوَةَ اِنْ كَانَتْ بِالدَّلَائِلِ الْقَطْعِيَّةِ فَهِيَ الْحِكْمَةُ وَاِنْ كَانَتْ بِالدَّلَائِلِ

الظَّنِّيَّةِ فَهِيَ الْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةُ اَمَّا الْجَدَلُ فَلَيسَ مِنْ بَابِ الدَّعْوَةِ بَلِ الْمَقْصُوْدُ مِنْهُ غَرَضٌ اٰخَرُ مُغَايِرٌ لِلدَّعْوَةِ وَهُوَ الْاِلْزَامُ وَالْاِفْحَامُ فَلِهٰذَا السَّبَبِ لَمْ يَقُلْ: اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ بَلْ قَطَعَ الْجَدَلَ عَنْ بَابِ الدَّعْوَةِ تَنْبِيْهًا عَلٰى اَنَّهُ لَا يَحْصُلُ الدَّعْوَةُ وَاِنَّمَا الْغَرَضُ مِنْهُ شَيْئٌ اٰخَرُ وَاللهُ اَعْلَمُ۔

(التفسیر الکبیر:: ج20 ص 112)

ترجمہ: اس آیت کے لطائف میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ﴾ فرما کر دعوت کو صرف دو قسموں میں منحصر کر دیا ہے۔ اس لیے کہ اگر دعوت دلائل قطعیہ کے ساتھ ہو تو حکمت ہے اور اگر دلائل ظنیہ کے ساتھ ہو تو موعظہ حسنہ ہے۔ رہا جدل (بحث ومباحثہ) تو یہ دعوت کے طریق سے نہیں، بلکہ اس سے مقصود کچھ اور ہوتا ہے، جو دعوت سے الگ ایک چیز ہے یعنی کسی کو چپ کرانا، اس لیے اللہ نے اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ نہیں فرمایا۔ جدل کو دعوت کے باب سے الگ ذکر کیا، یہ بتانے کے لیے کہ اس کے ذریعے دعوت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اس کا مقصد کچھ اور ہوتا ہے۔

مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ (م 1396ھ) فرماتے ہیں:

"آیت کے نسق سے معلوم ہوتا ہے کہ اصول دعوت اصل میں دو ہی چیزیں ہیں: حکمت اور موعظت۔ تیسری چیز "مجادلہ" اصولِ دعوت میں داخل نہیں، ہاں طریق دعوت میں کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

صاحب روح المعانی کا استدلال اس پر یہ ہے کہ اگر یہ تینوں چیزیں اصول دعوت ہوتیں تو مقتضائے مقام یہ تھا کہ تینوں چیزوں کو عطف کے ساتھ اس طرح بیان کیا جاتا "بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَالْجِدَالِ الْاَحْسَنِ" مگر قرآن حکیم نے حکمت وموعظت کو تو عطف کے ساتھ ایک ہی نسق میں بیان فرمایا اور مجادلہ کیلئے الگ جملہ "وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ" اختیار کیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجادلہ فی العلم دراصل دعوۃ الی اللہ کا رکن یا شرط

نہیں، بلکہ طریق دعوت میں پیش ہونے والے معاملات کے متعلق ایک ہدایت ہے، جیسا کہ اس کے بعد کی آیت میں صبر کی تلقین فرمائی ہے، کیونکہ طریق دعوت میں لوگوں کو ایذاؤں پر صبر کرنا ناگریز ہے۔
خلاصہ یہ ہے کہ اصولِ دعوت دو چیزیں ہیں: حکمۃ اور موعظۃ، جن سے کوئی دعوت خالی نہ ہونی چاہیئے، خواہ علماء و خواص کو ہو یا عوام الناس کو، البتہ دعوت میں کسی وقت ایسے لوگوں سے بھی واسطہ پڑ جاتا ہے جو شکوک و اوہام میں مبتلا اور داعی کے ساتھ بحث و مباحثہ پر آمادہ ہیں تو ایسی حالت میں مجادلہ کی تعلیم دی گئی، مگر اس کے ساتھ "بِالَّتِي هِيَ أَحْسَن" کی قید لگا کر بتلادیا کہ جو مجادلہ اس شرط سے خالی ہو اس کی شریعت میں کوئی حیثیت نہیں۔"
(معارف القرآن ج 5 ص 422: تحت سورۃ النحل)
مفسرین کی اس قدر تصریحات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ مناظرہ {بشرطیکہ دین کی حدود و قیود کی رعایت کرتے ہوئے کیا جائے} دین کا ایک اہم شعبہ ہے اور احقاقِ حق و ابطالِ باطل کا ذریعہ ہے، اور اسی بات کو علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ یوں فرماتے ہیں:

الْمُنَاظَرَةُ فِي الْعِلْمِ لِنُصْرَةِ الْحَقِّ عِبَادَةٌ وَلِاَحَدِ ثَلَاثَةٍ حَرَامٌ لِقَهْرِ مُسْلِمٍ وَاِظْهَارِ عِلْمٍ وَنَيْلِ دُنْيَا اَوْ مَالٍ اَوْ قَبُوْلٍ.
(الدر المختار لعلاء الدین الحصکفی ج 9 ص 406 کتاب الحظر والاباحۃ، باب الاستبراء وغیرہ)

ترجمہ: دینِ حق کی مدد کیلئے مناظرہ کرنا عبادت ہے اور مسلمان کو ذلیل کرنے، اپنے علم کے اظہار اور دنیا، دولت یا عوام میں مقبولیت پیدا کرنے کیلئے مناظرہ کرنا حرام ہے۔

امام محمد بن حسن متوفی ۲۴۲ھ لکھتے ہیں کہ:
مناظرہ باعتبارِ حکم چھ (۶) اقسام پر ہے:
(۱) واجب عین یا فرض عین: جب کوئی بدعتی میدان میں آکر للکارے اور عالم اسلام میں

اس مناظر کے سوا کوئی اس کو جواب دینے کیلئے نہ ہو تو اس مناظر پر فرض ہے کہ اس کے چیلنج کا جواب دے اور اس کے شبہات کا رد کرے۔

(۲) فرض کفایہ: اگر ایک جماعت مناظرین کی موجود ہے تو ان میں سے بعض پر واجب ہے کہ اس دعوت مناظرہ کو قبول کریں اگر بعض نے کر لی تو باقی سے واجب ساقط ہو جائے گا۔

(۳) مستحب: جب اس مناظرے سے کسی دینی فائدے کا حصول مقصود ہو اور خیر نتیجہ ہو تو کسی وقت بھی کرنا مستحب و مندوب ہے۔

(۴) حرام: جب کسی باطل موقف پر مناظرہ کرنا ہو یا معاذ اللہ طلب شہرت و ریا کاری مقصد ہو۔

(۵) مکروہ: خواہ مخواہ میں مناظرہ کرنا اور بے مقصد مسائل میں قیل و قال کرنا۔

(۶) مباح: بعض جائز علوم میں بحث و مباحثہ جیسے علم ریاضی، ہندسہ، منطق وغیرہ میں کرنا۔

اب ہمارے زمانے کے مناظروں کا حکم کیا ہے تو اس میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف مقاصد مناظرہ پر متفرع ہے۔ پس اگر مناظرہ سے مقصود احقاق حق ہے اور آداب و اصول مناظرہ کے مطابق اسے کیا جا رہا ہے تو مستحب ہے اور اگر معاذ اللہ شہرت و ریا کاری یا فریق مخالف کو ذلیل و رسوا کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے اور لوگوں کے درمیان نفرت کا بیج بونے کیلئے کیا جا رہا ہے تو حرام ہے۔

(مختصر نہایۃ الامل فی علم الجدل ص ۱۰۳۔۱۰۴)

کیا ہر حال میں مناظرہ کرنا ضروری ہے؟

یاد رہے کہ بندے کے نزدیک مناظرہ کی مثال ناسور کے آپریشن کی طرح ہے یعنی یہ بالکل آخری نسخہ ہے حتی المقدور کوشش کی جائے کہ فریق مخالف کو دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے سمجھایا جائے۔ لیکن اگر اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہ ہو تو اس پر ضرور عمل کیا جائے۔ الحمد للہ جب سے ہم میدان میں ہیں اہل بدعت کے کسی ذمہ دار آدمی کو اب تک نہ مناظرہ بازی کی جرات ہوئی اور نہ ہوگی۔ اگر یقین نہ تو تجربہ شرط ہے۔ بعض اوقات ان کے چھوکروں اور لونڈوں کی طرف سے سوشل میڈیا پر

چیلنج بازی کا منظر دیکھنے کو ملتا ہے تو اس کی طرف التفات کرنے کی ضرورت نہیں:

آل بدعت کا مناظر اسلام مولانا عبد المجید سعیدی لکھتا ہے:

"رہا اثبات علم الغیب اور راہ جنت کا معاملہ؟ تو گذارش ہے کہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مدمقابل افہام وتفہیم کی بجائے محض مجادلہ بلکہ مکابرہ اور مظاہرہ (غالبا مجادلہ ہے۔از ناقل) پر اتر آتا ہے اور یہ یقین ہو جاتا ہے کہ وہ صرف برائے بحث کرنا چاہتا ہے اور اس کا پہلے سے طے کردہ اپنے نظریہ سے ہٹنا ناممکن ہے جب گھڑوی مزاج بھی کچھ اس طرح کا واقع ہوا ہے۔اس لئے مایوسی کے بعد سلسلہ کلام کو منقطع کر دیا جاتا ہے جس کی شرعا بھی گنجائش ہے قال تعالی فاعرض عنہم وقال واعرض عن المشرکین اس کی تائید حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دہریہ کے ساتھ مباحثہ میں ایک مسلمان عالم کے اس طرح کے اقدام سے بھی ہوتی ہے"۔

(مفتاح سنت، ج ا ص ۱۸،۱۷)

تو مجادل ومکابر سے اعراض کرنا خود فریق مخالف کے نزدیک حکم قرآنی پر عمل کرنا ہے۔شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں چونکہ حق کی طلب نہ ہونے کے برابر ہے اس لئے اس زمانے میں بہتر ہے کہ مناظرہ نہ کیا جائے۔(ملخصا الحدیقۃ الندیۃ، ج ۲ ص ۱۳۵)

لہذا اگر کہیں ہم یا ہمارے بڑے یا ہمارے ہم عصر آپ سے اعراض کر رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مناظرہ سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں یا آپ کا مسلک وموقف حق ہے بلکہ بقول آپ کے مناظر صاحب کے آپ کی ہٹ دھرمی وتعصب کو دیکھتے ہوئے انہیں آپ کے حق پر آنے کی کوئی امید نہیں۔

اور آخر میں حضرات اکابر علماء دیوبند کے ہاں مناظرہ کی اہمیت کیا تھی؟ اس پہ اکابر دیوبند کے کئی واقعات ہیں جو ان کی سوانح کی زینت بنے ہوئے ہیں اگر ان کو جمع کیا جائے تو ایک ضخیم مجموعہ تیار ہو سکتا ہے، تاہم اس پر صرف ایک واقعہ زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ {جو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کے شیخ ہیں} کا پیش کیا جاتا ہے، چنانچہ حضرت

مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''مولوی فاروق احمد صاحب انبیٹھوی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کو جاتے ہوئے راستہ میں مولوی دیدار علی الوری کی طرف سے آپ کو عین اس وقت دعوت مناظرہ دی گئی جب کہ آپ جہاز میں سوار ہونے کو تیار تھے۔ آپ کے رفقاء نے جواب دیا کہ اس وقت تو گنجائش نہیں کہ جہاز تیار اور آخری ہے۔ البتہ واپسی پر مناظرہ ہوگا، مگر آپ نے سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ نہیں! نہیں! ہم تیار ہیں۔ کل کو ہم قیام کریں گے اور صبح مناظرہ ہوگا۔ مولوی صاحب سے کہنا کہ مقام اور مباحث مناظرہ آج طے کرلیں اور رفقاء کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ مولوی صاحب مناظرہ کرتے ہیں تو ہمیں انکار نہ کرنا چاہیئے حج بشرط زندگی دوسرے سال کریں گے یہ بھی تو ایک دینی کام ہے۔ یہ جواب سن کر فریق ثانی پر اوس پڑگئی اور کوئی میدان مناظرہ میں نہ آیا۔ حضرت چند دن قیام فرما کر بمبئی روانہ ہوگئے، حالانکہ جہاز کی تاریخ روانگی گزر چکی تھی مگر اللہ کی شان کہ اس کو چار دن کسی غیر معمولی عذر سے ٹھہرنا پڑگیا اور آپ اس میں سوار ہوکر عرب پہنچ گئے۔

(تذکرۃ الخلیل: ص 151)

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ دین متین کے تمام شعبوں اور ان میں خدمات سرانجام دینے والوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں نئی تحقیقات کے بجائے اکابر علماء دیوبند کی تحقیقات پہ کاربند رکھے، آمین بجاہ النبی الکریم۔

اصولِ مناظرہ

تعریف علم مناظرہ

هُوَ عِلْم '' يُعْرَفُ بِهٖ كِيْفِيَّةُ آدَابِ إِثْبَاتِ الْمَطْلُوْبِ اَوْ نَفْيِهٖ اَوْ نَفْيِ دَلِيْلِهٖ مَعَ الْخَصْمِ

(رشیدیہ ص 7 ، آداب البحث والمناظرہ للسمر قندی ص 690)

علم مناظرہ وہ علم ہے جس میں اپنے دعوی کے اثبات اور فریق مخالف کے دعوی یا اس کی دلیل کو توڑنے کے طریقے معلوم کئے جائیں۔

موضوع مناظرہ

الْاَدِلَّةُ مِنْ حَيْثُ اَنَّهَا تُثْبِتُ الْمُدَّعٰى عَلَى الْغَيْرِ

وہ دلائل جو دوسرے کے خلاف دعوی کو ثابت کر دیں۔

غرض علم مناظرہ

صِيَانَةُ الذِّہْنِ عَنِ الْخَطَائِ فِي الْوُصُوْلِ اِلَى الْمَطْلُوْبِ

مقصود تک پہنچنے میں ذہن کو غلطی سے بچانا۔

مناظرہ کے لغوی معنیٰ

(۱) اگر مناظرہ نظیر سے مشتق ہو تو معنی ہوگا ہم مثل ہونا۔ اسی لئے کہتے ہیں:

يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ اَنْ يَكُوْنَا مُتَسَاوِيَيْنِ فِي الْعِلْمِ

یعنی دونوں مناظرین کو علم میں ہم پلہ ہونا چاہئے۔

(۲) اگر مناظرہ نظر بمعنی رویت سے مشتق ہو تو معنی ہوگا ایک دوسرے کو دیکھنا اسی لئے کہتے ہیں:

يَنْبَغِيْ لِلْمُنَاظِرَيْنِ اَنْ يُبْصِرَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا الْآخَرَ

یعنی مناظرین میں سے ہرایک کو چاہئے کہ ہرایک دوسرے کو دیکھتا رہے۔

(۳) اگر مناظرہ نظر بمعنی غور وفکر سے مشتق ہو تو معنی ہوگا ایک دوسرے کے کلام میں غور وفکر کرنا۔اسی لئے کہتے ہیں:

یَنۡبَغِیۡ لِلۡمُنَاظِرِیۡنِ اَنۡ یَّتَفَکَّرَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا فِیۡ کَلَامِ الۡاٰخَر

یعنی دونوں مناظرین میں سے ہرایک کو دوسرے کے کلام میں غور وفکر کرنا چاہئے۔

(۴) اگر مناظرہ نظر بمعنی انتظار سے مشتق ہو تو معنی ہوگا انتظار کرنا۔اسی لئے کہتے یَنۡبَغِیۡ لِلۡمُنَاظِرَیۡنِ اَنۡ یَنۡتَظِرَ کُلُّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا اِنۡتِهَآءَ کَلَامِ الآخر

مناظرین میں سے ہرایک کو دوسرے کے کلام ختم ہونے کا انتظار کرنا چاہئے۔

(رشیدیہ،ص9)

مناظرہ کے اصطلاحی معنیٰ

تَوَجُّهُ الۡمُتَخَاصِمَیۡنِ فِی النِّسۡبَةِ بَیۡنَ الشَّیۡئَیۡنِ اِظۡهَارًا لِلصَّوَابِ

(رشیدیہ،ص9)

دو چیزوں کے درمیان نسبت کے بارے میں درست بات کو ثابت کرنے کیلئے فریقین کا گفتگو کرنا۔

فائدہ

نسبت سے نسبت تامہ خبریہ بین الشیئین مراد ہے کیونکہ نسبت ناقصہ اور نسبت تامہ انشائیہ میں مناظرہ نہیں ہوتا۔دو مناظرین کے درمیان جو مسئلہ اختلافی ہو تو وہ مسئلہ کے حکم میں اختلاف ہوتا ہے تو نسبت سے مراد نسبت حکمی ہے کہ ایک جانب اس حکم کے اثبات کا قائل ہوگا اور دوسرا اس کی نفی کر رہا ہوگا۔تعریف میں جو الشیئین ہے اس سے مراد محکوم بہ ہے یعنی وہ دو فیصلے جو ان دونوں نے کیے ہیں۔

مناظرہ، مجادلہ، مکابرہ میں فرق

مناظرہ: مناظرہ کی تعریف گزرچکی۔

مجادلہ: اَلْمُنَازَعَۃُ لَا لِاِظْهَارِ الصَّوَابِ بَلْ لِاِلْزَامِ الْخَصْمِ

(رشیدیہ،ص 12)

فریقین کا اثبات حق کیلئے نہیں بلکہ فریق مخالف کو چپ اور رسوا کرنے کیلئے گفتگو کرنا

مکابرہ: اَلْمُنَازَعَۃُ لَا لِاِظْهَارِ الصَّوَابِ وَلَا لِاِلْزَامِ الْخَصْمِ

(رشیدیہ،ص 12)

فریقین کا اثبات حق اور فریق مخالف کو خاموش کرانے کے علاوہ کسی اور مقصد (شہرت وغیرہ) کیلئے گفتگو کرنا۔

مناظرے کا طریقہ

مناظرے کیلئے ضروری ہے کہ دو فریق ہوں ایک مدعی اور دوسرا مدعی علیہ۔مدعی کو معلل، مجیب، اور مدعیٰ علیہ کو منکر، سائل، اور نافی بھی کہتے ہیں۔

مدعی کی تعریف

عندالمناظرین مدعی کی تعریف یہ ہے:

مَنْ نَصَبَ نَفْسَهٗ لِاِثْبَاتِ الْحُكْمِ بِالدَّلِيْلِ اَوِ التَّنْبِيْهِ ۔

(رشیدیہ،ص 14)

مدعی وہ ہے جو دعوی کو دلیل یا تنبیہ کے ساتھ ثابت کرنے کی ذمہ داری قبول کرلے۔

فائدہ

اس سے پتہ چلا کہ وہ حکم نظری ہوگا جبھی تو اسے دلائل سے ثابت کیا جائے گا اسی لئے مناظرہ نظریات میں ہوگا بدیہات میں نہیں دن میں الشمس طالعۃ والنہار موجود پر دلیل کا مطالبہ

کرنا مکابرہ ومجادلہ ہے مناظرہ نہیں ۔لہذا بدیہات اولیہ مسلمہ میں مناظرہ نہیں ہوتا مناظرہ صرف اور صرف نظریات میں ہوتا ہے۔

بدیہاتِ اولیہ کی تعریف

بدیہی دو قسم ہے بدیہی اولی اور بدیہی غیر اولی ۔ بدیہی اولی اس قضیہ کو کہتے ہیں جس میں یقین حاصل کرنے کیلئے عقل کو کسی واسطہ کی ضرورت نہ ہو بلکہ توجہ کرتے ہی عقل کو یقین حاصل ہو جائے جیسا کہ جب کہا جائے کہ کل جزء سے بڑا ہوتا ہے تو عقل کو توجہ کرتے ہی یقین حاصل ہو جاتا ہے ایسے قضیوں کا انکار مکابر یا مجادل ہی کر سکتا ہے اس لئے یہ مناظرہ میں شامل نہیں ان میں مناظرہ نہیں ہوگا۔

بدیہی غیر اولی اس کو کہتے ہیں جس میں عقل کو توجہ کرتے ہی یقین حاصل نہ ہو بلکہ واسطہ کی ضرورت ہو اس کی کئی قسمیں ہیں:

(۱) فطری وہ قضیہ ہوتا ہے جس کا یقین کرنے کیلئے ایسے واسطہ کی ضرورت ہو جو موضوع محمول اور نسبت کے ساتھ ذہن میں آئے اور وہ ذہن سے غائب نہ ہو جیسے چار کا زوج ہونا جو شخص چار اور زوج کے مفہوم کو سمجھے گا وہ یقینا حکم کرے گا کہ چار زوج ہے۔

(۲) تجربی وہ قضیہ ہوتا ہے جس کی تصدیق عقل کئی بار مشاہدہ کرے جیسے شریر بچے کا ذہین ہونا یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ شریر بچہ ذہین ہوتا ہے۔

(۳) مشاہداتی وہ قضیہ ہوتا ہے جس پر حکم مشاہدہ کے بعد کیا جائے خواہ مشاہدہ حسیہ ہو یعنی حواس ظاہرہ کے ذریعہ سے ہو جیسے السماء فوقنا یا مشاہدہ وجدانی ہو یعنی حواس باطنہ کے ذریعہ حاصل ہو جیسے خوشی ،غمی۔

اگر بدیہی غیر اولی ہو تو تنبیہ سے حکم کو ثابت کیا جائے گا۔

مدعی کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے اَلْمُدَّعِیْ مَنْ اِذَا تُرِكَ تَرَكَ مدعی وہ ہے جو اپنے دعوی سے ہٹے اور چھوڑ دے تو اسے چھوڑ دیا جائے ۔جیسے بریلوی حضرات علم غیب ،حاضر ناظر پر مدعی ہیں وہ اگر اپنا دعوی چھوڑ دیں تو پھر ان سے اس پر بحث بھی ختم۔

ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ الذی ثَبَتَ امراً زائداً فھو المدعی جو کسی زائد بات کو ثابت کرے وہ مدعی کہلاتا ہے۔ مثلاً اہل السنت اور اہل بدعت دونوں کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالی عالم الغیب ہے علم غیب اس کا خاصہ ہے مگر اہل بدعت انبیاء اولیاء شیاطین وغیرہم کیلئے بھی علم غیب ثابت کرتے ہیں تو وہ ایک زائد چیز ثابت کرنے والے ہیں اس لئے وہ مدعی ہیں۔

شرح وقایہ میں مدعی کی ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے کہ جو خلاف ظاہر کا دعوی کرے۔

مدعیٰ علیہ کی تعریف

مَنْ نَصَبَ نَفْسَہٗ لِنَفْیِ الْحُکْمِ

(رشیدیہ ص 16)

سائل وہ شخص ہے جو مدعی کے دعوے کو توڑنے کی ذمہ داری قبول کرے۔

فائدہ

مدعی دعوی لکھے گا اور مدعی علیہ جواب دعوی۔ لہذا جب بھی مناظرے کی صورتحال ہو تو پہلے فریق مخالف سے دعوی لکھوایا جائے اور دعوی فریق مخالف مناظرے کے لیٹر پیڈ پر لکھوایا جائے اگر ایسا ممکن نہ ہو تو سٹامپ پیپر پر لکھوا کر معززین علاقہ کے دستخط بھی اس پر لئے جائیں۔ عموما ہوتا ایسا ہے کہ بدعتی حضرات ہمارے ساتھیوں سے مناظرے کا چیلنج یا دعوی لکھوا لیتے ہیں اور پھر تھانے میں جا کر رپورٹ کر دیتے ہیں کہ دیکھو یہ فرقہ واریت پھیلا رہے ہیں اور پھر ان کے خلاف انتظامیہ قانونی کاروائی کر دیتی ہے۔ ان کی اس چال سے خبردار رہنا ہے۔ دعوے کے بعد جواب دعوی لکھوایا جائے جواب دعوی کو لکھتے وقت اپنے مدعی کو ملحوظ خاطر رکھیں اور خوب غور و فکر کر کے جواب دعوی لکھیں کیونکہ بعد میں اس کو دلائل سے ثابت کرنا ہوگا۔

فائدہ

اَلْبَیِّنَۃُ عَلَی الْمُدَّعِیْ وَالْیَمِیْنُ عَلٰی مَنْ اَنْکَرَ

دلیل مدعی کے ذمہ ہے نہ کہ سائل (مدعی علیہ) کے ذمہ۔ آج کل سب سے بڑی گڑبڑ یہی ہے کہ مدعی سائل سے دلیل مانگنا شروع کر دیتا ہے۔ دعوی ان کا ہے کہ حضور ﷺ بشر نہیں نور ہیں

دلیل ہم سے مانگتے ہیں کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کہ نور نہیں ہیں ۔دعوی ان کا ہے کہ اذان سے پہلے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا چاہئے اور منع کی دلیل ہم سے مانگتے ہیں یہ بہت بڑا دھوکا ہے ۔ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلْمَانِعُ لَا یُطْلَبُ مِنْہُ الدَّلِیْلُ

(مرقاۃ.ج 4 ص 440)

منع کرنے والے سے دلیل کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔

مثال

ایک آدمی کہتا ہے کہ یہ کار میری ہے پولیس والے اس سے پوچھیں گے کہ کاغذات دکھا یہ کار تیری ہے تو اب وہ کاغذات دکھانے کے بجائے الٹا پولیس والے کو کہے کہ تو دکھا کہاں سرکاری کاغذات میں لکھا ہوا کہ یہ کار میری نہیں ہے میرا چیلنج ہے کہ کوئی ایک کاغذ دکھا دو کہ یہ کار میری نہیں ہے ۔ظاہر ہے کہ وہ پولیس والا نہیں دکھا سکتا تو نو پید امر بدعی وعقیدے سے منع کی حدیثیں بھی عموما اسی طرح دنیا میں کہیں نہیں ہوتیں جیسے وہ دھوکا اسی طرح منع پر دلیل کا مطالبہ بھی دھوکا ہے ۔آج کل کے تمام باطل فرق نے اپنے لوگوں کو یہی دھوکا سکھایا ہے کہ دلیل تو ان کے ذمہ ہوتی ہے لیکن مطالبہ ہم سے کرتے ہیں ۔دیکھو روافض اذان میں کچھ کلمات زائد کہتے ہیں باقی کلمات اذان کی طرح ان زائد کلمات کے ثبوت پر دلیل بھی ان کے ذمہ ہے مگر وہ روافض بجائے ثبوت دینے کے سپیکر ہاتھ میں پکڑ کر کہے کہ میں دو کروڑ روپے کا چیلنج دیتا ہوں کوئی سنی مجھے نبی کریم ﷺ کی حدیث یا کسی صحابی رضی اللہ تعالی عنہ کا قول پیش کردے کہ انہوں نے اذان میں ان کلمات سے منع کیا ہو تو واللہ میں ان کلمات کو پڑھنا چھوڑ دوں گا اب جواب دیں کیا اس کا یہ سوال صحیح ہے یا صریح دھوکا؟ ایسے ہی سوال ان آل بدعت کا دماغ ٹھکانے لگانے کیلئے بھی عندالضرورت کرلینا۔

امام احمد بن حنبل نے حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف منسوب ایک روایت **لیس کلام اللہ بمخلوق** کو منکر کہا کہ صحابہ کے زمانے میں قرآن کریم میں خوض وحوض معروف ہی نہ تھا امام بیہقیؒ امام احمدؒ کے اس قول کی توجیہ کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ وتابعینؒ کے زمانے میں

چونکہ مسئلہ خلق قرآن تھا ہی نہیں تو اس کا انکار بھی ان سے منقول نہیں معلوم ہوا کہ انکار کیلئے پہلے ثبوت چاہئے تو اہل بدعت کا یہ کہنا کہ تم ثابت کرو کہ حضور ﷺ نے اس اس کام سے منع کیا ہے تو پہلے آپ ثبوت تو دیں اس کام کا پھر انکار دیں گے ہمارے نزدیک انکار کا نہ ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے زمانے میں یہ کام تھے ہی نہیں تو انکار بھی منقول نہیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ: الْقُرْآنُ كَلَامُ اللّٰهِ, وَلَيْسَ كَلَامُ اللّٰهِ بِمَخْلُوقٍ قَالَ أَبُو أَحْمَدَ: هٰذَا الْحَدِيثُ وَإِنْ كَانَ مَوْقُوفًا عَلَى أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ, فَهُوَ مُنْكَرٌ؛ لِأَنَّهُ لَا يُعْرَفُ لِلصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمُ الْخَوْضُ فِي الْقُرْآنِ قُلْتُ: إِنَّمَا أَرَادَ بِهِ أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي الصَّدْرِ الْأَوَّلِ, وَلَا الثَّانِي مَنْ يَزْعُمُ أَنَّ الْقُرْآنَ مَخْلُوقٌ حَتَّى يَحْتَاجَ إِلَى إِنْكَارِهِ. فَلَا يَثْبُتُ عَنْهُمْ شَيْءٌ بِهٰذَا اللَّفْظِ الَّذِي رُوِّينَا عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ۔ (الاسماء والصفات.271)

فریق مخالف کے حجۃ الاسلام حامد رضا خان لکھتا ہے:

''جو شخص کسی بات کا مدعی ہو اس کا بار ثبوت اس کے ذمہ ہوتا ہے آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہ دے اور دوسروں سے الٹا ثبوت مانگتا پھرے وہ پاگل و مجنون کہلاتا ہے یا مکابر پرفتون''۔

(فتاوی حامدیہ ص 136)

فائدہ

مدعی نے چونکہ اپنا دعوی ثابت کرنا ہوتا ہے اس لئے پہلی ٹرم مدعی کی ہوگی اور آخری ٹرم بھی اسی کی ہوگی مگر وہ اس آخری ٹرم میں کوئی نئی دلیل پیش نہیں کرے گا کیونکہ ظاہر ہے کہ پھر مدعی علیہ کو اس کا جواب دینے کا حق ہوگا البتہ یہ بیان کرسکتا ہے کہ اس نے اپنے دعوے کے ثبوت میں کیا کیا دلائل دئے۔

دلیل کی تعریف

(۱) الْمُرَكَّبُ مِنَ الْقَضِيَّتَيْنِ لِلتَّعَدِّي إِلَى مَجْهُولٍ نَظَرِيٍّ

(رشیدیہ،ص19)

مجہول نظری تک پہنچنے کیلئے دو قضیوں سے مرکب شیٔ کو دلیل کہتے ہیں
اس میں پہلا قضیہ صغری اور دوسرا کبری کہلاتا ہے اور جو اس سے تیسرا قضیہ نکلتا ہے اسے نتیجہ کہتے ہیں۔

تنبیہ کی تعریف

دعوی کے خفاء کو جس وضاحت سے دور کریں اس وضاحت کو تنبیہ کہتے ہیں۔

تقریب

آپ نے دلیل کی تعریف میں پڑھا کہ جو دو قضیوں سے مرکب ہو اور مجہول تک پہنچائے اس مجہول کو مطلوب کہتے ہیں اب تقریب کہتے ہیں کہ دلیل کو اس طرح چلانا کہ وہ مطلوب کو مستلزم ہو یعنی
سَوْقُ الدَّلِيْلِ عَلَى وَجْهٍ يَّسْتَلْزِمُ الْمَطْلُوْبَ فَهُوَ التَّقْرِيْبُ

(رشیدیہ،ص22)

منع

الْمَنْعُ طَلَبُ الدَّلِيْلِ عَلَى مُقَدَّمَةٍ مُّعَيَّنَةٍ

(رشیدیہ،ص25)

منع کہتے ہیں کسی معین مقدمہ پر دلیل طلب کرنا۔
یعنی سائل پہلے صغری کا ثبوت مانگے گا کہ مثلا حدیث ہے تو اس کی سند مانگنا کہ حدیث کو صحیح ثابت کرو۔ اگر وہ حدیث کی سند صحیح ثابت کردے تو متن پر گفتگو ہوگی اگر وہ بھی صاف تو گویا صغری ثابت ہوگیا اب کبری پر نقص وارد کریں۔
یہ منع کبھی بدون سند ہوگا کبھی سند کے ساتھ۔ سند کہتے ہیں کہ منع کی تقویت کیلئے کوئی دلیل ذکر کریں۔ جیسے کوئی بدعتی دعوی کرے کہ رسول اللہ ﷺ عالم الغیب ہیں اور دلیل یہ دے کہ رسول اللہ

ﷺ چھپی ہوئی باتیں بتلاتے اور ہر چند جو چھپی ہوئی بات بتلاتا ہے وہ عالم الغیب ہوتا ہے۔

یا نصرانی دعوی کرے کہ عیسی علیہ السلام خدا ہیں معاذ اللہ اور دلیل یہ دے کہ عیسیٰ علیہ السلام بدون باپ پیدا ہوئے (صغری) اور ہر چند جو بدون باپ پیدا ہو وہ الہ خدا ہوتا ہے۔

اب سائل جواب میں کہے میں کبری تسلیم نہیں کرتا کیونکہ بہت سی چھپی ہوئی باتیں تو میں بھی بتلاسکتا ہوں یا کوئی بھی بتلاسکتا ہے اور کیسے الہ ہو سکتے ہیں جبکہ عیسیٰ علیہ السلام انسان ہیں۔ تو یہ منع مع السند ہوا۔ یہ سند کبھی منع کے مساوی ہوگا کبھی اخص ہوگا کبھی اعم کبھی من وجہ۔

نقض

نقض کہتے ہیں کہ دلیل فلاں جگہ آپ نے توڑی ہوئی ہے

(رشیدیہ، ص 28)

مثلاً کوئی کہتا ہے کہ کان یرفع یدیہ سے دوام رفع یدین ثابت ہوتا ہے تو ہم کہیں گے کان یصلی فی نعلیہ سے آپ نے دوام نہیں مانا تو گویا آپ کی دلیل ٹوٹ گئی۔ بالفرض مدعی کبری کو بھی ثابت کردے تو اب اس کے خلاف معارضہ پیش کیا جائے گا۔

معارضہ

معارضہ کہتے ہیں کہ جس دعوی پر مدمقابل (مدعی) نے دلیل پیش کی ہے اس کے خلاف دلیل پیش کرے۔ اس دعوی کے خلاف کو ثابت کرنا۔

(رشیدیہ، ص 30)

خلاصہ بحث نکلا کہ سائل مناظر ترتیب وار تین کام کرے:

(۱) پہلے ثبوت مانگے گا

(۲) پھر اس کی دلیل پر بحث کرے گا

(۳) اور پھر اس کے بعد اس کے خلاف دلیل بیان کرکے معارضہ بیان کرے گا۔

غصب

غصب اسے کہتے ہیں کہ فریقین (مدعی و مدعی علیہ) اپنی ذمہ داری کو چھوڑ دے مثلاً رضاخانیوں کے ساتھ مناظرہ ہوا اذان سے پہلے الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھنے پر تو ہمارا کام اس پر نقض تفصیلی پیش کرنا ہے اب رضاخانی اذان میں اس زیادتی پر دلیل دینے کے بجائے ہم سے مطالبہ کریں کہ کوئی ایسی حدیث دکھاؤ جس میں نبی کریم ﷺ نے اذان سے قبل الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنے سے منع کیا ہو تو یہ غصب ہے۔ لہذا فریقین کو چاہیئے کہ غصب کا ارتکاب نہ کریں اور اپنے دائرے سے باہر نہ جائیں اور نہ ہی اپنے دعوے سے ہٹیں مدعی کے ذمہ دلیل پیش کرنا اور سائل کے ذمہ اس پر منع تفصیلی وارد کرنا ہے۔

نقل

اَلنَّقْلُ هُوَ الْاِتْيَانُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ عَلٰى مَا هُوَ عَلَيْهِ بِحَسْبِ الْمَعْنٰى مُظْهِراً اَنَّهٗ قَوْلُ الْغَيْرِ

(رشیدیہ، ص 13)

نقل کہتے ہیں کسی دوسرے کے قول (خواہ اثباتا ہو یا نفیا) اس طرح پیش کرنا کہ وہ جس طرح معنی کے لحاظ سے اسی طرح رہے (یعنی اس کا معنی نہ بدلے) اور ظاہر کر دیا جائے کہ یہ فلاں کا قول ہے۔

یعنی کسی دوسرے کے قول کو پیش کرنے کیلئے من وعن الفاظ نقل کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کی بات کا معنی ادا ہونا چاہیے۔

تصحیح نقل

آپ نے کوئی بات کسی حوالے سے پیش کی اس پر خصم نے کہا کہ آپ نے فلاں کے حوالے سے جو بات پیش کی آپ اس کی تصحیح دکھائیں کیا واقعۃً یہ بات انہی کی ہے یا صرف مشہور ہے؟ اسے تصحیح نقل سے تعبیر کرتے ہیں۔ چونکہ اس زمانے میں جھوٹ مکر وفریب بہت زیادہ ہوگیا ہے اس لئے صرف خصم کے قول پر اکتفاء نہ کریں بلکہ اصل کتاب سے اس قول کو دکھانے کا مطالبہ کریں۔

اقتباس

هُوَ الْاِتْيَانُ بِقَوْلِ الْغَيْرِ عَلَى وَجْهٍ لَا يُظْهِرُ مِنْ اَنَّهٗ قَوْلُ الْغَيْرِ لَا صَرِيْحاً وَّلَا ضِمْناً وَّلَا كِنَايَةً

کیانافی پردلیل ہے؟

ہمارے ہاں یہ مشہور ہے کہ دلیل صرف مدعی کے ذمہ ہے اور نافی پر سرے سے دلیل کا کسی صورت میں پیش کرنا ہی نہیں۔ مگر میرے خیال میں یہ قول علی الاطلاق درست نہیں، بلکہ دلیل جس طرح مدعی کے ذمہ ہے اسی طرح نافی کے ذمہ بھی ہے جب اس کی نفی مستقل کسی دعوے کو لازم ہو۔ اس لئے کہ اس صورت میں نافی بھی من وجہ مدعی ہے لہذا دلیل اپنے دعوے پر اس کے بھی ذمہ ہونی چاہیئے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے اس سے متعلق دو قول نقل کئے ہیں:

(۱) ایک گروہ کہتا ہے کہ سمعیات وعقلیات کسی میں بھی نافی پر برہان اس کی نفی دلیل ذمہ نہیں۔

(۲) دوسرا گروہ کہتا ہے کہ عقلیات وسمعیات دونوں میں نافی کے ذمہ دلیل ہے۔ قاضی ابو بکر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ دوسرا نظریہ درست معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ جو کسی چیز کی نفی کر رہا ہے تو اپنے اعتقاد میں کسی شے کے اثبات کا مدعی بھی تو ہے۔ لہذا اسے اس اثبات پر دلیل دینا چاہیے۔

یہ میں نے خلاصہ بیان کر دیا تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو امام رازی رحمہ اللہ کی ''الفصول، ص 189، باب القول فی النافی وھل علیہ دلیل؟'' شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ نے بھی الرد علی المنطقیین میں اس پر کچھ مختصر گفتگو کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مناظرہ کے اجزاء

مناظرے کے تین اجزاء ہوتے ہیں:

(۱) مبادیات مناظرہ (۲) اوساط مناظرہ (۳) مقاطع مناظرہ

مبادیاتِ مناظرہ

مبادیات مناظرہ میں دعوی اور مفردات کی تعریف شامل ہوتی ہے۔مثال کے طور پر بریلوی حضرات نے دعوی کیا کہ نبی کریم ﷺ کو روز اول سے روز آخر تک جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب کلی تفصیلی حاصل ہے۔

اب اس میں مفردات کی تعریف کروائیں کہ بھائی ''روز اول'' سے آپ کی کیا مراد ہے ''روز آخر'' سے کیا مراد ہے؟ ''جمیع'' سے مراد کیا ہے ''ما کان و ما یکون'' سے مراد کیا ہے؟ ''علم غیب'' کسے کہتے ہیں؟ ''کلی تفصیلی'' سے مراد آپ کی کیا ہے؟۔

پھر پوچھیں کہ یہ دعوی کس کا ہے؟ وہ کہے گا کہ اہل السنۃ والجماعۃ کا تو اس کو کہیں کہ اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد کی کتابیں موجود ہیں کسی مستند کتاب میں سے یہ عقیدہ نکال کر دکھائیں کہ انہوں نے کہاں لکھا ہے؟

یا دعوی لکھیں کہ ''علمائے دیوبند نبی کریم ﷺ کے گستاخ ہیں اس لئے کافر ہیں''۔معاذ اللہ۔تو ''گستاخ'' کی تعریف کروائیں کہ گستاخ کسے کہتے ہیں؟ اسی طرح ''کافر'' کا مطلب پوچھیں کہ کافر کسے کہتے ہیں؟ ایک مسلمان کس وجہ سے کافر بنتا ہے؟۔

(رشیدیہ،ص33)

اوساط مناظرہ

اوساط مناظرہ دلائل مناظرہ کو کہتے ہیں اب دعوی کے بعد دلیل کا نمبر ہوتا ہے چونکہ دعوی کے بعد ہے اور فیصلہ سے پہلے ہے اس لئے ان کو وسط اور اوساط کہتے ہیں ان کی تعیین بھی کسی مسلمہ کتاب سے ہونی چاہئے کہ مدعی کس دلیل سے اپنا دعوی ثابت کرے گا؟۔

(رشیدیہ،ص33)

مقاطع مناظرہ

ان ضروری یا ظنی مقدمات کو کہتے ہیں جو مدمقابل کے ہاں بھی مسلم ہو جن پر بحث ختم

ہو جائے ۔ یہ دو طرح سے ہوں گے ایک تو بدیہات جیسے جزء کل میں شامل ہوتا ہے اور اجتماع نقیضین اس انداز بحث کو "برہانی (تحقیقی)" کہتے ہیں اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ ایسے قضایا و دلائل سے بحث کی جائے جو خصم کو بھی مسلم ہو اس انداز بحث کو "جدلی (یعنی الزامی)" کہتے ہیں ۔

(حاشیہ حمیدیہ مع رشیدیہ ص 33)

ہمارے عرف میں اب برہانی انداز کو "تحقیقی جواب" اور جدلی انداز کو "الزامی جواب" سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

حکم مناظرہ

علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصکفی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اَلْمُنَاظَرَةُ فِي الْعِلْمِ لِنُصْرَةِ الْحَقِّ عِبَادَة" وَلِاَحَدِ ثَلاَثَة حَرَام" لِقَهْرِ مُسْلِمٍ وَّاِظْهَارِ عِلْمٍ وَّ نَيْلِ دُنْيَا اَوْ مَالٍ اَوْ قُبُوْلٍ

دین حق کی مدد کیلئے مناظرہ کرنا عبادت ہے اور مسلمان کو ذلیل کرنے اپنے علم کے اظہار اور دنیا دولت یا عوام میں مقبولیت پیدا کرنے کیلئے مناظرہ کرنا حرام ہے ۔

متعلقاتِ مناظرہ

مناظرہ کرتے وقت دس چیزیں مخالف مناظر سے لکھوا لینی چاہئیں ۔

موضوع	دعوی
مناظر	معاون مناظر
صدر مناظر	شرائط
دلائل	مقام
تاریخ	وقت

(۱) موضوع

اس سے مراد وہ عنوان ہے جس پر مناظرہ ہو رہا ہے مثلاً عقائد پر مناظرہ ہے تو کون سا عقیدہ

ہے؟ مسائل پر ہے تو کونسا مسئلہ ہے؟

(۲) دعویٰ

جس عقیدہ یا مسئلہ پر مناظرہ ہو اس عقیدہ یا مسئلہ کے بارے میں موقف کو دعوی کہتے ہیں ۔ یہ بات یاد رکھیں کہ دعوی لکھنا اور لکھوانا آدھا مناظرہ ہوتا ہے اس لئے یہ چیز خود مناظر کو طے کرنی چاہئے بعض اوقات ہوتا یہ ہے کہ ہمارے آنے سے پہلے موضوع دعوے طے کر لئے جاتے ہیں اور پھر ہمیں اس پر باندھ کر بٹھا دیتے ہیں پھر وہ اس پر شور کرتے ہیں کہ نہیں جی یہ لکھا ہوا ہے حقیقت یہ ہے کہ باطل کے بھی چند مسائل ہوتے ہیں جس پر اس کا مسلک قائم ہوتا ہے انہوں نے پچھلے سو سالوں سے اسی پر محنت کی ہوئی ہے انہوں نے اپنے بچوں تک کو یاد کروایا ہوا ہوتا ہے کہ یہ لکھنا ہے اور ہمارے لوگ بغیر تربیت کے جا بیٹھتے ہیں اور پھر جا کر غلط بات لکھ آتے ہیں اور پھر ہمارے پاس آجاتے ہیں کہ آپ نے اس پر مناظرہ کرنا ہے اس لئے دعوی لکھنا مناظر کا حق ہے اگر مناظر سے رابطہ نہ ہو پائے تو ایسی صورتحال میں آپ صرف عنوان لکھ لیں مثلاً عبارات پر مناظرہ ہے تو عنوان لکھ دیں کہ "گستاخ کون؟" آپ اس عنوان پر مدعی کون ہے مدعی علیہ کون ہے اس کے بارے میں کہہ دیں کہ یہ دونوں طرف کے مناظرین خود بیٹھ کر طے کر لیں گے۔

(۳) مناظر

مدعی کے دعوی کو ثابت کرنے یا منکر کی طرف سے اس کے دعوے کو توڑنے والے شخص کو مناظر کہتے ہیں۔

(۴) معاون مناظر

مناظر کی معاونت کیلئے جو آدمی مقرر کیا جائے اس کو معاون یا معین مناظر کہتے ہیں جس کے ذمہ حوالہ جات تلاش کر کے مناظر کو دینا یا مناظر کو کوئی بات یاد دلانا ہوتا ہے۔

(۵) صدر مناظر

مناظرہ کنٹرول کرنے والے آدمی کو صدر مناظر کہتے ہیں ۔ مخالف مناظر اگر موضوع سے ہٹ کر

بات کرے یا شرائط کی پابندی نہ کرے تو صدر مناظر بواسطہ مخالف صدر مناظر کے مناظر سے موضو ع اور شرائط کی پابندی کرواتا ہے ۔صدر مناظر اگر مضبوط ہو تو مناظر کی بعض کوتاہیوں کا بھی تدارک کرسکتا ہے ۔

(۶) شرائط

مناظرے کیلئے جو قواعد طے کئے جاتے ہیں ان کو شرائط کہتے ہیں ۔

(۷) دلائل

مناظرہ طے کرتے وقت یہ بات لکھوالینی چاہئے کہ مخالف مناظر ادلہ اربعہ (قرآن ،سنت ،اجماع و قیاس) میں سے کن دلائل کو مانتا ہے اور کن دلائل سے گفتگو کرے گا۔

(۸) مقام

وہ جگہ جہاں پر مناظرہ کرنا ہے

(۹) تاریخ

مناظرہ طے کرتے وقت تاریخ متعین کرنی چاہئے اور تاریخ لکھتے وقت مہینہ ،سن ضرور لکھنا چاہئے دن کا تعین بھی کریں اور یہ بھی لکھیں کہ تاریخ ہجری ہوگی یا عیسوی ۔

(۱۰) وقت

وقت سے مراد مناظرہ شروع کرنے کا وقت ہے کہ کتنے بجے مناظرہ ہوگا۔ اسمیں اس بات کو وضاحت سے لکھیں کہ وقت دن کا ہوگا یا رات کا؟ مناظرہ کا کل دورانیہ کتنا ہوگا؟ اور مناظرہ کی ہر ٹرم کتنے منٹ پر مشتمل ہوگی؟

حیثیت واہمیتِ مناظرہ

مناظرہ علمی دلائل کی جنگ کا نام ہے اور جنگ کے بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے

اَیُّهَا النَّاسُ لَا تَمَنَّوْا لِقَآءَ الْعَدُوِّ وَ سَلُوا اللّٰهَ الْعَافِيَةَ فَاِذَا لَقِيتُمُوْهُمْ فَاصْبِرُوْا وَاعْلَمُوْا اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ

(صحیح بخاری، ج 1، ص 424)

اے لوگو! دشمن سے لڑائی کی تمنا نہ کرو اور اللہ سے عافیت مانگو۔ ہاں جب ان سے لڑائی ہو جائے تو ڈٹے رہو اور جان لو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔

فائدہ: اصولِ جنگ

(۱) جرنیل پسند کا میدان سجاتا ہے، مناظر کو بھی چاہئے کہ پسند کا میدان سجائے جو مناظرہ کے مفید اور کامیاب ہونے میں معاون ثابت ہو۔

(۲) جرنیل اہتمام کرتا ہے کہ کمک کا سلسلہ منقطع نہ ہو، مناظر کو بھی چاہئے کہ ایسا معاون تیار کرے جو دلائل کی فراہمی میں کمی نہ آنے دے۔

(۳) جرنیل میدان جنگ میں خاص طور پر میمنہ اور میسرہ کو مضبوط کرتا ہے، مناظر کو بھی چاہئے کہ ٹیم مضبوط رکھے۔

(۴) جرنیل ایسے اسباب اختیار کرتا ہے کہ بغیر لڑائی کے فتح ہو مناظر بھی ایسی تدابیر اختیار کرے کہ بغیر مناظرہ فتح ہو۔

(۵) جرنیل جس طرح مخالف فوج سے لڑتا ہے اسی طرح اپنی فوج کو حوصلہ بھی دیتا ہے، مناظر کو بھی چاہئے کہ مخالف کے دلائل توڑنے کے ساتھ ساتھ اپنی ٹیم کا حوصلہ بڑھاتا رہے۔

(۶) جرنیل جنگ بھی کرتا ہے اور منفی پروپگینڈا بھی توڑتا ہے مناظر کو بھی مناظرہ کرتے ہوئے منفی پروپگینڈے حکمت سے توڑتا رہے۔

(۷) جنگ اللہ سے مانگتے نہیں لیکن اگر آجائے تو دوڑتے نہیں مناظرہ بھی مانگا نہ جائے ہاں اگر آجائے تو ہمت و جرات سے کرنا چاہئے۔

ہمارے حضرات اکابر کے ہاں مناظرہ کی اہمیت معلوم کرنے کیلئے زبدۃ المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کا ایمان افروز واقعہ کافی ہے چنانچہ حضرت مولانا عاشق الٰہی لکھتے ہیں:

''مولوی فاروق احمد صاحب انبیٹھوی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سفر حج کو جاتے ہوئے راستہ میں مولوی دیدار علی الوری کی طرف سے آپ کو عین اس وقت دعوت مناظرہ دی گئی جب کہ آپ جہاز میں سوار ہونے کو تیار تھے۔آپ کے رفقاء نے جواب دیا کہ اس وقت تو گنجائش نہیں کہ جہاز تیار اور آخری ہے۔البتہ واپسی پر مناظرہ ہوگا مگر آپ نے سنا تو بے ساختہ فرمایا کہ نہیں نہیں! ہم تیار ہیں۔کل کو ہم قیام کریں گے اور صبح مناظرہ ہوگا۔مولوی صاحب سے کہنا کہ مقام اور مباحث مناظرہ آج طے کرلیں اور رفقاء کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ مولوی صاحب مناظرہ کرتے ہیں تو ہمیں انکار نہ کرنا چاہئے حج بشرط زندگی دوسرے سال کرلیں گے یہ بھی تو ایک دینی کام ہے۔یہ جواب سن کر فریق مخالف پر اوس پڑگئی اور کوئی میدان مناظرہ میں نہ آیا۔حضرت چند دن قیام فرما کر بمبئی روانہ ہوگئے حالانکہ جہاز کی تاریخ روانگی گزر چکی تھی مگر اللہ کی شان کہ اس کو چار دن کسی غیر معمولی عذر سے ٹھرنا پڑگیا اور آپ اس میں سوار ہو کر عرب پہنچ گئے

(تذکرۃ الخلیل ص 151)

آدابِ مناظرہ

علما نے مناظرہ کے کم از کم ۲۴ آداب بیان کئے ہیں چند کو ہم نقل کرتے ہیں:

(۱) مناظرہ سے نیت خالص اللہ کا قرب و رضا ہو۔

(۲) گفتگو کی ابتدا حمد باری تعالی اور صلوۃ وسلام سے کریں۔

(۳) آواز کو حاجت سے زیادہ بلند نہ کریں۔

(۴) خصم کی توہین و تذلیل سے اجتناب کریں۔

(۵) اگر فریق مخالف کے بارے میں یقینی علم ہو کہ حق کی تلاش میں نہیں آرہا بلکہ محض ضد و عناد ہے اور کسی صورت حق کو قبول کرنے کو تیار نہیں تو مناظرہ سے اجتناب کرے۔

(۶) سب سے مضبوط دلائل ابتدا میں پیش کرے اور تقریر کی ابتدا کمزور دلائل سے نہ کرے۔

(۷) اگر فریق مخالف اپنی تقریر میں لایعنی کلام کرتا ہے اور کلام کو طول دیتا ہے تو آپ اپنی

تقریر میں اس کی بات کا خلاصہ بیان کرکے پھر اس پر رد کریں تاکہ عوام سے اصل مقصود فوت نہ ہو۔

(۸) بلا ضرورت فریق مخالف کی لسانی خطاؤں سے درگزر کریں۔

(۹) داڑھی اور سر کے بالوں سے نہ کھیلے۔

(۱۰) کسی ایک فریق کی بات مکمل ہوئے بغیر اس کی تقریر میں ہرگز دخل اندازی نہ کرے۔

(۱۱) مناظر کو چاہئے کہ اپنی بات اس طرح بیان کرے کہ نہ تو بہت زیادہ طوالت ہو کہ لوگ اکتا جائیں اور اصل موضوع ہی مخفی رہ جائے نہ اتنی مختصر بات کرے کہ کسی کو آپ کا مدعا ہی سمجھ میں نہ آئے۔

(۱۲) مناظر کو چاہئے کہ غریب اور غیر مانوس الفاظ جو عام عوام کی سمجھ سے باہر ہوں بیان نہ کرے اگر کہیں اصطلاحات بیان بھی کرنا پڑ جائیں تو اس کی وضاحت اس انداز سے کریں کہ عام عوام کو بھی سمجھ آجائے۔

(۱۳) مناظر کو چاہئے کہ گفتگو کے وقت نہ تو ہنسے، نہ ہی زور زور سے بات کرے اور نہ ہی کسی قسم کی کوئی احمقانہ حرکت کرے۔

(۱۴) فریق مخالف ہر ممکن کوشش کرے گا کہ آپ کو غصہ دلایا جائے اور ایسی حالت میں انسان خود پر قابو نہیں رکھ پاتا اس لئے فریق مخالف کی طرف سے کتنی ہی سخت سست کیوں نہ کہی جا رہی ہوں آپ صبر سے کام لیں یہ چیز عوام پر بہت زیادہ اثر کرتی ہے۔ کئی مناظروں میں اہل علم حضرات نے رضا خانیوں کی گالم گلوچ کے مقابلے میں ہمارا صبر دیکھ کر ہی رضا خانیت پر لعنت بھیجی ہے۔

(۱۵) کسی ایسے شخص سے ہرگز مناظرہ نہ کریں جس کے دبدبہ یا علمی رعب آپ پر ہو ظاہر ہے کہ اس صورت میں آپ اس سے مرعوب ہوں گے۔

(۱۶) کبھی بھی مدمقابل کو حقیر نہ سمجھیں اس صورتحال میں آپ سے کوئی ایسی کمزور بات صادر ہو سکتی ہے جس کی وجہ سے آپ کو شکست کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

(۱۷) مناظرہ کرتے وقت ٹیک لگا کر نہ بیٹھیں کہ اس میں غفلت کا اندیشہ ہے۔ بلکہ کوشش کریں کہ دو زانوں ہو کر بیٹھیں۔

(۱۸) مناظرہ سے پہلے معمولی کھاپی کر جائیں کیونکہ زیادہ بھوک کی وجہ سے ضعف پیدا ہوتا ہے اور پیٹ بھر کر کھانا بھی ہرگز نہ کھائیں کیونکہ زیادہ کھانے کی وجہ سے سستی آتی ہے۔

(۱۹) معاون مناظر انتہائی لائق ہونا چاہیئے جو حوالہ جات کی فراہمی میں کسی قسم کی کمی نہ آنے دے اور کسی کمی کوتاہی کی صورت یا بھول چوک کی صورت میں یاد دہانی کراتا رہے اسی طرح صدر مناظر بھی مضبوط عالم مناظر ہونا چاہیئے تاکہ فریق مخالف سے شرائط کی پابندی کروا سکے صدر مناظر یا معاون کے کمزور ہونے کی وجہ سے مناظرے پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔

(۲۰) اپنے ساتھ مناظرہ ٹیم ایسی رکھیں جو من وعن آپ کی ہر بات پر لبیک وسعد یک کا مظاہرہ کرے۔

(۲۱) بدعتی حضرات مناظرے میں خاص طور پر ایک شخص کو اپنے ساتھ لاتے ہیں جس کا کام پورے مناظرے میں شور شرابا کر کے ماحول کو خراب کرنا اور اشتغال دلانا مقصود ہوتا ہے ایسے آدمی پر کڑی نظر رکھیں اور مناظر وصدر مناظر کے علاوہ جو بھی بات کرے اسے فوراً جائے مناظرہ سے باہر نکلوائیں۔

(۲۲) اسی طرح یہ لوگ اپنے ساتھ ایک ایسے شخص کو لاتے ہیں جو مناظرے کے دوران ایسا معصوم نظر آتا ہے گویا بیچارہ بالکل غیر جانبدار آدمی ہو اور صرف حق کی تلاش میں ہو اور دوران مناظرہ اچانک وہ کہتا ہے کہ مجھے کچھ بات کرنی ہے ہمارے ساتھی سمجھتے ہیں کہ شاید کوئی اہم بات ہے کیونکہ بظاہر اس کی حرکتیں فریق مخالف کے دیگر افراد سے بالکل مختلف ہیں یہ کوئی معقول آدمی ہے اور معقول بات کرے گا مگر وہ ایسی بات کر دیتا ہے جو پورے مناظرہ کا ماحول آپ کے خلاف کر سکتی ہے۔ دھوکہ وفریب آل بدعت کی خمیر میں ملا ہوا ہے۔ اس لیے ان لوگوں پر بالکل بھی اعتماد کسی صورت نہ کرنا چاہیئے۔

(۲۳) جو باتیں یا اصطلاحات معروف بین القوم ہوں تو انہیں خواہ مخواہ میں چھیڑنے سے یا ہر اصطلاح پر دلیل طلب کرنے سے پرہیز کرے شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہر معروف یا بدیہی بات پر دلیل طلب کرنا ضروری نہیں کہ ہر علم کے دلائل وجزئیات بہت سے ہیں

سب کا استحضار ممکن نہیں لہذا ہر بات کا جواب آسان نہ ہوگا جیسے صرف ونحو کے مسائل و دلائل کو چھیڑ لیا جائے۔ (ملخصا فتح الوہاب بشرح الآداب ص ۳۸۷)

اب چونکہ مناظرہ صرف اہل علم میں نہیں ہوتا بلکہ مقصد عوام کو سمجھانا ہوتا ہے اور وہ صرف قرآن وحدیث اور اجماع وقیاس ہی کے دلائل کو سمجھ پاتے ہیں علمی اصطلاحات سے انہیں کوئی غرض نہیں لہذا دیکھا گیا کہ بعض علاقوں میں اہل باطل خواہ مخواہ بات کو طول دینے کیلئے منطقی اصطلاحات یا دیگر فنون کو چھیڑ دیتے ہیں تو یہ محض وقت کا ضیاع ہے الا یہ کہ آپ یہ سمجھیں کہ اس اصطلاح کی وضاحت ضروری ہے یا دعوی، جواب دعوی ودلیل کی صحت اسی پر موقوف ہے۔

(۲۴) آج کل بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمارا کوئی مسلک و مذہب نہیں بس ہم مسلمان ہیں تا کہ ان کے مسلک کے جو حوالہ جات ان کے دعوے کے خلاف ہوں وہ ان پر پیش نہ کئے جاسکیں۔ایسے لوگوں سے مناظرہ نہیں ہوگا۔امام رازی فرماتے ہیں کہ مناظر کا کوئی نہ کوئی مذہب ہونا چاہئے کہ وہ اس کے اصول کا پابند ہوتا کہ لایعنی و بے مقصد بحث سے بچا جاسکے۔

(ملخصا الجدل ص ۷۱)

(۲۵) آج کل ویڈیو ریکارڈنگ کا رواج ہے نیز فریق مخالف کی عادت ہے کہ وہ ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح مناظرے سے فرار اختیار کیا جائے اور بعد میں واویلا کرتا ہے کہ سنی مناظرے سے بھاگ گئے وہ تیار نہ ہوئے اس لئے فون کی گفتگو سے لیکر شرائط ومناظرہ ہر ہر چیز کا ریکارڈ اپنے پاس ضرور محفوظ رکھیں مبادیات مناظرہ اور مناظرے کی ریکارڈنگ کا بھی بندوبست کریں کیمرہ مین آپ کا بااعتماد آدمی ہونا چاہئے تا کہ ریکارڈنگ میں کسی قسم کی گڑبڑ نہ ہو۔

(اداب البحث والمناظرہ،الکافیہ فی الجدل، آداب الجدل،شرح الوہاب)

نوٹ : اصول مناظرہ میں بندہ نے متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کی ''اصول مناظرہ'' سے بھی استفادہ کیا ہے۔نیز ان میں سے اکثر اصول آل بدعت شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب نے بھی اپنی کتاب ''علم المناظرہ'' میں تسلیم کئے ہیں۔

اہلِ بدعت سے گفتگو کرنے کے چند اصول

یہاں ہم اہل بدعت حضرات سے گفتگو کرنے کیلئے چند اصول نقل کر رہے ہیں جسے آپ مناظرہ کے وقت شرائط بھی بنا سکتے ہیں۔

نوٹ: دیگر فرق باطلہ سے گفتگو کیلئے ان اصول کی پاسداری ضروری نہیں۔

(۱) مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''جب علم غیب کا منکر اپنے دعوے پر دلائل قائم کرے تو چار باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو''۔

(جاء الحق ص 51)

بدعتی شیخ الحدیث مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''دیوبندی وہابی کی آیت پیش کردہ قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر (خبر احاد سے عقائد ثابت نہیں ہوتے)''۔

(غایۃ المامول ص 40)

لہٰذا بدعتی مناظر عقائد پر دلائل دیتے ہوئے جو بھی آیت پیش کرے گا وہ ''قطعی الدلالت'' ہونی چاہئے کہ اس کا صاف اور صرف ایک معنی بنتا ہو۔ اگر ایک سے زائد معنی کا احتمال ہو تو وہ آیت پیش نہیں کر سکتا اور حدیث بھی جب پیش کرے گا تو ''متواتر'' پیش کرے گا۔ کیونکہ خبر واحد سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا ہم بھی ان شاء اللہ اسی اصول کے پابند ہوں گے۔ ہمارا یہ چیلنج ہے کہ بدعتی حضرات قیامت کی صبح تک اس اصول کے مطابق اپنا عقیدہ ثابت نہیں کر سکتے۔

(۲) بدعتی حضرات اکثر یہ دھوکا دیتے ہیں کہ عقائد پر گفتگو کرتے ہوئے خبر واحد سے استناد کرتے ہیں بلکہ ضعیف تک لے آتے ہیں، حالانکہ عقائد کے باب میں حدیث متواتر درکار ہے کیونکہ خبر واحد زیادہ سے زیادہ ظن کا فائدہ دیتی ہے اور عقائد میں ظن کافی نہیں ما قبل میں گجراتی

اور اویسی صاحبان کا حوالہ گزر چکا مزید ملاحظہ ہو:

اس فرقے کے بانی نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''اعتقادیات میں قطعیات کا اعتبار ہوتا ہے نہ ظنیات صحاح کا احاد صحاح بھی معتبر نہیں چنانچہ فنِ اصول میں مبرہن ہے''۔

(الدولۃ المکیۃ، ص 82)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

''عقیدے کیلئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے قرآن کی آیت یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالت جن میں نہ شبے کی گنجائش نہ تاویل کی راہ پیش کی جائے''۔

(دس عقیدے، ص 81)

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''احادیث سے استنباط یا تو عقائد کیلئے ہوگا یا احکام کیلئے یا فضائل ومناقب کیلئے، عقائد کیلئے جب تک حدیث مشہور متواتر نہ ہو کام نہیں چلے گا خبر واحد اگرچہ کیسی ہی قوت سند ونہایت صحت پر ہو تب بھی کام نہیں آئے گی۔ علامہ تفتازانی فرماتے ہیں خبر الواحد علی تقدیر اشتمال جمیع الشرائط المذکور فی اصول الفقہ لا یفید الا الظن ولا عبرۃ بالظن فی باب الاعتقادات (شرح العقائد للنسفی) خبر واحد اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقادات میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

(انگوٹھے چومنے کا مسئلہ۔ ص 35)

معلوم ہوا کہ اگر متواتر حدیث میں بھی کوئی تاویل صحیح ہوتی ہو تو وہ بھی پیش نہیں کی جاسکتی اس لئے فریقین اپنے مدعی پر جو بھی حدیث پیش کریں وہ متواتر اور قطعی الدلت ہو ہاں البتہ آیت قطعی الدلات وحدیث متواتر قطعی الدلالت کی تائید کیلئے خبر واحد پیش کی جاسکتی ہیں۔

(۳) اگر ایک فریق قرآن کی آیت پیش کر رہا ہو تو دوسرا بھی اس کے جواب میں آیت پیش کرے گا ایک اگر حدیث متواتر پیش کر رہا ہو تو دوسرا بھی اسی پائے کی روایت پیش کرے

گا۔کیونکہ کسی دلیل کا مقابلہ اسی پائے کی دلیل کر سکتی ہے۔عموما بدعتی حضرات دھوکا یہ دیتے ہیں کہ جب آپ اسکے سامنے اپنے مدعیٰ پر آیت پیش کریں گے تو وہ اس کے مقابلے میں خبر واحد یا کسی امتی کا قول پیش کر کے اس آیت کو ٹھکرائے گا یا اس میں تاویل باطل کرے گا۔حالانکہ خود اہل بدعت حضرات نے اس اصول کو مانا ہے کہ قرآن کے مقابلے میں خبر واحد سے بھی استدلال نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ کسی امتی کے قول سے۔چنانچہ نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کے مخالفت میں اخبار آحاد سے استناد محض ہرزہ بانی ہے''۔

(انباء المصطفیٰ،ص 4)

اس فرقے کے رازی دوراں مولانا عمر اچھروی لکھتے ہیں:

''خبر واحد قرآن کے مقابلے میں حجت نہیں''۔

(مقیاس حنفیت،ص 247)

بدعتی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

منکرین علم نبوت جن احادیث سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا وہ سب خبر آحاد ظنی ہوتی ہیں اور ظنی چیز قطعی دلیل کے معارض نہیں ہو سکتی۔

(تبیان القرآن،ج 8،ص 729)

آل بدعت کے غزالی زماں مولانا عمر اچھروی لکھتا ہے:

''جناب فقیر نے قرآنی آیتیں تمہارے سامنے پیش کی ہیں کہ کفار اپنے انبیا علیہم السلام کو اپنی مثل کہتے رہے۔فقیر کی پیش کردہ گیارہ آیتوں کے مقابلے میں تم ایک آیت قرآنی پیش نہیں کر سکتے۔یہ فقیر کی صداقت کی دلیل ہے۔باقی رہا تمہارا حدیث کو پیش کرنا۔تو پہلے کسی محدث سے قانون دریافت کرو کہ قرآن کی آیت صریحہ کے مقابل حدیث حجت بن سکتی ہے؟''۔(مقیاس نور،ص 217،216)

(۴) قرآن وحدیث کا من مانا مطلب نہ تو آپ بیان کریں گے نہ ہم بلکہ تفسیر قرآن کیلئے آپ اپنے حکیم الامت احمد یار گجراتی کے ان اصول کے پابند ہوں گے:

"اب تفسیر کے چند مرتبے ہیں:
تفسیر بالقرآن سب سے مقدم ہے اس کے بعد تفسیر قرآن بالاحادیث کیونکہ حضور علیہ السلام صاحب قرآن ہیں ان کی تفسیر قرآن نہایت اعلیٰ ہے پھر قرآن کی تفسیر صحابہ کرام کے قول سے خصوصا فقہاء صحابہ اور خلفائے راشدین کی تفسیر رہی تفسیر قرآن تابعین یا تبع تابعین کے قول سے یہ اگر روایت سے ہے تو معتبر ورنہ غیر معتبر"۔

(جاء الحق ص 18)

لہذا قرآن کی تفسیر میں بدعتی مناظر صرف اور صرف نبی کریم ﷺ کا قول یا صحابی کا قول پیش کرے گا اور اگر تابعی کا قول پیش کر رہا ہے تو صحیح سند کے ساتھ پیش کرے گا ورنہ تابعی کا قول معتبر نہ ہوگا۔ جب تابعی کا قول بھی بغیر روایت کے ان کے ہاں معتبر نہیں تو بعد کے لوگوں کو کون پوچھتا ہے؟۔

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:
"قاضی بیضاوی یا خازن وغیرہ آئمہ تفسیر نہیں کسی فن کا امام ہونا اور بات ہے اور اس فن میں کتاب لکھ دینا اور بات ہے آئمہ تفسیر صحابہ ہیں اور تابعین عظام تابعین میں بھی عظام کی تخصیص ہے"۔

(ملفوظات حصہ سوم ص 253)

لو جی! تابعی کی بھی جو تفسیر پیش کرے گا اس میں بھی شرط یہ ہے کہ وہ تابعی بھی اعلیٰ درجے کا ہو ہر تابعی کی تفسیر بھی معتبر نہیں۔ نیز خازن اور بیضاوی بھی جب آئمہ تفسیر نہیں اور ان کا قول تفسیر کے باب میں معتبر نہیں تو روح البیان، عرائس البیان، صاوی کو کون پوچھتا ہے؟

چند غیر معتبر تفاسیر

بدعتی حضرات کے سامنے جب آپ آیت پیش کریں گے تو اس کی مخالفت میں وہ آپ کے سامنے علامہ حقی کی روح البیان پیش کرے گا یا جب خود آیت سے استدلال کرے گا تو روح البیان، صاوی یا عرائس البیان وغیرہا سے تفسیر پیش کرے گا۔ یہ ان کا بہت بڑا دھوکا ہے یہ تفاسیر ہر اعتبار سے

معتبر نہیں ہیں۔ ان تفاسیر میں ہر رطب و یابس موجود ہے۔ بلکہ روح البیان میں تو ایسی ایسی باتیں ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ قرآن کی اتنی صریح مخالفت کی جرات اس آدمی کو کیسے ہوئی؟ حقیقت یہ ہے کہ بدعتی حضرات کو ان تفاسیر میں موجود رطب و یابس اقوال سے ہی دھوکا پڑا ہے۔ بجائے یہ کہ وہ ان غلط اقوال میں کوئی تاویل کرتے انہوں نے ان غیر معصوم اقوال کی بنیاد پر قرآن میں تحریف شروع کر دی۔ ہمارے لئے یہ تفاسیر بالکل بھی کلیۃ حجت نہیں۔ ان کی وہی بات تسلیم جو قرآن و حدیث اور جمہور مفسرین کے مطابق ہوگی۔ زیادہ سے زیادہ اگر ہم ان کے مصنفین سے حسن ظن رکھیں تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان تفاسیر میں قرآن و حدیث کی صریح مخالفت میں جو اقوال ہیں وہ کسی بے دین کی تحریف ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(۵) اَلْقِیَاسُ لَا یَجْرِیْ فِی الْعَقَائِدِ عقائد میں قیاس نہیں چلے گا۔ مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں: قیاس مجتہد ظن ہے۔ (جاء الحق ص 40)

جب قیاس ظن ہے وہ بھی مجتہد کا تو پہلے معلوم ہو چکا کہ عقائد میں ظن کا کوئی دخل نہیں۔
نیز مفتی صاحب قیاس کی تعریف کرتے ہیں:

"قیاس کے معنی لغت میں اندازہ لگانا اور شریعت میں کسی فرعی مسئلہ کو اصل مسئلہ سے حلت (یہ غالبا کاتب کی غلطی ہے "علت" ہونا چاہیئے۔ از ناقل) اور حکم میں ملا دینا یعنی ایک مسئلہ ایسا درپیش آگیا جس کا ثبوت قرآن و حدیث میں نہیں ملتا تو اس کی مثل کوئی اور مسئلہ لیا"۔

(جاء الحق ص 43)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک قیاس فرعی مسئلہ میں ہوگا عقائد میں نہیں نیز قیاس جبھی ہوگا جب اصل مسئلہ قرآن و حدیث میں نہ ہو اس لئے اگر فرعی مسائل میں بھی گفتگو ہو تو قیاس پیش کرنے سے پہلے بدعتی مناظر کو لکھنا پڑے گا کہ اس مسئلہ پر قرآن و حدیث میں کوئی دلیل موجود نہیں۔

امام ابن عبد البر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ ابُو عُمَرَ رَحِمَہُ اللّٰہُ لَا خِلَافَ بَیْنَ فُقَھَاءِ الْاَمْصَارِ وَسَائِرِ اہْلِ السُّنَّۃِ وَھُمْ اہْلُ الْفِقْہِ وَالْحَدِیْثِ فِیْ نَفْیِ الْقِیَاسِ فِی التَّوْحِیْدِ وَاِثْبَاتِہٖ فِی الْاَحْکَامِ

(جامع بیان العلم وفضلہ ج 2 ص 887)

فقہائے امصار واہل سنت جوکہ درحقیقت اصحاب حدیث واہل الفقہ ہیں کااس میں کوئی اختلاف نہیں کہ عقیدہ توحید میں قیاس جائز نہیں اوراحکام ومسائل میں جائز ہے۔

(۶) ایک مسئلہ قرآن وحدیث کی صریح نصوص سے ثابت ہوجائے تو اس کے مقابلے میں خواہ کوئی کتنا ہی بڑا عالم فاضل مجتہد کیوں نہ ہواس کی بات قبول نہیں کی جائے گی اگر تاویل ہوسکے تو کرلی جائے گی ورنہ ادب سے اس کے قول کورد کردیا جائے گا۔

چنانچہ امام ابن بزیزہ فرماتے ہیں:

ان التقلید فی العقائد حرام ۔(شرح الاسعاد ص 50)

عقائد میں تقلید حرام ہے۔

بدعتی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''حضرت امام شافعی فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور روایت پر جرح وتعدیل کے سلسلہ میں ان کی رائے یقینا وقعت اور اہمیت کی حامل ہے لیکن حدیث رسول کے مقابلے میں جب وہ کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا''۔

(ذکر جہر ص 124,125)

مظہر اعلیٰ حضرت جناب مولانا حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''کسی عالم کا وہ قول جو دلائل شرعیہ کے مخالف ہو ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوسکتا لہذا اس مسئلہ میں مجرد قول ملا علی قاری علیہ الرحمۃ ہم پر ہرگز حجت نہیں''۔

(فتاویٰ حشمتیہ ص 81)

مولوی نصیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''نیز اور گزارش یہ ہے کہ علم غیب انبیا کرام کیلئے آیات قرآنیہ اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔۔۔جس مسئلہ کے بارے میں نصوص موجود ہوں ان میں آئمہ کی تقلید بھی نہیں کی جاتی چہ جائیکہ بعد والے فقہا''۔(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول ص 302)

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''کیونکہ حدیث و اقوال کثیرہ سلف و خلف کے مقابل کسی ایک یا دو بزرگوں کا کلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔۔۔کیونکہ حدیث میں ممانعت وارد ہوئی تو اس کے مقابل کسی بزرگ کے کلام میں اس لفظ کے استعمال کا پیش کرنا کیا مفید ہے؟ کلام رسول کیلئے کلام غیر ناسخ نہیں ہوسکتا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج5،ص522)

بدعتی مناظر مولانا عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''آپ بار بار امام بخاری، امام مسلم اور امام نووی کا نام لیتے ہیں جبکہ میں اس کا جواب کئی بار دے چکا ہوں کہ حدیث کے مقابلے میں ان کے اقوال کی کوئی وقعت نہیں۔ پھر وہ حنفی بھی نہیں ہیں بلکہ رفع یدین کرنے والوں میں سے ہیں۔ہم پر اس کا قول حجت ہوسکتا ہے جو ہمارے مسلک کا ہو اسی لئے قول آپ اسی کا لائیں جو ہمارے لئے حجت ہو''۔

(مناظر مسئلہ رفع یدین،ص23،نعمان اکیڈمی)

شیخ محمد عابد سندھی انصاری مرحوم جنھیں اہل بدعت اپنا بزرگ مانتے ہیں اور ان کے رسائل کو شائع کیا وہ لکھتے ہیں کہ اہل حق عالم اور انصاف پرور عالم کا شیوہ یہ ہے کہ اسی چیز کو لے جو حدیث رسول ﷺ سے ثابت ہو جائے اور اسی پر اعتماد کرے اسی کو اختیار کرے حدیث رسول کے مخالف اگر امام ابن ہمام کا قول بھی ہو تو اسے ترک کر دے۔(ملخصا)

لا یسع للعالم المنصف المتمسک بذیل الحق الا الرجوع الی ما ثبت فی ذالك منه ﷺ والقول به والاعتماد فیه و ھجر مایخالفه و لو کان القائل ھماما (الرسائل الخمس ص۸۶)

(۷) اہل بدعت کے نزدیک ضعیف حدیث حجت نہیں۔احکام میں بھی چہ جائیکہ عقائد میں چنانچہ نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور در بارہ احکام میں اصلا حجت نہیں''۔

(غائبانہ نماز جنازہ،ص46)

بدعتی مناظر اعظم مولانا نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''جن حدیثوں میں لکھا ہے کہ اصحاب ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا کرتے تھے وہ تمام حدیثیں ضعیف ہیں اور قابل عمل نہیں''۔

(انوار شریعت،ص 311)

(۸) جو دعوی لکھوایا ہے دلیل بھی اس کے مطابق ہو یہ نہ ہو کہ دعوی تو ہے صبح دس بجے چار رکعات فرض پڑھنے کا اور دلیل پوچھو تو جواب دے کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی یہ فضیلت ہے. قراۃ کی یہ فضیلت ہے،تکبیر تحریمہ کی یہ فضیلت ہے،رکوع کی یہ فضیلت ہے،تشہد کی یہ فضیلت ہے،سجود کی یہ فضیلت ہے،ہر رکعات کی یہ فضیلت ہے ان تمام فضائل کو یکجا کرو تو صبح دس بجے کی چار رکعات بن جاتی ہے۔اس میں بھی یہ تمام افعال کئے جاتے ہیں لہذا چار رکعات ثابت ہوگئیں۔یہ دلیل نہیں کھلا دجل ہے۔میلاد،صلوۃ وسلام اور دیگر بدعات پر رضاخانیوں کے دلائل اسی قسم کے ہوتے ہیں۔

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ دعوی کے مطابق دلیل نہ ہو وہ دعوی باطل دوسرا یہ قاعدہ بھی ہے کہ جس دلیل میں احتمالات کثیرہ پائے جائیں وہ دلیل بھی قابل اعتماد نہیں''۔

(ندائے یارسول اللہ،ص 200)

یہ بہت اہم اصول ہے بلکہ یوں سمجھیں کہ پوری گفتگو کی جان ہے کیونکہ آگے آپ دلائل کے عنوان میں پڑھ لیں گے کہ بدعتی حضرات کے جتنے بھی دلائل ہیں ان میں دو باتیں مشترک ہیں:

(۱) اپنے دعوی کے مطابق کوئی بھی دلیل نہیں۔

(۲) جتنے بھی دلائل ہیں سب محتمل ہیں۔

پس اہل بدعت حضرات کے تمام دلائل کیلئے یہی ایک جواب کافی وشافی ہے۔

بدعتی حجۃ الاسلام مولوی حامد رضاخان ابن احمد رضاخان لکھتا ہے:

''جو جس بات کا مدعی ہو اس سے اس دعوے کے متعلق بحث کی جائے گی خارج از بحث بات کے ثابت کرنے کی ہو تو اسے مفید نہیں نہ ثابت ہو تو اس کے خصم کو مضر نہیں ایسی بات

میں اس کا بحث چھیڑنا وہی جان بچانا اور مکر کی چال کھیلنا اور عوام ناواقفوں کے آگے اپنے فریب کو پھیلنا ہوتا ہے"۔

(فتاویٰ حامدیہ، ص 137)

(۹) متشابہات سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔ متشابہات کسے کہتے ہیں تو بدعتی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی قرآن پاک کی آیت:

هُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰیٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَ اُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ۔ الایۃ (آل عمران، آیت 7)

وہی ہے جس نے تم پر یہ کتاب اتاری اس کی کچھ آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری وہ ہیں جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ (کنزالایمان)

میں متشابہات کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وہ چند وجوہ کا احتمال رکھتی ہوں ان میں سے کونسی وجہ مراد ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے"۔

(آل عمران، آیت ۷)

(خزائن العرفان، حاشیہ نمبر 8، ص 59)

لہٰذا ایسی آیت جس کے کئی معنی ہوں اور یہ واضح نہ ہو کہ رب تعالیٰ کی مراد ان میں سے کونسا معنی ہے؟ تو وہ آیت متشابہات میں سے ہوگی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکے گا۔

(۱۰) بدعتی حضرات چونکہ اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں اس لئے وہ اپنی بدعات کو ثابت کرنے کیلئے قرآن و حدیث سے استدلال نہیں کر سکتے بلکہ اپنی بدعت پر اولاً امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کریں گے۔ ان کی اصل دلیل قول امام ہے پھر اس قول امام کی تائید کیلئے وہ قرآن و حدیث پیش کر سکتے ہیں یہ اصول ہمارا نہیں خود ان کے حکیم الامت احمد یار گجراتی کا لکھا ہوا ہے:

"فقہاء کا قرآن و حدیث سے دلائل پیش کرنا صرف مانے ہوئے مسائل کی تائید کیلئے ہوتا ہے وہ مسائل پہلے ہی سے قول امام سے مانے ہوئے ہوتے ہیں تو بلا نظر فی الدلیل کا یہ معنی نہیں کہ مقلد دلائل دیکھے ہی نہیں بلکہ یہ کہ دلائل سے مسائل حل نہ کرے"۔

(جاء الحق ص 25)

مولوی عبدالغفور شرقپوری بریلوی لکھتا ہے:

"ہمارا نہ یہ منصب ہے نہ ہم اس کے اہل ،فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے کیونکہ فقہائے کرام کی مخالفت غیر مقلدین کرتے ہیں"۔

(نمازی کے پاس باآواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں ص 38)

اس کتاب پر مولانا سعید اسد ،مولانا ابوالخیر زبیر ،مولانا اشرف آصف جلالی سمیت دس جید بدعتی اکابر علماء کی تقاریظ ہیں۔

(۱۱) عقیدے یا عمل اور اس کے حکم کی وضاحت متعلقہ کتب سے کی جائے گی۔ مثلاً اگر علم غیب پر اپنا عقیدہ لکھوائے تو وضاحت کردے کہ ہمارا یہ عقیدہ حنفیوں کے عقیدے کی فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے اسی طرح اگر بدعت کے متعلق دعوی لکھے تو وضاحت کرے کہ ہمارا یہ عمل فقہ حنفی کی فلاں کتاب میں لکھا ہوا ہے اور اس کے منکر کا حکم فلاں کتاب میں ہے۔

(۱۲) جو جس فن کا ماہر ہو وہی اس کی وجہ شہرت ہو تو اسی فن میں اس کی رائے قبول کی جائے گی محدث کی رائے حدیث کے باب میں قبول ہوگی فقیہ کی رائے فقہ کے باب میں قبول کی جائے گی نحوی کی رائے نحو کے باب میں قابل قبول ہوگی۔ الا یہ کہ اس کے رد کی کوئی اصولی وجہ موجود ہو۔

(۱۳) ہمارا اور ہمارے فریق مخالف دونوں چونکہ فروعات میں حنفی ہیں اس لئے کسی دوسرے مسلک کے فقیہ کا قول ہمارے لئے حجت نہیں ہوگا مثلاً شافعی کسی چیز کو مستحب لکھے تو ضروری نہیں کہ ہم بھی اسے مستحب مانیں۔ جیسا کہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے جاالحق میں لکھا ہے۔

اولاً تو ابن حجر شافعی مذہب ہیں بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے اور امام ابن حجر شافعی اس کی تردید کرتے ہیں تو بتاؤ کہ حنفیوں کو مسئلہ جمہور پر عمل کرنا ہوگا کہ قول شافعی پر؟۔ (جاالحق ص 302)

یاد رہے کہ جمہور یا بہت سے علمائے احناف قبر پر اذان کو سنت کہتے ہیں یہ مفتی صاحب کا سفید جھوٹ ہے۔ لیکن اس وقت یہ بحث نہیں ہمارا مدعیٰ صرف یہ ہے کہ بقول مفتی صاحب حنفیوں کیلئے شافعیوں کا قول حجت نہیں۔

(۱۴) صوفیاء کی عبارات پیش نہیں کی جائیں گی کہ ان کے اقوال دلائل شرعیہ نہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مخدوم گرامی! فقیر اس طرح کی باتیں سننے کی تاب نہیں رکھتا میری رگ فاروقی بے اختیار میں حرکت آتی ہے اور اس طرح کی باتوں کی تاویل وتوجیہ کی فرصت نہیں دیتی چاہے ایسی باتوں کا قائل شیخ عبدالکریم یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی محمد عربی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کا کلام درکار ہے نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین قونیوی یا عبدالرزاق کاشی کا کلام ہمیں نص کے ساتھ کام ہے فص کے ساتھ نہیں فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے بے نیاز کر دیا ہے''۔

(مکتوبات، مکتوب نمبر 100 ص 282، 283، دفتر اول، جلد اول، مترجم مولوی سعید اللہ نقشبندی بریلوی)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''نصوص شرعیہ کے مقابلہ میں فصوص الحکم کی باتوں کو اختیار نہیں کرتے اور فتوحات مدنیہ کو چھوڑ کر فتوحات مکیہ (ابن عربی کی کتاب) کی طرف التفات نہیں کرتے''۔

(مکتوبات مکتوب نمبر 131 ص 348)

مولانا احمد رضا خان صاحب کے والد مولانا نقی علی خان صاحب لکھتے ہیں:

''شیخ نصیر الدین مجلس میں بیٹھے تھے کہ راگ اور مزامیر شروع ہوئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے لوگوں نے کہا بیٹھئے فرمایا دلیل کتاب وسنت سے چاہئے نہ قول وفعل پیر سے''۔

(انوار جمال مصطفی ﷺ ص 541)

(۱۵) دلائل شرعیہ چار ہیں قرآن وسنت، اجماع وقیاس ان میں سے عقائد صرف

قطعی الثبوت و الدلالت آیت اور حدیث متواتر سے ثابت کئے جا سکتے ہیں جبکہ بدعتی حضرات کے نزدیک دلیل صرف امام کا قول ہے اس لئے کشف و کرامت یا معجزہ، حکایت بطور دلیل پیش نہیں کی جا سکتی ہیں کیونکہ ان کا شمار دلائل شرعیہ میں نہیں ہوتا۔

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

''علما نے تصریح کی ہے کہ الہام حجت نہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 498)

یہ چند اصول ہیں ان کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں اگر آپ رضاخانی مناظر کو ان اصولوں کا پابند کر دیں تو وہ مناظرے سے پہلے ہی چاروں شانے چت ہو جائے گا۔

(۱۶) ایک مسئلہ جمہور سلف و خلف اکابر سے ثابت ہے اب اس کے خلاف ایک دو بزرگان دین یا کچھ حضرات کا نظریہ ہے تو اس کی کوئی مناسب تاویل کر کے اسے جمہور کے مطابق کیا جائے گا یا پھر رد کر دیا جائے نہ کہ اس چند بزرگان کے اقوال کی بنیاد پر جمہور امت کی رائے کو رد یا مووّل کیا جائے گا۔

''کیونکہ حدیث و اقوال کثیرہ سلف و خلف کے مقابل کسی ایک یا دو بزرگوں کا کلام کوئی حیثیت نہیں رکھتا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج 5 ص 522)

فائدہ مہمّہ امتیوں کے اقوال سے عقیدہ ثابت نہیں ہوتا

یہاں ایک فائدہ کی بات ضرور یاد رکھیں ما قبل کی تفصیل سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ عقائد میں قطعی دلیل درکار ہے۔ ظنیات کا یہاں کوئی دخل نہیں۔ یہ ہمارے اور مخالفین کے درمیان مسلمہ اصول ہے۔ مزید تفصیل کیلئے آپ شیخ سعید فتوبی کی:

''السیف الحاد فی الرد علی من اخذ بحدیث الآحاد فی مسائل الاعتقاد''

کا مطالعہ کریں۔ اب غور کریں کہ جب عقیدے کے معاملے میں ''خبر واحد'' جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے بھی حجت نہیں کہ اس کا موجب ''ظن'' ہے تو امتیوں کے اقوال کیسے حجت

ہو سکتے ہیں؟

مفتی شریف الحق امجدی لکھتے ہیں:

''اس سلسلے میں مسلم ثبوت اولیائے کرام کے ارشادات حد تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں اولیائے کرام کے ارشادات سے فرض یا واجب یا مستحب ہونے کا ثبوت نہیں ہوسکتا۔۔۔اگر کسی کا دعوی یہ ہو کہ فلاں چیز فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے یا مستحب ہے تو ضرور اس سے قرآن و احادیث سے دلیل طلب کی جاتی''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج2ص 237)

معلوم ہوا کہ بزرگوں کے اقوال اگر چہ حد تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں ان سے کوئی حکم شرعی ثابت نہیں ہوتا بلکہ امجدی صاحب کے بقول تو ''مستحب'' کے دعوے کیلئے بھی قرآن و حدیث کی دلیل درکار ہے۔

اہل بدعت کا سب سے بڑا مغالطہ یہی ہے کہ وہ امتیوں کے غیر معصوم اقوال سے اپنا عقیدہ کشید کرتے ہیں اور پھر قرآن و حدیث اور جمہور کے اقوال کی اس'' قول شاذ'' پر منطبق کرنے کیلئے تاویلات باطلہ کرتے ہیں۔حالانکہ اول تو وہ غیر معصوم اقوال ان حضرات سے ثابت ہی نہیں،ثابت ہوں بھی تو اہل بدعت کا عقیدہ اس میں نہیں،بالفرض ہو بھی تو وہ غیر معصوم اقوال ہیں ان سے عقیدہ کیسے ثابت کیا جا سکتا ہے؟ مثلا اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

سورہ ابراہیم آیت نمبر 9 میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللهُ.

اس آیت سے معلوم ہوا کہ قوم نوح،عاد وثمود اور ان کے بعد جو قومیں گزری ہیں ان کا علم سوائے اللہ تعالی کے اور کسی کو نہیں۔اب شیخ اسماعیل حقي بن مصطفیٰ الاستانبولي الحنفي (المتوفی 1127ھ) اس پر خود ایک اشکال قائم کرتا ہے:

ثم ان الشيخ عليا السمرقندي رحمه الله قال في تفسيره الموسوم

بحر العلوم لقائل ان يقول يشكل بالآية قول النبي صلى الله عليه وسلم (ان الله تعالى قد رفع الى الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كما انظر الى كفى هذه) جليا جلاها الله لنبيه كما جلاها للنبيين قبل لدلالته صريحا على ان جميع الكوائن الى يوم القيامة مجلى ومكشوف كشفا تاما للانبياء عليهم السلام والحديث مسطور فى معجم الطبراني والفردوس يقول الفقير ان الله تعالى اعلم حبيبه عليه السلام ليلة المعراج جميع ما كان وما سيكون وهو لا ينافى الحصر فى الآية لقول تعالى فى آية اخرى فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَداً اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ يعنى به جنابه عليه السلام ولئن سلم فالذى علمه انما هو كليات الأمور لا جزئياتها وكلياتها جميعا ومن ذلك المقام وما أدرى ما يفعل بي ولا بكم فصح الحصر والله اعلم.

(روح البیان ج 4 ص 402)

مفہوم اس کا یہ ہے کہ حدیث میں تو ہے میرے سامنے اللہ نے دنیا ظاہر فرمائی اور میں نے جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اسے ملاحظہ کرلیا۔اب اگر آیت کو دیکھا جائے تو سب کچھ سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں اگر حدیث کو دیکھا جائیے تو پتہ چلتا ہے کہ نہیں جو کچھ ہوا جو کچھ ہوگا اس کا انبیاء کو بھی علم ہے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے خود اس حصر کی نفی فلا یظہر علی غیبہ الآیۃ میں کر دی اور حضور ﷺ کو قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ معلوم ہو چکا۔اور اگر پھر بھی آیت میں حصر ہی تسلیم کیا جائے تو آیت اور حدیث میں تطبیق یوں ہے کہ یہ حدیث شب معراج کے متعلق ہے تو شب معراج کو تو اللہ نے کلیات ساری حضور ﷺ کو بتلا دی نہ کہ جزئیات۔

اب دیکھیں اسمٰعیل حقی کو یہاں سخت غلطی لگی وہ اس طرح کہ جس حدیث کو وہ پیش کر رہے ہیں یہ سخت ضعیف ہے جیسا کہ آگے حاضر و ناظر کی بحث مین آ رہا ہے۔قرآن کے مطلق اور قرآن کے معارض تو صحیح حدیث پیش نہیں کی جا سکتی پھر ایسی شدید ضعیف حدیث جس سے فضائل بھی ثابت نہ

کئے جا سکتے ہوں چہ جائیکہ احکام چہ جائیکہ عقاید اسے قرآن کے معارض کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟

اب بجائے کہ اہل بدعت اسمٰعیل حقی صاحب کی اس غلطی پر تنبیہ کرتے اسی غلطی کو انہوں نے عقیدہ بنالیا۔

پھر ہم نے کہا تھا کہ جن علماء وصوفیاء کی عبارات پر عقائد کا مدار رکھنے کی کوشش کرتے ہیں ان سے خود بھی کلی متفق نہیں ہوتے۔اب اسی عبارت کو دیکھ لیں اس میں ہے کہ حضور ﷺ کو معراج والی رات کلیات کا علم دیا گیا تھا اور جزئیات کا علم نہ تھا حالانکہ نبی کریم ﷺ کیلئے کلی علم غیب خود بدعتی اکابر اس زمانے میں تسلیم نہیں کرتے نیز رضاخانی ذرے ذرے کا علم مانتے ہیں جبکہ اسمٰعیل حقی اس کی تردید کررہے ہیں۔

نیز اسمٰعیل حقی صاحب صرف قیامت تک کا علم مان رہے ہیں جبکہ رضاخانی تو اسے حضور ﷺ کے علم کا ایک قطرہ بھی ماننے کو تیار نہیں جیسا کے تفصیل آرہی ہے۔

یہاں ایک اصول بھی یاد رکھیں جو خود بدعتی حضرات کی پوری کیبنٹ نے مرتب کیا ہے:

”بعض لوگ گزشتہ مسلم بزرگ شخصیات کی عبارات پر گرفت کرنے کے شوق میں مبتلا ہیں اول تو انہیں ان عبارات کے صحیح محمل کی خبر نہیں ہوتی اگر ان عبارات کی کوئی صحیح تاویل ممکن ہو تو ایک عام مسلمان سے حسن ظن رکھتے ہوئے ان کی محتمل عبارت کو صحیح معنی پر محمول کرنا واجب ہے پس مسلم بزرگ شخصیت کی ذات پر بلا سبب طعن شروع کر دینا کتنا برا ہوگا اور اگر بالفرض ان عبارات کی کوئی صحیح تاویل ممکن نہ ہو تو انہیں بعد والوں کا الحاق قرار دیا جائے گا“۔

(اصلاح عقائد و اعمال،ص 36،از مفتی منیب الرحمن)

روح البیان اور اس طرح صوفیاء کرام کی عبارات جو اہل بدعت اس باب میں پیش کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ان کو قرآن وحدیث اور جمہور امت کے نظریہ کے مطابق مؤول کیا جائے گا اور اگر ایسا ممکن نہیں تو ہم یہی کہیں گے کہ بعد کے کسی بے دین کی اختراع ہے اور ہمارے لئے حجت نہیں ،نہ یہ کہ ان عبارات پر عقیدہ کی بنیاد رکھ دی جائے۔

خان صاحب لکھتے ہیں:

"امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی اصل مذہب ہے۔ جس طرح علامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم و فہامہ مدقق علاء الدین محمد دمشقی نے ابو علی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کر دیا گویا یہی مذہب مشائخ ہے"۔

(حیات الموات، ص 269)

اب دیکھیں خان صاحب خود لکھ رہے ہیں کہ ہمارے محققین نے غلطی سے معتزلہ کا قول اپنا نظریہ سمجھ کر نقل کر دیا۔

اور پھر خان صاحب نے صاحب ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کیا ہی خوب لکھا:

"اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کر لیتے ہیں"۔

(حیات الموات، ص 269)

پھر خود بدعتیوں کے ہاں یہ اصول مصرح ہے کہ:

"فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفیہ، شرح عقاید نسفیہ، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے"۔

(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص 312)

مولانا محمد اسمٰعیل بریلوی لکھتا ہے:

"فاضل بریلوی کا اکابر سے اختلاف اور مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ کی تصریح مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے علمی ذخائر میں یہ تلاش کرنا کچھ مشکل نہیں کہ آپ نے کس کس سے اختلاف نہ کیا بلکہ اصل دقت طلب کام یہ ہے کہ وہ کونسا فقیہ ہے جس سے مولانا نے بالکل اختلاف نہ کیا ہو اگر ایسا کوئی شخص نکل آئے تو یہ ایک بڑی تحقیق ہوگی"۔

(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن: ص 170 رفرید بک اسٹال لاہور)

یہ مولوی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مجدد برحق امام احمد رضا نے اکابر صحابہ اور ائمہ مجتہدین (امام اعظم، امام مالک، اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے''۔

(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن: ص 173 رفرید بک اسٹال لاہور)

۔ اس کتاب پر مولانا شاہ احمد نورانی، مفتی منیب الرحمان، علامہ حسن حقانی، علامہ جمیل احمد نعیمی جیسے جید بریلوی اکابر کی تقاریظ ہیں۔

خود مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیاء ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی نہ کوئی قول ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو کل ماخوذ من قولہ و مردود علیہ الا صاحب ھذا القبر ﷺ اتباع جمہور کا ہوگا''۔

(حرمت سجدہ تعظیمی ص 90)

انہی کے مظہر جناب حشمت علی رضوی صاحب لکھتے ہیں:

''مگر کوئی معصوم نہیں الّا الانبیاء والملائکۃ علی سیدھم و علی الہ الصلوۃ والسلام لکل عالم ھفوۃ ولکل صارم نباۃ.

(فتاوی حشمتیہ ص 81)

یعنی ہر عالم کی کوئی نہ کوئی لغزش ہے اور ہر تلوار کیلئے چوک جانا ہے۔

غرض علماء سے غلطی ہو سکتی ہے خواہ وہ کتنے بڑے درجہ کے ہوں۔ لہذا کسی عالم کے قول پر تو فروع کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی چہ جائیکہ عقیدے کی۔ اب اس اصول پر ہم صرف دو مثالیں خود اہل بدعت کے گھر سے پیش کرتے ہیں۔

(۱) نواب احمد رضا خان بریلوی نے حضرت خواجہ ابو طالب کے کفر پر پوری ایک کتاب لکھی قرآن و حدیث ائمہ کے اقوال سے اس کو موید کرنے کی کوشش کی مگر دوسری طرف اسی مسلک

کے شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''چچا ابو طالب اور دادا عبد المطلب پکے سچے مومن وموحد تھے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں''۔

(فتاوی اویسیہ، ج 1 ص 201)

اسی مسلک کے ایک اور بزرگ ہیں مولانا خیر الدین دہلوی وہ حضرت خواجہ ابو طالب کو کافر ومشرک کہنے والوں کو''خارجی'' کہتے ہیں۔(عقاید خیوریہ، ص 71)

اسی طرح آل بدعت کے بزرگ برزنجی بھی ان کے کفر کے قائل نہ تھے۔موجودہ اہل بدعت کے دادا استاد جناب مولانا عطاء بندیالوی صاحب نے بھی ایمان ابی طالب پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ موجودہ دور میں بدعتی مناظر مفتی حنیف قریشی صاحب خواجہ ابو طالب کے ایمان کو اپنے بیانات میں بڑے دھوم دھام سے بیان کر رہے ہیں۔

(۲) پوری جماعت بریلویت میں اس وقت دو گروپ بن گئے ہیں:

(۱) ایک مولانا اشرف سیالوی

(۲) دوسرا ان کے مخالف

سیالوی صاحب نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں نبی ماننے والوں کو''ختم نبوت'' کا منکر کہتے ہیں جبکہ ان کے مخالف چالیس سال کی عمر میں نبی کریم ﷺ کو نبی ماننے والوں کو''نبوت'' کا منکر کہتے ہیں۔موجودہ دور ہی میں مولانا سعید اسد اور ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کی اس موضوع پر زبردست بحث ہوئی اور پوری دنیا نے انٹرنیٹ پر ان کا تماشہ دیکھا۔

یہ ایک مسلک کا حال ہے مزید تفصیل کیلئے حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب کی کتاب''دست و گریبان'' ملاحظہ فرمائیں۔اب اگر کسی ایک مولوی کی بات ہر حال میں ماننی ہے اور عقیدہ مولویوں کے اقوال پر رکھنا ہے تو اس اختلاف میں رضاخانی اپنا حتمی فیصلہ جاری کیوں نہیں کرتے؟اور جانب مخالف کو حتمی طور پر کافر یا گمراہ کیوں نہیں کہتے؟

مولوی نعیر الدین سیالوی لکھتا ہے:

''یہ بات عقل سے ماوراء ہے کہ دین کی اتنی اہم چیز کے بارے میں نبی علیہ السلام اور صحابہ وتابعین توجہ نہ کریں اور چودھویں صدی کے ایک عالم توجہ کرے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ ،حصہ اول ص 193)

تو یہ عقائد اتنے اہم ہیں کہ آپ نے انکار کرنے والوں اور نہ ماننے والوں پر کفر کے نیز گستاخی کے فتوے لگا دئے۔ حیرت ہے رسول اللہ ﷺ کو تو ان عقائد کا علم نہ ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تو یہ عقائد نہ بتلائے، تابعین کو تو کانوں کان خبر نہ ہو اور گیارہویں صدی کے اسمعیل حقی وغیرہ اور اس کے قبیل کے دیگر لوگوں کو اس کا علم ہو جائے!!!۔

ایک اور اصول کسی کتاب میں نقل ہونا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں

ماقبل میں بدعتی حوالہ گزر چکا متقدمین ومتاخرین کی کتب میں رطب ویابس سب کچھ ہو سکتا ہے حتی کہ جن لوگوں نے صرف صحیح کو اپنی کتب میں نقل کرنے کا اہتمام کیا ہے ان سے بھی فروگزاشت ہوئی ہیں۔ لہذا محض کسی بات کا کسی کتاب میں نقل ہونا دلیل اس کے صحیح ہونے کی نہیں۔

اب دیکھیں ہم آگے قرآن وحدیث صحابہ مفسرین سے ثابت کریں گے کہ کلیات خمس کا علم ماسوائے رب تعالی کے کسی کو نہیں۔ اب روح البیان میں ایک مجہول قول جس کے قائل کا کچھ پتہ نہیں یہ نقل کر دیا گیا کہ وفات سے پہلے حضور ﷺ کو ان کلیات خمس کا علم بھی دے دیا گیا تھا تو اہل بدعت نے اس مجہول قول کو لیکر قرآن وحدیث اور چودہ سو سال کا سارا ذخیرہ یک جنبش قلم کالعدم قرار دے دیا۔

حالانکہ ہم واضح کر چکے کہ کتب میں رطب ویابس ہر چیز مل جائے گی۔ محض اس کا کتاب میں نقل ہونا دلیل اس کے صحیح ہونے کی نہیں اسی پر اب چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ایک قول نقل کرتے ہیں ہیں:

فَاعْلَمْ اَنَّ بَعْضَ النَّاسِ ذَهَبَ اِلَى اَنَّهُ كَانَ كَافِرًا فِي اَوَّلِ الْاَمْرِ ثُمَّ هَدَاهُ اللّٰهُ وَجَعَلَهُ نَبِيًا قَالَ الكلبي:

وَجَدَاكَ ضَالًا يَعْنِي كَافِرًا فِي قَوْمٍ ضُلَّالٍ فَهَدَاكَ لِلتَّوْحِيدِ

(تفسیر کبیر، ج 31، ص 197)

کیا اہل بدعت اس قول کو تسلیم کرنے پر تیار ہیں؟ حالانکہ یہ روح البیان سے کئی زیادہ درجے مستند تفسیر میں منقول ہے۔ یہ جواب مت دیجئے گا کہ کلبی سے منقول ہے کیونکہ تسلیم تو آپ پھر بھی نہیں کر رہے ہیں اور یہی ہمارا مدعا ہے ثانیا اس کلبی کی تفسیر کے بارے میں آپ کے خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

"کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کس کو معلوم نہیں اس کے بعد صریح کذاب و وضاع ہی کا درجہ ہے۔۔۔۔ بایں ہمہ عامہ کتب سیر و تفاسیر میں اس کی اور اس کی امثال کی روایات سے مالا مال ہیں علمائے دین ان امور میں انہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں، میزان میں ہے ۔۔۔۔۔ ابن عدی نے کہا کہ کلبی سے سفیان، شعبہ اور ایک جماعت نے حدیث بیان کی ہے اور ان روایات کو پسند کیا جس کا تعلق تفسیر کے ساتھ ہے اور حدیث سے متعلقہ روایات ان کے نزدیک مناکیر ہیں"۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج 5، ص 526،525)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔ ملا علی قاری نبی کریم ﷺ کے فضائل پر لکھی کتاب کی شرح میں لکھتے ہیں:

ووجدك ضآلا ای جاھلا (شرح الشفاء، ج 1، ص 52 و ص 95)

کیا اس قول کی بنیاد پر اہل بدعت اپنا عقیدہ رکھنے کو تیار ہیں؟ حالانکہ ملا علی قاری، علامہ حقی سے کئی زیادہ درجے مستند عالم ہیں۔ اسی طرح ہماری تفسیروں میں ہے:

بلَغَنَا انَّهَا قَالَتْ لِزَوْجِهَا: صَدَّقْتَهُ وَكَذَّبْتَنِي وَفَضَحْتَنِي فِي الْمَدِينَةِ فَانَا غَيْرُ سَاعِيَةٍ فِي رِضَاكَ إِنْ لَمْ تَسْجُنْ يُوسُفَ وَتُسَمِّعْ بِهِ وَتَعْذُرْنِي فَأَمَرَ بِيُوسُفَ يُحْمَلُ عَلَى حِمَارٍ ثُمَّ ضُرِبَ بِالطَّبْلِ: هَذَا يُوسُفُ الْعِبْرَانِيُّ ارَادَ سَيِّدَتَهُ عَلَى نَفْسِهَا فَطُوِّفَ بِهِ اسْوَاقَ مِصْرَ كُلَّهَا

(تفسیر القرآن العزیز، ج 2، ص 325، سورہ یوسف، آیت 36، لا بوعبد اللہ محمد بن عبد اللہ

بن عیسی بن محمد المعروف بابن ابی زمنین المالکی المتوفی: 399ھ، وتفسیر کبیر)

یہ صرف بطور نمونہ تین مثالیں ذکر کی ہیں اگر کسی سطحی ذہن کے گمراہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو اس حوالے سے حوالہ جات کا میرے پاس ایک ڈھیر ہے۔ کیا اہل بدعت جرأت کریں گے ان بے سرو پا روایات کو اپنے عقائد کی اساس بنانے کا؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو اس کا کیا جواب ہے؟ یہی کہ مردود علی قائلہ ہے۔ پس یہی جواب آپ کی طرف سے روح البیان اور اس کے مثل کتب سے رطب و یابس پیش کرنے پر ہماری طرف سے ہوگا۔

روح البیان کے متعلق بدعتی مفتی کا نظریہ

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کے جانشین جناب مفتی اقتدار خان نعیمی لکھتے ہیں:

"تفسیر روح البیان کے مصنف نے اندھا بن کر اس کو نقل کر دیا اور تفسیر روح البیان میں اس طرح کی جھوٹی روایتیں اور جاہلانہ باتوں کی بھرمار ہے محدث پاکستان لائلپوری فرمایا کرتے تھے کہ تفسیر روح البیان کی باتوں کی تصدیق جب تک دوسری کتب معتبرہ سے نہ ہو جائے اس کی بات ماننے کے قابل نہیں ہوتیں اہل علم حضرات فرماتے ہیں چار حضرات کی باتیں قابل تحقیق ہیں اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں (۱) شاہ ولی اللہ صاحب (۲) شاہ عبدالعزیز صاحب (۳) خواجہ حسن نظامی (۴) تفسیر روح البیان۔ یہ کبھی وہابیوں کی تائید میں کبھی شیعوں کی تائید میں کبھی اہل سنت کے ساتھ"۔

(تنقیدات، ص 71، 72)

اس کے بعد نعیمی صاحب نے اسی روح البیان کی ایک بے سرو پا روایت پر زبردست گرفت کی ہے اور اسے کفر تک کہا ہے وہ صفحات پڑھنے کے لائق ہیں ہم طوالت کے خوف سے یہاں نقل نہیں کر رہے ہیں۔

تفاسیر کے متعلق خان صاحب بریلوی کا اہم اصول وتبصرہ

نواب احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول کرنا ضروری ہو اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی موید ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا''۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج 28، ص 532)

آگے امام سیوطی رحمہ اللہ کا قول الاتقان سے نقل کرتے ہیں:

''پھر تفسیر میں بہت سے لوگوں نے کتابیں تصنیف کیں تو انہوں نے سندوں کو مختصر کر دیا اور نا تمام اقوال نقل کئے تو اس وجہ سے دخیل گھسا اور صحیح وغیر صحیح محفوظ ہو گئے پھر ہر شخص جس کے دل میں کوئی بات آئی اس کو ذکر کرنے لگا، اور جس کے فکر میں جو خطرہ گزرا وہ اس پر اعتماد کرنے لگا، پھر اس کے بعد جو آتا رہا وہ اس کے یہ خیالات نقل کرتا رہا اس گمان میں کہ اس کی کوئی اصل ہے، سلف صالحین اور ان لوگوں سے جو تفسیروں میں مرجع ہیں، اور جو وارد ہوا اس کی تحقیق کی طرف توجہ نہ کی ۔۔۔۔اور مقاصد، برہان اور اتقان وغیرہ میں امام اجل احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا تین کتابوں کی کوئی اصل نہیں، کتب سیر، غزوات، و تفسیر۔ میں کہتا ہوں اگرچہ یہ بات اپنے اطلاق پر جاری نہیں جیسا کہ واقعہ اس کا گواہ ہے مگر یہ بات یقینی ہے کہ امام احمد نے یہ بات نہ کہی جب تک ان کتابوں میں صحیح وسقیم کے خلط کا غلبہ نہ دیکھ لیا جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ تو ان کے زمانہ میں تھا تو ان کے بعد کیسی حالت ہوئی ہوگی''۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج 28، ص 536 تا 538)

آگے مزید لکھتے ہیں:

''میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی

رائج تفسیروں کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرفہ حدیث سے قریب ہے،، بہت ضعیف وشاذ اور منکر وواہی روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے کہ اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف وجرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی، اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان ان کے ساتھ کیسا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھ جن کیلئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے پر چلے جو بلاکتوں کی طرف کھینچ کر لے جائیں تو انہوں نے قرآن کریم کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کر دیں جن سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں پھینکتے ہیں، اس لئے انبیا کرام وملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے ان کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہو جاتی ہے یا زائل ہو جاتی ہے"۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج 28، ص 541)

پھر ان تفاسیر، سیرت ومغازی کے عیوب وکوتاہیوں کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''یہی سبب تھا کہ سیوطی اس درجہ عاجز ہوئے کہ تمام تفسیروں سے بیزاری فرمائی اور صرف تفسیر ابن جریر کی رہنمائی پر بس کیا جیسا کہ اس کی حکایت گزری''۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج 28، ص 544)

تفاسیر پر خان صاحب کا یہ تبصرہ اس قدر واضح ہے کہ ہمیں مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اس تفصیل کی روشنی میں روح البیان وغیرہ کی حیثیت کا تعین ہر سمجھدار آدمی کر سکتا ہے۔

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کی تجویز

اس تفصیل کے بعد اب مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب کی تجویز پر بھی غور کریں:

''اتحادِ امت کے چار نکات

نکتہ نمبر ا۔ پاکستان کی تمام جماعتیں شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ ،شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے افکار و نظریات پر اصولاً متفق ہیں۔ لہذا ہم اپنے تمام متنازعہ فیہ امور ان کے عقائد و نظریات کی روشنی میں حل کریں''۔

(اتحاد بین المسلمین ص 113)

خدا جانے کہ نیازی صاحب کی ''تمام جماعتوں'' سے کونسی 'جماعتیں' مراد ہیں، کیونکہ ان تین شخصیات سے تو خود بدعتی حلقہ متفق نہیں۔ اوپر مفتی اقتدار خان نعیمی صاحب کا حوالہ گزر چکا کہ بریلوی محدث اعظم پاکستان سردار احمد گورداسپوری کہتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کی باتوں پر تو اعتماد ہی نہیں کرنا۔

ہم سمجھتے ہیں کہ مخصوص شخصیات کو ان امور میں فیصل، حاکم و ثالث بنانا ہی غلط ہے۔ کیونکہ خود خان صاحب بشمول اکابر بریلویہ کا حوالہ گزر چکا کہ کوئی انسان ایسا نہیں جس سے بھول، چوک و غلطی نہ ہوئی ہو۔ خود خان صاحب نے چودہ سو سال کے اسلاف سے اختلاف کیا کہ کوئی ایسا شخص ملتا ہی نہیں جس سے خان صاحب کلی اتفاق کر سکیں، تو گویا یہ سارے اسلاف خان صاحب کے مقابل و فریق ہو گئے اور فریق کبھی فیصل نہیں ہو سکتا۔

فیصلہ قرآن و حدیث کی تعلیمات جمہور امت کی آراء کی روشنی میں ہونا چاہئے۔ ان شخصیات سے تو خود بدعتی مطمئن نہیں مثلاً مولانا محبوب رضوی صاحب کا پورا مقالہ میرے پاس موجود ہے جس میں وہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتب کو تحریف شدہ قرار دیتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے اختلاف پر پورا ایک مضمون میری کتاب ''نواب احمد رضا خان بریلوی حیات، خدمات و کارنامے'' میں موجود ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کا نظریہ جب وما اھل بہ لغیر اللہ کی تشریح میں علمائے دیوبند کے موافق ہوا تو مفتی احمد یار گجراتی صاحب فوراً سیخ پا ہو کر لکھتے ہیں:

"یہ اعتراض شاہ عبدالعزیز صاحب قدس سرہ کا ہے وہ مسئلہ میں سخت غلطی فرما گئے"۔

(جاء الحق ص 368)

مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ ان تین کا نام تو موصوف لیتے ہیں آخر شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے کیا قصور کیا؟ کیا ان کے نظریات سے آپ متفق نہیں؟ کیا یہ ہندوستانی نہیں؟ تو ان کو ثالثی پینل میں شمار نہ کرنے کی وجہ کیا ہوئی؟ محض اس لئے کہ ان کی مکتوبات اور ارشاد الطالبین خرمن بدعت پر بجلی بن کر گری ہیں؟۔

مولانا فیض احمد اویسی صاحب "علم المناظرہ" میں گلہ کرتے ہیں کہ نیازی صاحب کی اس تجویز کو دیوبندی قبول نہیں کرتے۔ بھائی آپ اتحاد بھی چاہتے ہو اور اپنی مرضی کا چاہتے ہو۔ پہلے ان اکابر کی آراء سے آپ خود تو اتفاق کرلو۔ کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی "تفہیمات الٰہیہ" آپ کو قبول ہے؟ اسے ثالث بناتے ہو؟

اللہ کے بندو! آپ بھی خود کو ماتریدی اور حنفی کہتے ہو اور الحمدللہ ہم بھی۔ ماتریدیہ اشاعرہ کی کتب عقائد دنیا بھر میں موجود ہیں، حنفی فقہ کی کتب دنیا بھر میں موجود ہیں۔ آیئے!! عقائد کے مسائل ماتریدیہ اشاعرہ کی کتب عقائد سے حل کرتے ہیں اور فروع کے مسائل فقہ حنفی سے اصول افتاء کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ دیدہ باید۔

میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اہل بدعت مرتے مرتے مرجائیں گے لیکن عقیدہ کی کسی کتاب سے اپنا "علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر، مختار کل" پر عقیدہ نہیں دکھا سکتے۔ مرتے مرتے مرجائیں گے لیکن فقہ حنفی کی کتب سے اصول افتاء کی روشنی میں مروجہ جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، تیجہ چالیسواں وغیرہ جملہ خرافات نہیں دکھا سکتے۔ فھل من مبارز۔

ہمارے علماء کے اقوال

کن اصولوں کے تحت پیش کئے جاسکتے ہیں

اگر اہل بدعت نے ہم پر بطور الزام ہمارے علماء کی عبارات و اقوال کو پیش کرنا ہے تو اپنے مندرجہ ذیل اصولوں کا پاس رکھنا ہوگا:

شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں سے نہیں تھے، سیاسی نظریات میں ان کی سوچ منفرد اور علیحدہ مزاج تھا، سیاسی خیالات میں جمہور علماء اہل سنت نے ان کی کبھی تائید نہیں کی اس لئے ان کے اقوال جو جمہور اہل سنت پر حجت قرار نہیں دیا جاسکتا''

(مقالات سعیدی ص 268)

ایک بدعتی لکھتا ہے:

''ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے''۔

(کشف القناع ص 205)

لہذا اول تو ثابت کرنا ہوگا کہ ہمارا یہ عالم صف اول کا بزرگ ہے ان سے مسلک کا تشخص قائم ہے ثانیا یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ اس کا یہ موقف ہمارے جمہور اکابر کے موقف کے مطابق ہے اگر ایسا نہ ہو تو ہم پر اس عالم کا قول و فعل حجت نہ ہوگا۔

اہل بدعت کے اشرف العلماء حجۃ الاسلام و غزالی اشرف سیالوی کہتا ہے:

''ہر ایک کے کچھ تفردات ہوتے ہیں وہ متبحر عالم ہیں اختلاف رائے ہوتا رہتا ہے''۔

(مجلہ حجت الاسلام ص 121)

لہذا یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ یہ بات اس عالم کا ذاتی تفرد نہیں۔

ایک بدعتی لکھتا ہے:

"دیوبندی موصوف کا دعوی اکابرین دیوبند کے فتووں کا ہے مگر دیوبندی موصوف اس معاملہ میں دورحاضر و ماضی قریب کے دیوبندی مولویوں کو گھسیٹ لائے"۔

(کشف القناع ص 269)

لہذا ہمارا جو عالم پیش کیا جارہا ہے وہ دورحاضر یا ماضی قریب کا کوئی مولوی نہ ہو۔

عباراتِ اکابر پر گفتگو کے اصول

عباراتِ اکابر پر گفتگو کے اصول

قارئین کرام! یہ بات یاد رکھیں کہ اہل بدعت کے ساتھ ہمارا اختلاف تین طرح سے ہے:

(۱) عقائد کا اختلاف

(۲) سنت و بدعت کا اختلاف

(۳) عبارات کا اختلاف

عقائد کا اختلاف مثلاً" علم غیب، حاضر و ناظر، نور و بشر مختار کل، ندائے غائبانہ، خلف وعید" ان میں سے بعض عقائد کفریہ و شرکیہ ہیں اور بعض کا منکر اہل سنت سے خارج ہے۔

سنت و بدعت کا اختلاف جیسے" تیجہ، چالیسواں، اذان سے پہلے صلوۃ سلام کو ضروری سمجھنا، نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا کو ضروری سمجھنا، مروجہ حیلہ اسقاط" وغیرہ جملہ بدعات۔

عبارات میں" چار عبارات" کے متعلق ان کا دعوی ہے کہ یہ کفریہ ہیں اور ان عبارات کے حاملین ایسے کافر ہیں کہ ان کو مسلمان سمجھنے والا بھی معاذ اللہ کافر ہے۔ جبکہ ہماری طرف سے بھی بعض عبارات پیش کی جاتی ہیں۔

اصولی اختلاف کس میں ہے؟

ان تین عنوانات پر ہمارا اصولی اختلاف ان میں سے پہلے عنوان یعنی" عقیدہ" کے عنوان پر ہے۔ دوسرے نمبر پر" سنت و بدعت" اور تیسرے پر" عبارات"۔ عبارات پر ہمارا ان سے اصولی اختلاف نہیں یہ تو ان لوگوں نے محض ڈھونگ رچایا ہوا ہے اپنے گمراہانہ عقائد پر پردہ ڈالنے کیلئے۔ لہذا ان سے جب بھی گفتگو ہو موضوع عقائد ہی کو رکھیں۔ اس لئے کہ عقائد کا تعلق ذات سے ہے جبکہ عبارات کا تعلق صفات سے ذات صفات پر مقدم ہوتی ہے بالطبع لہذا بالوضع بھی مقدم رکھیں گے۔

لیکن بالفرض عبارات پر ہی گفتگو کرنی پڑے تو اس کیلئے بھی بندہ یہاں چند اصول نقل کر دیتا ہے۔

(بحث نمبر ۱)

چند عمومی سوالات کے جوابات

سوال آخر ہم اکابر کا دفاع کیوں کرتے ہیں؟

عَنْ جَابِرٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا لَعَنَ آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا فَمَنْ كَانَ عِنْدَهُ عِلْمٌ فَلْيُظْهِرْهُ فَإِنَّ كَاتِمَ الْعِلْمِ يَوْمَئِذٍ كَكَاتِمِ مَا أُنْزِلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(المعجم الاوسط للطبرانی ج 1 ص 136 رقم الحديث 430 السنن الواردة فی الفتن و غوائلها والساعة و اشراطها لعثمان بن سعيد بن عثمان ج 3 ص 626 رقم الحديث 287 الشريعة للآجری تبيين الكذب المفتری 122)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب اس امت کے بعد والے لوگ پہلوں پر لعن طعن کریں تو جس کے پاس علم ہو (کہ وہ ان الزام تراشیوں کا دفاع کرسکے) تو اسے چاہئے کہ اپنا علم ظاہر کرے (بصورت دیگر) اس موقع پر اپنے علم کو چھپانے والا اس شخص کی طرح ہے جو اس چیز کو چھپاتا ہے جو محمد مصطفی ﷺ پر نازل ہوئی۔

اس حدیث میں ان لوگوں کیلئے شدید وعید ہے جو باوجود علم رکھنے کے سلف کے مخالفین کو جواب نہیں دیتے اور اسے فرقہ واریت سے تعبیر کرتے ہیں۔ الحمد للہ اکابر و اساتذہ کے بھروسے پر ہم کہتے ہیں کہ اللہ پاک کے فضل سے ہم میں اتنی صلاحیت ہے کہ باطل پرستوں کے دانت کھٹے کرسکیں اس لئے اس حدیث کی روشنی میں جہاں بھی اسلاف امت پر طعنہ و تشنیع ہوگی وہاں جواب دینا ہم اپنا فرض سمجھیں گے۔

سوال آخر یہ فتوے کیوں لگے؟

بہت سے لوگ آپ سے سوال کریں گے کہ آخر علمائے اہل السنۃ والجماعۃ احناف پر ہی یہ فتوے کیوں لگے؟ آخر انہوں نے بھی تو معاذ اللہ کچھ کیا ہوگا؟ ایسے تو کوئی پاگل نہیں کہ خواہ مخواہ مستند علماء و مشائخ پر کفر جیسے سنگین الزام وفتوے لگا دے؟

(۱) اس کے جواب میں عرض ہے کہ علمائے اہل سنت دیوبند اہل سنت کا وہ پہلا طبقہ نہیں جس پر مخالفین کی طرف سے اس قسم کے سوقیانہ وکفریہ الزامات لگائے گئے ہیں۔ عقیدہ کے پہلے امام امام ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ پر ابوالحسن بن علی بن ابراہیم بن یزداد بن ہرمز الاھوازی نے ایک کتاب "مثالب ابن ابی بشر" لکھی اور اس کتاب میں امام اشعری رحمہ اللہ کو: معاذ اللہ

(۱) گمراہ

(۲) زندیق

(۳) منافق کہ انہوں نے صرف زبان سے اعتزال سے توبہ کی ہے دل سے اب بھی معتزلی ہیں معاذ اللہ۔

(۴) لوگوں کو دکھانے کیلئے نماز پڑھتے ہیں اصل میں نماز کے چور ہیں۔

(۵) یہود النسل ہیں۔ معاذ اللہ

(۶) ملحد ہیں۔

(۷) مناظرے سے فرار ہونے والا قلیل العلم ہے۔

(۸) اللہ کی رحمت سے مایوس ولعنت کا مستحق قرار دیا۔

معاذ اللہ۔ (یاد رہے کہ کم وبیش یہی الزامات قریب دور کے ثانی اھوذی جناب نواب احمد رضا خان بریلوی نے علمائے اہل سنت پر لگائے ہیں) انکی اس کتاب سے ایک طوفان برپا ہوگیا بالآخر حافظ الدین والدنیا امام ابن عساکرؒ (متوفی ۵۷۱) میدان عمل میں آئے اور "تبیین الکذب المفتری فیما نسب الی الامام الاشعری" جیسی مایہ ناز کتاب لکھی۔

(۲) امام طبری رحمہ اللہ کی امامت کی دنیا معترف ہے لیکن ان کے بارے میں مورخ ابن اثیر الجزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ دَخَلَتْ سَنَةَ عَشر و ثلاثِ مِئَةٍ و فی ھذہ السنۃِ تُوُفِّیَ محمدُبنُ جریر الطبریُّ صاحبُ تاریخ ببغداد و مولدُہٗ سنۃَ اربع و عشرین و دُفن لیلاً بدارہ لان العامَّۃَ اجتَمَعَتْ و مَنَعَتْ دَفنَہ نہاراً و ادَّعَوا علیہ الرِفْضَ وَالاِلحَادَ وَکَانَ عَلِیُّ بنُ عیسی یَقُول واللہِ لَوْسُئِلَ ھولآء عن مَعْنِ الرفضِ والالحادِ مَاعَرَفُوْہُ وَلَافَھِمُوْہُ

(الکامل فی التاریخ. ج 6 ص 679)

(خلاصہ) اس سال محمد بن جریر طبری فوت ہوئے ان کو ان کے گھر ہی پر رات کے وقت دفن کیا گیا کیونکہ عام لوگوں نے جمع ہو کر مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن کرنے سے منع کر دیا تھا کہ معاذ اللہ یہ آدمی رافضی و ملحد ہے۔ حضرت علی بن عیسی فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اگر ان الزام تراشیاں کرنے والوں سے رفض و الحاد کا معنی پوچھ لیا جائے تو اس کی تعریف تک نہیں آتی (اور اتنے جلیل القدر امام پر یہ الزام لگاتے ہوئے نہیں شرماتے۔ یہی حال آج کم و بیش جماعت رضائیہ کا ہے کہ اگر ان سے ''گستاخی'' کی تعریف پوچھ لی جائے تو وہ تک بتلانے سے قاصر ہیں لیکن اپنے ہر مخالف کو گستاخ رسول ﷺ ثابت کرنے کو عین دین و اسلام بنایا ہوا ہے)

(۳) امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۳) نے ابن العربی رحمہ اللہ کے دفاع کے حوالے سے اس پر بڑی تفصیل سے کلام کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے مرض الوفات میں ملحدین نے ان کے تکیہ کے نیچے انہی کے متعلق گمراہ کن عقائد لکھ کر رکھ دئے اگر ان کے طلباء کو امام صاحب کے عقائد کا تفصیلی تعارف نہ ہوتا تو ان اوراق کی وجہ سے ایک خلق کثیر گمراہ ہو جاتی۔

فرماتے ہیں شیخ الاسلام مجد الدین فیروز آبادی صاحب القاموس ان کی طرف ایک کتاب منسوب کی گئی جو امام ابو حنیفہ کے رد میں تھی اور اس کتاب میں امام صاحب پر کفر کے فتوے لگائے گئے تھے جب ابو بکر الخیاط الیمنی کو اس کا پتہ چلا تو انہیں خط لکھا کہ آپ کو شرم نہیں آتی اتنے بڑے امام کے خلاف اتنی رکیک کتاب لکھی تو انہوں نے جواب میں لکھا واللہ یہ مجھ پر جھوٹ ہے یہ کتاب

جہاں ملے جلادو یہ میری کتاب نہیں۔

اسی طرح امام غزالی کی احیاء علوم الدین میں تحریف کی گئی خوش قسمتی سے قاضی عیاض کو اس نسخے کا پتہ چل گیا اور اسے جلانے کا حکم دیا۔

آگے فرماتے ہیں کہ ان کم بختوں نے یہی کام میرے ساتھ کیا میری کتاب "البحر المورود" میں گمراہ کن عقائد داخل کر کے اس کتاب کو میری طرف منسوب کر کے مکہ و مصر کے علاقوں میں تین سال تک پھیلاتے رہے۔ میں نے اپنی کتاب میں ان عقائد سے برات کا اعلان کیا اور اپنی کتاب کو وقت کے جید علماء کی طرف تقاریظ کیلئے بھیجا سب نے میری تائید کی جس کے بعد بعض حاسدین نے یہ مشہور کر دیا کہ مصر کے علماء نے اپنی تائیدات سے رجوع کر لیا جس کے بعد میں نے دوبارہ ان علماء کی طرف اپنی کتاب بھیجی اور سب نے زور وشور سے میری تائید کی۔

(ملاحظہ ہو الیواقیت والجواہر، ج 1، ص 23)

یہی کام خان صاحب بریلوی نے کیئے فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف ایک جعلی فتوی منسوب کیا علمائے دیوبند سو سال سے کہتے کہتے تھک گئے کہ یہ فتوی جعلی ہے اس کا ثبوت دو مگر مجال ہو جو شرم وحیاء آئے اور اس جھوٹ کو تسلیم کریں۔

مزید لکھتے ہیں:

"سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالی عنہ جیسے صحابی جو یکے از عشرہ مبشرہ تھے کہ بارے میں کوفہ کے بعض جاہل لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کو شکایت کی کہ نماز صحیح طرح نہیں پڑھتے معاذ اللہ۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالی عنہ پر کھولتا ہوا پانی نماز کے دوران ڈالا گیا کہ یہ ریا کاری کیلئے نماز پڑھتے ہیں (معاذ اللہ) جب نماز ختم کی تو لوگوں سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ تو اس ظلم کے بارے میں بتلایا گیا تو فرمایا حسبنا اللہ و نعم الوکیل اور ایک زمانے تک ان کو سر اور چہرے پر اس سے تکلیف ہوتی رہی۔

ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ کو سات دفعہ علماء کی ہی ایک جماعت کے کہنے پر بسطام سے نکالا گیا۔ ذو

النون مصری رحمہ اللہ کو بغداد میں ہتھکڑیوں سے جکڑ کر لایا گیا اور ایک پوری جماعت ان کے ساتھ یہ گواہی دینے آئی کہ یہ معاذ اللہ زندیق ہو چکا ہے۔

سہل بن عبد اللہ تستری رحمہ اللہ کو شہر سے نکالا گیا اور وہ بیچارہ بصرہ دوڑے یہ الزام لگا کر کہ اس کے عقائد کفریہ ہیں۔ اور وہ اس امامت و مقام و مرتبہ کے باوجود دوبارہ اپنے شہر کی طرف نہ لوٹ سکے اور بصرہ ہی میں فوت ہوئے۔

اسی طرح جنید بغدادی رحمہ اللہ پر توحید پر گفتگو کرنے کی وجہ سے کئی دفعہ کفر کے فتوے لگائے گئے۔

محمد بن فضل رحمہ اللہ کو صرف اس لئے شہر سے نکالا گیا کہ وہ صفات باری تعالیٰ پر مشتمل آیات میں تاویل کے قائل نہ تھے تو جب لوگوں نے ان کو نکالنا چاہا تو کہا کہ میں اس وقت تک شہر سے نہیں نکلوں گا جب تک تم میرے گلے میں ایک رسہ نہ ڈال دو اور بازار میں یہ منادی کر دو کہ یہ ایک بدعتی ہے تو ان بدبختوں نے ایسا ہی کیا۔ جس پر شیخ محمد بن فضل البلخی رحمہ اللہ نے ان کو بددعا دی: اے اہل بلخ تمہارے دلوں سے اللہ نے معرفت کا نور نکال دیا" اسی لئے مشائخ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بلخ سے کبھی کوئی صوفی نہیں پیدا ہوا۔

اسی طرح باوجود امام شبلی رحمہ اللہ کی وسعت علمی وطول مجاہدات کئی دفعہ کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ اسی طرح ابو بکر نابلسی رحمہ اللہ کی شکایت کی گئی سلطان کے سامنے کہ یہ زندیق ہو چکا ہے اور سلطان وقت نے ان کو سلاخوں سے داغنے کا حکم دیا۔

شیخ نسیمی رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ ان کے مخالفین نے نقل کفر کفر نہ باشد حلب میں ایک کاغذ پر قل ھو اللہ احد لکھی اور موچی کے پاس گئے کہ یہ محبت کا تعویذ ہے اسے چپل میں سے دیں ہم نے محبوب کو پہنانا ہے موچی نے ایسا ہی کر دیا اس کے بعد نسیمی کے پاس جوتا لائے اور کہا یہ ہماری طرف سے ہدیہ اسے پہن لیجئے اس بیچارے کو کیا علم تھا پہن لیا اور فوراً حلب کے نائب امیر کے پاس گئے کہ ہمیں صحیح سند کے ساتھ یہ بات پہنچی کہ شیخ ایک ایسا جوتا پہنتا ہے کہ جس کے اندر قل ھو اللہ احد لکھی گئی ہے اگر آپ کو ہم پر یقین نہیں تو ہمارے ساتھ اپنے کارندے بھیج دیں۔ امیر کے کارندے فوراً روانہ ہوئے اور جب شیخ کو پکڑ کر ان کا جوتا کھولا گیا تو ایسا ہی تھا جیسا کہا گیا۔ اس پر

بیچارے نسیمی خاموش رہے کہ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ اب موت یقینی ہے۔

اندازہ لگائیں کہ جب مخالفین کسی کی مخالفت میں اس حد تک گر سکتے ہیں تو خان صاحب نے اگر جعلی فتوی منسوب کر دیا یا عبارات کو آگے پیچھے کر کے کفر بنا دیا تو کونسے تعجب کی بات ہے؟

اسی طرح شیخ ابو مدین رحمہ اللہ، شیخ ابوالحسن شاذلی رحمہ اللہ پر زندیقیت کا الزام لگایا گیا اور انہیں شہر بدر کیا گیا۔ شیخ عز بن عبد السلام رحمہ اللہ پر کفر کا فتوی لگایا گیا یہاں تک کہ ان کو ایک مجلس کرنی پڑی جس میں اپنی صفائی دی جس کے بعد سلطان اس کا معتقد ہوا۔

بلکہ شیخ تاج الدین سبکی شافعی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر امام پر کفر کا فتوی لگایا گیا اور ان کے خلاف لوگ کھڑے کئے گئے جنہوں نے یہ گواہی دی کہ یہ زنا و لواطت کو جائز سمجھتا ہے شراب کو حلال کہتا ہے اور رات کے وقت زنار باندھتا ہے۔ جس کے بعد انہیں گرفتار کر کے شام سے مصر لایا گیا شیخ جمال الدین اسنوی نے ان کے قتل کا فتوی دیا جس کے بعد کچھ شیوخ کھڑے ہوئے اور انہیں اس عذاب سے بچایا۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الیواقیت والجواھر ص 33 تا 36)

اگر اتنے بڑے شیخ پر اتنے سنگین الزام لگ سکتے ہیں تو خان صاحب نے اگر علمائے دیوبند پر یہ الزام لگا دیا کہ معاذ اللہ، اللہ کو بالفعل کذاب کہتے ہیں، ختم نبوت کے منکر ہیں نبی کے علم کو جانوروں کے علم کے برابر سمجھتے ہیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔

قصہ مختصر یہ مذموم حرکتیں ہر دور میں اہل حق کے ساتھ باطل نے کی ہیں کہ جن کفریہ عقائد سے وہ خود بیزار، ساری عمر ان عقائد کا رد کرتے رہے وہی چیزیں ان کی طرف منسوب کر دیں۔ خان صاحب کی طرف سے ہمارے اکابر کے ساتھ یہ حرکت تو ہمارے اکابر کے حق ہونے کی دلیل ہے۔

(۴) اسی طرح شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے غلط فہمی کی وجہ سے کفر کا فتوی لگایا حضرت مجدد الف ثانیؒ پر۔

کیا عالم دین سے غلطی محال ہے؟

کیا عالم دین کسی کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہو سکتا؟

اگر چہ ہم خان صاحب بریلوی کو ایک جھوٹا، بدعتی و گمراہ اور دشمن اہل سنت سمجھتے ہیں۔لیکن یہاں ہم گفتگو ان حضرات کیلئے کریں گے جو خان صاحب کے معتقد ہیں۔ان سے جب یہ کہا جاتا ہے کہ خان صاحب نے یہ سب ضد و تعصب میں کیا تو فوراً اچھل پڑتے ہیں کہ اتنا بڑا عالم ان سے غلطی وہ بھی ضد و تعصب کی بنیاد پر کیسے ہو سکتی ہے؟

اس کا الزامی جواب تو یہ ہے کہ جن علماء کو تم کافر کہتے ہو وہ بھی تو وقت کے جلیل القدر ائمہ تھے اگر ان سے معاذ اللہ کفر و ضروریات دین کا انکار ہو سکتا ہے تو کیا خان صاحب بریلوی سے محض کذب، ضد، تعصب، غلط فہمی کا صدور نہیں ہو سکتا؟

لیکن چلیں ہم آپ کی مان لیتے ہیں میرے منہ میں خاک کہ خان صاحب ایک دیانت دار خدا ترس عالم دین تھے لیکن اس سب کے باوجود بھی کسی دوسرے عالم بلکہ جلیل القدر عالم کے بارے میں غلط فہمی ہو سکتی ہے۔چند حوالے ملاحظہ ہوں:

(١) قَالَ عَبْدُ اللهِ بنُ الْمُبَارَك قَدِمْتُ الشَّامَ عَلَى الْاَوْزَاعِيْ فَرَاَيْتُهُ بِبَيْرُوْتَ فَقَالَ لِی يَا خُرَاسَانِیْ مَنْ هٰذَا الْمُبْتَدِعُ الَّذِیْ خَرَجَ بِالْكُوْفَةِ يُكْنٰی ابا حَنِيْفَةَ فَرَجَعْتُ اِلٰی بَيْتِیْ فَاَقْبَلْتُ عَلٰی كُتُبِ اَبی حنيفة فَاَخْرَجْتُ منها مَسَائِلَ مِنْ جِيَاد المسائل وَبَقِيْتُ فی ذالک ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ فَجِئْتُ يَوْمَ الثَّالِثَةِ وهو موذنُ مَسْجِدِهِم وِاِمَامُهُم وَالْكِتَابُ فِیْ يَدِیْ فقال اىُّ شیئ فی الكتاب فناولتُهُ فنظر فی مسالة منها فمازال قائما بعد ما اَذَّنَ حتی قَرَا قَدْراً مِنَ الْكِتَابِ ثم وَضَعَ الكتاب فی كمِّه ثم قَامَ وَ صَلّٰی ثُمَّ اَخرَجَ الكِتَابَ حَتّٰی اَتَی عليهاثم قَالَ لِیْ يَا خُرَاسَانی مَنِ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ هٰذَا شيخ لَقِيْتُهُ بالعِرَاقِ فقال هذا نَبِيل مِنَ الْمَشَايِخ اِذْهَبْ فَاسْتَكْثِرْ منه قُلْتُ هذا ابو حنيفة الذی نَهَيتَ عنه

وَلَمَّا اجْتَمَعَا بِمَكَّۃَ جَارَاہُ فِی تلک الْمَسَائِلِ فَکَشَفَهَا لَہٗ ابو حنیفۃ بِاکثر مما کَتَبَهَا عَنْہُ ابنُ المبارک وَلَمَّا افتَرَقَا قَالَ الْاَوزَاعی لِابنِ المبارک غَطِبتُ الرَّجُلَ بِکَثْرَۃِ عِلْمِہٖ وَفَوْرِ عَقْلِہٖ وَاَستَغفِرُ اللہَ تعالی لقد کُنتُ فی غلَط ظاهرٍ اِلْزِم الرجلَ فانہ بخلاف ما بَلَغَنِیْ عنہ

(تبییض الصحیفۃ ص 165)

عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ شام گیا اور امام اوزاعی سے بیروت میں ملا تو انہوں نے مجھے فرمایا اے خراسانی یہ کوفہ میں کون بدعتی آیا ہوا ہے جسے ابوحنیفہ کہا جاتا ہے؟ میں نے کوئی جواب نہ دیا اور گھر کی طرف لوٹ آیا۔ امام ابوحنیفہ کی کتب کا مطالعہ شروع کیا اور امام صاحب کے بیان کردہ سب سے عمدہ مسائل میں سے چند مسائل کا انتخاب کیا تین دن تک اسی تگ و دو میں رہا اس کے بعد امام اوزاعی سے پھر ملنے گیا وہ ان دنوں موذن و امام تھے مسائل امام ابی حنیفہ پر مشتمل کتاب میرے ہاتھ میں تھی اس کو دیکھ کر فرمایا اس کتاب میں کیا ہے؟ میں نے وہ کتاب ان کے آگے بڑھائی انہوں نے اس میں سے چند مسائل دیکھے اذان کے بعد بھی کچھ دیر تک اس کو پڑھتے رہے اس کے بعد کتاب کو جیب میں رکھا لوگوں کو نماز پڑھائی پھر نماز کے بعد دوبارہ کتاب نکالی یہاں تک کہ پوری پڑھ لی پھر مجھ سے کہا اے خراسانی یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟ جس سے تو عراق میں ملا؟ اس کے پاس جا اور ان سے خوب استفادہ کر میں نے کہا یہ وہی ابو حنیفہ ہیں جن کے پاس جانے سے آپ نے مجھے منع کیا ہوا تھا۔

پھر جب امام اوزاعی و امام ابوحنیفہ مکہ میں ملے تو ان سے امام اوزاعی نے کچھ مسائل میں گفتگو کی تو انہوں نے ان مسائل سے بھی زیادہ مسائل ان کے سامنے بیان کئے جو امام عبد اللہ ابن مبارک نے بیان کئے تھے جب امام اوزاعی ان سے جدا ہوئے تو امام عبد اللہ بن مبارک کو فرمایا کہ یہ شخص اپنے علم و کمال عقل سے مجھ پر غالب آگیا میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں اس کے بارے میں میں غلط فہمی میں مبتلا تھا اس کی مجلس کو لازم پکڑ بلاشبہ ان کے

بارے میں مجھے غلط خبریں پہنچی تھیں ۔

اب دیکھیں امام اوزاعی جیسا محدث بھی امام ابو حنیفہ جیسے جلیل القدر فقیہ کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا تھا اور انہیں معاذ اللہ بدعتی تک کہہ دیا تھا ۔

(۲) شیخ محمد زاھد الکوثری (المتوفی ۱۳۷۱ھ) نے اپنی کتاب میں "اخبار ابی حنیفہ واصحابہ" کے حوالے سے لکھا ہے کہ عیسی بن ابان احناف کے بارے میں اچھی رائے نہیں رکھتے تھے ایک دن ان سے کہا گیا کہ چلیں امام محمد کی مجلس میں چلتے ہیں تو فرمایا کہ یہ لوگ حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اس لئے میں نہیں جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک دن انہوں نے ہمارے ساتھ صبح کی نماز پڑھی اور اسی دن امام محمد کا درس بھی تھا راوی کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ رہا اور کسی طرح امام محمد کی مجلس میں ان کو بٹھا دیا جب امام محمد درس سے فارغ ہوئے میں نے ان کو قریب کیا اور امام محمد کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ ہم حدیث رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں ،امام محمد نے جواب دیا کہ اے میرے بیٹے کونسی حدیث آپ نے دیکھی جس کی ہم نے مخالفت کی؟ جب تک ہم سے خود نہ سن لو اس قسم کی باتیں ہمارے بارے میں مت کہو۔ تو عیسی بن ابان نے اس دن احادیث کے پچیس ابواب کے بارے میں سوال کیا اور امام محمد نے ان سب کے جواب دئے اور بتایا کہ جو احادیث آپ پیش کر رہے ہیں وہ منسوخ ہیں یا موول ہیں یا مرجوح ہیں اور دلائل وشواھد اس پہ پیش کئے ۔ جب ہم امام محمد کی مجلس سے لوٹے تو حضرت عیسی بن ابان نے مجھ سے کہا کہ میرے اور نور کے درمیان کے ایک پردہ حائل تھا جو اب دور ہو گیا میں نہیں سمجھتا کہ اللہ کی زمین پہ اس جیسا شخص کوئی موجود ہوگا اس کے بعد عیسی بن ابان آپ کی مجلس میں پابندی سے آتے اور آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ۔

(النکت الطریفہ ۔ج 1 ص 19)

ملاحظہ ہو حضرت محدث عیسی بن ابان رحمہ اللہ کا شمار اپنے زمانے کے کبار محدثین میں ہوتا لیکن امام محمد جو امام شافعی کے اجل اساتذہ میں سے ہیں سے کس طرح بدظنی میں مبتلا تھے؟ ۔

(۳) محمد بن یحیٰی الذہلی جو کہ امام مسلم کے استاد ہیں اپنے وقت کے امیر المومنین فی الحدیث ۔ جن کے بارے میں امام حاتم کہتے ہیں **امام اہل زمانہ** ۔ امام بخاری جب نیشا پور آئے تو محدث محمد بن یحیٰی الذہلی نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ اس آدمی کی مجلس میں جایا کرو نیک آدمی ہے ۔ تو لوگوں نے حضرت امام بخاری کی مجلس میں جانا شروع کر دیا اور ان سے احادیث لینے لگے یہاں تک کہ محمد بن یحیٰی کے حلقہ درس پر اس کا اثر ہونے لگا (یعنی ان کا حلقہ درس کم ہو گیا) جسکی وجہ سے محمد بن یحیٰی کو ان سے ایک طرح کا حسد ہو گیا اور لوگوں کو ان کی مجلس میں جانے سے منع کر دیا۔

(تاریخ بغداد، ج 2، ص 29، النجم المھتدی، ج 1، ص 119)

آپس کی یہ چپقلش اس حد تک بڑھی کہ امام بخاری پر فساد عقیدہ تک کا الزام لگا دیا گیا اور محدث محمد بن یحیٰی کو جب یہ بتلایا گیا کہ آپ کے شاگردوں میں سے ایک شخص امام مسلم اب تک امام بخاری کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے تو سختی سے اپنی مجلس میں اعلان کروا دیا کہ جو امام بخاری کی مجلس میں حاضر ہوتا ہے تو اس کیلئے ہر گز جائز نہیں کہ ہماری مجلس میں آئے ۔ امام مسلم نے جب یہ سنا تو اپنی چادر اپنے سر پر رکھتے ہوئے مجلس سے اٹھے اور گھر جا کر جو کچھ ان سے احادیث لی تھیں اور قلم بند کی تھیں وہ ایک اونٹ پر لاد کر ان کو واپس کر دیں۔

(تاریخ بغداد، ج 3، ص 106)

یہ معاملہ اس قدر شدت اختیار کر گیا کہ امام بخاری کو نیشا پور چھوڑ کر بخارا جانا پڑا۔

(تاریخ بغداد بحوالہ النجم المھتدی، ج 1، ص 120)

اندازہ لگائیں کہ محض ایک ذاتی حسد کی وجہ سے امام بخاری جیسے محدث کے متعلق وقت کے ایک دوسرے محدث نے کتنا بڑا محاذ کھڑا کر دیا تو اگر خان صاحب کسی ذاتی بغض، حسد و عناد کی وجہ سے ایسی کوئی نیچ حرکت کر دیں جس میں جھوٹ کا سہارا لیا گیا ہو عبارات کو آگے پیچھے جوڑا گیا ہو غلط مفہوم کو اخذ کیا گیا ہو تو اس میں اچنبھے کی کونسی بات ہے؟

(۴) اسی طرح حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ انہوں نے شیخ ابن العربی رحمہ اللہ جیسے ولی

اللہ کے کفر پر پوری کتاب "الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود" لکھی ہے جو الگ سے بیروت سے بھی چھپ چکی ہے اور رسائل ملاعلی قاری میں بھی ہے جو پشاور سے شائع ہو چکے ہیں۔ آخر آپ ملاعلی قاری کے اس فتوے کو کیوں نہیں مانتے؟ کہاں ہے آپ کا یہ اصول: من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر؟ ملاعلی قاری نے تو اپنی اس کتاب میں یہاں تک لکھا کہ اگر ابن العربی کافر نہیں تو یہودی و عیسائی بھی کافر نہیں معاذ اللہ یہ جہنم کے سب سے نچلے حصہ میں ہوگا۔ معاذ اللہ۔

(۵) امام مالک جیسا امام۔۔۔۔ محمد بن اسحق جیسے متبحر عالم دین کو "دجال من الدجالۃ" کہتے ہیں۔ علامہ عبدالحئی لکھنوی "الرفع والتکمیل" میں کہتے ہیں کہ یہ سب معاصرانہ چپقلش تھی۔ امام مالکؒ کی جرح کا اعتبار نہ کیا جائے۔

تو اگر اتنے بڑے بڑے ائمہ محض معاصرانہ چپقلش کی وجہ سے اپنے مخالفین کو سخت سست کہہ دیں تو آسمان نہیں گرا تو اگر خان صاحب بریلوی نے اکابر دیوبند کو ذاتی چپقلش کی وجہ سے یا چلیں بالفرض غلط فہمی کی وجہ سے کافر کہہ دیا، ان پر فتوے لگا دیئے تو کونسی انوکھی بات ہوگئی؟ جو آپ اسے تسلیم کرنے کو تیار نہیں اور خان صاحب کے فتوے اور قلم کو صحیفہ آسمانی بنایا ہوا ہے کہ اس میں نقطہ برابر خطاء ممکن نہیں اور جو اس کے شوشے و نقطے سے بھی اختلاف کرے تو وہ کافر ایسا کافر جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

فائدہ: نواب احمد رضا خان بریلوی نے خواجہ ابوطالب کے کفر و شرک پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے: "اسنی المطالب فی ایمان ابی طالب" خان صاحب کا عقیدہ تھا کہ خواجہ ابوطالب مشرک و کافر ہیں لیکن بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"نبی علیہ السلام کے والدین اور چچا ابوطالب اور دادا عبدالمطلب پکے سچے مومن و موحد تھے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ مشرک تھے وہ غلطی پر ہیں"۔

(فتاوی اویسیہ، جلد اول ص 201)

کتنی حیرت کی بات ہے کہ خواجہ ابوطالب کے کفر پر نصوص روز روشن کی طرح واضح ہیں اس میں

توخان صاحب کوغلطی لگ سکتی ہے مگر علماء دیوبند کی عبارات میں خان صاحب معصوم عن الخطاء ہیں۔ خان صاحب کی ایسی کئی غلطیاں ،دھوکے وفراڈ میں نے اپنی کتاب ''نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات وکارنامے'' میں واضح کئے ہیں اس کی طرف مراجعت کی جائے۔

علمائے حرمین کافتویٰ کیوں نہیں مانتے؟

فتوے علمائے حرمین نے دیے، کیاوہ پاگل تھے؟

آپ کے اکابر پرکفر کے فتوے علمائے حرمین نے دئے کیاوہ سب بھی آپ سے ضد وعناد رکھتے؟ کیاان کوبھی آپ سے کوئی بغض ودشمنی تھی؟

جی جناب! بالکل بھی کوئی دشمنی نہ تھی لیکن بات کوسمجھئے انہوں نے جن عقائد پرکفر کے فتوے دئے انہیں توہم بھی کفر کہتے ہیں مثلاً انہوں نے اس عقیدے پرکفر کافتوی دیا کہ فلاں خدا تعالیٰ کو بالفعل معاذ اللہ کذاب کہتا ہے ہم بھی کہتے ہیں ایسا شخص پکا کافر ہے۔انہوں نے اس بات پرفتوی دیا کہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کامنکر کافر ہے ہم بھی اس پر آمین کہتے ہیں۔انہوں نے اس بات پر فتوی دیا کہ حضور ﷺ کاعلم معاذ اللہ جانوروں کی طرح ماننے والا کافر ہے ہم کہتے ہیں واجب القتل ہے۔انہوں نے اس بات پرفتوی دیا کہ شیطان کاعلم معاذ اللہ حضور ﷺ سے زیادہ ماننے والا کافر ہم کہتے ہیں بلاشک وشبہ کافر ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان کفریات کواکابر دیوبند کی طرف منسوب کیاگیاجونہ ان کی کتب میں موجود ہیں نہ کبھی ان کے وہم وخیال میں آیا۔

دوسری بات علمائے حرمین کے کفر کافتوی کوئی صحیفہ آسمانی نہیں جس کی غلطی کوبھی بلاں چوں وچراں تسلیم کرلیاجائے۔

بالفرض والمحال ایساہوابھی ہوتوانہی علمائے حرمین نے شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ پرکفر کافتوی دیا تھاجس کی تائید شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ جیسے لوگوں نے کی:

پروفیسر مسعود لکھتے ہیں:

''علمائے حجاز سے کفر کے فتوے لگائے گئے ایک دو نہیں ایک ساتھ ۱۷۔۔۔سیلاب مخالفت کچھ اتنا شدید تھا کہ اس کا زور تقریباً ایک صدی تک قائم رہا''۔۔۔

(سیرت مجدد الف ثانی ص 279. مدینہ پبلشنگ کراچی)

مزے کی بات کہ خود پروفیسر صاحب نے حضرت شیخ مجدد الف ثانی کے مخالفین کو چار گروہوں میں تقسیم کیا:

(۱) معاندین (۲) معترضین (۳) حاسدین (۴) مخلصین

''دفاع مجدد الف ثانی'' کے نام سے کچھ عرصہ پہلے لاہور سے ایک کتاب شایع ہوئی جس میں اس ساری مخالفت کا مکمل پس منظر بیان کیا گیا ہے۔

تو اگر علمائے حجاز کے یہ فتوے حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ کے حق میں قابل قبول نہیں تو خان صاحب بریلوی جیسے حاسد و معاند بدعتی کی طرف سے علمائے حجاز کو دھوکا دے کر حاصل کیے گئے علمائے دیوبند کے خلاف فتاوی کی بھی کوئی حیثیت نہیں۔ کیونکہ انہوں نے جن عقائد پر فتوے دیے ان کو خود علمائے دیوبند کفر کہتے ہیں۔

ایک اور مزے کی بات حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ کے بارے میں خود بریلویوں کے امام حریت فضل حق خیر آبادی نے یہ فتوی دیا:

من شكّ في كفره وعذابه فقد كفر.

نیز حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ پر کفر کا فتوی علمائے حرمین سے لیا گیا (انوار آفتاب صداقت) تفصیل کیلئے میری کتاب ''دفاع اہل السنۃ والجماعہ جلد اول'' پڑھئے مگر خان صاحب حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ کے خلاف اس فتوے کو تسلیم نہیں کرتے یہ بعینہ وہی فتوی ہے جو علمائے دیوبند پر دیا گیا۔ جب دونوں فتوے ایک جیسے ہیں اور دونوں فتووں کی تصدیق بقول بریلویہ علمائے عرب سے ہو چکی ہے تو ایک کو نہ ماننا اور ایک کو ماننا عین ایمان و کفر آخر کونسا اصول ہے؟

اگر آج حسام الحرمین کی صورت میں علمائے حرمین کا فتوی تسلیم نہ کرنے والے مسلمان کافر ہیں تو فضل حق خیر آبادی کا فتوی مصدقہ علمائے حرمین تسلیم نہ کرنے والا خان صاحب بریلوی بھی پکا کافر جہنمی

ہے۔(اور حقیقت بھی یہی ہے تفصیل کیلئے میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول دیکھو)

غرض علمائے حرمین کے کفر کا تماشہ کوئی پہلا تماشہ نہیں جو رچایا گیا ہے اس سے پہلے ایک ''خان صاحب'' ہی کی طرف سے یہ ڈرامہ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خلاف رچایا گیا تھا جو مکمل ناکام ہوا اور الحمد للہ آج اسی طرح خان صاحب بریلوی کا رچایا گیا ڈرامہ بھی مکمل ناکام ہو چکا ہے تفصیل کیلئے میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم کا مقدمہ پڑھو۔

اسی طرح حضرت ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ نے شیخ ابن العربی رحمہ اللہ کے کفر پر معاذ اللہ پوری کتاب لکھی: ''الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود'' کہیئے کیا آپ اس فتوے سے متفق ہیں؟ اگر نہیں تو خان صاحب کا فتوی صحیفہ آسمانی کی طرح کیوں پیش کیا جاتا ہے؟

پھر خود خان صاحب کے خلاف فتاوی بدایونی علماء حرمین شریفین سے حاصل کر چکے تھے جس کو خان صاحب نے نہیں مانا۔خود بریلویوں نے ایک دوسرے پر کفر وارتداد کے فتوے برسائے جسے آج تک بریلوی تسلیم نہیں کرتے تفصیل کیلئے میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد دوم ملاحظہ ہو۔تو آخر خان صاحب کی حسام الحرمین کیا صحیفہ آسمانی ہے جس کو نہ ماننے والا بھی کافر اور ماننا والا عین مومن؟

(بحث نمبر ۲)

کون سی عبارات پر گفتگو کی جائے گی؟

عبارات کے باب میں اختلاف کی بنیاد حسام الحرمین پر ہے

دلیل نمبر ۱

مورخ بریلویت عبدالحکیم شرف قادری صاحب حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب عبارات نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''معلوم ہو گیا کہ بریلوی اور دیوبندی نزاع کی اصل بنیاد یہ عبارات ہیں''۔

آگے لکھتے ہیں:

”حسام الحرمین کے شائع کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی تا کہ اختلاف کا صحیح پس منظر سامنے آجائے اور کسی کیلئے مغالطہ آمیزی کی گنجائش نہ رہے“۔

(تمہید ایمان مع حسام الحرمین، ص 64،63، مکتبۃ المدینہ)

بدعتی رئیس القلم ارشد القادری صاحب نے حسام الحرمین میں علمائے دیوبند کی طرف منسوب چار عبارتوں میں سے تین (مولانا گنگوہی کی طرف منسوب فتوے کو غائب کر دیا) کو ذکر کرنے کے بعد لکھا:

”دیوبندی علماء کے ساتھ ہمارے اختلاف کی یہ پہلی بنیاد ہے جو ان کی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ آپ کے سامنے ہے“۔

(دعوت انصاف، ص، الصوارم الہندیہ، ص 8، النوریہ الرضویہ پبلیشنگ لاہور)

حکیم تبسم شاہ بخاری لکھتے ہیں:

”اختلاف: آپ کا اور ہمارا اختلاف اصولی ہے۔ توہین شان رسالت اصول میں آئے گا فروع میں نہیں ہمارا اصول اور بنیادی اختلاف تحذیر الناس، براہین قاطعہ، اور حفظ الایمان کی چند کفریہ عبارات پر ہے“۔

(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص 456، فیضان مدینہ پبلیکیشنز کامونکی)

ایک اور انداز

حسام الحرمین ایمان وکفر کی کسوٹی ہے!

مظہر اعلیٰ حضرت مولانا حشمت علی رضوی لکھتے ہیں:

”بے شک حسام الحرمین اور اس میں جن اشخاص کی بابت فتوائے کفر ہے وہ صحیح ہے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے مانیں اور اس پر عمل کریں“۔

(الصوارم الہندیہ، ص 52)

''فتاوی مبارکہ حسام الحرمین بے شبہ حق وصواب ہے مطابق سنت وکتاب ہے اس کا ماننا اس کے ارشادات جلیلہ کو عین مطلوب شرع مطہرہ اور اصول ومقاصد مذہب حق سے جاننا اس کے مطابق عقیدہ رکھنا اور عمل رکھنا مسلمانوں پر فرض ہے اور ان کے کامل الایمان صحیح الاعتقاد سچے پکے سنی مسلمان ہونے کی دلیل ہے اور فرمان الٰہی جل وعلا فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی الله والرسول ان کنتم تؤمنون بالله والیوم الآخر ذالك خیر و احسن تاویلا کی عین تعمیل ہے اور اس کا انکار اس سے انحراف مذہب حق وہدایت اور عقائد اہل سنت واجماع ائمہ ملت سے انحراف اور حدیث شریف اتبعوا سواد الاعظم کے صریح خلاف اور تہدید نبوی من شذ شذ فی النار اور وعید شدید قرآنی و من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الهدی و یتبع غیر سبیل المؤمنین نوله ما تولی و نصله جهنم و سآءت مصیرا کے تحت حکم اپنے داخل ہونے کا اعتراف ہے''۔

(الصوارم الہندیہ، ص 54)

''اس فتاوی کے حق ہونے میں اور اس کے مسائل کے حق ہونے میں شک کرنا سراسر ایمان سے ہاتھ دھونا ہے''۔

(الصوارم الہندیہ، ص 62)

''حسام الحرمین کتاب لاریب فیہ''

(الصوارم الہندیہ، ص 64)

''ان فتاوی پر ہر مسلمان اہل سنت و جماعت کو عمل کرنا ضروری ہے اور جو مسلمان بعد اطلاع کے عمل نہ کرے گا یا شک کرے گا انہی وہابیوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا''۔

(الصوارم الہندیہ، ص 77)

(بحث نمبر ۳)

کن کی عبارات پر اوّلاً بحث ہوگی؟

یہ طے ہوجانے کے بعد ایک موضوع ہماری طرف سے بھی ہوگا اور وہ موضوع ہے:

اعلیٰ حضرت اور دیگر بریلوی علماء اپنے اور اپنے ہم مسلک اکابر کے فتاویٰ، اصول وعبارات کی روشنی میں دائرۂ اسلام سے خارج ہیں!

دلائل

(۱) ظاہری بات ہے کہ کتاب سے پہلے مصنف کا تعارف کرایا جاتا ہے مصنف جس پائے کا ہوگا کتاب بھی اتنی ہی مستند ہوگی اگر مصنف ہی دجال، فریبی، جھوٹا، مکار اور کافر بے ایمان نکل آئے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ اس کی کتاب کی بنیاد پر دوسروں کو کافر بنائے پھریں۔ جس کے ماننے یا نہ ماننے پر ایمان موقوف ہو تو موقوف پہلے آئے گا موقوف علیہ بعد میں۔

(۲) مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''اس آیت کریمہ کے شان نزول کے متعلق بہت سی روایات ہیں اور ہر روایت پر بہت اعتراض ہیں ہم اللہ کے فضل سے تحقیقی قول جس پر کوئی اعتراض نہ پڑے نقل کرتے ہیں۔ ہجرت سے پہلے کفار قریش نے یہود عرب کو جن میں مالک بن صیف بھی تھا حضور انور ﷺ سے مناظرہ کرنے کیلئے بلایا مالک بن صیف یہود کا بڑا عالم تھا کفار قریش کا مقصد تھا کہ لوگوں کے سامنے حضور ﷺ کی بے علمی یا علماء یہود کے مقابلے میں حضور ﷺ کی بے بسی ان لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ حضور ﷺ پر ایمان نہ لائیں جب مالک مناظرہ کیلئے حضور ﷺ کے سامنے حاضر ہوا تو حضور انور ﷺ نے اس سے پوچھا اے مالک بن صیف کیا تو توریت جانتا ہے؟ وہ بولا اس وقت عرب میں مجھ سے بڑا عالم توریت کوئی نہیں۔ فرمایا تجھے قسم ہے اس رب کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت اتاری کیا توریت میں یہ آیت

ہے:

ان اللہ یُبْغِضُ الحبر السمین

اللہ تعالیٰ موٹے پادری کو ناپسند فرماتا ہے وہ بولا کہ ہاں۔فرمایا تو بہت پلا ہوا ہے (مالک بن صیف بہت موٹا تازہ تھا) تو مجھ سے مناظرہ بعد میں کرنا پہلے بحکم توریت اپنا ایمان ثابت کر اس فرمان عالی پر مالک گھبرا گیا''۔

(تفسیر نعیمی ج 7ص 561،560، سورۃ الانعام آیت 91)

لہذا اہل بدعت ہمارے کفر و ایمان پر مناظرہ کرنے کے بجائے پہلے اپنے بڑوں کا ایمان اپنی کتب کے اصولوں پر ثابت کریں۔

(۳) ایک بدعتی لکھتا ہے:

''پہلے ہم قارئین کرام کے سامنے دیوبند کے اس ''حضرت اقدس، محدث کبیر، جلیل القدر صاحب قلم، فقیہ النفس، محدث دارالعلوم دیوبند، شارح حجۃ اللہ البالغہ'' کے بارے میں کچھ باتیں عرض کرتے ہیں جن سے اس مفتی کی حیثیت واضح ہو جائے گی اور جب مفتی کی حیثیت واضح ہوگئی تو پھر اس کے فتوے کی حیثیت کو قارئین کرام خود جان لیں گے''

(کشف القناع، ج 1ص 252،251)

مزید لکھتا ہے:

''بدعتی اور شیعہ کا فتویٰ موصوف اہل سنت و جماعت بریلوی پر کس منہ سے نقل کر رہے ہیں؟''۔

(کشف القناع، ج 1ص 264)

لہذا پہلے ہم خان صاحب بریلوی کی حیثیت واضح کریں گے جس کے بعد اس کے فتووں کی حیثیت خود واضح ہو جائے گی۔اگر وہ خود ہی اپنی واذناب کی کتب سے بے ایمان، جھوٹا، کذاب، گستاخ رسول ﷺ ثابت ہو جائے تو اس کے فتووں کا کیا اعتبار؟ اور کس طرح مسلمانوں کے خلاف اس کے فتوے پیش کئے جا سکتے ہیں؟

فائدہ

یہاں اہل بدعت ایک شکوہ کرتے ہیں کہ یہ طرز توالزامی ہے۔ تو عرض ہے کہ مناظرہ رشیدیہ میں مخالف کو جواب دینے کے دو طرز بتلائے گئے ہیں:
ایک تحقیقی جسے برہانی کہتے ہیں دوسرا الزامی جسے جدلی کہتے ہیں تو الزامی بھی ہوا تو کیا ہوا؟ اصول مناظرہ سے انحراف تو نہیں۔ دوسرا مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے الزامی جواب کو نبی کی سنت سے تعبیر کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:
"بے دینوں سے دین میں جھگڑا کرنا اور مناظرہ میں نقض وارد کرنا مقابل کو الزامی جواب دینا طریقہ انبیاء ہے"۔
(تفسیر نعیمی، ج 1، ص 486)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:
"مناظرے میں مخالف کو اس کی مسلمہ کتابوں سے الزام دینا درست ہے"۔
(تفسیر نعیمی، ج 4، ص 21)

(بحث نمبر ۴)

حسام الحرمین کا باطل ہونا گھر کے مسلمات کی روشنی میں
حسام الحرمین میں فتوی لینے کے شرعی اصولوں کی پابندی نہیں کی گئی
دلائل

مولانا عبدالستار خان نیازی لکھتا ہے:
(۱)۔۔۔مارچ ۱۹۸۲ میں حکومت کویت، عرب امارات، اور سعودیہ کی جانب سے کنز الایمان اور خزائن العرفان کی ضبطی اور تلفی کے احکامات جاری کیے گئے تو اس وقت انصاف کا تقاضہ تھا کہ مسلمانوں کے اتحاد، اعتماد، اخوت، اور تعاون کیلئے ان متعصب

حکومتوں کو یک طرفہ ضبطی اور تلفی کے احکامات واپس لینے پر مجبور کیا جاتا احقاق حق اور ابطال باطل کیلئے فریقین کو مذاکرہ کی دعوت دی جاتی مگر ایسا نہیں ہوا"۔

(اتحاد بین المسلمین، ص 48)

"عداوت وافتراق بین المسلمین کا ابلیسی پروگرام اپنا کر ایک فتنہ گر فسادی مولوی نے عربی زبان میں البریلویہ لکھی ہے جس میں غلط حوالے دے کر عبارتوں کو توڑ مروڑ کر اور مفہوم کو مسخ کر کے گم راہی پھیلائی ہے اور اسی خرافات کے پلندے کو سامنے رکھ کر سعودی نجدی مولویوں نے خود گم راہ ہو کر عالم اسلامی میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑکائی ہے۔ افسوس ہے کہ بجائے اس کے کہ ہم بنیان مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) بن کر کفر ونفاق کی قوتوں کا مقابلہ کریں ان لوگوں نے مسلمانوں کو آپس میں لڑا کر دشمنوں کے ناپاک عزائم کی تکمیل کا سامان فراہم کیا"۔

(اتحاد بین المسلمین، ص 66)

"اس فتوی نے پاکستان میں بسنے والے اہل سنت وجماعت کے حلقوں میں جو امت کا سواد اعظم ہے بڑی سخت بے چینی اور ہلچل پیدا کر دی ہے۔ ان کے دل کانپ اٹھے ہیں اور ان کی روحوں پر غم واندوہ چھا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ ترجمہ اور یہ حواشی اردو زبان میں ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ ادارۃ البحوث العلمیہ کے اکثر ارکان اردو زبان نہیں جانتے ایک خاص گروہ نے (اللہ تعالی ان کے مساعی کو کبھی قبول نہ کرے) اس ترجمہ اور ان حواشی کو جھوٹے اور غلط رنگ میں رنگ کر ادارہ البحوث العلمیہ کے اراکین کے سامنے پیش کیا ہے اور اپنی چرب زبانی اور عیاری کے باعث ان سے یہ فتوی صادر کرانے میں کامیاب ہو گئے ہیں"۔

(اتحاد بین المسلمین، ص 194)

مولانا احمد رضا خان کا بیٹا مولانا حامد رضا خان بریلوی اپنے باپ کے خلاف حاصل کئے گئے فتوے کے متعلق لکھتے ہیں:

"جو صاحب عرب شریف سے فتویٰ لینا چاہیں بات پوری پیش کرے جسے دین مراد نہ ہو حق کی تحقیق سے غرض نہ ہو، صرف ہار جیت مقصود ہو اس کا حساب اللہ واحد قہار پر ہے انشاء اللہ العزیز مولیٰ تعالیٰ ایسے کو راہ نہ دے گا اور جن کو دین منظور ہے حق کی سچی تحقیق منظور ہے وہ ہم سے فرمائیں ہم اپنے سوالات کا عربی ترجمہ کر دیں اور ان میں جہاں جہاں حوالے دیے ہیں وہاں ان کا خلاصہ مضامین لکھ دیں اور یہ حضرات اگر کوئی اور سوال اضافہ کرنا چاہیں بڑھالیں اگر اس کی رو سے ہمیں کوئی سوال اضافہ کرنا ہو ہم کر دیں یوں باتفاق فریقین سوالات حرمین طیبین کو جائیں اس کے بعد دیکھئے جواب کیا ملتا ہے۔ اہل ایمان خدا لگتے کہیے جو ہم نے کہا عین انصاف ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو وجہ بتائے کیوں نہیں اور اگر ہے اور ضرور ہے تو اس کے خلاف کیوں عمل ہو؟ پھر وہاں سے جو جواب آئے اگر ہمارے یا آپ کے سوالات میں بعض کا جواب رہ گیا یا ناصاف ہو یا کسی جواب میں ہمیں یا آپ کو کچھ کہنا ہو تو وہ پھر ہمارے اور آپ کے اتفاق سے سوال مزید کر کے بھیجا جائے یہاں تک کہ حق بعونہ تعالیٰ ہر پہلو سے روشن ہو جائے۔ اور ہمارے جتنے بھائی سنی علماء ہمارے خلاف رائے رکھتے ہوں سب کے اتفاق رائے سے ان سوالات کی کاروائیاں ہوں کہ ہر ایک کو اپنے دلائل اور خیالات کے ظاہر کرنے کا پورا موقع ملے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں اس پسندیدہ طریقہ پر اگر حق ہمارے خلاف پر ظاہر ہو تو سب سے پہلے اس کو قبول کرنے والے ہم ہونگے"۔

(مسئلہ اذان کا حق نما فیصلہ ص 9.8)

بدعتی شیخ الحدیث غلام فرید لکھتا ہے کہ:

"اور مجھے علیہ محمد سالم مذکور کی دیانت اور ذہانت پر شدید افسوس ہوا کہ مسجد نبوی شریف کا مدرس وخطیب ہو کر اس نے اس قدر جہالت وحماقت کا ثبوت دیا ہے۔ طرفہ تماشہ یہ کہ شرعی عدالت کا جج ایسے شخص کو بنایا گیا ہے جو قضاء شرعی کے تقاضوں سے بالکل بے خبر اور جاہل ہے۔ کیا اس قاضی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ جب تک فریقین کا بیان نہ سن لیا جائے کوئی فیصلہ صادر

نہیں کیا جا سکتا۔ کیا اس قاضی کا فرض نہ تھا کہ البریلویہ کو پڑھنے کے بعد اور اس کی تصدیق کرنے اور مولف کی مدح سرائی سے قبل فاضل بریلوی اور ان کے ہمرکاب و رفقاء و اکابر اہلسنت بریلوی کی اصل کتابوں کا مطالعہ کر لیتے اور پھر کوئی رائے قائم کر کے فیصلہ دیتے۔ اس سے پہلے ہی رائے قائم کر لینا اور جلدی میں فیصلہ دے دینا تو یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ نام نہاد قاضی ہیں اور در حقیقت وہ عہدہ و قضاء کے لائق ہی نہیں تھے"۔

(النجدیت صفحہ 20)

اب اللہ کو حاضر و ناظر جان کر کہئے کہ کیا خان صاحب بریلوی نے ان اصولوں کی پاسداری کی؟ کیا علمائے حرمین کے سامنے فتویٰ لینے سے پہلے علمائے دیوبند کو پیش کیا گیا اور جو جو اعتراضات علمائے دیوبند کے تھے ان پر قیل و قال کا موقع دیا گیا؟ اگر کسی میں جرات ہے تو اس کا غیر جانبدار ثبوت پیش کرے نہ کہ اپنے گھر کی کتابیں۔

(بحث نمبر ۵)

آج حسام الحرمین پر بدعتی بھی قائم نہیں رہے!

حسام الحرمین کا جھوٹا ہونا خود آلِ بدعت کو بھی مسلم ہے!

دلائل

اوپر گزر چکا کہ ارشد القادری اور حکیم تبسم شاہ نے اصولی اختلاف "محض تین عبارتوں" کو قرار دیا۔ اسی طرح بدعتی امام المناظرین مولوی سعید اسد فیصل آبادی جب متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے پاس اتحاد کیلئے آئے اصل بنیادی اختلاف کی جو تحریر لکھی تو اس میں بھی تین عبارتوں کو پیش کیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ کی طرف منسوب جعلی فتوے کو ہضم کر گئے۔ اسی طرح لاہور سے چھپنے والی کتاب "معرفت" جس پر پینتیس بدعتی مشائخ کی تصدیقات ہیں اس میں بھی تین عبارتوں کو اصل نزاع کہا گیا یعنی بہ سبب فقیہ العصر حضرت

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کی طرف منسوب جعلی فتوے کو غائب کر چکے ہیں پس جب ایک اصولی عبارت کے متعلق اس کتاب کا جھوٹا ہونا ثابت ہوگیا تو کتاب کی اہمیت خود بخود ختم ہوگئی۔

(بحث نمبر ٦)

حسام الحرمین کو بدعتی علماء نے دریابرد کر دیا
پیغام پاکستان کی روشنی میں آل بدعت کو حسام الحرمین کی بنیاد پر علمائے اہلسنت کو کافر کہنے کا کوئی حق نہیں

سابق وزیر اعظم عزت مآب نواز شریف صاحب کے دور میں صدر ممنون حسین مرحوم کے زیر سرپرستی پاکستان میں فرقہ واریت اور دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے تمام مسالک کے سرکردہ علماء جن کی تعداد قریبا ۱۸۰۰ بنتی ہے کی تائید تصدیق وتوثیق سے ایک متفقہ فتوی "پیغام پاکستان" کے نام سے سرکاری طور پر شائع کیا گیا جس کی پہلی سرکاری تقریب رونمائی صدارتی محل اس کے بعد چاروں صوبوں کے گورنر ہاؤسز میں ہوئی۔ ان تقریبات میں اعلی سرکاری شخصیات اور ملک پاکستان کے سرکردہ علماء شریک تھے تقریبات کی ویڈیوز یوٹیوب پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس سے آپ اس کتاب و دستاویز کی اہمیت کا اندازہ لگا سکتے ہیں اس میں ہے:

"عالم دین اور مفتی کا منصبی فریضہ ہے کہ صحیح اور غلط نظریات کے بارے میں دینی آگہی مہیا کرے اور مسائل کا درست شرعی طریقہ بتلائے، البتہ کسی کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کرنا کہ آیا اس نے کفر کا ارتکاب کیا ہے یا کلمہ کفر کہا ہے، یہ ریاست وحکومت اور عدالت کا دائرہ اختیار ہے"۔ (پیغام پاکستان، ص 31)

پس اب آل بدعت کو غیرت کرنی چاہیے اور علمائے دیوبند کے حوالے سے حکومت، سپریم کورٹ، پارلیمنٹ سے رابطہ کرنا چاہیے۔

(بحث نمبر ۷)

مناظرہ کے بغیر حسام الحرمین کا فیصلہ

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب لکھتے ہیں:

''المہند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہو جاتی ہیں اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے''۔

(اتحاد بین المسلمین،ص 136)

مزید لکھتے ہیں:

''علماء دیوبند مولانا محمد حسن اسیر مالٹا،مولانا اشرف علی تھانوی ،مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری،مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند ابن مولانا محمد قاسم نانوتوی ،مولانا عزیز الرحمن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند،مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی ، کی مصدقہ کتاب المہند علی المفند مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی جو اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ کے جواب میں شائع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد ونظریات کی وضاحت کی ہے ۔ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے اس پس منظر میں علماء دیوبند المہند میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کر لیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد و نظریات کا نہایت ہی معقول ومدلل جواب مل سکتا ہے''۔

(اتحاد بین المسلمین،ص 115،114)

الحمدللہ بدعتی مولوی نے خود اس عبارت میں اقرار کرلیا کہ ''المہند'' علمائے اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند نے ''حسام الحرمین'' اور ''الدولۃ المکیۃ'' کے جواب میں لکھی تھی اور اسے اگر حکم مان لیں تو تمام مسائل کا حل ہو سکتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ کون کافر ہے جو ان مسائل میں المہند کو حکم ماننے سے منکر ہے؟ ہم بانگ دہل کہتے ہیں کہ ہمیں اعتقادی مسائل میں المہند تسلیم ہے لہذا یہ تکفیر کا کھیل ختم کرو اور حسام الحرمین کو دریا برد کرو۔

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"دیوبندی بریلوی تنازع کا حل آسان ہے اس لئے کہ جانبین امام ربانی سیدنا احمد سرہندی قدس سرہ کو مجدد الف ثانی اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کو امام اور شاہ عبد العزیز اور شاہ عبد الحق دہلوی کو مسلم امام اور استاد اور حاجی امداد اللہ فضلائے دیوبند کے مرشد اور علمائے بریلوی کے مسلم بزرگ ہیں ان کی تصانیف کو حکم بنایا جائے حضرت مولانا عبد الستار نیازی مدظلہ نے یہی فارمولا پیش کر کے دیوبندی اور بریلویوں کو عام دعوت پیش کی"۔

(علم المناظرہ، ص 14)

اس بات کو جناب مولانا عبد الستار خان نیازی صاحب یوں لکھتے ہیں:

"حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی چشتی صابریؒ کی عظمت اور مرتبے کو سب لوگ تسلیم کرتے ہیں۔تمام اکابر علماء دیوبند بالواسطہ یا بلا واسطہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہیں۔برصغیر یا عالم اسلام میں جس قدر اختلافی مسائل پائے جاتے ہیں سب کا جامع و مانع حل انہوں نے پیش کر دیا ہے۔اگر تمام مکاتب فکر کے علماء اور متبعین حاجی صاحب کی تصنیف "فیصلہ ہفت مسئلہ" کو حکم مان لیں تو فرقہ ورانہ اختلافات چشم زدن میں ختم ہو سکتے ہیں۔

(اتحاد بین المسلمین، ص 114)

بدعتی طبقہ کے شیخ التفسیر والحدیث فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

"فقیر اویسی غفرلہ ان مخلص گروہ حضرات سے اپیل کرتا ہے کہ فقیر کے رسالہ ہذا کو غور سے پڑھنے کے بعد دو گروہوں کو ان مسائل و عقائد پر متفق ہو کر عام پرچار کرنا ہوگا جن پر دونوں گروہوں کے سربراہ متفق ہیں فضلائے دیوبند کے مرکزی پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی بنفسہ ہیں اور موصوف کو اہلسنت بھی اپنا مقتدر بزرگ تسلیم کرتے ہیں کیونکہ اہلسنت کی بہت سی مقتدر شخصیات کے بھی پیر و مرشد ہیں اگر ان دونوں گروہوں میں جو بھی حاجی صاحب کے عقائد و معمولات کے خلاف ہوا سے سمجھ لیں وہی فساد کی جڑ ہے"۔

(انعام اللہ،ص 4)

لیجئے اویسی صاحب نے تو قصہ ہی تمام کردیا اس سوسال سے اوپر کے مسئلہ کا چند منٹوں میں حل بتادیا کہ جو آدمی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات وعقاید ونظریات پر نہ ہو وہی "فساد کی جڑ" ہے۔مزید ذرا اویسی صاحب کی اس عبارت کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

"اگر کوئی پیرو و مرشد کے خلاف چلتا ہے تو کہا جاتا ہے یہ مرید شیطان کا مرید ہے اس لیے فقیر عوام سے اپیل کرتا ہے کہ روز مرہ کے دیوبندی بریلوی جھگڑوں سے تنگ ہونے کی ضرورت نہیں ....ہم سب ہی بریلوی اقرار بلکہ۔۔۔۔۔ہم لکھ دیتے ہیں کہ ہمیں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ منظور ہے۔یہی فیصلہ موجودہ دیوبندیوں سے منظور کرالیں اگر وہ مان جائیں تو انشاء اللہ دیوبندی بریلوی جھگڑا ختم ہوجائے گا۔اگر وہ نہ مانیں تو سمجھ لیں کہ یہی ہیں فساد کی جڑ اور ملائی سبیل اللہ فساد"۔

(بحوالہ انعام اللہ ص 6 تا ص 7)

سبحان تیری شان! اویسی صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہمیں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ منظور ہے۔اگر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات مان لو تو جھگڑا ہی ختم۔تو اب ملاحظہ ہو کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا اکابر علمائے دیوبند کے بارے میں کیا معمول ونظریہ تھا؟۔

مولانا سید محمد حسین بدایونی صاحب لکھتے ہیں:

"کتاب ضیاء القلوب میں (تحت وصایا) ارشاد فرماتے ہیں:

"ہر کس کہ ازیں فقیر محبت وعقیدت وارادت دارد مولوی رشید احمد ومولوی محمد قاسم را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری وباطنی اند بجائے من فقیر بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ اوشان بجائے من ومن بمقام اوشان شدم وصحبت اوشاں راغنیمت دانند کہ ایں چنیں کساں دریں زماں نایاب اند واز خدمت ایشاں فیض یاب بودہ باشد۔"

(مظہر العلماء، ص 117)

یعنی

"نیز جو شخص مجھ سے محبت وعقیدت رکھے وہ مولوی رشید احمد صاحب" اور مولوی محمد قاسم صاحب" کو جو کمالات ظاہر و باطن کے جامع ہیں میری جگہ بلکہ مجھ سے بلند مرتبہ سمجھے اگرچہ ظاہر میں معاملہ برعکس ہے کہ میں ان کی جگہ پر اور وہ میری جگہ پر ہیں اور ان کی محبت کو غنیمت سمجھے کیونکہ ایسے لوگ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی بابرکت خدمت سے فیض حاصل کرے اور سلوک کے طریقے سیکھے (جو اس کتاب میں ہیں) ان کے سامنے حاصل کرے۔ انشاءاللہ بے بہرہ نہ رہے گا۔ خدا ان کی عمر میں برکت دے اور معرفت کی تمام نعمتوں اور اپنی قربت کے کمالات سے مشرف فرمائے اور بلند رتبوں تک پہنچائے اور ان کے نور ہدایت سے دنیا کو روشن کرے اور حضور سرور عالم ﷺ کے صدقے میں قیامت تک ان کا فیض جاری رکھے"۔

(بحوالہ ضیاء القلوب۔ ص: 97۔ تصنیف شیخ المشائخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی ناشر کتب خانہ مجید بیرون بوہڑ گیٹ ملتان)

اللہ اکبر کبیرا! اگر اہل بدعت کے یہ دانت دکھانے کے اور، اور کھانے کے اور نہیں تو آؤ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وصیت کو دل و جان سے قبول کرتے ہوئے اس پر دستخط کر کے اس جھگڑے کو ختم کر دو۔ مگر تم ایسا کبھی نہیں کرو گے کیونکہ جس طرح تمہارے امام نواب احمد رضا خان نے اس وصیت کو قبول نہ کر کے ملائی سبیل اللہ فساد کا مظہر اور سارے فساد کی جڑ تھا اسی طرح آج اس کی ذریت اسی مکروہ کام میں ملوث ہے۔

آخر یہ منافقت کب تک؟

ایک طرف تو بدعتی حضرات خود یہ اصول پیش کر رہے ہیں کہ حضرت حاجی صاحب کے جو نظریات و عقائد ہیں اس پر دستخط کرلو تو جھگڑا ختم۔ مگر دوسری طرف جب اکابر علمائے اہلسنت دیوبند کے متعلق حاجی صاحب کی اس وصیت کو پیش کیا جاتا ہے تو بدعتی مفتی خلیل برکاتی جواب دیتا ہے:

"ہاں وصیت کے عنوان سے شاہ صاحب نے جو کچھ تحریر کیا اسے ہم نے قابل توضیح نہ جانا اور اس عبارت کو ہاتھ نہ لگایا کہ فتنہ خوابیدہ بہ"۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ توضیحات وتشریحات، ص 311)

اس کا مطلب میٹھا میٹھا ہپ ہپ اور کوڑا کوڑا تھوتھو!! جو عبارت تمہارے مقصد کی ہو اسے قبول نہ کرنا تو کار ملا فساد فی سبیل اللہ اور جو تمہارے کام کی نہ ہو اس پر بات کرنا فتنہ وفساد؟ یہ اصول وضابطے کیا تمہارے اباجی کے گھر کی لونڈیاں ہیں کہ جو کرتے رہو کوئی پوچھنے والا نہیں؟ یہی برکاتی خود لکھتا ہے:

"اب بھی اپنے شیخ کی نہ ماننا اور اپنے ہی گن گائے جانا، دنیا وآخرت دونوں میں تباہی و بربادی اور دارین میں ذلیل ورسوا ہونا ہے"۔

(فیصلہ ہفت مسئلہ توضیحات وتشریحات، ص 59)

پس حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس وصیت کو نہ مان کر بلکہ اسے فتنہ وفساد کہہ کر اہل بدعت نے دونوں جہانوں میں ذلت ورسوائی کو اپنا مقدر بنالیا ہے۔

(بحث نمبر ۸)

اصول تکفیر اور اصول شتیٰ

اصول نمبر ۱

متعصّب کی جرح قابل قبول نہیں

(۱)۔۔۔قال تاج الدین ابی النصر عبد الوہاب بن علی بن عبد الکافی السبکی المتوفی ۷۷۱ھ:

عِنْدَنا مَنْ ثَبَتَتْ اِمَامَتُہٗ وَ عَدَالَتُہٗ و کثُر مَادِحُوْہُ و مُزَکُّوہُ و نَدُرَ جَارِحُوْہُ وَ کَانَتْ ھُنَاکَ قَرِیْنَۃ'' دَالَۃ'' عَلَی سَبَبِ جَرْحِہٖ مِنْ تَعَصُّبِ مَذْہَبِی اَوْ غَیرہ فانہ لا نَلْتَفِتُ اِلَی الْجَرْحِ فیہ و نَعْمَلُ فیہ بالعدالۃ

(طبقات الشافعیۃ الکبری، ج 1، ص 248، دار الکتب العلمیہ، بتحقیق مصطفی عبد القادر احمد عطا)

(۲) علامہ عبد الحیٔ لکھنوی لکھتے ہیں:

قال فی فواتح الرحموت: فائدة: لابُدَّلِلمُزَکِّی اَن یَّکُونَ عَدلاً عَارِفاً بِاَسبَابِ الجَرحِ وَالتَّعدِیلِ وَ اَن یَّکُونَ مُنصِفاً ناصحاً لا اَن یَّکُونَ مُتَعَصِّباً وَ مُعجِباً بِنَفسِہ فانہ لا اعتداد بقولِ المتعصب

(الرفع والتکمیل ص 70.69)

(۳) ونقلت من خط الحَافِظ صَلَاح الدّین خَلِیل بن کیکلدی العلائي رَحمه اللّٰه مَا نَصه الشَّیخ الحَافِظ شمس الدّین الذَّهَبِيّ لَا اشُكّ فِي دینه وورعه وتحرّیه فِیمَا یَقُوله النَّاس وَلكنه غلب عَلَیهِ مَذهَب الإِثبَات ومُنَافَرَة التَّاوِیل والغَفلَة عَن التَّنزِیه حَتَّى أثَّر ذَلِك فِي طَبعِه انحِرَافاً شَدِیداً عَن أهلِ التَّنزِیه ومَیلاً قَوِیّاً إِلَى أهلِ الإِثبَاتِ فَإِذا ترجم وَاحِدًا مِنهُم یطنب فِي وَصفه بِجَمِیع مَا قِیلَ فِیهِ مِنَ المَحَاسِنِ ویُبَالغ فِي وَصفه وَیَتَغَافَل عَن غَلَطَاته ویَتَأَوَّل لَهُ مَا أمكنَ وَإِذا ذكر أحداً مِنَ الطَّرَفِ الآخر كَإِمامِ الحَرَمَینِ وَالغَزالِيّ وَنَحوِهمَا لَا یُبَالغ فِي وَصفه وَیُكثِر مِن قَولِ مَن طَعَنَ فِیهِ وَیُعِیدُ ذَلِك ویُبدِیه ویَعتَقِدُهُ دِیناً وَهُوَ لَا یَشعُرُ ویُعرِض عَن محاسِنِهِم الطافحة فَلَا یَستوعبها وَإِذا ظَفَر لأحدٍ مِنهُم بغَلطَةٍ ذكرهَا وَكَذَلِكَ فِعلُهُ فِي أهل عصرنَا إِذا لم یقدر عَلَى أحدٍ مِنهُم بتَصرِیح یَقُول فِي تَرجمته وَاللّٰه یُصلحهُ وَنَحو ذَلِك وَسَبَبُهُ المُخَالفَة فِي العَقَائِد

انتهى

وَالحَال فِي حقّ شَیخِنَا الذَّهَبِيّ أَزیَدُ مِمَّا وُصِفَ وَهُوَ شَیخُنَا ومُعَلِّمُنَا غیرَ أَنَّ الحَقَّ أَحَقُّ أَن یُتَّبَعَ وَقد وَصَلَ مِنَ التَّعَصُّبِ المُفرِطِ إِلَى حدٍ یُسخر مِنهُ وَانا أخشَى عَلَیهِ یَومَ القِیَامَة مِن غَالب عُلَمَاءِ المُسلمین وأئمتهم الَّذین حَمَلُوا لنا الشَّرِیعَةَ النَّبَوِیَّةَ فَإِنَّ غالبهم أشَاعِرَة وَهُوَ إِذا وَقع بأشعري لَا

يَبقي وَلَا يَذر
وَالَّذِي أعْتَقِدُه انهم خصماؤه يوم الْقِيَامَة عِنْدمن لَعَلَّ ادْنَاهُم عِنْده أوْجَهُ مِنْهُ فَالله الْمَسْئُول ان يُخَفِّف عَنهُ وَان يُلْهِمَهُمُ الْعَفْوَ عَنهُ وَان يَّشْفَعَهُمْ فِيهِ

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، ج2،ص13)

(۴) ایک بدعتی لکھتا ہے:

''سرفراز گکھڑوی صاحب دیوبندی مولوی حسین علی واں بچھراں کے شاگرد تھے اور وہ اپنے اعتزالی نظریات کی وجہ سے علماء دیوبند میں مشہور ومعروف تھے۔ان کی اعتزالی نظریات کی جھلک تفسیر بلغۃ الحیر ان میں دیکھی جاسکتی ہے انہی اعتزالی نظریات کی وجہ سے تفسیر بلغۃ الحیر ان کو تھانوی صاحب نے اپنی کتابوں میں رکھنا بھی گوارانہ کیا (جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ العزیز) سرفراز گکھڑوی صاحب پر حسین علی واں بچھراں کی اعتزالی بھنگ کا نشہ چڑا ہوا تھا اور وہ اسی نشہ سے سرشار تھے لہذا اس لحاظ سے بھی اس اس کے متشددانہ رویہ اور نظریہ کی وجہ سے بھی یہ حوالہ اس قابل نہیں کہ اسے دلیل سمجھا جائے''۔

(کشف القناع، ج1،ص270،269)

نتیجہ

خان صاحب کا متعصب و متشدد ہونا ان کے گھر سے ملاحظہ ہو:

(۱)۔۔۔اسی طرح ایک مقدمے کے دوران میں اعلیٰ حضرت نے دو کتابیں تحریر فرمائیں۔ابھی ان کا مسودہ طبع نہ ہوا تھا جب یہ مسودے حضرت قدس سرہ (نعیم الدین مراد آبادی از ناقل) کو پڑھائیے تو آپ نے دو تہائی سے زیادہ مضمون کو قلمزد کر دیا اعلیٰ حضرت نے فرمایا آپ نے کتاب کی تمام شدتیں ختم کر دیں اگر میں اپنی ہر ایک تصنیف جو مخالفین کے رد میں لکھیں ہیں آپ کو دکھاتا تو آج ان کا یہ رنگ نہ ہوتا جو اس وقت ہے''۔

(حیات صدر الافاضل ص:49 فرید بک سٹال لاہور نومبر 2000)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کا رویہ اپنے مخالفین کے بارے میں اتنا سخت و بے ہودہ تھا کہ مرید خاص کو بھی قلم زد کرنا پڑا اور مٹانا پڑا ایسے دشنام طراز، بے ہودہ گو اور متعصب کے فتوے و جرح کا بھلا کیا اعتبار؟

(۲) آل بدعت علامہ اقبال کی طرف منسوب رائے کو بڑے فخر سے خان صاحب کے بارے میں نقل کرتے ہیں جس میں یہ جملہ موجود ہے:

"بایں ہمہ ان کی طبعیت میں شدت زیادہ تھی اگر یہ چیز درمیان میں نہ ہوتی تو مولانا احمد رضا خان گویا اپنے دور کے امام ابوحنیفہ ہوتے"۔

(فاضل بریلوی اور ترک موالات ص 16، ماہنامہ عرفات لاہور اپریل 1970 ص 27، الحقائق فی الحدائق ص ۔)

(۳)۔۔۔۔شیخ المحدثین حضرت علامہ مولانا مولوی الحاج سید شاہ محمد دیدار علی صاحب الوری علیہ الرحمۃ کے صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا مولوی شاہ نعیم الدین مراد آبادی صاحب سے دوستانہ تعلقات بہت وسیع تھے۔ ایک بار آپ مراد آباد جلوہ فرما ہوئے تو صدر الافاضل نے فرمایا کہ بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب کی زیارت کیلئے چلئے مولانا شاہ دیدار علی صاحب نے فرمایا میں انہیں جانتا ہوں، پٹھان خاندان سے ہیں طبیعت سخت اور غصہ زیادہ ہے"۔

(تجلیات امام احمد رضا ص 56، فیضان اعلیٰ حضرت ص 404)

(۴) بریلوی قیام الدین والملۃ مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھتے ہیں:

"جو متکبرانہ انداز مولوی احمد رضا خان صاحب نے ہم لوگوں کے ساتھ اختیار کیا ہے اس سے مرعوب ہو کر میں کچھ کرنے کو اپنے اوپر ناجائز سمجھتا ہوں ۔۔۔ مگر اس پیکر تکبر کے روبرو گردن جھکانے کو بلکہ اس سے تخاطب کو بھی اب نہ اپنے بلکہ اہل حق کی بے غیرتی تصور کرتا ہوں"۔

(الطاری الداری، حصہ دوم، ص 3،2)

(۵) بے شک امام احمد رضا کے مزاج میں شدت وحدت تھے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص 31)

(۶)"مسائل دین میں ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ غیر مشروع حرکت یا بات ایک آن پسند نہیں تھی جس پر فوراً ہی غصہ آجاتا تھا جس پر پٹھان ہونے کی چھاپ لگ جاتی تھی لیکن جب کبھی اپنی غلطی محسوس فرمالیتے تھے تو معذرت خواہی میں پٹھانی شدت کرم کا مظاہرہ فرماتے تھے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص 352)

(۷) عبد الحي بن فخر الدين بن عبد العلي الحسني الطالبي (المتوفى: 1341ھ)

كان متشدداً في المسائل الفقهية والكلامية متوسعاً مسارعاً في التكفير قد حمل لواء التكفير والتفريق في الديار الهندية في العصر الأخير وتولى كبرَه وأصبح زعيمُ هذه الطائفة تنتصر له وتنتسب إليه وتحتج بأقواله وكان لا يَتَسَامح ولا يَسمَحُ بتأويل في كفره من لا يوافقه على عقيدته وتحقيقه أو من يرى فيه انحرافاً عن مسلكه ومسلك آبائه شديدَ المعارضة دائمَ التعقب لكل حركة إصلاحية

(نزہۃ الخواطر وبہجۃ السامع والنواظر،ج 8،ص 1180)

حضرت مولانا عبد الحیٔ حسنی مرحوم کا شمار رضاخانیوں نے "ارباب علم و دانش" میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو: "مولانا نقی علی خان کی حیات و شخصیت،ص 133,114)

(۸)۔۔۔ مولوی تویر خان قادری بدایونی:

"ایک دفعہ ننھے میاں مولانا محمد رضا نے عصر کے بعد آپ کی خدمت میں عرض کیا حیدر آباد دکن سے ایک رافضی صرف آپ کی زیارت کیلئے آیا ہے اور ابھی حاضر خدمت ہوگا۔ تالیف قلب کیلئے اس سے بات چیت کر لیجئے۔ دوران گفتگو وہ رافضی بھی آگیا حاضرین مجلس کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت اس کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوئے یہاں تک کہ ننھے میاں صاحب نے

اس کو کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا وہ بیٹھ گیا اعلیٰ حضرت کے گفتگو نہ فرمانے سے اس کو بھی کچھ بولنے کی جرات نہ ہوئی تھوڑی دیر بیٹھ کر وہ چلا گیا اس کے جانے کے بعد ننھے میاں نے اعلیٰ حضرت کو کہا وہ اتنی دور سے صرف ملاقات کیلئے آیا تھا۔ اخلاقاً توجہ فرما لینے سے کیا حرج تھا؟

حضور۔۔۔نے جلال میں آ کر فرمایا: ”میرے اکابر پیشواؤں نے مجھے یہی اخلاق بتائے ہیں“۔

(تذکرہ مشائخ قادریہ مجیدیہ 436)

(۹)۔۔۔مولوی بدرالدین احمد رضوی بھی خان صاحب کی ”گرم مزاجی“ کو یوں بیان کرتے ہیں:

”بے حد حار (گرم) مزاج تھے“۔

(سوانح امام احمد رضا ص 126)

(۱۰)۔۔۔ڈاکٹر حسن رضا اعظمی صاحب لکھتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت اپنی جو رائے قائم کر لیتے تھے اس کے اظہار میں کوئی پس و پیش نہیں ہوتا جو لوگ اس رائے کی مخالفت کرتے ان کے دلائل کا رد بھی اسی سختی سے کرتے تھے“۔

(فقیہ اسلام ص 151)

(۱۱)۔۔۔بریلوی مناظر مولانا سعید احمد اسعد لکھتے ہیں:

”امام احمد رضا۔۔۔پر ایک الزام یہ بھی ہے کہ ان کے مزاج میں شدت بہت شدت تھی غصہ میں بہت جلد آ جاتے تھے ہمیں تسلیم ہے کہ آپ کے مزاج میں شدت تھی“۔

(وہابیت و بریلویت ص 77)

یہ سارے حوالے اس بات کی بین شہادت ہے کہ خان صاحب انتہائی متشدد و متعصب بقول مولانا عبد الباری فرنگی محلی متکبر لہٰذا ایسی متعصب متشدد کی جرح کا کوئی اعتبار نہیں۔

خان صاحب بریلوی کا متعصب ہونا زبردست شہادت

خان صاحب نے علمائے دیوبند پر کفر کے فتوے محض تعصب اور علمائے دیوبند کی دینی وملی خدمات سے جلتے ہوئے حسد میں لگائے ہیں۔اس آدمی میں تعصب اس قدر بھرا ہوا تھا کہ اپنے ''ذوق تکفیر''کو تسکین دینے کیلئے تحریف وخیانت کرتے ہوئے بھی نہ شرماتا۔

حضرت مولانا محمد علی مونگیری ناظم ندوۃ العلماء کا شمار ہندستان کے معروف عالم اور وقت کے جید مشائخ میں ہوتا ہے۔انکا مقام ومرتبہ خود خان صاحب کے نزدیک کیا تھا وہ ان کے چند خطوط سے واضح ہے چنانچہ خان صاحب اپنے خطوط میں لکھتے ہیں:

''مولانا ہم فقراء کو آپ کی ذات خاص سے **علاقہ نیاز** ہے۔۔۔خود اپنے **علم نافع فہم ناصح** سے تامل فرمائیں۔۔۔**رجوع الی الحق** آپ جیسے علمائے کرام وسادات عظام کی زین ہے۔۔ مولانا! اس وقت ہم فقراء کا آپ کی جناب میں یہی خیال ہے کہ بوجہ **سلامت نفس**۔۔ مبارک وہ دن کہ ہمارے **معزز عالم ال پاک** سید لولاک ﷺ۔۔۔آپ کی **صلاح طبعیت** سے بہت کچھ امید حق پسندی ہے''

(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص 128,129)

لانا! مکرما! بحمد اللہ تعالی یہی جان کر تو گزارش کی تھی کہ ملا زمان سامی نہ صرف مومن عالم، **صالح،صوفی،سنی** ہیں۔۔مولانا! میں آپ کو سنی فاضل نہ جانتا تو بار باریوں الحاح گزارش نہ کرتا۔۔''۔

(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص 130,131)

''مولانا!بعنایت الہی **صوفی** آپ،**عالم** آپ،**مناظر** آپ آپ کو کسی کے بتانے کی کیا حاجت؟۔۔۔کیا معاذ اللہ! آپ سا **فاضل صوفی کامل** ایسی بدمذہبوں گمراہیوں کو روا رکھتا ہے یا ایسی شرکتوں پر راضی ہوسکتا ہے؟ حاشا وکلا! بحمد للہ! مجھے اس وقت تک آپ کی طرف سے یاس نہیں''۔

(کلیات مکاتیب رضا،حصہ دوم،ص 132,133)

معلوم ہوا کہ خان صاحب کے نزدیک حضرت مولانا مونگیری:

(۱) عالم نافع (۲) فہم ناصح (۳) رجوع الی الحق والے (۴) سلامت نفس والے (۵) صالح طبیعت والے (۶) خان صاحب کے نزدیک مکرم (۷) سنی فاضل (۸) صوفی (۹) صافی (۱۰) صفی (۱۱) مناظر (۱۲) بدمذہبیوں اور گمراہیوں کو روا اور جائز سمجھنے والے بالکل بھی نہیں (۱۳) ایسے عالم و فاضل کامل اور مناظر کہ کسی کے سمجھانے کی ضرورت ہی نہیں آپ خود بھلے اور برے کو سمجھنے والے ہیں۔

اب ایسے زبردست عالم جس کے حق میں یہ زبردست توثیقی تائیدی تعریفی کلمات آج کے کسی چنڈو خان رضاخانی نے نہیں بلکہ ان کے سب سے بڑے ولی عالم الغیب امام خان صاحب نے بولے ہیں۔ مولانا محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ ناظم ندوۃ اور اس قدر بلند مقام رکھتے کہ خان صاحب خود کو ان کے "نیازمندوں" میں شمار کرتے۔ یہ خان صاحب کے بارے میں کیا تاثر رکھتے خود خان صاحب کی زبانی ملاحظہ ہو:

"پھر عجب عجب ہزار عجب کہ آپ نظر نہ فرمائیں یا سچے خادم سنت و اہل سنت کی گزارشوں معاذ اللہ تعصب و نفسانیت کے سوء پر لے جائیں"۔

(کلیات مکاتیب رضا، حصہ دوم، ص 131)

پس خود خان صاحب کی تحریروں سے یہ واضح ہوا کہ خان صاحب کو خود ان کے بزرگ "متعصب اور "نفس پرست" سمجھتے تھے۔ ایسے آدمی کے فتووں اور جرح کا بھلا کیا اعتبار؟

اسی طرح بدعتی مرکز منظر اسلام بریلی کے مدرس مفتی خلیل خان برکاتی نے احمد رضا کی مکاری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا کہ:

"فاضل بریلی احکام کفر لگانے کے لئے نقل عبارات میں تصرف اور دست درازی فرماتے ہیں۔ یہ آپ کی پرانی عادت ہے دوسرے یہ کہ کلام غیر میں قطع برید و تحریف کا چسکا پڑ گیا ہے اور کوئی عبارت کسی کی پوری پوری نقل نہیں فرماتے۔ خاص کر مربوط اور معنی خیز الفاظ کو ترک فرماتے ہیں"۔

(انکشاف حق ص203)

تیسری شہادت حضرت مولانا معین الدین اجمیری کی خان صاحب کے بارے میں ہے۔ انہوں نے بھی خان صاحب کی خصوصیات میں''افتراء و تحریف:......(تجلیات انوار المعین: ص 17)، بہتان طرازی:......(تجلیات انوار المعین: ص 11)''کو خاص طور پر ذکر کیا ہے۔

مولانا خلیل خان برکاتی و مولانا اجمیری صاحب کے بارے میں ہم دفاع جلد دوم کے مقدمہ میں تفصیل دے چکے ہیں مگر یہاں ان کا ثقہ ہونا خود ایک رضاخانی اصول سے نقل کرتے ہیں۔ایک بدعتی لکھتا ہے:

''مولانا کوثر نیازی صاحب دیوبندی تھے،عربی تعلیم عبدالحق ندوی صاحب سے حاصل کی وہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا۔۔۔۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ کوثر نیازی صاحب کٹر دیوبندی تھے۔البتہ یہ سیدی اعلیٰ حضرت۔۔۔کی کرامت ہے کہ اپنے عشق و محبت کو خود منکروں سے منوالیا جس وقت کوثر نیازی صاحب فیڈرل منسٹر تھے اس وقت دیوبندی تو ان کے تلوے چاٹا کرتے تھے آج انہیں دیوبندیت ہی سے خارج کرنے پر تلے ہوئے ہیں''۔

(کشف القناع،ص 215،214)

پس اگر کسی کا دیوبندیوں سے پڑھنا''اس کے کٹر دیوبندی''ہونے کی دلیل اور خان صاحب کے بارے میں اس کی بات''خان صاحب کی کرامت''ہے تو ان حضرات نے صرف رضاخانی اکابر سے پڑھا ہی نہیں بلکہ رضاخانیوں کے مستند علماء و مشائخ میں ان کا شمار ہوتا ہے۔لہٰذا رضاخانیوں کے اس اصول سے ان کا''کٹر رضاخانی''ہونا اور خان صاحب کی عادات رذیلہ مثلاً''تحریف،خیانت، کثرو بریدہ،تعصب''کو ذکر کرنا یقیناً اکابر دیوبند کی کرامت ہے کہ ایک مخالف سے ہمارے حق میں اور اپنے ہی اعلیٰ حضرت کے خلاف اس کی عادات رذیلہ کو منوالیا۔فللہ الحمد علی ذالک!

ایک اور انداز! نوابی تعصب پیر چشتی سے

پیر محمد چشتی صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

التعصب اذا تملّک اھلک

یعنی تعصب جب کسی پر غالب آجاتا ہے تو اسے ہلاک کر دیتا ہے۔

(اصول تکفیر ص 137، اشاعت دوم، نظامیہ کتاب گھر)

ان تعصب کی مثال و پہچان کیا ہے؟ اسی پیر کی زبانی ملاحظہ ہو:

"اس وقت اسلام کے نام پر محراب و منبر گرمانے والے درجن سے زاید اسلامی فرقوں میں شاذ و نادر کوئی ایسا ہو جو ان بے اعتدالیوں کے خلاف اسوہ حسنہ سید الانام ﷺ کے مطابق تبلیغ کرتا ہو۔ جن کی تقریر و تحریر دل آزار، فرقہ وایت، تعصب سے ماوراہو۔ میں اس منظر کو کبھی نہیں بھولتا کہ آج سے تقریبا نصف صدی قبل بیرون موچی دروازہ لاہور میں مسلمانوں کے ایک فریق نے اپنے حریف فریق کے خلاف تبلیغی اجتماع منعقد کیا تھا۔ جس میں پنجاب کے اس وقت کے مشہور و معروف خطیب جو فی الوقت مرحوم ہیں دوران خطاب مخالف فریق کے خلاف:

"وھبڑ، وھبڑا، وھبڑا، وھبڑت، وھبڑن ۔۔۔

کی پوری گردان کبیر مجمع کو سنائی جس پر تبلیغ علی منہاج التبلیغ النبوی ﷺ سے ناآشنا عوام کے مجاہد اہلسنت زندہ باد کے نعروں سے فضا کو کافی دیر تک مسموم رکھا پورے اجتماع میں شاید میرے سوا کوئی بندہ خدا ایسا ہو جس نے اس غیر سنجیدہ انداز تبلیغ کو مکروہ جانا ہو"۔

(اصول تکفیر ص 141، 142)

نتیجہ

خان صاحب فاضل بریلوی کی فحش گوئی کے متعلق ان ہی کے ایک ہم عصر مولانا معین الدین اجمیری کے تاثرات یہ ہیں:

"ان الفاظ کی نسبت خلقت کہتی ہے کہ یہ صریح فحش ہے اور اس وجہ سے اعلیٰ حضرت پر اس

طرح طعن کرتی ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا اسفل درجہ بھی نہیں دیا جاسکتا نہ کہ معاذ اللہ اس کو شیخ وقت اور مجدد تسلیم کر لینا۔ یہ ایسی زبردست سفاہت وحماقت ہے کہ اس کے بعد حماقت کا کوئی درجہ نہیں اس بازاری گفتگو پر بھی اگر کوئی جماعت اس کو مقتدا تسلیم کر لیتی ہے تو پھر وہ بازاریوں کی کیوں معتقد نہیں ہو جاتی"۔

(تجلیات انوار ص 34)

"ایسے شیخ وقت اور پیر فانی کی زبان وقلم سے ایسے سوقیانہ جملے نکلے ہوئے دیکھ کر خیال آتا ہے کہ اب قیامت آنے میں کچھ دیر ہے تو صرف چند لمحات کی"۔

(تجلیات انوار ص 35)

"کفر پارٹی وہابیہ کا بزرگ ابلیس لعین۔۔۔۔خبیثو! تم کافر ٹھہر چکے ہو۔ ابلیس کے مسخرے، دجال کے گدھے۔۔۔۔ارے منافقو!۔۔۔۔۔وہابیہ کی پوچ ذلیل، عمارت قارون کی طرح تحت الثریٰ پہنچتی نجدیت کے کوے سکتے، وہابیت کے بوم بلکتے اور مذبوح گستاخ بھڑ کتے"۔

(خالص الاعتقاد ص 2 تا 20)

"تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا بھی کرائے، ورنہ دیوبند کی چھکلے والیاں اس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر بھی نہ ہو سکا"۔

(سبحان السبوح ص 142)

☆ "پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو۔ اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو۔ یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن بھی ماننی پڑے گی"۔

(سبحان السبوح ص 142)

☆ دیوبندیوں کی کتب کے متعلق لکھتے ہیں:

"دیوبندیوں کی کتابیں اس قابل ہیں کہ ان پر پیشاب کیا جائے ان کتابوں پر پیشاب کرنا پیشاب کو مزید ناپاک کر دیتا ہے"۔

(سبحان السبوح ص 94۔احمد رضا)

"شریفہ ظریفہ رشیدہ رمیدہ نے اپنے اقبال وسیع سے ان کی ادبار پر ضیق کو فراخی حوصلہ کیلئے سکھائی ہے کہ، چاہیں تو ایک ایک مَنت میں اپنے مضمون کی ایک کتاب کا حوالہ لکھ دیں"

{فتاوی رضویہ ج 29 ص 421 از احمد رضا خان}

اگر محض دہابیڑا کی گردان تعصب ہے تو جو اپنے مخالفین کو اتنی ننگی ننگی گالیاں دے رہا ہو وہ کس قدر غیر نجیدہ اور متعصب ہوگا؟

ایک اور انداز

بدعتی ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"ہم اپنا استغاثہ ناظرین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں کہ وہ خود انصاف کریں کہ جو شخص بغض میں اس حد تک آگے بڑھ چکا ہے کہ اس بات کو مصنف کا عقیدہ قرار دیا جا رہا ہے جس کا رد وہ خود کر رہے ہیں"۔

(رد اعتراضات مخبث ص 32)

سوال یہ ہے کہ جو عقائد خبیثہ خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں علمائے اہلسنت احناف کی طرف منسوب کئے ان سب کی نہ صرف ان علماء نے تردید کی بلکہ اسے کفر کہا۔ اس سب کے بعد بھی انہی عقائد کو ان علماء کی طرف منسوب کرنا خود بریلوی اصول کے مطابق بغض وحسد کی علامت ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے شخص کی جرح قابل قبول نہیں تو کفر کا فتوی کیسے قبول کر لیا جائے؟

ایک اور انداز

پروفیسر ڈاکٹر مسعود صاحب لکھتے ہیں:

"اظہار صداقت کا سب سے کٹھن مرحلہ وہ ہوتا ہے جب کسی مختلف فیہ مسئلے کے بارے میں کسی مخالف کے خلاف قلم اٹھایا جائے حسن اظہار کے اصل جوہر یہیں کھلتے ہیں اکثر دیکھا گیا کہ سنجیدہ سے سنجیدہ اور فاضل سے فاضل انسان بھی ایسے مواقع پر اپنے جذبات قابو میں نہیں رکھتا اور اس کی تحریر میں متانت طرز بیان مفقود نظر آتی ہے مثلاً اس قسم کی چند تحریروں سے یہ

اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

(الف) مولانا احتشام الحق اور مولانا محمد شفیع صاحب کا فتویٰ دربارہ شربت حسنین نظر سے گزرا جس میں انہوں نے اپنے خبث باطنی بدمذہبی اور سوئے اعتقاد حضرت حسنین سے بتائی وہ اظہر من الشمس ہے یہ لوگ حقیقت میں معتزلی خارجی ہیں۔

(ب) شرح عقائد وغیرہ کتب معتبرہ اہل سنت والجماعت وشروح احادیث، عقائد متون میں ایصال ثواب کے احکام صریحہ موجود ہیں لیکن یہ دشمن رسول ﷺ اور دشمن صحابہ اہل بیت اور اولیاء کرام سے بغض و کینہ رکھنے والی جماعت ہمیشہ ان مستحسن طریقوں کو روکنے کی سعی کرتی رہتی ہے مسلمانوں کو ان مذاہب کے بھیڑیوں اور ملت کے ڈاکوؤں سے پرہیز لازم ہے اور اتباع اہل سنت والجماعت ضروری ہے۔

(ج) محمد شفیع واحتشام الحق تھانوی کا جواب تجاہل عارفہ جہل مرکب اور انتہائی بغض و عناد کے مترادف ہے درحقیقت فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کافرانہ ذہنیت وملحدانہ خیالات کے پیش نظر ہر جائز کار خیر کو حرام و بدعت ٹھہرانے کا عادی ہے مسلمانوں کو ان کی مکاری اور ریاکاری سے ہمیشہ اجتناب کرنا چاہئے۔

غرض اس قسم کا طرز بیان فتاویٰ کے لئے ہرگز مناسب نہیں بالفرض مجیب اول کے استدلالات صحیح نہیں تو مجیب ثانی اپنے قوی استدلالات سے ان کو رد کرسکتا ہے لیکن فقیہانہ بردباری اور تحمل کے ساتھ جس سے اظہار صداقت کی زیبائی ورعنائی کو صدمہ نہ پہنچے۔

(افتتاحیہ فتاویٰ مظہریہ ص 77)

معلوم ہوا کہ" خبث باطنی، بدمذہب، اہل بیت سے سوئے اعتقاد، دشمن نبی وصحابہ واہل بیت اولیاء سے بغض و کینہ رکھنے والے بھیڑیئے فرقہ وہابیہ دیوبندیہ، کافرانہ ذہنیت ملحدانہ خیالات وغیرہا" جیسے الفاظ نہ تو فتاویٰ کے لئے ہرگز مناسب ہیں نہ فقیہانہ بردباری اور تحمل والے جملے ہیں، اور نہ ہی صحیح طرز بیان ہے اور نہ ہی جذبات کو قابو میں رکھ کر یہ گفتگو ہے۔ اب میں پروفیسر مسعود سے پوچھتا ہوں ان میں سے کونسا لفظ تھیں جو فاضل بریلوی نے اپنے فتاویٰ جات میں ہمارے لیے نہ لکھا ہو؟۔ ان

سے بڑھ کر فاضل صاحب نے الفاظ اکابر اہل سنت کے لئے استعمال کیے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ تو معلوم ہوا کہ فاضل بریلوی نے فتاویٰ میں نہ احتیاط نہ تحمل نہ صحت طرز بیان نہ ہی جذبات پر قابو اور نہ ہی فتاویٰ کہلانے کا استحقاق، تو جب کچھ بھی نہیں تو پھر ان کے فتاوی پر اعتماد کیسے کر لیا جائے؟۔

ایک اور انداز

رضاخانی رئیس القلم سید عبدالکریم ہاشمی لکھتے ہیں:

''اگر چہ کہ اعلیٰ حضرت نے وہابیوں کے رد میں بہت کچھ لکھا مگر مجھے اس بات کا ثبوت ملا نہیں ہے کہ آپ نے ہندوستان کے سب سے بڑے وہابی اور ان کے رئیس اعظم کی فتنہ بازیوں کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے اور وہ مفتن خان بہادر صدیق حسن ہے۔ آپ برطانیہ کے مواطی تھے اور دوسرے عرب مواطیوں سے ملے ہوئے تھے''۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر،ص 616)

اگر خان صاحب واقعی وہابیوں کے خلاف قلمی جہاد میں مخلص تھے تو سب سے پہلے وہابیوں کے رئیس اعظم نواب صدیق حسن خان کے خلاف قلم اٹھانا چاہئے تھا مگر بقول رضاخانیوں کے اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا کیونکہ ایک تو وہ انگریز کا دوست تھا دوسرا چونکہ وہ خان صاحب سے پہلے گزر چکے تھے اس کے رد میں ان کو کوئی فائدہ نہ تھا ان کی شہرت کے آگے سب سے بڑی رکاوٹ تو علمائے دیوبند تھے۔ لہٰذا تعصب میں آ کر اس آدمی نے یہ سب کچھ کیا۔ یہ حوالہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ خان صاحب بریلوی نے علمائے دیوبند کے خلاف کفر کے فتوے محض تعصب کی بنیاد پر دئے۔

اگر یہ سب تعصّب کی بنیاد پر نہیں تو ہم آپ کی اس دعوت کو قبول کرتے ہیں

ایک اور انداز

مولوی حسن علی رضوی میلسی لکھتا ہے:

''آج بھی اگر دیو بندی مکتبہ فکر کے علماء سنجیدگی اور متانت اور حقیقت پسندی اور وسیع النظری سے کام لیں اور انتشار کے خاتمے اور امت کے اتحاد قومی یک جہتی کے لیے گنتی کے صرف پانچ سات مولویوں کی قربانی دے دیں اور جن حضرات پر ان کی کفریہ گستاخانہ عبارات کے باعث حسام الحرمین شریفین اور الصوارم الہندیہ میں فتویٰ کفر و ارتداد لگا ہے اور عرب وعجم شرق وغرب پاک وہند کے اکابر ومشاہیر علماء وفقہاء نے اس کی تائید وتصدیق فرمائی ہے صرف ان گنتی کے چند مولویوں سے قطع تعلق کرتے ہوئے توہین کو توہین تسلیم کرلیں کفر کو کفر مان لیں اور سچے دل سے توبہ کرکے ان کی وکالت اور دلالی چھوڑ دیں جھوٹی تاویلات کا سلسلہ بند کردیں اور حسام الحرمین پر تصدیق کردیں تو امید ہے کہ امت کا وسیع تر اتحاد یکجہتی قائم ہوسکتی ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت: ج 1 ص 36، 37 تنظیم اہلسنت کراچی)

منشاء تابش قصوری صاحب لکھتے ہیں:

''سیدھی اور معقول بات تھی کہ ان عبارات کو مناسب الفاظ میں تبدیل کرلیا جاتا''۔

(دعوت فکر ص 15، مکتبہ اشرفیہ مرید کے، بار اول)

بریلوی مجاہد ملت مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب لکھتے ہیں:

''المہند کی اشاعت کے بعد تمام غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں اور موافقت کی راہ کھل جاتی ہے''۔

(اتحاد بین المسلمین، ص 136، والضحیٰ پبلی کیشنز لاہور)

علما دیوبند مولانا محمود حسن اسیر مالٹا، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا شاہ عبد الرحیم رائے پوری، مولانا حافظ محمد احمد مہتمم دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا عزیز الرحمن مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی کی مصدقہ کتاب ''المہند علی المفند'' مصنفہ مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کی تصنیفات ''حسام الحرمین'' اور ''الدولۃ المکیہ'' کے جواب میں شایع ہوئی جس میں انہوں نے اپنے عقائد و نظریات کی وضاحت کی ہے ایک نہایت ہی مفید کتاب ہے۔ اس پس منظر میں علما دیوبند

"المہند" میں درج شدہ فیصلوں کو اختلافی مسائل میں نافذ العمل کرلیں تو تمام متنازعہ فیہ عقائد ونظریات کا نہایت ہی معقول ومدلل جواب مل سکتا ہے"۔

(اتحاد بین المسلمین ص 115)

سوال یہ ہے کہ کیا حضرت حکیم الامت نے اپنی عبارت کو تبدیل نہیں کردیا؟ کیا اکابر دیوبند نے ان عبارات کی مناسب توجیہ بیان نہیں کردی؟ کیا تم نے مان لی؟

ایک اور انداز یہ خود بھی گستاخ ہیں

اہل بدعت نے اپنے اکابر و بزرگوں کے کفر، گستاخ رسول ﷺ ہونے پر مندرجہ ذیل کتب لکھیں:

(۱) تجانب اہل سنت، (۲) مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری۔ (۳) ستر باادب سوالات۔ (۴) سدالفرار، (۵) الطاری الداری، (۶) حسام الابرار (۷) نبوت مصطفی ﷺ ہر آن ہر لحظہ وغیرہا۔

مگر ان کتابوں کو کبھی نہ اسٹیج کی زینت بنایا نہ ان کتابوں کے کفری فتوؤں سے گھائل اپنے مولویوں کے خلاف تقریریں کی، پمفلٹ چھاپے حالانکہ خود تسلیم کیا کہ ہمارے ان مولویوں نے معاذ اللہ اکابر دیوبند سے بھی بڑا کفر کیا۔ ایک ہی جرم میں ایک فریق کے خلاف خاموشی دوسرے فریق کے خلاف طوفان بدتمیزی اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ سب کچھ محض مسلکی تعصب وفرقہ پرستی ہے۔

اصول نمبر ۲

ہم عصر کی جروحات قابل قبول نہیں، اگر ثابت ہوجائے کہ حسد وتعصب کی بنیاد پر ہے!

اس پہ علامہ عبدالحئی لکھنوی رحمہ اللہ نے پورا باب الرفع والتکمیل میں قائم کیا ہے بتلایا ہے کہ ہم

عصر کی جرح قابل قبول نہیں۔

وَمِنْ ثَمَّ قَالُوْا لَا يُقْبَلُ جَرْحُ الْمُعَاصِرِ على المعاصر اي اذا كَانَ بِلَا حجَّةٍ لَانَّ الْمُعَاصَرَةَ تُفْضِي غَالِباً اِلَى الْمُنَافَرَةِ

قَالَ الذَّهَبِيُّ فِي سِيَرِ اَعْلَامِ النُّبَلَاءِ فِي تَرْجَمَةِ السَّمِيْنِ الْمُفَسّرِ ابي عبدِالله مُحَمَّدِبْنِ حَاتِمِ الْبَغْدَادِيِّ الْمُتَوفّٰى فِي اَخِرِ سَنَةِ خَمْسٍ وَثَلَاثِيْنَ ومِئَتَيْنِ وَثَّقَه ابْنُ عدي وَالدَّارَقُطْنِيّ وَذكره ابُو حَفْص الفلاس فَقَالَ لَيْسَ بِشَئٍ قلتُ هَذَا من كَلَام الاَقْرَانِ الَّذِي لَا يُسمع فَإِنَّ الرَّجُلَ ثَبَةٌ حُجَّةٌ قَالَ الذَّهَبِيّ فِي تَرْجَمَة ابي بكر بن ابي دَاوُد السجستاني المتوفي سنة سِتَّ عَشْرَةَ وَثَلَاثِ مئةٍ من كِتَابه تذكرةِ الحفاظ بعد مَا ذَكَرَ تَوْثِيقَهُ عَن جَمْعٍ من الثِّقَات وَعَن ابْن صاعد وَغيرِه تَضْعِيفَه قلتُ لَا يَنْبَغِي سَماعَ قَولِ ابْن صاعد فِيهِ كَمَا لم يَقْدَحْ تَكْذِيبُهُ لِابْنِ صاعد وَكَذَا لَا يُسْمَعُ كَلَامُ ابْن جرير فِيهِ فان هولاء بَينهم عَدَاوَة'' بينه فَقِفْ فِي كَلَام الاقران بعضِهِم فِي بعض وَقَالَ الذَّهَبِيّ فِي تَرْجَمَة عَفَّان الصفار من مِيزَانه كَلَامُ النظراء والاقران يَنْبَغِي اَنْ يُّتَامَّل ويُتَانَّ فِيهِ انْتهى

وَقَالَ فِي تَرْجَمَة ابي الزِّنَاد عبد الله بن ذَكْوَان قَالَ رِبِيعَةُ فِيهِ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا رِضَا قلتُ لَا يُسمع قَولُ ربيعَةَ فِيهِ فانه كَانَ بَينهمَا عَدَاوَة'' ظَاهِرَة انْتهى

(الرفع والتکمیل ص 417،418)

دعوت اسلامی والوں نے امام غزالی کی طرف منسوب ایک کتاب ''منہاج العابدین'' کا اردو ترجمہ کیا ہے اس میں ہے:

''حضرت سید عطار رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا سفیان ثوری علیہ رحمۃ اللہ القوی نے فرمایا: اہل علم سے محتاط رہو اور ان کے ساتھ مجھ سے بھی کیونکہ اگر میرا ان میں سے کسی کے ساتھ

ایک انار کے بارے میں اختلاف ہو جائے کہ میں کہوں یہ میٹھا ہے اور وہ کہے یہ ترش ہے تو مجھے خوف ہے کہ وہ ظالم بادشاہ کے پاس مجھے قتل کروانے کی کوشش کرنے لگے گا۔

اہل علم کا باہمی حسد

حضرت سیدنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفار فرماتے ہیں: میں ساری مخلوق کے خلاف علماء کی گواہی قبول کرلوں گا مگر علماء کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی قبول نہیں کروں گا کیونکہ میں نے انہیں بہت زیادہ حسد کرنے والا پایا ہے

حضرت سیدنا فضیل بن عیاض علیہ رحمۃ اللہ الوہاب نے اپنے بیٹے سے فرمایا مجھے ان علماء سے کہیں دور گھر خرید کر دو ان لوگوں کے ساتھ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اگر یہ میری غلطی کو دیکھتے ہیں تو میری بے عزتی کرتے ہیں اور اگر میرے پاس کوئی نعمت دیکھتے ہیں تو مجھ سے حسد کرتے ہیں"۔

(منہاج العابدین ص ۲۱۵،۲۱۶)

نتیجہ

خان صاحب بریلوی کی جرح والزامات حسد وتعصب کی بنیاد پر تھے اصول نمبر ۱ میں ذکر کردہ دلائل یہاں بھی کام آسکتے ہیں۔ایک اور انداز ملاحظہ ہو:

خان صاحب بریلوی کے تعصب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ خان صاحب بریلوی نے جتنے الزامات علمائے اہلسنت پر لگائے ہیں کفر کے معاذ اللہ اس میں سے بیشتر شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ پر بھی لگائے بلکہ اس سے زائد لگائے ہیں مگر شاہ صاحب کو وہ مسلمان کہتے ہیں اور علمائے دیوبند کو کسی طور مسلمان ماننے کیلئے تیار نہیں۔

(۱)۔۔۔یہاں صاف اقرار کردیا کہ اللہ عزوجل کی بات واقع میں جھوٹی ہو جانے میں تو حرج نہیں"۔

(الکوکبۃ الشہابیہ ص 14)

(۲)۔۔۔۔یہ کھلم کھلا غیر نبی کو نبی بنانا ہے

(الکوکبۃ الشہابیہ ص 22)

(۳)۔۔۔تمام ایمانیات کاانکارکیا(ملخصاً ص 19)

(۴)۔۔۔ثالثاً الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ دیکھئے جو خاص اسمعیل دہلوی اور اس کے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوااور باراول شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا جس میں نصوص جلیلہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ وتصریحات ائمہ بحوالہ صفحات کتب معتمدہ اس پرستر وجہ بلکہ زائد سے لزوم کفر ثابت کیااور بالآخر یہی لکھا ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے سے) کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ ومختار و مناسب''۔

(تمہید ایمان، ص 53)

مزید تفصیلی الزامات کیلئے میری کتاب دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلداول کامطالعہ کریں۔

حجۃ الاسلام الامام الکبیر سیدنا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۲۹۷ھ میں ہوئی۔اور خلیل الملۃ والدین، بدرالمحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ کی کتاب براہین قاطعہ کے بارے میں خود مولوی عبدالسمیع رامپوری سے سنئیے۔وہ لکھتے ہیں ۱۳۰۴ھ (۱۸۸۶ء) میں براہین قاطعہ بجواب انوارساطعہ نامی ایک کتاب مطبع ہاشمی میرٹھ سے اس وضاحت کے ساتھ شائع ہوئی کہ یہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے حکم سے چھپی ہے۔

جبکہ فاضل بریلوی'' اللہ جھوٹ سے پاک ہے'' میں لکھتے ہیں:

''حاش للہ حاش للہ اور ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا ان مقتدیوں یعنی مدعیان جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں۔

(اللہ جھوٹ سے پاک ہے ص 109،110)

یہ کتاب اعلی حضرت بریلوی نے ۱۳۰۷ھ میں لکھی۔

اب میرا سوال یہ ہے کہ ان عبارات سے تو فاضل صاحب واقف تھے مگر اس وقت ان کی بنیاد پر کافر نہ کہا مگر عرصہ دراز بعد جب قطب الارشاد فقیہ النفس رشید الملۃ والدین امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۱۳۲۳ھ میں ہوگئی بعد میں ۱۳۲۵ھ میں حسام الحرمین لکھ کر

کافر قرار دیا۔

نوٹ: ہم عصر کی جرح جب دلیل کی بنیاد پر ہو تو پھر یہ حکم نہیں۔

اصول نمبر ۳

تکفیر میں جلدی کرنے والے کے فتوے کا کوئی اعتبار نہیں

امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالمبَادرۃُ اِلی التَّکفِیرِ انما یَغلِبُ علی طَبَاعِ مَن یغلب علیھم الجھلُ

(فیصل التفرقۃ ص 87، دار المنہاج الریاض)

وَاِذَا رَاَیتَ الفَقِیہَ الَّذِی بِضَاعَتُہٗ مُجَرَّدُ الفِقہِ یخوضُ فی التَّکفِیرِ وَالتَّضلِیلِ فَاَعرِضْ عنہ وَلَا تُشغِلْ بہٖ قَلبَکَ وَلِسَانَکَ

(فیصل التفرقۃ ص 93، دار المنہاج الریاض)

نتیجہ

"عام طور پر امام احمد رضا کے متعلق مشہور ہے کہ وہ مکفر المسلمین تھے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر ص:29)

یہ بات صرف مشہور ہی نہیں بلکہ مبنی بر حقیقت ہے چنانچہ اسی المیزان میں ہے:

"شمس العلماء حضرت مولانا معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ"۔

(المیزان ص:396)

اور یہی شمس العلماء احمد رضا خان کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

"اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کر ڈالا ایسا بد نصیب وہ کون ہے جس پر آپ کو خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی عصمت ثانیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہلسنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرا دیا جن کے اتباع کی پہچان یہ ہے کہ وہ وعظ میں اہل حق

سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا مینہ برساتے ہیں"۔

(تجلیات انوار المعین۔ص:42)

"دنیا میں شائد کسی نے اس قدر کافروں کو مسلمان نہیں کیا ہوگا جس قدر اعلیٰ حضرت نے مسلمانوں کو کافر بنایا"۔

(تجلیات انوار المعین۔ص:42)

علماء ربانیین کی تکفیر وتوہین ان کا شعار اور ان کی تضلیل وتفسیق ان کا دثار ہے"۔

(تجلیات ص:6)

ابوکلیم صدیق فانی یہ اصول لکھتا ہے:

" آخر عام لوگوں میں جو شہرت ہوئی تو اس کی کوئی بنیاد ضرور ہے۔(ص ۶۳) مشہور محاورہ ہے زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو"۔

(انوار احناف۔ص 64)

اصول نمبر ۴

احتمال کی موجودگی میں تکفیر نہیں کی جائے گی!

(عبارت کا کفریہ ہونا سو فیصد ہو ایک فیصد بھی اس میں احتمال نہ ہو اگر چہ وہ احتمال ضعیف ہو اگر چہ بعید ہو)۔

ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

وَقَدْ ذَكَرُوْا اَنَّ الْمَسالَةَ الْمُتَعَلِّقَةَ بِالْكُفْرِ اِذَا كَانَ لَهَا تِسْع " وَّ تِسْعُوْنَ اِحْتَمالاً لِلْكُفْرِ وَ اِحْتمال واحد فى نفيه كان الاَوْلىٰ للمفتى و القاضى ان يَّعْمَلَ بالاحتمال النافى لان الخطاءَ فى ابقاءِ الفِ كافرٍ اهونُ من الخطاءِ فى

افتاء مسلم واحد

(شرح فقہ الاکبر ص 444، 445، دار البشائر بیروت)

اذا کان فی المسئلۃ وجوہ تُوجِبُ الْکُفْرَ و وجہ واحد یَمْنَعُ فعلی المفتی اَنْ یَمِیْلَ الی ذالک الوجہ کذا فی الخلاصۃ

(فتاوی عالمگیری، ج 2، ص 293، دار الفکر بیروت)

یہ عبارت خان صاحب بریلوی کی تمہید ایمان ص 45 پر بھی موجود ہے۔
علامہ شامی لکھتے ہیں:

الْكُفْرُ شَيْءٌ عَظِيمٌ فَلَا اجْعَلُ الْمُؤمِنَ كَافِرًا مَتَى وَجَدْت رِوَايَةً انَّهُ لَا يَكْفُرُ وَفِي الْخُلَاصَةِ وَغَيْرِهَا: إذَا كَانَ فِي الْمَسْأَلَةِ وُجُوهٌ تُوجِبُ التَّكْفِيرَ وَوَجْهٌ وَاحِدٌ يَمْنَعُهُ فَعَلَى الْمُفْتِي ان يَمِيلَ إلَى الْوَجْهِ الَّذِي يَمْنَعُ التَّكْفِيرَ تَحْسِينًا لِلظَّنِّ بِالْمُسْلِمِ زَادَ فِي الْبَزَّازِيَّةِ إلَّا إذَا صَرَّحَ بِإِرَادَةِ مُوجِبِ الْكُفْرِ فَلَا يَنْفَعُهُ التَّاوِيلُ ح وَفِي التَّتَارْخَانِيَّةِ: لَا يَكْفُرُ بِالْمُحْتَمَلِ لِانَّ الْكُفْرَ نِهَايَةٌ فِي الْعُقُوبَةِ فَيَسْتَدْعِي نِهَايَةً فِي الْجِنَايَةِ وَمَعَ الِاحْتِمَالِ لَا نِهَايَةَ اهـ وَالَّذِي تَحَرَّرَ انَّهُ لَا يُفْتَى بِكُفْرِ مُسْلِمٍ امْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهِ عَلَى مَحْمَلٍ حَسَنٍ اوْ كَانَ فِي كُفْرِهِ اخْتِلَافٌ وَلَوْ رِوَايَةً ضَعِيفَةً

(فتاوی شامی، ج 4، ص 224)

یہی حوالہ بحر الرائق جلد پانچ ص 134 پر بھی موجود ہے۔
امام عبد الوہاب شعرانیؒ لکھتے ہیں:

وَ حُجَّۃُ مَنْ قَالَ بِعَدْمِ تَکْفِیْرِ الْمُتَاوِلِیْنَ اَنَّہٗ قَدْ ثَبَتَ عِصْمَۃُ دِمَائِہِمْ وَ اَمْوَالِہِمْ بِقَوْلِہِمْ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وَلَمْ یَثْبُتْ اَنَّ الْخَطَاءَ فی التَّاوِیْلِ کُفْر'' وَاِلَّا فَلَا بُدَّ مِنْ دَلِیْلٍ علی ذلک مِنْ نَصٍّ او اجماعٍ او قیاسٍ صحیحٍ عَلٰی اَصْلٍ صحیحٍ مِنْ نصٍ او اجماعٍ وَلَمْ نَجِدْ مِنْ ذٰلکَ شَیْئًا فَبَقِیَ

الْقَوْمُ عَلَى الْاِسْلَامِ فَاِنِ اتَّفَقَ فِيْ زَمَانٍ وُجُوْدِ مُجْتَهِدٍ تَكَامَلَتْ فِيهِ شُرُوْطُ الْاِجْتِهَادِ كَالْائِمَةِ الاربعة و بَانَ لَهُ دليل قاطع اَنَّ الْخَطَاءَ فِي التاويل مُوْجِب'' للكُفْرِ كَفَّرْنَاهُمْ بِقَوْلِهِ وَ هَيْهَاتَ اَنْ يُّوْجَدَ مِثْلُ ذلك في هذه الازمان انتهى

وَ قَدْ سُئِلَ الْاِمَامُ الْمُزَنِيُّ رحمه الله عنه مَسْئَلَةً في علمِ الْعَقَائِدِ فقال: حتى اَنْظُرَ وَ اَتَثَبَّتَ فَاِنَّهُ دِيْنُ اللهِ وَ كَانَ يُنْكِرُ عَلَى مَنْ يُّبَادِرُ اِلَى تَكْفِيْرِ اَهْلِ الْاَهْوَاءِ وَ الْبِدْعِ وَ قَالَ اِنَّ الْمَسَائِلَ الَّتِيْ يَقَعُوْنَ فيها لَطَائِفَ تَدُقُّ عَنِ النَّظْرِ الْعَقْلِيِّ وَ كَانَ اِمَامُ الْحَرَمَيْنِ رحمه الله يقول: لَوْ قِيْلَ لَنَا فَصِّلُوْا مَا يَقْتَضِيْ التَّكْفِيْرَ مِنَ الْعِبَارَاتِ مِمَّا لَا يَقْتَضِيْهِ لَقُلْنَا هَذَا الجمعُ طَمْع'' في غَيْرِ مَطْمَعٍ فَاِنَّ هَذا بَعِيْدُ الْمُدْرَكِ و عر المسلك يستمد من تيارِ بِحَارِ التَّوْحِيْدِ وَ مَنْ لَمْ يُحِطْ عِلْماً بِنِهَايَاتِ الْحَقَائِقِ لَمْ يَتَحَصَّلْ مِنْ دَلَائِلِ التَّكْفِيْرِ عَلَى وَثَائِقَ و كان ابو المحاسن الرُّوْيَانِي و غيرُهُ مِنْ عُلَمَاءِ بَغْدَادَ قَاطِبَةً يقولون لَا يُكَفَّرُ اَحَد'' مِّنْ اَهْلِ الْمَذَاهِبِ الْاِسْلَامِيَّةِ لِاَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قال من صلى صلاتنا و استقبل قبلتنا و اكل ذبيحتنا فله مالنا و عليه ما علينا

(الیواقیت والجواھر: ص/ 531)

اور جو حضرات متاولین کے تکفیر کے قائل نہیں ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کی بدولت ان کے جان و مال کا محفوظ ہو جانا ثابت ہے جبکہ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ تاویل میں خطاء کرنا کفر ہے۔ ورنہ اس پر لازما کوئی دلیل لانا ہوگا جو نص یا اجماع ہو یا نص اور اجماع میں سے کسی صحیح اصل پر قیاس سے ہو۔ اور ہم نے ان میں سے کوئی بھی ایسی دلیل نہیں پائی۔ پس یہ لوگ اپنے اسلام پر ہی باقی رہ گئے (اور کافر نہ کہلائے) پس اگر بالفرض کسی زمانے میں ایسا مجتہد پیدا ہو جائے جس میں ائمہ اربعہ کی

طرح اجتہاد کی شرائط مکمل پائے جاتے ہوں اور اس کے سامنے کسی دلیل سے یہ واضح ہو جائے کہ تاویل میں خطاء کرنا کفر کا موجب ہے تو ہم اس مجتہد کے قول کی پیروی میں ان کو کافر قرار دینگے۔ جبکہ یہ بہت بعید ہے کہ آج کل کے زمانے میں ایسا کوئی شخص پایا جائے انتہی۔ اور امام مزنی رحمہ اللہ سے علم العقائد کے کسی مسئلے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب تک میں غور و فکر کر کے مطمئن نہ ہو جاؤں (تب تک میں کوئی جواب نہیں دے سکتا) کیونکہ یہ اللہ کا دین ہے اور آپ ان لوگوں پر سخت تنقید کرتے تھے جو اہل الاھواء اور اہل بدعت کی تکفیر میں جلد بازی کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جن مسائل میں وہ لوگ پڑے ہیں وہ بہت لطیف ہیں اور نظر عقلی کے اعتبار سے بہت دقیق ہیں۔ اور امام الحرمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اگر ہمیں کہا جائے کہ جو عبارات تکفیر کا تقاضا کرتی ہیں انہیں ان عبارات سے الگ کر دیں جو تکفیر کا تقاضا نہیں کرتیں تو ہم کہیں گے کہ یہ جمع کرنا ایسی چیز کی توقع ہے جس کی کوئی امید ہی نہیں۔ کیونکہ اس کا ادراک بہت بعید اور مشکل ہے جس میں توحید کے سمندروں سے اٹھنے والی لہروں سے مدد لی جاتی ہے۔ اور جس کا علم حقائق کے حدود کا احاطہ نہ کر سکا ہو وہ تکفیر کے دلائل سے کوئی پختگی حاصل نہیں ہوگی۔ اور علامہ ابو المحاسن الرویانی اور ان کے علاوہ تمام علماء بغداد فرماتے تھے کہ مذاہب اسلامیہ میں سے کسی بھی فرد کی تکفیر درست نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ: جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کی طرف توجہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو اس کے بھی وہی حقوق ہیں جو ہمارے ہیں اور اس پر بھی وہی باتیں لازم ہیں جو ہم پر لازم ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَالَ الْعُلَمَاءُ كُلُّ مُتَأَوِّلٍ مَعْذُورٌ بِتَأْوِيلِهِ لَيْسَ بِآثِمٍ إِذَا كَانَ تَأْوِيلُهُ سَائِغًا فِي لِسَانِ الْعَرَبِ وَكَانَ لَهُ وَجْهٌ فِي الْعِلْمِ۔

(فتح الباری، ج ۱۲، ص ۳۰۴، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمُتَأَوِّلِينَ)

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتے ہیں:

''اسی طرح فتاوی بزازیہ و بحر الرائق و مجمع الانہر و حدیقہ ندیہ وغیرہا میں ہے تاتارخانیہ و بحر و سل الحسام و تنبیہ الولاۃ وغیرہا میں ہے:

لَا يُكْفَرُ بِالْمُحْتَمَلِ لِاَنَّ الْكُفْرَ نِهَايَةٌ فِي الْعُقُوبَةِ فَيَسْتَدْعِي نِهَايَةً فِي الْجِنَايَةِ وَمَعَ الِاحْتِمَالِ لَا نِهَايَةَ

بحر الرائق و تنویر الابصار و حدیقہ ندیہ و تنبیہ الولاۃ و سل الحسام وغیرہا میں ہے

وَالَّذِي تَحَرَّرَ اَنَّهُ لَا يُفْتَى بِكُفْرِ مُسْلِمٍ اَمْكَنَ حَمْلُ كَلَامِهِ عَلَى مَحْمَلٍ حَسَنٍ

(تمہید ایمان مع حسام الحرمین، ص 46)

مصطفی رضا خان صاحب لکھتے ہیں کہ:

''یہاں وہابیہ سخت دھوکا دیتے ہیں کہ جب تنقیص و توہین شان رسالت کفر ہے تو اسماعیل نے بھی کی۔ وجہ کیا ہے کہ اشرفعلی وغیرہ ایسے کافر ہوں کہ ان کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہو اور اسمعیل ایسا نہ ہو؟ مگر مسلمان ہوشیار ہوں یہاں خبثاء کا سخت دھوکا ہے۔ اصل یہ ہے کہ اسماعیل اور حال کے وہابیہ کے اقوال میں فرق ہے۔ ہم اہل سنت متکلمین کا مذہب یہ ہے کہ جب تک کسی قول میں تاویل کی گنجائش ہو گی تکفیر سے زبان روکی جائے گی کہ ممکن ہے اس نے اس قول سے یہی معنی مراد لیا ہو''۔

(حاشیہ ملفوظات اعلیٰ حضرت (تحریف شدہ): ص 172: مکتبۃ المدینہ)

بریلوی فقیہ العصر شریف الحق امجدی:

''مولوی اسمعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی، رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علماء کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ بآں جلالت شان و ذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ نہیں آئی نہ قریب نہ بعید ان حضرات کی نظر میں اس کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔ لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے

علم میں آئے تو بمصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگر چہ وہ بعید ہو ،ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا''۔

(تحقیقات ،ص 207 ۔فرید بک سٹال لاہور طبع اول مارچ 2002)

حسن علی رضوی بریلوی لکھتا ہے:

''مذکورہ بالا لفظ بھی ذو معنی ہیں قائل کو کفر سے بچایا جائے گا اور لفظ کو غیر کفریہ معنی پر محمول کیا جائے گا''۔

(برق آسمانی ص 147 البرہان پبلیکشنز)

اہل بدعت نے بھی تاویل کی بنا پر تکفیر نہیں کی چند مثالیں

بریلوی فقیہ ملت شریف الحق امجدی سے سوال ہوا کہ:''زید عالم دین ہے اپنی تقریر میں عوام سے مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ بلاتشبیہ سے کہ قرآن دو ہیں ایک خاموش ہے دوسرا بولتا۔ بولتا سے مراد حضور ﷺ ہیں اور خاموش سے مراد قرآن مجید ہے''۔

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

''زید نے جو لفظ کہے ہیں اس کا ظاہر مفہوم بہت خطرناک ہے لیکن مسلمان کے ساتھ حسن ظن رکھنا لازم اور اس کے معنی کو اچھے کلام پر محمول کرنا ضروری''۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج 1 ص 397)

ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیں امجدی صاحب سے سوال ہوا:

''نبوت منسوخ ہوتی ہے یا نہیں ؟حکیم الامت مولانا احمد یار خان صاحب علیہ الرحمۃ نے مشکوۃ شریف کی شرح مرآۃ المناجیح کی جلد ہشتم باب فضائل سید المرسلین صلاۃ اللہ وسلامہ علیہ میں مندرج حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی حدیث پاک ختم بی النبیون کی اس طرح تشریح فرمائی ہے :''یعنی میں آخری نبی ہوں ،جس پر دور نبوت ختم ہو گیا۔میرے زمانے یا میرے بعد کوئی نبی نہیں ۔جو نبی زندہ ہیں ان کی نبوت بھی منسوخ ہو گئی اب وہ میری امت کے ولی ہیں''۔باب فضائل میں متعدد جگہ اور اپنی تصنیف ''شان حبیب الرحمن

من آیات القرآن' میں بھی نبوت کے منسوخ ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔حضرت مفتی صاحب علیہ الرحمۃ کی اس تشریح سے علما کے مابین اختلاف ہوگیا ہے ایک جماعت کہتا ہے کہ نبوت منسوخ نہیں ہوتی اور اس طرح کا عقیدہ رکھنے والے اور نقل کرنے والے پر تجدید ایمان و نکاح اور توبہ ورجوع واجب ہے۔

الجواب: نبوت منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی شریعت منسوخ ہوگئی۔ یہ درست ہے نبوت منسوخ ہونے کا مطلب سلب نبوت نہیں۔سلب نبوت البتہ جائز نہیں اور یہ کہنا کہ کسی نبی کی نبوت سلب ہوگئی یہ ضرور کفر ہے۔اس کو یوں سمجھئے کہ منسوخ صرف احکام ہوتے ہیں اصطلاح شرح میں یہ لفظ احکام کے ساتھ خاص ہے اخبار اور مناصب منسوخ نہیں ہوتے۔

ویسے اس لفظ کے بولنے سے احتراز لازم ہے کہ عوام اس کو کچھ کا کچھ سمجھیں گے۔حدیث میں ہے ایاکم وما یتعذر منہ۔

مفتی صاحب مرحوم کی کتابوں میں اس قسم کی مجذوبانہ باتیں بہت ہیں، جس سے عوام میں کافی انتشار ہو چکا ہے۔ان کی ایسی باتوں کو بیان کرنے سے پہلے علمائے معتمدین سے استصواب کر لینا ضروری ہے۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1،ص 526،525)

ملاحظہ فرمائیں یہاں آل بدعت کے کفر وگستاخی کے فتووں کی جمیع شرائط موجود ہیں۔مثلاً مفتی احمد یار گجراتی کی عبارت بالکل صریح ہے کہ حضور ﷺ سے ماقبل جو نبی زندہ ہیں ان کی نبوت منسوخ ہوگئی۔وہ یہاں ''سلب نبوت'' ہی کی بات کر رہے ہیں اس پر دلیل ان کے اپنے یہ الفاظ ہیں ''اب وہ میری امت کے ولی ہیں'' یعنی نبی نہیں رہے بلکہ ولی ہو گئے۔عرف میں بھی اس سے ''سلب نبوت'' ہی سمجھا گیا اسی لئے تو سائل نے کہا کہ دو جماعتیں بن گئی ایک جماعت نے اس پر کفر کا فتوی دیا خود امجدی صاحب کو اقرار ہے کہ مفتی صاحب کی اس قسم کی باتوں سے عوام میں اچھا خاصہ انتشار پھیل گیا۔اسی طرح مفتی صاحب اس عبارت کا مطلب سمجھا رہے ہیں اور سمجھنا سمجھانا بھی رضاخانی

مذہب میں مستقل گستاخی کی دلیل ہے۔اس سب کے باوجود امجدی صاحب نے اس عبارت کی یہ بھونڈی تاویل کی کہ ... سے مراد ان کی شریعتوں کا منسوخ ہونا ہے۔حالانکہ یہ تاویل خود مفتی صاحب کے قول سے باطل پھر خود امجدی صاحب کے قول سے باطل ہے کیونکہ خود امجدی صاحب کہہ رہے ہیں کہ منسوخ کا لفظ شریعتوں کے ساتھ خاص ہے"اخبار اور مناصب"منسوخ نہیں ہوتے اور نبوت بھی ایک جلیل القدر منصب ہے مگر اس کے باوجود چونکہ یہ ان کے اپنے اکابر ہیں لہذا یہاں سارے اصول جو دیوبندیوں کے کفر کیلئے وضع کئے گئے تھے ان سب کو پس پشت ڈال کر ایسی تاویل کی گئی جو خود امجدی صاحب اور مفتی احمد یار صاحب کے مسلمات کی روشنی میں باطل ہے۔

لیکن دوسری طرف علمائے دیوبند کی ایک نہیں سنی بلکہ اگر وہ بچارے اپنی عبارت کا مطلب تک سمجھانے لگ جائیں تو اس سمجھانے کو بھی ان کے کفر کی معاذ اللہ ایک مستقل دلیل بنالیا جاتا ہے۔

نوٹ: بدعتی مفتی گجراتی کی کتب خصوصاً جاء الحق کو لئے پھرتے ہیں مگر امجدی صاحب نے یہ بھی اقرار کیا کہ مفتی احمد یار گجراتی کی کتب سے عوام میں انتشار پھیل رہا ہے ظاہر ہے کہ جب قرآن وسنت سے ہٹ کر اس طرح کی کفریات سے کتب مملو ہوں تو اس سے انتشار ہی پھیلے گا یہی بات جب ہم رضاخانیوں کو کرتے ہیں تو ان کی دس گز زبانیں نکل آتی ہیں۔

تیسری مثال: امجدی صاحب سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان کے متعلق ایک شعر کے متعلق سوال ہوا شعر یہ تھا ؎

محمد کے دلاوروں پر صداقت ناز کرتی ہے امامت ناز کرتی ہے نبوت ناز کرتی ہے

دوسرے مصرعہ"نبوت ناز کرتی ہے"کے متعلق لکھتے ہیں:

"ان کے پیش نظر قطعہ کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ ایسے امام ہیں جن پر امامت ناز کرتی ہے اس کے مطابق اس مصرعہ کا مطلب یہ ہوگا کہ ایسے نبی ہیں جن پر نبوت ناز کرتی ہے اور یہ معنی کفر مگر چونکہ قائل مسلمان ہے اور مسلمان کے کلام کو اچھے محل پر محمول کرنا واجب ہے اس لئے یہ مستبعد ہے کہ اس نے یہ کفری معنی مراد لیا ہوگا"۔

(فتاوی شارح بخاری،2،ص67)

خود وضاحت کی کہ اس مصرعہ کا معنی کفریہ ہیں لیکن چونکہ پڑھنے والا مسلمان ہے لہذا یہ بعید ہے کہ اس نے کفری معنی مراد لیا ہوگا جب ایک عام مسلمان سے بھی یہ بعید ہے کہ وہ کسی بات سے کفری معنی مراد لے تو اکابر دیوبند جو اپنے وقت کے جلیل القدر علما تھے ان سے یہ کیسے ممکن ہے کہ انہوں نے کفری معنی مراد لیا ہو؟ جبکہ خود انہوں نے رضاخانیوں کے خود ساختہ مفاہیم پر بھی کفر کے فتوے لگائے کہ اس معنی کو تو ہم خود کفر کہتے ہیں تو یہ مراد ہماری کیسے ہوسکتی ہے؟ اس وضاحت کے بعد تو یہ معاملہ خود بخود محال ہے کہ انہوں نے کوئی کفری معنی مراد لیا ہوگا۔ مگر چونکہ اختلاف کی بنیاد ہے ہی تعصب کی بنیاد پر لہذا یہاں کسی قسم کی کوئی وضاحت ان پر اثر نہیں کرے گی۔

تاویل کی ایک مثال اور ملاحظہ ہو:

''زید نے دوران تقریر میں یہ کہا کہ تم لوگ یہ نہ سمجھو کہ زید بیٹھا ہے اور سامعین بستی کے لوگ ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تمہارے سامنے رسول اللہ بیٹھے ہیں اور یہ لوگ سب صحابی ہیں۔ لہذا ایسے کہنے والے پر شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟۔

الجواب: زید پر اس کلمہ سے رجوع لازم ہے۔ بظاہر زید کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگوں سے یہ کہنا چاہتا ہے کہ تم سب خاموش رہو اور خاموشی کے ساتھ میری بات سنو، جیسے حضور ﷺ کے سامنے صحابہ کرام باادب ہمہ تن، ہمہ گوش ہو کر کلمات اقدس سنا کرتے تھے۔ لیکن اس میں اپنے آپ کو بہت بڑا ظاہر کرنا ہے یہاں تک کہ اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کی طرح ظاہر کرنا یا بستی والوں کو باور کرانا ہے اور بستی والوں کو صحابہ کرام کی مثل کہنا ہے، اس لئے اس کلمہ سے رجوع لازم ہے اور آئندہ ایسے کلمات سے احتیاط ضروری ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج2،ص478)

ملاحظہ فرمائیں جملہ اپنے معنی ومفہوم میں بالکل صریح ہے وہ صاف کہہ رہا ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ اور خود کو صحابہ سمجھو معاذ اللہ لیکن چونکہ معاملہ اپنے بندے کا تھا لہذا تاویل کر دی گئی اور صرف ''رجوع'' کا کہا گیا ہے۔ اگر یہی بات کوئی دیوبندی کے نام سے ان کو بھیجتا تو فتوی یہ آنا تھا کہ زید کافر

ہوگیا یہ گستاخ رسول ہے اس کی بیوی اس کے نکاح سے نکل گئی معاذ اللہ۔

خلاصہ کلام کہ جب کوئی قول بظاہر کفر ہو مگر اس کا صحیح محمل بھی نکل سکتا ہو اگر چہ ظاہر الفاظ اس کا ساتھ نہ دیں تب بھی رضا خانی مذہب میں اس ظاہر قول کے اسی صحیح معنی پر محمول کریں گے تو اکابر دیوبند کی عبارات تو اپنے مفہوم اسلامی میں بالکل واضح ہیں تو ان پر کفر کا فتویٰ کیسے؟

نوٹ: امجدی صاحب لکھتے ہیں:

''یہ خلاف دیوبندیوں کے کہ ان کی کتابیں چھپی ہوئی موجود ہیں۔ان کتابوں میں حضور اقدس ﷺ کی توہین موجود ہے ان کا کفر یقینی قطعی طور پر ثابت ہے اس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج2،ص103)

ظاہر ہے کہ احتمال کی موجودگی میں اگر چہ معمولی ہی کیوں نہ ہو قطعیت اور یقینیت نہیں رہتی کہ یہ شک وشبہ کے مقابل ہیں۔

نتیجہ

''تو اب جب کہ ان کو جہاں جانا تھا جا چکے اب کسی کا ان عبارتوں کی کوئی تاویل صحیح نکالنا ان کو مفید نہیں ہوسکتا ان کو مفید اس وقت ہوتا جب یہ ثابت ہوتا کہ ان کی نیت یہ معنی صحیح تھی، لیکن انہوں نے اپنی مراد یہ معنی نہیں بتایا۔۔الخ''۔

(تحقیقات،ص215)

حالانکہ ہم ثابت کریں گے کہ انہوں نے ان عبارات سے یہی صحیح معنی اپنی زندگی ہی میں لیا تھا لہٰذا اگر ہم یہ ثابت کر دیں تو وہی معنی متعین ہوگا۔بطور مثال تین حوالہ جات ملاحظہ ہو:

''یہ کہنا درست نہیں سمجھتا کہ مولانا نانوتوی عقیدہ ختم نبوت کے منکر تھے کیونکہ یہ اقتباسات بطور عبارۃ النص اور اشارۃ النص اس امر پر بلا شبہ دلالت کرتے ہیں کہ مولانا نانوتوی ختم نبوت زمانی کو ضروریات دین سے یقین کرتے تھے''۔

(تحذیر الناس میری نظر میں:ص58 رضیاء القرآن پبلیشرز)

''ہمارے اکابر نے اعیان علمائے دیوبند کی تکفیر نہیں کی ہے اس واسطے جو حقوق اہل اسلام کے ہیں ان کو ان سے کبھی محروم نہیں رکھا مولوی قاسم صاحب کے نام کے خط و کتابیں ہمارے پاس موجود ہیں''۔

(الطاری الداری: حصہ دوم: ص 16 / حسنی پریس بریلی)

''مولوی اشرف علی تھانوی کی حفظ الایمان کی گستاخانہ عبارت اعلیٰ حضرت امام رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ نے جب اپنے دوست مولانا عبدالباری فرنگی کو دکھائی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس میں کفر نظر نہیں آتا اعلیٰ حضرت نے ایک مثال دی پھر بھی انہوں نے نہ مانا اعلیٰ حضرت خاموش ہو گئے''۔

(سیرت انوار مظہریہ: ص 292)

ان دلائل کی روشنی میں واضح ہوا کہ اکابر دیوبند کی عبارات میں قطعی یقینی کفر نہیں ورنہ بدعتیوں کے یہ اکابر ہرگز ان عقائد کے کفریہ ہونے کے منکر نہ ہوتے۔

اصول نمبر ۵

عبارت کی وضاحت میں صاحب العبارت کے عقیدہ اور مطلب اور وضاحت کو ترجیح دی جائے گی!

دلائل

ملا علی قاری فرماتے ہیں:

''و فی المسئلۃ المذکورۃ تصریح بانہ یُقْبَلُ مِنْ صَاحِبِھَا التاویلُ''

(شرح فقہ الاکبر ص 445)

درمختار میں ہے:

اِذَا کَانَ فِي الْمَسْالَۃِ وُجُوہٌ تُوجِبُ الْکُفْرَ وَوَاحِدٌ یَمْنَعُہُ فَعَلَی الْمُفْتِي الْمَیْلُ

لِمَا يَمْنَعُهُ ثُمَّ لَوْ نِيَّتُهُ ذَلِكَ فَمُسَلَّمٌ وَإِلَّا لَمْ يَنْفَعْهُ حَمْلُ الْمُفْتِي عَلَى خِلَافِهِ

(ردالمحتار مع الدرالمختار، ج4،ص230)

وفی البزازیۃ الا اذا صَرّحَ بارادۃٍ توجب الکفرَ فلا ینفعہ التاویلُ حینئذ کذا فی البحر الرائق ثم ان کانت نیۃُ القایل الوجہَ الَّذی یمنع التکفیر فھو مسلم و ان کانت نیتہ الوجہ الذی یوجب التکفیر لا تنفعہ فتوی المفتی

(عالمگیری، ج2،ص293)

و فی المحیط لو قال لشعر النبی ﷺ شُعَیْر یکفر عند بعض المشائخ و عند البعض لا یکفر الا اذا قال ذالک بطریق الاھانۃ و فی الظھیریۃ ان اراد بالتصغیر التعظیم لا یکفر

(رسائل ابن عابدین شامی،ص326)

مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں:

''خود آپ کے لفظوں کا دوسرا کیوں شارح بنے تصنیف را مصنف نیکو کنند بیان''۔

(کلیات مکاتیب رضا،ص181،مکتبہ بحرالعلوم)

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو''۔

(تمہید ایمان،ص43)

مزید لکھتے ہیں:

''کتب فتاوی میں جتنے الفاظ پر حکم کفر کا جزم کیا ہے ان سے مراد وہ صورت ہے کہ قائل نے ان سے پہلوئے کفر مراد لیا ہو ورنہ ہرگز کفر نہیں''۔

(تمہید ایمان ص 47)

اللہ اکبر!! عبارت کو بار بار غور سے پڑھیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

"فقہا کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی ایسا لفظ صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ۹۹ پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے"۔

(تمہید ایمان ص 43)

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں (اور یہ بہت اہم حوالہ ہے):

"مسلمان بھائی پر بدگمانی نہ کیا کرو اگر اس کے کام یا کلام میں ایک اچھا پہلو نکل سکتا ہے تو اسے خواہ مخواہ برے پہلو پر محمول نہ کرو اس لئے علما فرماتے ہیں کہ اگر کسی مسلمان کے کلام میں ۹۹ معنی کفر کے ہوں ایک معنی ایمان کا تو اسے اس بنا پر کافر نہ کہو اس سے موجودہ وہابیوں کو عبرت پکڑنی چاہئے جو مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہہ دیتے ہیں"۔

(نور العرفان ص 854 نعیمی کتب خانہ)

بدعتی اشرف العلماء اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"اپنے عقیدہ کی تشریح کا حق متعلقہ فریق کو ہوتا ہے دوسرا ان کے متعلق قطعاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ تمہارا عقیدہ ہے اور یہ امر تم نے ثابت کرنا ہے"۔

(تنویر الابصار ص 7)

مفتی مصطفی رضا خان لکھتے ہیں:

"ہاں امام نے تو یہ فرمایا ہے کہ اگر ایک مسئلہ میں چند وجوہ ہوں مثلاً کسی ایک کے قول کے سو پہلو نکلتے ہیں ننانوے اسے کفر کی طرف لئے جاتے ہیں اور ایک اسلام کی جانب لے جاتا ہے۔ سو معنی ہو سکتے ہیں ننانوے کفر اور ایک اسلام۔ تو تاوقتیکہ یقین نہ ہو کہ اس قائل نے

اپنے اس قول کے معنی کفریہ سے کسی معنی کفری کاارادہ کیا ہے اسے کافر نہ کہا جائے گا اور ایک پہلوئے اسلام ان ناوے کفری پہلوؤں پر غالب ہوگا۔ اور قائل کی تکفیر سے باز رکھے گا کہ ممکن ہے کہ قائل نے یہی معنی مراد لئے ہوں تو معانی کفریہ پر اسی ایک معنی اسلام کو ترجیح ہوگی نہ کہ ان کو"۔

(فتاوی مصطفویہ ص 605)

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

"بالفرض اگر کسی اہلسنت کے عالم نے ان الفاظ کی نسبت ترجمہ میں اللہ کی طرف کی ہے تو اس کو ان کا تسامح تو کہا جا سکتا ہے مگر کیونکہ (یہاں لفظ "چونکہ" ہونا چاہئے تھا، ساجد) یہ عقیدہ نہیں لہذا ان پہ کوئی فتوی نہیں لگے گا"۔

(کنزالایمان اور مخالفین ص 336)

یہی رضاخانی ایک اور جگہ لکھتا ہے:

"ہم اپنا استغاثہ ناظرین کی عدالت میں پیش کرتے ہیں کہ وہ خود انصاف کریں کہ جو شخص بغض میں اس حد تک آگے بڑھ چکا ہے کہ اس بات کو مصنف کا عقیدہ قرار دیا جا رہا ہے جس کا رد وہ خود کر رہے ہیں"۔

(رد اعتراضات مخبث ص 32)

مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب لکھتے ہیں:

"اگر کسی کتاب میں قابل اعتراض عبارت نظر آئے تو اس کی مراد متعین کرنے کا حق مصنف کو ہو۔ اور اگر عبارت عام لوگوں کو غلط فہمی میں ڈالتی ہو تو اس کی ایسی وضاحت کر دی جائے کہ غلط فہمی کا احتمال نہ رہے"۔

(اتحاد بین المسلمین ص 163)

نواب احمد رضا خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"خود آپ کے لفظوں کا دوسرا کیوں شارح بنے تصنیف را مصنف نیکو کند بیاں"

(کلیات مکاتیب رضا، حصہ اول ص 181)

یعنی تصنیف کو مصنف ہی بہتر انداز سے بیان کر سکتا ہے۔

ایک رضاخانی مولوی لکھتا ہے:

''اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مسلمانوں کے ساتھ نیک ظن رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اس لئے امید قوی ہے کہ مولانا حشمت علی خان ۔۔۔ کے ساتھیوں نے بھی اپنے موقف سے توبہ کر لی ہوگی''۔

(انوار احناف ص 100)

اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے یہ حسن ظن صرف رضاخانی مولویوں کے ساتھ رکھنے کا حکم دیا تھا؟ معاذ اللہ۔ حشمت علی رضوی اور اس کے ساتھیوں نے مسلم لیگ، مسٹر محمد علی جناح صاحب، پاکستان کی حمایت کرنے والوں سب پر کفر و گستاخی کے فتوے لگائے تھے آل انڈیا سنی کانفرنس کے کرتا دھرتاؤں پر وہی فرد جرم عائد کی تھی جو خان صاحب نے اہل السنۃ والجماعۃ پر عائد کی تھی اب تمہارے مولویوں سے تو حسن ظن رکھیں جس کا کوئی ثبوت ان کی زندگی میں نہیں اور وہ علمائے دیوبند جو چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ جو عقائد خان صاحب بریلی ہماری طرف منسوب کر رہے ہیں ہم ان پر لعنت بھیجتے ہیں کبھی وہم و خیال میں بھی وہ عقائد ہمارے نہ تھے۔ اس سب وضاحتوں کے بعد بھی ان سے کوئی حسن ظن نہیں وہ پھر بھی ایسے کافر کہ معاذ اللہ جو نہ مانے وہ بھی کافر۔ یہ دورنگی ہمارے ساتھ نہیں چلے گی۔

طارق انور مصباحی صاحب اپنے ہم مسلک عالم مولانا اشرف جلالی رضاخانی کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ڈاکٹر موصوف نے جب اپنی مراد بیان کر دی کہ خطا سے میری مراد خطائے اجتہادی ہے تو اب کوئی سخت اعتراض وارد ہونا مشکل ہے ہاں ابتدائی بیان میں انداز تکلم جرات مندانہ محسوس ہوتا ہے۔ بعد میں جب انہوں نے حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے متعلق اپنے اعتقادات صحیحہ کا صریح لفظوں میں اظہار کر دیا نیز ابتدائی بیان خطا سے مراد خطائے اجتہادی بیان کر دی تو اب محض

انداز تکلم پر اعتراض ہوسکتا ہے کہ معظمین دین سے متعلق جرات مندانہ انداز بیان غیر مناسب ہے"۔
(تحقیقات وتنقیدات، ص 1، مطبوعہ مجلس علماء جھارکھنڈ ہند)

لیجئے جناب جب اپنی بات کی وضاحت کر دی اور جب کسی معاملے کے بارے میں اپنا عقیدہ صاف صریح بیان کر دیا تو آپ کے "مجلس علماء" کا فیصلہ ہے کہ اب کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگے گا بات کی وضاحت ہو چکی زیادہ سے زیادہ صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ انداز تکلم مناسب نہ تھا اسے بدل دیں بس۔ تو ہمارے اکابر نے بھی اپنا عقیدہ ان مسائل میں واضح کر دیا اور مراد بیان کر دی لہذا فتوی کوئی نہیں لگے بس زیادہ سے زیادہ اس پر بحث ہوسکتی ہے کہ "تعبیر مناسب تھی یا نہیں"؟؟؟

نتیجہ

جنہوں نے علمائے دیوبند کو مسلمان لکھا ہے وہ سب یہاں پیش ہوں گے۔ نیز شاہ اسمعیل کی عدم تکفیر کو بھی یہاں فٹ کیا جاسکتا ہے۔ ارشاد حسین رامپوری کا امکان کذب کو کفر نہ کہنا بھی یہاں فٹ کیا جاسکتا ہے۔

اصول نمبر ۶

جس مفہوم پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے صاحب عبارت نے بھی وہی مفہوم لیا ہو

یہ اصول ماقبل اصول کا تتمہ ہے۔ یعنی جس عبارت پر کفر کا فتوی لگایا جارہا ہے وہ فتوی جس مفہوم کی بنیاد پر ہو صاحب العبارۃ کا وہی عقیدہ ہو اس کے دل کا عقیدہ اس کی عبارت کے مفہوم کے مطابق ہو اگر وہ کہے کہ میرا یہ ہرگز عقیدہ نہیں میں تو اس کو کفر سمجھتا ہوں تو کفر کا فتوی ہرگز نہیں لگے گا۔

دلائل

بدعتی مناظر مولانا سعید احمد اسعد لکھتے ہیں:

"ہر آدمی کے عقیدہ وایمان کے مطابق اس (کے مذہب) کا فیصلہ کیا جائے گا"۔

(وہابیت و بریلویت، ص 133)

امام عبدالوہاب شعرانی لکھتے ہیں:

فَالْقَوْلُ بِتَکْفِیْرِ شَخْصٍ مُعَیَّنٍ بِمَافَہِمَہُ الْعَلَمَاءُ مِنْ کَلَامِہٖ فِیْ غَایَۃِ الصُّعُوْبَۃِ لِتَعَلُّقِہٖ بِالْمُعْتَقَدِ الْبَاطِنِ مَعَ اَنَّہٗ یُشْتَرَطُ فی القول بتکفیرِ اعْتَرَافِ قَائِلِہٖ بِمَا اَضْمَرَہٗ فِیْ قلبِہٖ و ہیہات اَنْ یَحْصُلَ''

(میزان الذریعہ ص ۴۴)

نتیجہ

مولانا سعید اسعد لکھتے ہیں کہ ہر آدمی کے ایمان و مذہب کا فیصلہ اس کے اپنے عقیدہ وایمان کے مطابق کیا جائے گا حضرت امام شعرانی نے اس کو مزید واضح کیا کہ شخص معین کی تکفیر ایک مشکل کام ہے اس لئے کہ عقیدہ کا تعلق تو باطن سے ہے تکفیر کیلئے یہ شرط بھی ہے کہ آدمی اس کا اعتراف کرے کہ اس کے دل میں بھی اور اس کے اعتقاد میں بھی یہی عقیدہ کفریہ مضمر ہے اور اس کا حاصل ہونا بہت مشکل ہے کہ دل پر کسی کو اطلاع نہیں۔

تو اب بدعتی مکفر کو ثابت کرنا پڑے گا کہ ہمارے اکابر کا وہی عقیدہ تھا جو یہ شخص اس عبارت سے لے رہا ہے۔ حالانکہ ایسا ثابت کرنا محال ہے۔ امام شعرانی تو فرماتے ہیں کہ دل میں کیا عقیدہ ہے وہ ہمیں معلوم نہیں اس لئے تکفیر جائز نہیں۔ مگر ہمارے اکابر نے تو اپنے باطن کا عقیدہ بھی ظاہر کر دیا تھا کہ جو عقیدہ یہ مکفرین ہمارے طرف منسوب کر رہے ہیں ہم اسے خود کفر سمجھتے ہیں۔ لہذا مندرجہ بالا اصول کے تحت کسی صورت ہمارے اکابر کی تکفیر نہیں ہو سکتی۔ رہے مرزائی تو ان کا عقیدہ باطن و ظاہر دونوں اعتبار سے ایک ہے ان کی تکفیر مرزا کے دعوی نبوت کی وجہ سے کی گئی تھی اور وہ اس کے برملا قائل ہیں۔ یاد رہے کہ امام شعرانی اور اس طرح کے اکابر کی یہ عبارات بدعتی اپنے اکابر کی عبارات کیلئے پیش نہیں کر سکتے کیونکہ ان کے اصول کچھ اور ہیں یہ گفتگو تو ہم الزامی کر رہے ہیں۔

مفتی شریف الحق امجدی بدعتی لکھتا ہے:

''حسام الحرمین میں یہ باتیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اشرف علی تھانوی نے انبیائے کرام خصوصا سید الانبیا حضور اقدس ﷺ کی توہین کی ہے جس میں قطعا کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ان کی عبارتیں معنی کفری میں

متعین ہیں جو ان کی کتابوں سے ظاہر ہیں"۔

(فتاوی شارح بخاری 2،ج،ص 255)

امجدی صاحب لکھتے ہیں کہ ان عبارتوں میں "معنی کفری متعین" ہے جو ان کی کتب سے ظاہر ہے۔لہذا ہمارے انہی اکابر کی کتب سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ان کی مراد بھی معاذ اللہ وہی معنی کفریہ ہیں جو رضاخانی ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

اہم حوالہ

ہوسکتا ہے کہ کوئی بدعتی کہے کہ ہمارا فتوی ان عبارات کے ظاہر الفاظ پر ہے معنی مفہوم پر نہیں تو ان کے مفتی اعظم ہند مصطفی رضاخان ابن نواب احمد رضاخان صاحب لکھتے ہیں کہ اعتبار معانی ومفہوم کا ہوتا ہے الفاظ کا نہیں:

العبرۃ بالمعنیٰ لا باللفظ۔

(فتاوی مصطفویہ،ص 467)

نیز ما قبل میں ہم نے امجدی صاحب کے حوالے سے کئی مثالیں دیں کہ عبارات کو خود ہی بظاہر کفریہ کہا مگر قائل کی تکفیر نہیں کی اور اس کے صحیح معانی گھڑے۔

اصول نمبر ۷

فتویٰ کفر تقلید نہیں تحقیق کا مسئلہ ہے!

مولانا اسید الحق قادری بدایونی لکھتا ہے:

"دوسری قابل توجہ بات یہ ہے کہ علامہ نے شاہ صاحب کے اوپر جو حکم کفر عائد کیا وہ بھی معمولی نوعیت کا نہیں بلکہ اس حکم تکفیر کو اصطلاح میں "تکفیر کلامی" کہتے ہیں،"تکفیر کلامی" اس وقت تک نہیں کی جاتی جب تک قائل کفر کا التزام نہ کرلے،اور احتمال فی الکلام، احتمال فی المتکلم،اور احتمال فی التکلم وغیرہ رفع نہ ہوجائیں،اور قائل کے کلام میں تاویل

قریب یا تاویل بعید کسی قسم کی تاویل کا احتمال باقی نہ رہے، اس کے برخلاف "تکفیر فقہی" کے لئے محض کفر کا لزوم کافی ہوتا ہے، آپ تحقیق الفتوی والے حکم کفر کو غور سے ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ تکفیر تکفیر فقہی نہیں بلکہ تکفیر کلامی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر شعوری طور پر تکفیر کلامی کے تمام تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد عائد کیا گیا ہے"۔

(خیر آبادیات، ص 147 مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

مولانا غلام نصیر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

"علامہ فضل حق خیر آبادی اعلیٰ حضرت سے پہلے اسماعیل اور اس کے ماننے والوں کی تکفیر کر چکے ہیں ملاحظہ ہو تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی یہ کتاب مکتبہ قادریہ لاہور سے مل سکتی ہے شائقین اس کا مطالعہ کریں اور سرفراز کے کذب و افترا کی داد دیں حضرت علامہ خیر آبادی جنہوں نے سب سے پہلے تمہاری تکفیر کی ہے"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص 74)

رضاخانی فقیہ العصر شریف الحق امجدی:

"مولوی اسمعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیر آبادی، رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علما کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ بآں جلالت شان و ذکاوت و فطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ نہیں آئی نہ قریب نہ بعید ان حضرات کی نظر میں اس کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنا پر ان حضرات نے اسمعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علم میں آئے تو بمصداق فوق کل ذی علم علیم ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے کف لسان فرمایا"۔

(تحقیقات، ص 207۔ فرید بک سٹال لاہور طبع اول مارچ ۲۰۰۲)

فضل حق خیر آبادی نے حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ پر جو کفر کا فتویٰ لگایا تھا وہ وہی ہے جو خان

صاحب نے علمائے اہل السنۃ والجماعۃ پر لگایا یعنی:

من شك في كفره وعذابه فقد كفر.

اور اس فتوے کی تائید علمائے عرب سے بھی خان صاحب کی طرح لے لی گئی تھی بقول جماعت رضاخانیہ۔لیکن خان صاحب اور ان کی ذریت اس فتوے کو تسلیم نہیں کرتی۔تو کس منہ سے آج عوام کو کہتی ہے کہ حسام الحرمین کو تسلیم نہ کرنے والے بھی معاذ اللہ ایسے کافر مرتد کہ ان کے کفر میں شک کرنے والے بھی کافر۔معاذ اللہ۔

اگر رضاخانی اس کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر رضاخانیوں نے جو مسلم لیگ اور قائد اعظم اور اپنے ہی اکابر کے کفر پر کتب مثلاً:" مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری، تجانب اہل سنت، الطاری الداری، سدر الفرار، ستر باادب سوالات، حسام الابرار، مسئلہ نبوت" لکھی ہیں اس کی روشنی میں ان سب کو کافر قرار دیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے حضرت مجدد الف ثانی پر فتوی لگایا۔

(وقائع مجدد الف ثانی)

ملا علی قاری نے ایک پوری کتاب لکھی:"الردّ على القائلين بوحدة الوجود"

لہٰذا ان کو بھی معاذ اللہ کافر مانو۔

شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

"یہ صحیح ہے کہ مسئلہ تکفیر تحقیقی ہے تقلیدی نہیں"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 2 ص 488)

اصول نمبر ۸

عبارت کا متون سے ہونا ضروری ہے

جو بھی عبارت پیش کی جائے گی اس کا متون سے پیش کرنا لازم ہوگا کیونکہ بقول فریق مخالف عقیدہ متون میں مذکور ہوتا ہے ایسی کتابیں جو مخالفین کے اعتراضات وشبہات کے جوابات میں لکھی گئی ہوں ان میں عقائد کا بیان نہیں ہوتا۔

دلائل

نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

''عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب وفصول وفہرست وفذالک عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہلسنت کا معتقد ہوتا ہے وہی خود ان علماء کا دین معتمد ہوتا ہے ہنگام ذکر دلائل و ابحاث ومناظرہ جو کچھ ضمنا لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد نہ خود ان کا اعتقاد۔

(کلیات مکاتیب رضا ص 136)

مزید لکھتے ہیں:

''جب بد مذہبوں کا شیوع ہوا اور گمراہ مکلبوں نے عام مسلمین کو بہکانے کے لئے اپنے عقائد باطلہ پر عقلی ونقلی مغالطے پیش کرنے شروع کئے تو علمائے سنت و جماعت کو حاجت ہوئی کہ ان کے دلائل باطلہ کا رد کریں اپنے عقائد حقہ پر دلائل قائم فرمائیں، یہاں سے کلام متاخرین کی بنا پڑی اب کہ استدلا ل و بحث ومناظرہ کا پھاٹ ※ کھلا خود اپنے دلائل و جوابات کی جانچ پرکھ کی بھی حاجت ہوئی۔ اذہان مختلف ہوتے ہیں اور بحث و استخراج میں خطا و اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں ای ※ نے مذہب پر ای ※ دلیل قائم فرمائی یا مخالفت کی یا کسی اعتراض کا جواب دیا دوسرے نے اس پر بحث کر دی کہ اپنے مذہب پر یہ دلیل کمزور ہے مخالف کی طرف سے اس کا رد یہ ہوسکتا ہے، یا اعتراض کا یہ جواب کافی نہیں مخالف اس میں یوں کہہ سکتا ہے۔ اس رد و بحث کا اثر فقط اسی دلیل و جواب ت ※ ہوتا ہے عام از یں کہ اس دلیل و جواب ہی میں قصور ہو جیسا کہ بحث کرنے والے کا بیان ہے، یا خود اس باحث کی نظر نے خطا کی دلیل و جواب صحیح وصواب ہو۔ بہر حال معاذ اللہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اپنا اصل مذہب باطل یا مخالف کا ضلال حق ہے۔ **ہر عاقل جانتا ہے کہ کسی کی قائم کی ہوئی ای ※ دلیل یا دیا ہوا جواب بگڑ جانے سے اصل مسئلہ باطل نہیں ہوسکتا نہ معاذ اللہ یہ بحث کرنے والا اپنا عقیدہ بدلنا''۔**

(سبحان السبوح ص 173)

''عقیدہ وُہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کر دیا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں، مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں''۔

(سبحان السبوح ص173)

''شاہ عبد العزیز صاحب نے تحفہ اثنا عشریہ میں تصریح کی کہ جو کچھ میں اس میں کہوں، میرا مذہب نہ سمجھا جائے۔ میری باگ ایک قوم بے ادب کے ہاتھ میں ہے۔ جدھر لے جاتے ہیں، جانا پڑتا ہے۔ بالجملہ مباحث کلام و مناظرہ کا کچھ اعتبار نہیں۔ محل بیان عقائد میں جو کچھ لکھا ہے، وہ عقیدہ ہے، یا جس پر صراحۃً اجماع ملت بتایا جائے، یا اسے تصریحاً عقیدہ اہل سنت کہا جائے، یا اس کے خلاف کو مذہب گمراہاں بتایا جائے''۔

(فتاوی رضویہ: جلد 15 ص 516 - جامعہ نظامیہ لاہور)

ان حوالہ جات کو بار بار پڑھیں صرف یہی حوالہ جات حسام الحرمین کے رد کیلئے کافی ہیں۔ حسام الحرمین میں ہماری جتنی بھی کتب کے حوالے دیئے ان میں سے کوئی بھی متون سے نہیں بلکہ قیل و قال اور باطل کے اعتراض کے جوابات پر مشتمل ہیں۔ جن کے متعلق خان صاحب کہتے ہیں کہ ان جیسی کتب میں تو کسی کا اصل عقیدہ مذکور ہی نہیں ہوتا۔ بالفرض معاذ اللہ کوئی کفر کوئی کلمہ غیر شرعی ہے بھی تو وہ فریق مخالف کا رد کرتے ہوئے یا محض الزام قائم کرنے کیلئے ہے۔

اصول نمبر ۹

پیش کردہ کتاب کا تعلق بحث و مباحثہ سے نہ ہو

یہ اصول اوپر والے اصول ہی پر متفرع ہے۔ یعنی فریق مخالف ہماری جو بھی کتاب پیش کرے گا اس کا تعلق بحث و مباحثہ، آپس کے مشاجرات اور مخالفین و بدمذہبوں کے رد میں نہ ہوں۔ کیونکہ خان صاحب نے تصریح کی ہے کہ ایسی کتب میں صاحب کتاب کا اپنا اصل عقیدہ مذکور نہیں ہوتا۔

دلائل

''عقائد ان کے وہی ہیں جو متون اور خود ان کے کلام میں جا بجا مصرح ہیں اگرچہ بحث و مباحثہ میں کچھ کہیں''۔

(سبحان السبوح، ص 174)

''یہ حضرات خود بھی تصریح کر گئے ہیں کہ عقاید معلوم متعین ہو چکے ہیں ابحاث و مشاجرات وغیرہا میں جو کچھ ہم لکھیں اس پر اعتماد نہ کرو عقیدہ سے مطابقت دیکھ لو اگر الذین فی قلوبهم زیغ سے بگڑیں یبتغون ما تشابه منه ابتغاء الفتنة پر اڑیں تو ان کی بدنصیبی اور بے ایمانی ہے''۔

(کلیات مکاتیب رضا، ص 137)

اصول نمبر ۱۰

اگر جگہ جگہ عقیدہ کی وضاحت کی ہو تو وہی معتبر ہوگا

اس اصول کا تعلق بھی ماقبل دو اصولوں سے ہے۔ یعنی ہمارے جس بھی بندے پر آپ کو اعتراض ہو اس نے جگہ جگہ اپنے عقیدہ کی وضاحت کر دی ہو تو وہی اس کا عقیدہ تصور ہوگا۔ بحث و مباحثہ، مشاجرات و رد و قدح کے دوران جو کچھ اس نے کہا اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ یا اگر اس شخص کی ایک دو عبارات سے بالفرض کوئی اشکال پیدا ہو بھی رہا ہو مگر دیگر مقامات میں خود اس نے اس اشکال کو رفع کر دیا ہو اور اپنا عقیدہ واضح لکھ دیا ہو تو وہی اس کا عقیدہ تصور کیا جائے گا۔

دلائل

اوپر کی جو عبارتیں پیش کی ہیں وہ سب یہاں کام دے سکتی ہیں۔ مزید ملاحظہ ہو۔ جناب مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی اپنے اعلیٰ حضرت پر ختم نبوت کے انکار کے الزام کی وضاحت یوں پیش کرتے ہیں:

''جو ہانس برگ سے بریلی کے مصنف نے اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی چونکہ'' قادری'' کہلاتے ہیں اس لئے وہ شیخ عبد القادر کے

تابع ہیں اور اس طرح اعلیٰ حضرت خود کو نبی کہہ رہے ہیں یہ بلاشبہ اعلیٰ حضرت بریلوی پر بہتان ہے جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف اور اس کے حامی اس بہتان طرازی کی سزا ان شاء اللہ ضرور پائیں گے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی ۔۔۔ پر شدید بہتان لگانے والے دیوبندی وہابی تبلیغی ذرا کھلی آنکھوں سے اعلیٰ حضرت بریلوی کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ وفتوی ملاحظہ فرمائیں جو اعلیٰ حضرت بریلوی نے اپنی کتاب "جزاءاللہ عدوہ باباہ ختم النبوۃ" میں تحریر فرمایا۔۔۔۔اعلیٰ حضرت بریلوی کے خود اپنے قلم سے ختم نبوت کے موضوع پر پوری کتاب اور واضح فتوے کے باوجود جوہانس برگ سے بریلی کے مصنف کا اعلیٰ حضرت بریلی پر بہتان لگانا بلاشبہ دیوبندیوں وہابیوں کے بد باطن اور کذاب ہونے کی کھلی دلیل ہے"۔

(سفید وسیاہ ص 163. 164. ضیاالقرآن پبلیکیشنز)

بدعتی مولوی طارق انور مصباحی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت حکیم ترمذی رحمہ اللہ نے اسی کتاب میں جابجا ختم نبوت سے ختم نبوت زمانی مراد لیا ہے اور ختم نبوت کو صفت مدح شمار فرمایا ہے پھر وہ ختم نبوت کے متواتر معنی یعنی ختم زمانی کو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل کیسے بتا سکتے ہیں۔ (حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت ص ۸۹)

نتیجہ

نورانی صاحب نے نانا صاحب پر الزام کی وضاحت پیش نہیں کی بلکہ الزام کی وضاحت میں نانا صاحب کی ختم نبوت پر تحاریر کو پیش کیا۔ یہی حال مصباحی صاحب کا ہے۔ اب یہی جواب ہم دیں گے کہ جن لوگوں پر آپ نبی کریم ﷺ کی توہین وختم نبوت کے انکار کا الزام لگا رہے ہو انہوں نے ببانگ دہل اس کو کفر کہا اپنا عقیدہ واضح لکھا ختم نبوت و ناموس رسالت ﷺ پر کتب لکھیں لہذا ان پر آپ کی یہ الزام تراشی محض آپ کے بد باطن وکذاب ہونے کی دلیل ہے۔

اصول نمبر ۱۱

عبارت مکمل سیاق وسباق کے ساتھ پیش کی جائے گی

جو بھی عبارت پیش کی جائے گی مکمل سیاق وسباق کے ساتھ پیش کی جائے گی عبارت میں خیانت کرنا مختلف مقامات کی عبارتوں کو جوڑ توڑ کر مسلسل ایک عبارت بنا کر پیش کرنا بددیانتی خیانت اور شکست تصور کی جائے گی۔

دلیل

عبدالمجید سعیدی رضاخانی لکھتا ہے:

''گنگوہی صاحب کو جب اپنی بات بنتی ہوئی نظر نہ آئی تو انہوں نے اپنا الو سیدھا کرنے کی غرض سے حدیث کا درمیان والا حصہ اڑا کر اس کے آخری حصہ کو پہلے حصہ سے ملا دیا جس سے عام قاری کو دھوکا لگتا ہے کہ یہ بھی شاید اس پہلے حصہ کا جز ہے''۔

(مصباح سنت ص ۳۲، ج ۱، قادریہ پبلی شرز)

نتیجہ

نواب احمد رضا خان نے تحذیر الناس کی تین مختلف مقامات کی عبارات کو لیکر بیچ کے حصہ کو غائب کر کے آگے پیچھے کر کے ایک ساتھ اس طرح جوڑ دیا کہ اس سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلسل ایک ہی عبارت ہے۔ لہذا خود آپ کے اصول سے خان صاحب نے بہت بڑے دھوکے کا ارتکاب کیا۔

اصول نمبر ۱۲

عبارت کی بنیاد پر کسی کی تکفیر نہیں

عبارت کی بنیاد پر کسی کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ جب تک صاحب العبارت خود اپنا مطلب واضح نہ کردے کہ اس کی مراد اس عبارت سے یہی عقیدہ کفریہ ہے۔

دلیل

امام عبد الوہاب شعرانی حنفی رحمہ اللہ کا حوالہ الیواقیت والجواہر کے حوالے سے گزر چکا ان کی ایک اور کتاب کے حوالے سے ملاحظہ ہو آپ لکھتے ہیں:

کان امام الحرمین یقول : لو قیل لنا فصلوا لنا ما یقتضی التکفیر من العبارات مما لا یقتضیہ

لقتلنا: ھذا طمع فی غیر مطمع فان ھذا بعید المدرک و عر المسلک یستمد من تیار بحار التوحید و من لم یحط علما بنھایات الحقائق لم یتحصل من دلائل التکفیر علی وثائق

(المیزان الذریعۃ، ص 190، الدار الجودیۃ قاہرہ)

یہی بات شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ نے بھی "الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ، ج ۲، ص ۷۱" پر بھی نقل کی۔

امام عبد الوہاب شعرانی شیخ تقی سبکی کا قول نقل کرتے ہیں:

فَعُلِمَ اَنَّ الْقَوْلَ بِتَکْفِیْرِ اَھْلِ الْاَھْوَاءِ و البدع یَحْتَاجُ الی امرین عزیزین اَحَدُھُمَا تَحْرِیْرُ الْمُعْتَقَدِ وَ ھُوَ صَعْبٌ'' مِنْ جِھَۃِ عَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلَی مَا فِی الْقَلْبِ وَ تَخْلِیْصِہٖ مِمَّا یَشُوْبُہٗ مَعَ تَعَذُّرِ اَنَّ الشَّخْصَ یَنْطِقُ عِنْدَ حَاکِمٍ بِنَا یَعْرِفُ اَنَّ بِہٖ یَکُوْنُ قَتْلُہٗ ھَذَا اَعَزُّ مِنَ الْکِبْرِیْتِ الْاَحْمَرِ وَ کَذٰلِکَ الْبَیِّنَۃُ عَلَی مَا فِی قَلْبِ الشَّخْصِ یَتَعَذَّرُ اِقَامَتُھَا

الثانی اَنَّ الْحُکْمَ بِاَنَّ ذٰلِکَ کُفْرٌ صَعْبٌ من جھۃِ صَعُوْبَۃِ عِلْمِ الکلامِ وَ مَوَاطِنِ الْاِسْتِنْبَاطِ وَ تَمْیِیْزِ الْحَقِّ فِیْہِ من غَیْرِہٖ وَ اِنَّمَا یَحْصُلُ ذٰلِکَ لِرَجُلٍ جمع صحۃِ الذِّھْنِ و رِیَاضَۃِ النفسِ حتی خَرَجَ عَنِ الھواءِ وَالتَّعصبِ بِالْکلیۃِ مَعَ امْتِلَائِہٖ مِنْ عُلُوْمِ الشَّرِیْعَۃِ وَالْاِطِّلَاعِ عَلَی اَسْرَارِھَا وَ مَنَازِعِ الْاَئمۃِ المجتھدینَ فیھا وَ ھَذَا اَقَلُّ اَنْ یُّوْجَدَ الآنَ عند

شخصٍ و اذا کان الانسانُ یَعْجِزُ عن تحریرِ اعْتِقَادِ نَفْسِہٖ فی عبارۃٍ فکیف یَقْدِرُ علی تَحْرِیْرِ اعْتِقَادِ غَیْرِہٖ فی عبارۃٍ فَالْاَدَبُ مِنْ کُلِّ مُؤمِنٍ اَنْ لا یُکَفِّرَ احداً من اهل الاهواء و البدع لا سَیِّمَا وَ غَالِبُ اَهْلِ الْاَهْواءِ اِنَّمَا هُوَ عَوَام'' مقلدون لِبَعْضِهِمْ بَعْضاً لَّا یَعْرِفُوْنَ دَلِیْلاً یُنَاقِضُ اِعْتِقَادَهُمْ

(الیواقیت والجواھر ص 531، الطبقات الکبری ص 22، المیزان الذریعۃ ص 197، 198)

پس معلوم ہوا کہ اہل بدعت والاھواء کی تکفیر کا قول دو نادر امور کا محتاج ہے۔ ان میں پہلی چیز تحریر اعتقاد (یعنی محکوم علیہ کا عقیدہ صحیح طور پر سامنے لانا) اور یہ مشکل کام ہے کیونکہ دلوں میں چھپی ہوئی باتوں پر اطلاع ممکن نہیں۔ اور پھر اس اعتقاد کو بصورت شکل میں پیش کرنے سے بچانا حالانکہ کوئی شخص حاکم کے سامنے ایسی بات کہے جو اس کے قتل کا موجب بنے یہ بھی متعذر ہے۔ اس طرح یہ بات کبریت احمر سے بھی زیادہ نادر بن جاتا ہے۔ اور اسی طرح کسی کے دل کے اندر کی بات پر کوئی حجت و دلیل قائم کرنا بھی متعذر ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات پر حکم لگانا کہ وہ کفر ہے یہ بات علم الکلام اور مواطن استنباط اور حق کو ناحق سے الگ کرنے کی صعوبت کی وجہ سے بھی بہت مشکل ہے جو کہ صرف اس شخص کو حاصل ہوسکتا ہے جو صحت ذہن کے ساتھ ساتھ ریاضت نفس کا مالک بھی ہو جس کے ذریعے وہ خواہشات نفسانی اور تعصب سے کلی طور نکلا ہوا ہو۔ ساتھ یہ کہ وہ علوم شریعت اور اس کے اسرار اور ائمہ مجتہدین کے اختلافی مقامات پر خوب اطلاع بھی رکھنے والا ہو اور آج کل یہ لوگوں میں بہت کم پایا جاتا ہے۔ اور جب انسان اپنے ہی اعتقاد کو عبارات کے ذریعے تحریر کرنے سے عاجز ہو تو وہ دوسروں کے اعتقادات کو کس طرح عبارات کے ذریعے تحریر میں لانے کے قابل ہوسکتا ہے؟ پس ہر مسلمان کی طرف سے ادب یہی ہے کہ وہ اہل احواء والبدع میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کرے خاص کر جبکہ ان کی اکثریت ان عوام کی ہے جو ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہیں اور وہ ایسی کسی دلیل کی معرفت نہیں رکھتے جو ان کے اعتقاد کے مناقض ہے۔ انتہی۔

کتنے صاف اور واضح انداز میں کہا کہ کسی پر کفر کا فتوی مشکل ہے کیونکہ عقیدہ تصدیق قلبی کا نام ہے

اور اس پر کوئی مطلع نہیں۔ نیز اس کی اس عبارت سے کیا مراد ہے؟ یہ واضح کرنا انتہائی مشکل ہے، اور یہ بات اس کو حاصل ہو سکتی ہے جو خواہشات نفسانی سے خالی، تعصب سے دور ہو۔ اور آج کے دور میں یہ بہت مشکل ہے۔ اور خان صاحب بریلوی تو اول درجہ کے متعصب تھے۔

غرض امام عبد الوہاب شعرانی ؒ فرمارہے ہیں کہ کسی کی عبارت پر فتوی نہیں۔ کیونکہ اس کا اس عبارت سے کیا مقصود ہمیں معلوم نہیں؟ اور دل کے حال ہم نہیں جانتے۔ لیکن دوسری طرف علماء دیوبند نے تو چیخ چیخ کر اپنی عبارتوں کے مفہوم بیان کئے۔ خان صاحب کی طرف سے منسوب کردہ خود ساختہ مفہوم پر لعنت بھیج کر اسے کفر کہا۔ اب انصاف سے بتلائیں کیا اس صورتحال میں علمائے دیوبند پر کسی قسم کا کفر کا فتوی لگ سکتا ہے؟ اور کیا اس فتوے پر بضد رہنا نرا تعصب نہیں؟

مولوی عبد الستار ہمدانی صاحب لکھتے ہیں:

"کسی مسلمان پر کفر کا فتویٰ دینا مشکل سے مشکل کام ہے متکلم، کلام، تکلم، الزام، لزوم، تاویل، صراحت، ابہام، ظاہر معنی کلام، لغوی پہلو، محاورات، اصطلاح، الفاظ ظن خیر، وصول نیت وغیرہ اہم اہم اور ضروری امور کو ملحوظ رکھتے ہوئے جب وجہ اظہر من الشمس کی طرح ثابت ہو تب کہیں کفر کا فتویٰ صادر کیا جاتا ہے بلکہ حتی الامکان یہ کوشش کی جاتی ہے کہ اس کے قول کی کوئی مناسب تاویل کر کے بھی اس کو کفر سے بچایا جائے"۔

(امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، ص 92)

نوٹ: اس اصول کے تحت جو حوالے ہم نے پیش کئے وہ رضاخانیوں کو بھی مسلم ہیں لیکن اگر اس کے بعد بھی وہ ابوجہلی ضد پر قائم رہیں تو ان کی عبارات پر بھی گفتگو ہوگی۔ اس اصول کا یہ کہہ کر غلط مطلب نہ نکالا جائے کہ خاں صاحب داذناب کی عبارات پر گفتگو نہیں ہو سکتی اس لئے کہ مولوی ساجد نے ایسا اصول لکھا ہے۔

اصول نمبر ۱۳

منسوب عقیدہ مستند کتاب سے ہو

جو عقیدہ بھی آپ منسوب کریں وہ فریق مخالف کی مستند کتب سے دکھانا ضروری ہوگا اور ثابت بھی

کرنا ہوگا کہ یہ عقیدہ انہی کا ہے اسے یہ لوگ بطور عقیدہ مانتے ہیں۔

وَمن نَسَبَ إِلَى أحدٍ قَوْلاً لَمْ يَسْمَعْهُ يَقُوْلُهُ وَلَا أحد'' حَكَىٰ انَّهُ سَمِعَهُ يَقُول ذَٰلِك وَلَا وُجِد ذَٰلك فى كتبه وَلم يقلهُ أحد'' من اصْحَابه وَلم يُنَاظِرْ عَلَيْهِ أحد'' مِمَّن يَنْتَحِلُ مذْهَبَه وَلَا وُجِد فى كتبِ المقالات لِمُوَافقٍ وَلَا مُخَالِفٍ ان ذَٰلك مذْهبُهُ عُلِمَ انهُ بُهْتَان وَكذْب

(طبقات الشافعیہ، ج3،ص 417)

جو کسی کی طرف ایسا قول منسوب کرے کہ جسے اس نے اس سے نہ سنا ہو نہ اس سے وہ قول کوئی سننے کا دعوی کر رہا ہو نہ ہی وہ قول اس کی کتب میں پایا جائے، نہ اس کے ساتھیوں میں سے کوئی اس کا قائل ہے نہ اس شخص کی طرف نسبت کرنے والا کوئی شخص اس قول کے حق ہونے پر مناظرہ کرتا ہے اور نہ وہ کتب و مقالات میں کہیں پایا جاتا ہے تو یہ تمام تر تفصیل ثابت کرتی ہے کہ یہ قول جھوٹ و بہتان ہے۔

حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''کسی کا عقیدہ و مسلک اس کی اپنی کتاب سے لکھا جاتا ہے''۔

(محاسبہ دیوبندیت، ج 2،ص 600)

نتیجہ

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ کی طرف جو فتوی منسوب کیا اس کا جعلی ہونا اس قول سے اظہر من الشمس ہے۔ فقیہ العصر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا عقیدہ ان کی اپنی کتاب سے دکھانا ہوگا۔

اصول نمبر ۱۴

جن پر آپ فتوی لگا رہے ہیں ان پر فتوی نہ لگانے والوں پر بھی فتوی

جن اکابر اہلسنت دیوبند احناف کو حسام الحرمین میں معاذ اللہ کافر کہا گیا ہے ان کو مسلمان سمجھنے والے اور ان کے متعلق کفر کا فتوی نہ دینے والوں کے متعلق حکم شرعی واضح کرنا ہوگا''۔

دلائل

''موافق ارشاد علمائے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ و مطابق حکم معتمد المستند نذیر حسین دہلوی وامیر احمد سہوانی وامیر حسن سہوانی وقاسم نانوتوی ومرزا غلام احمد قادیانی ورشید احمد گنگوہی واشرف علی تھانوی اوران سب کے مقلدین ومتبعین و پیروان مدح خواں باتفاق علمائے اعلام کافر ہوئے اور جوان کو کافر نہ مانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی بلاشبہ کافر ہے''۔

(عرفان شریعت،ص 58،مکتبہ المدینہ)

''گنگوہی ونانوتوی وانبیٹھوی وتھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ بزازیہ ومجمع الانہر و درمختار تحریر فرمایا ہے کہ جوان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے''۔

(فتاوی رضویہ،ص 263،ج 3،برکاتی پبلشرز کراچی)

''ان کے کفر میں توقف کرے وہ بھی کافر ومرتد ہے''۔

(الصوارم الہندیہ،ص 65)

اصول نمبر ۱۵

جس عبارت کو گستاخانہ سمجھتے ہیں وہ پڑھ نہیں سکتے صرف نشاندہی کر سکتے ہیں!

''کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ تقویۃ الایمان کا پڑھنا بعض لوگ برا بتاتے ہیں اور بعض اچھا کہتے ہیں برا بتانے والے حضور کا حوالہ دیتے ہیں ہم مشکوک ہیں جواب سے مطلع فرمائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: یہ ناپاک کتاب سخت ضلالت و بے دینی اور کلمات کفر پر مشتمل ہے اس کا پڑھنا زنا اور شراب خوری سے بدتر حرام ہے کہ ان سے ایمان نہیں جاتا اور یہ ایمان زائل کر دینے والی ہے والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ وہ جو اس کا پڑھنا اچھا بتاتے ہیں گمراہ بد دین بلکہ کفار مرتدین

ہیں۔اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو فقیر کی کتاب سل السیوف الھندیۃ اور الکوکبۃ الشہابیۃ اور الاستمداد علی اجیال الارتداد اور کشف ضلال دیوبند وغیرہا انصاف و ایمان کی نگاہ سے دیکھی جائیں مسلمان کا ایمان خود گواہی دے گا کہ وہ مردود کتاب تقویۃ الایمان نہیں تفویت الایمان ہے یعنی ایمان فوت کرنے والی. والعیاذ باللہ تعالی ۔واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم،ج6،ص183 .جدید،ج15،ص165)

لہذا آج تک جو بدعتی اس تقویۃ الایمان کو پڑھتے رہے وہ زنا اور شراب خوری سے بدتر گناہ میں ملوث رہے۔بشمول خان صاحب بریلوی ۔لہذا فوراً اس سے توبہ کریں ورنہ زانیوں اور شراب خوروں کی موت پر مرنے کیلئے تیار رہیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب سے سوال ہوا:

"مسئلہ ۱۲:کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسلمانوں کے حق میں جو آریہ سماجوں میں جا کر کاپی نویسی کرتے ہیں یا پریس میں ہیں یا ان کے اخبار اور مذہبی پرچے روانہ یا تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان پرچوں میں قرآن کریم اور رسول رحیم پر کھلے کھلے اعتراض والزام ہوتے ہیں اور خداوند عالم کی شان میں گستاخانہ کلمات استعمال ہیں ۔رسول مقبول ﷺ نعوذ باللہ ۔۔اور علمائے متقدمین ومتاخرین کو کھلی کھلی گالیاں دی جاتی ہیں جس کی شاہد سماجی کتب ترک اسلام،تہذیب الاسلام،آریہ مسافر جالندھر،آریہ مسافر میگزین،مسافر بھڑانچ آریہ پتر بریلی،ستیارتھ پرکاش موجود ہیں ۔نمونہ کے طور پر چند الفاظ نقل ذیل ہیں:

(۲)۔۔۔۔ستیارتھ پرکاش۔۔۔

(۳)۔۔۔۔مسافر بھڑانچ۔۔۔

آیا ان مسلمانوں سے جو سماجوں میں ملازم ہیں میل جول رکھا جائے اور وہ مسلمان سمجھے جائیں ایسے مسلمان جو مخالفین اسلام و دشمنان خدا و رسول کی اعانت کرنے والے ہیں ان کے جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے اور ان کے ساتھ شرکت نکاح جائز ہے یا نہیں مفصل بیان فرمائیے اللہ اس کا اجر عظیم عطا فرمائے"۔

موصوف خان صاحب بریلی اس کا جواب یوں دیتے ہیں:

"اللہ عزوجل اپنے غضب سے پناہ دے۔ الحمد للہ فقیر نے وہ ناپاک ملعون کلمات نہ دیکھے کہ جب سوال کی اس سطر پر آیا جس سے معلوم ہوا کہ آگے کلمات بعینہ ملعونہ منقول ہوں گے ان پر نگاہ نہ کی نیچے کی سطریں جن میں سوال ہے باحتیاط دیکھیں ایک ہی لفظ جو اوپر سائل نے نقل کیا اور نادانستگی میں نظر پڑی وہی مسلمان کے دل پر زخم کو کافی ہے اب کہ جواب لکھ رہا ہوں کاغذ تہہ کرلیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملعونات کو نہ دکھائے نہ سنائے جو نام کے مسلمان کاپی نویسی کرتے ہیں اور اللہ عزوجل وقرآن عظیم ومحمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں ایسے ملعون کلمات ایسی گالیاں اپنے قلم سے لکھتے یا چھاپتے یا کسی طرح اس میں اعانت کرتے ہیں ان سب پر اللہ عزوجل کی لعنت اترتی ہے وہ اللہ و رسول کے مخالف اور اپنے ایمان کے دشمن ہیں قہر الٰہی کی آگ ان کیلئے بھڑکتی ہے۔ صبح کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں اور شام کرتے ہیں تو اللہ کے غضب میں **اور خاص جس وقت ان ملعون کلموں کو آنکھ سے دیکھتے ہیں، قلم سے لکھتے، مقابلہ وغیرہ میں زبان سے نکالتے یا پتھر پر اس کا ہلکا بھرا بناتے ہیں ہر کلمہ پر اللہ عزوجل کی سخت لعنتیں، ملائکۃ اللہ کی شدید لعنتیں ان پر اترتی ہیں۔**
میں نہیں کہتا قرآن فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا.

بے شک وہ لوگ جو ایذاء دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا و آخرت میں۔ اللہ نے ان کیلئے تیار کر رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

ان ناپاکوں کا یہ گمان کہ گناہ تو اس خبیث کا ہے جو مصنف ہے ہم تو نقل کر دینے یا چھاپ دینے والے ہیں سخت ملعون و مردود گمان ہے، زید کسی دنیا کے عزت دار کو گالیاں لکھ کر چھپوانا چاہے تو ہرگز نہ چھاپیں گے۔ جانتے ہیں کہ مصنف کے ساتھ چھاپنے والے بھی گرفتار ہوں گے مگر اللہ واحد قہار کے قہر و عذاب ولعنت وعتاب کی کیا پرواہ ہے۔ یقیناً یقیناً

کاپی لکھنے والا، پتھر بنانے والا، چھاپنے والا، کل چلانے والا، غرض جان کر کہ اس میں یہ کچھ ہے کسی طرح اس میں اعانت کرنے والا سب ایک ہی رسی میں باندھ کر جہنم کی بھڑکتی آگ میں ڈالے جانے کے مستحق ہیں۔۔۔۔فقیر کے یہاں فتاوے مجموعہ پر نقل ہوتے ہیں میں نے نقل فرمانے والے صاحب سے کہہ دیا ہے کہ ان ملعون الفاظ کو نقل نہ کریں سنا گیا ہے کہ سائل کا قصد اس فتوی کے چھاپنے کا ہے درخواست کرتا ہوں کہ ان ملعونات کو نکال ڈالیں ان کی جگہ دو ایک سطر دو ایک سطر خالی صرف نقطے لگا کر چھوڑ دیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ان لعنتی ناپاکیوں کے دیکھنے سے باذنہ تعالی محفوظ رہیں"۔

(احکام شریعت، حصہ سوم ص 255 تا 258 ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور ص 239 تا 243 مدینہ پبلشنگ کراچی ص 263 تا 267 شبیر برادرز لاہور)

اصول نمبر ۱۶

مسلّم و محقّق مضمون کے خلاف مضمون مؤوّل ہوگا!

فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"اہل علم کے ہاں مسلم ہے کہ جب کوئی مضمون محقق و مسلم مضمون کے خلاف ہو تو اس کی تاویل ضروری ہے۔

لطیفہ یہ جواب ہمیں دیوبندیوں وہابیوں کو دینا پڑتا تھا آج افسوس کہ یہی جواب ہمیں اپنی جماعت کے ایک فرد کیلئے لکھنا پڑا"۔

(تحقیق الاکابر ص 199)

پس ہمارے اکابر نے بارہا اپنا عقیدہ ان عبارت کی بابت واضح کیا ہے جو عقائد جماعت رضائیہ کی طرف سے ہماری طرف منسوب کئے جاتے ہیں اس کو صراحتہ کفر لکھا جس کو رضاخانی حضرات نے بھی تسلیم کیا لہذا اس محکم مسلم مضمون و عقیدے کے خلاف جو کچھ ہوگا اس کی تاویل کی جائے گی۔

اصول نمبر ۱۷

مستند عالم کی طرف منسوب عبارت الحاقی شمار ہوگی

نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی کسی عبارت کو الحاقی ثابت کرنے کے اصول لکھتے ہوئے ایک اصول یہ لکھتے ہیں:

"خیر ایک طریقہ تو ثبوت الحاقی کا یہ ہے دوسرے یہ کہ مصنف کا امام معتمد و عالم متدین مستند ہونا معلوم ہو اور یہ کلام کہ بے تواتر حقیقی اس کی طرف نسبت کیا گیا صریح معصیت یا بدمذہبی وضلالت جس میں اصلا تاویل وتوجیہ کی گنجائش ہی نہیں تو اس وجہ سے کہ علما تو علما عام اہل اسلام کی طرف بے تحقیق تواتر وثبوت قطعی کسی کبیرہ کی نسبت مقبول نہیں کما نص علیہ الامام الاجل حجۃ الاسلام محمد الغزالی قدس سرہ العالی فی الاحیاء رد کردیں گے اور تخمینا للظن الحاقی کہیں گے"۔

(انہار الانوار ص 13، مطبع اہلسنت باردوم)

یعنی اگر کوئی مستند عالم دین ہے اس کی طرف کوئی ایسی عبارت منسوب ہو جو کفر وضلالت یا معصیت پر مبنی ہو تو اس کو الحاقی اور کسی بے دین کی کارستانی کہا جائے گا۔ پس ہم بھی کہتے ہیں کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا عالم متدین ومستند ہونا عوام وخواص میں مقبول ہے خود اکابر بریلویہ کو یہ مسلم لہذا خان صاحب بریلوی نے وقوع کذب کا جو فتوی ان کی طرف منسوب کیا وہ جعلی اور گھڑا ہوا ہے۔

خان صاحب بریلوی مقدمہ ابن صلاح کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"جب کسی کتاب سے کہ کسی مصنف کی طرف منسوب ہے کچھ نقل کرنا چاہے تو یوں نہ کہے کہ مصنف نے ایسا کہا جب تک کہ صورت نسخہ پر اعتماد نہ ہو یوں کہ اس نے خواہ اور ثقہ اسے متعدد صحیح نسخوں سے مقابلہ کیا ہوا۔۔۔کسی مصنف کی طرف منسوب کتاب میں ایک عبارت آدمی دیکھ کر نقل کر دیتا ہے کہ مصنف نے ایسا کہا حالانکہ صحت نسخہ پر وثوق (بروجہ مذکور کہ اصل نسخہ مصنف سے بلا واسطہ یا بواسطہ ثقات اس نے یا اور ثقہ نے مقابلہ کیا ہو) حاصل نہیں.

حق یہ ہے کہ یہ ناجائز ہے"۔

(فتاوی رضویہ، ج6،ص309، قدیم)

جبکہ وقوع کذب باری تعالی کسی مستند ثقہ آدمی سوائے احمد رضا خان کذاب نے نقل نہیں کیا لہذا یہ فتوی جھوٹ والحاقی ہے۔ خان صاحب متاخرین کا مذہب اس باب میں یوں نقل کرتے ہیں:

"اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے اطمینان کہ اس میں تغیر وتحریف نہ ہوئی ہو۔ اسے بھی مثل اتصال سند جانا اور وہ ایسا ہی ہے"۔

(فتاوی رضویہ، ج6،ص309، قدیم)

فتاوی رشیدیہ مطبوعہ متداول ہے اور اس میں وقوع کذب باری تعالی کے عقیدے کو کفریہ عقیدہ کہا گیا ہے لہذا یہی حضرت فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کا سند متصل کے ساتھ عقیدہ قرار دیا جائے گا اور خان صاحب کا پیش کردہ فتوی جعلی و بہتان قرار پائے گا جس کی سرے سے کوئی سند ہی نہیں اور جو ہے اس میں کذاب راوی ہے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ ابن العربی رحمہ اللہ کی تکفیر کرنے والوں سے پوچھتے ہیں اگر تکفیر کرنے والا کہے کہ ابن عربی کی کتب ان کے کفر پر دلالت کرتی ہیں (معاذ اللہ) تو اس سے سوال کیا جائے کہ کیا تیرے نزدیک مستند طریقے سے یہ بات ثابت ہے کہ انہوں نے ہی یہ کلمہ بعینھا کہا اور اسی سے یہی کفریہ معنی مراد لیا ہے؟ پہلا طریقہ یعنی صحیح سند سے ثبوت ہو اس کی معرفت کی کوئی سبیل نہیں بوجہ کسی مستند و معتمد سند کے نہ ہونے کے اور اب اگر لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں محشی اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ بعض اوقات کوئی کسی سے غلط بات سن لیتا ہے اور پھر اسے صحیح سمجھ کر آگے پھیلا دیتا ہے اور یوں وہ خبر مشہور و مستفیض ہو جاتی ہے۔

فان قال کتبہ تدل علی کفرہ افامن ان یقال لہ هل ثبت عندک بالطریق المقبول فی نقل الاخبار انہ قال هذہ الکلمۃ بعینها و انہ قصد بها معناها المتعارف

والاول لاسبیل الیہ لعدم سند یعتمد علیہ فی مثل ذالک ولاعبرۃ

بالاستفاضۃ الآن

(تنبیہ الغبی فی تخطئۃ ابن العربی،ص 50،49)

ہم بھی کہتے ہیں کہ بالفرض اگرکہیں وہ جھوٹا فتوی لوگوں میں مشہور بھی ہوگیا ہوتو بھی اس کا اعتبار نہیں بوجہ غلط شہرت کے جبکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس جعلی فتوے کی اصل شکل آج تک بڑے بڑے بریلوی مناظرین بھی نہ دیکھ سکے۔

اصول نمبر ۱۸

قول وعبارت کو مستند سند سے ثابت کرنا ہوگا

جوکفریہ قول یا عبارت آپ اکابر کی طرف منسوب کریں گے اس قول وعبارت کو صاحب العبارۃ یا قائل تک مستند سند کے ساتھ ثابت کرنا ہوگا کہ یہ اسی کا قول وعبارت ہے۔اگر ذرہ برابر بھی شک وشبہ یا احتمال ہوتو اس پر کسی قسم کا فتوی نہیں دیا جاسکتا۔

شاہ اسمعیل شہید رحمہ اللہ نے صراط مستقیم میں حضرت امام سید احمد شہید رحمہ اللہ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔مگر امجدی رضاخانی صاحب کو اس کی نسبت کے بارے میں شک ہے اوراس کی وجہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

"چونکہ اس کے راوی صرف اسمعیل دہلوی ہیں جوخود گمراہ بددین بلکہ بطور جمہور فقہا کافر ہیں اس لئے ان روایات سے اس درجہ کا یقین حاصل نہیں ہوتا جوثبوت شرعی کی حد تک پہنچے"۔

(فتاوی شارح بخاری،ج 2،ص 273)

مزید لکھتے ہیں:

"چونکہ تکیوی صاحب کے سارے سوانح نگار غیر عادل ہیں ان میں کوئی ثقہ نہیں اس لئے حکم کفر لگانے کیلئے جس درجے کا قطعی یقینی ثبوت ضروری ہے وہ ان کے بیانات سے حاصل نہیں ہوتا"۔

(فتاوی شارح بخاری،ج،ص 274،275)

اب ان حوالہ جات کی روشنی میں ثابت کرنا ہوگا کہ خان صاحب بریلوی نے حسام الحرمین میں جو

جھوٹا فتوی حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کیا خان صاحب بریلوی سے حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تک اس کی صحیح ثقہ عادل راویوں کے ساتھ سند موجود ہے۔ اور یہ محال لہذا وہ فتوی خود بخود کالعدم۔

خان صاحب بریلوی کے پاس اس فتوے کے ثبوت کی جو واحد دلیل ہے وہ یہ ہے کہ بمبئی وغیرہ سے یہ فتوی مع رد کے کئی دفعہ چھپا اس کے اگر چہ معقول جوابات کئی دفعہ ہمارے علما دے چکے ہیں لیکن یہاں اس دلیل کے باطل ہونے پر خود رضا خانی اصول پیش کر رہے ہیں۔ شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''بازار میں کسی کے نام سے کوئی کتاب چھپ جانا اس کی دلیل نہیں کہ جس کے نام سے کتاب چھپی ہے یہ اسی کی تصنیف ہے۔ کسی کی کتاب اس وقت مانی جائے گی جب مصنف کے عہد سے لیکر شائع ہونے تک معتمد اور مستند لوگوں کے یہاں محفوظ ہو ۔۔۔ پھر اصل کتاب مصنف کی ہوگی توالحاق سے محفوظ ہے اس کا فیصلہ بہت مشکل ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 2 ص 154)

آگے لکھتے ہیں:

''کتاب وہی معتبر ہے جو کسی مستند مصنف نے تصنیف کی ہو اور وہ تصنیف کے وقت سے لیکر چھپنے کے وقت تک متدین، مستند، معتمد افراد کے ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہو''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 2 ص 156)

تو کسی کتاب کا کسی کے نام سے چھپ جانا جب دلیل اس کے اصل کتاب ہونے کی نہیں تو فتوے کا کیا اعتبار؟ لہذا پہلے مستند و معتمد لوگوں سے (جو رضا خانی نہ ہوں) ثابت کرنا ہوگا کہ وہ فتوی حضرت امام ربانی کا ہی ہے۔ اور یہ ثابت کرنا محال ہے۔ بالفرض ایک منٹ کیلئے مان لیتے ہیں کہ ثابت کر بھی دیا جو کہ محال ہے لیکن چلو مان لیا تو اگلا کام یہ کرنا ہوگا کہ یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ اس فتوے میں کسی قسم کی کوئی ''الحاق تحریف وتدلیس'' نہیں کی گئی جو کہ ثابت کرنا بقول امجدی صاحب کے بہت مشکل ہے۔

جھوٹے فتوے کے حوالے سے

اہل بدعت سے لاجواب سوال

سوال نمبر ۱: خان صاحب بریلوی نے ابحاث اخیرہ میں لکھا کہ ہدایۃ البریہ میرے باپ کی کتاب نہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس کتاب کا ان کے باپ کی نہ ہونے کی دلیل کیا ہے؟

سوال نمبر ۲: ہمارے پاس مولوی منظور فیضی کا ایک فتوی ہے جس پر ان کے مدرسہ کی مہر بھی ہے جس میں وہ اکابر علمائے دیوبند کو مسلمان اور یزید کو عادل لکھ رہے ہیں۔ رضاخانیوں نے اس فتوے کو جعلی قرار دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس فتوے کے جعلی ہونے کی دلیل کیا ہے؟

سوال نمبر ۳: دیوان محمدی کے شروع میں جو مولانا سعید احمد کاظمی صاحب کا مضمون لگا ہوا ہے مفتی حنیف قریشی صاحب رضاخانی نے پنڈی مناظرے میں اسے الحاقی وجعلی کہا۔ سوال یہ ہے کہ اس مضمون کے جعلی ہونے کی دلیل کیا ہے؟

سوال نمبر ۴: بدعتی کہتے ہیں کہ مقابیس المجالس میں مرزائیوں نے الحاق کر دیا۔ سوال یہ ہے کہ اس الحاق کی دلیل کیا ہے؟

ان سوالوں کے جو بھی جواب بدعتیوں کی طرف سے آئیں ان جوابات کی روشنی میں آپ آرام سے حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ کی طرف منسوب فتوے کو بھی جعلی وگھڑنتو ثابت کر سکتے ہیں۔

اصول نمبر ۱۹

عبارت میں ظاہر لفظ نہیں بلکہ عقیدہ ونیت کو دیکھا جائے گا

عبارت میں سرف ظاہر لفظ کو نہیں دیکھا جائے گا بلکہ ''عقیدہ، نیت، مقصد اور سابقہ ریکارڈ'' کو دیکھا جائے گا۔ چنانچہ ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی تراجم کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنی پر فتوی نہیں لگایا

گیا بعض آیات کے لفظی تراجم کی بنا پر جو فتوی لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی دیوبندی مترجمین ہیں ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمنل (مجرمانہ) ریکارڈ ہے (جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پر فتوی لگایا گیا ہے) کیونکہ وہابیہ دیابنہ اللہ و رسول جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں اس لئے یقینا ان آیات کے لفظی تراجم سے بھی ان کا مقصد شان رسالت کا انکار کرنا ہی ہے"۔

(کنز الایمان اور مخالفین، غیر تحریف شدہ ہندوستانی ایڈیشن، ص 27)

دراصل آل بدعت نے "ذنب" کے لفظ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف کی تھی جس کا ظاہری وعرفی معنی خود رضاخانیوں نے "گناہ" کیا اور اسے منافی عصمت قرار دیا۔ اس کے جواب میں آل بدعت نے یہ اصول لکھا۔ یعنی اب عرف میں خواہ گستاخی ہو یا نہ ہو اس بنیاد پہ اب کفر کا فتوی نہیں لگے گا بلکہ اگر کوئی لفظ گستاخانہ ہو تو اسے نقل کیا جا سکتا ہے، انبیائے کرام علیہم السلام کی طرف اس کی نسبت کی جا سکتی ہے بلکہ گستاخی و کفر کے فتووں کیلئے اب "نیت، عقیدہ، مقصد، سابقہ کریمنل ریکارڈ" دیکھا جائے گا۔

اس لئے ہمارے اکابر کی عبارات پیش کرنے سے پہلے بدعتیوں کو یہ ناقابل تردید دلائل سے ثابت کرنا ہوگا کہ معاذ اللہ نقل کفر کفر نہ باشد ان عبارات سے پہلے ان کا ریکارڈ کریمنل تھا، ان عبارات سے ان کا مقصد معاذ اللہ واقعۃً گستاخی تھی۔

مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی صاحب سے ایک سوال ہوا:

"خالد کہتا ہے کہ جو خوبی سارے نبیوں میں تھی وہ تمام خوبیاں غوث پاک میں تھیں۔ کیا اس کا کہنا صحیح ہے۔ اور اس طرح کہنے والے کا شریعت میں کیا حکم ہے؟

اس کے جواب میں موصوف لکھتے ہیں:

"یہ جملہ بادی النظر میں صحیح نہیں۔ خوبیوں میں نبوت بھی ہے اور خواص نبوت۔ سرکار غوث اعظم نہ نبی ہیں، نہ خواص نبوت سے متصف ہیں۔ لیکن جہاں تک ہو سکے مسلمان کے قول کو اچھے محمل پر محمل کرنا واجب ہے۔ بعض جگہ قرآئن عقلی کلام میں مخصص ہوتے ہیں۔ علما نے

فرمایاانبت الربیع البقل سبزہ نے بہارا گایا۔اگرمومن کہےتواس میں مجاز عقلی ہے۔ مرادسبب کی مسبب کی طرف اسناد ہے۔سبزہ اگانے والاحقیقۃ اللہ تعالی ہے۔لہذاربیع کو سبزہ اگانے والاکہناکفر ہے۔مومن کاایمان باللہ اس پرقرینہ ہے کہ اس میں اسناد حقیقی نہیں مجازی ہے۔اسی طرح قول مذکور کا قائل مومن ہے۔جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضوراقدس ﷺ کے بعدکوئی نبی نہیں ہوسکتا۔اس کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ سرکارغوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ امتی ہیں قائل کا یہ عقیدہ اس پرقرینہ ہے کہ اس کی مرادوہ خوبیاں ہیں جونبوت اورلوازم نبوت کے سواہیں۔اس میں بھی مبالغہ ہے مگرقائل کافرہوگا نہ گمراہ،خاطی ہوگا"۔

(فتاوی شارح بخاری،ج2،ص129،128)

امجدی صاحب نے اولاخودتسلیم کیا کہ قائل کےقول سے یہ لازم آتاہے کہ غوث پاک کونبوت بھی ملی اورخواص نبوت بھی جس میں امام الانبیاء ہونا بھی شامل ہے رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت بھی شامل ہے معاذاللہ اوریہ دونوں باتیں ضروریات دین کاانکارہے۔امجدی صاحب کوعبارت میں بھی کوئی قرینہ نہ ملاجواس قول کارد کرتااورکلام کاکوئی صحیح محمل متعین کرتالہذاانہوں نےقرینہ اور مخصص "عقیدہ" کوقراردےدیا کہ چونکہ قائل مسلمان ہےعقیدہ ختم نبوت کاقائل ہےاورغوث اعظم کو امتی سمجھتاہےلہذاوہ ایسانہیں کہہ سکتا۔اللہ اکبر۔

لہذاحسام الحرمین میں علمائے دیوبندکی پیش کردہ عبارات کوپیش کرنے سے پہلے ہمارے علما کا یہ عقیدہ دیکھاناہوگاکہ معاذاللہ وہ ختم نبوت کےمنکراورنبی کریم ﷺ کی گستاخی کواپناعقیدہ قراردیتےہیں۔

بدعتی علامہ سیدمحموداحمدرضوی لکھتاہے:

"چنانچہ فقہاکرام نےاس معاملے میں اس درجہ احتیاط کاحکم دیاہے کہ اگرکسی شخص سےکوئی مشتبہ کلام سرزدہوجائےجس میں سواحتمال میں سے۹۹احتمالات مضمون کفرہونے کے ہوں اورایک احتمال عبارت میں اس کابھی ہوکہ اس کےکوئی صحیح وجائزمعنی بن سکیں تو مفتی پرلازم ہےکہ ننانوےاحتمالات کوچھوڑکراسی ایک احتمال کی طرف مائل ہواورتکفیرنہ

کرے لیکن یاد رہے کہ یہ احتیاط اسی صورت میں ہے جبکہ واقعی اس عبارت کے ایک صحیح و جائز معنی بن سکیں۔ اور قائل بھی خود اپنے کسی قول و فعل سے اس کی تصریح نہ کر دے کہ اس کی مراد وہی معنی ہیں جس سے کفر عائد ہوتا ہے۔ ورنہ اگر صحیح و جائز معنی نہ بن سکیں تو وہ کلمہ کفر قرار پائے گا اور اگر قائل خود ہی تصریح کر دے میری مراد یہ معنی کفری ہیں تو پھر اس کی تکفیر کی جائے گی''۔

(بصیرت، ص 38، فرید بک ڈپو دہلی)

اس عبارت کی روشنی میں بدعتی مناظر ہمارے اکابر کی طرف جس کفر کی معاذ اللہ نسبت کرے گا یہ بھی ثابت کرنا ہوگا کہ ہمارے اکابر نے ان عبارات سے معاذ اللہ یہی کفریہ معنی مراد لیا ہے۔

اصول نمبر ۲۰

عبارت پر فتویٰ سے پہلے دیکھنا ہوگا کہ کسی بڑے عالم کی تو نہیں

عبارات پر فتویٰ لگانے سے پہلے یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ جن کی عبارات پر ہم فتویٰ لگا رہے ہیں وہ بڑے علما اور اکابر امت تو نہیں اگر ایسا ہے تو بالفرض معاذ اللہ عبارت گستاخانہ ہو تب بھی اس کی کوئی مناسب توجیہ کی جائے گی۔

بدعتی اشرف العلماء مولوی اشرف سیالوی کہتا ہے:

''علامہ طیبی نے حدیث رسول ﷺ تمسك بسنة خير من احداث بدعة یعنی سنت نبوی کا لازم پکڑنا بدعت جاری کرنے سے بہتر ہے کے تحت یوں کہہ دیا سنة قذرة یعنی گھٹیا سنت علامہ ابن حجر مکی نے اس عبارت پر ردّ و قدح کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر اس شخص کا علم اور صاحب تحقیق ہونا اور نبی اکرم ﷺ سے عقیدت و محبت سے سرشار ہونا ہمیں معلوم نہ ہوتا۔۔۔۔ تو اس کلمہ کی وجہ سے اس پر بہت بڑا سنگین فتویٰ اور کلمہ شرعی عائد کیا جاتا''۔

(مناظرہ جھنگ ص: 282)

اگر کسی شخص کا صاحب علم ہونا اور عشق رسالت ﷺ سے سرشار ہونا دلیل ہے کہ اس پر گستاخی کے

باوجود ''سنگین فتوی'' نہیں لگ سکتا یہی اصول علمائے دیوبند کیلئے بھی ہوگا لہذا بدعتی مناظر کو پہلے ثابت کرنا ہوگا کہ یہ اکابر معاذ اللہ صاحب علم بھی نہ تھے اور عاشقان رسول ﷺ بھی نہ تھے۔

شریف الحق امجدی صاحب نے نبی کریم ﷺ کی طرف ''کملی'' کی نسبت کو ناجائز وحرام کہا کہ اس میں تحقیر کا معنی پایا جاتا ہے مگر اکابر کے متعلق اسی لفظ کے استعمال پر لکھا:

''حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیک حجاج بیت الحرام — بہ مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے

کے بود یارب کہ رو دیثرب وبطحا کنم — گہہ بمکہ منزل وگہہ در مدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے۔ اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 540)

''اور جو بعض اکابر کے کلام میں آگیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے''

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 537)

معلوم ہوا کہ اگر علما بڑے ہوں تو ان کی باتوں کی مناسب توجیہ کی جائے گی۔ چنانچہ خان صاحب بریلوی خود لکھتے ہیں:

''اہلسنت سے بتقدیر الہی جو ایسی لغزش فاحش واقع ہو اس کا اخفا واجب ہے کہ معاذ اللہ لوگ ان سے بداعتقاد ہوں گے اور جو نفع ان کی تقریر وتحریر سے اسلام وسنت کو پہنچا تھا اس

میں خلل واقع ہوگا۔اس کی اشاعت اشاعت فاحشہ ہے"۔

(فتاوی رضویہ،ج29،ص594)

اب دیکھیں خان صاحب بریلوی خود تسلیم کر رہے ہیں کہ اگر اہل سنت سے اللہ کی تقدیر کے موافق کوئی فاحش غلطی ہو بھی جائے تو اسے چھپانا واجب ہے کہ عوام جو ان سے حسن ظن رکھتی ہے اور ان کی دینی خدمات سے فائدہ حاصل کر رہی ہے وہ بدظن ہو جائیں گے اس میں دین کا نقصان ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے امام وکیع رحمہ اللہ کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے روایت نقل کی کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر صدیق آئے اور آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔اس کے بعد آپ ﷺ کا جسد مبارک ایک دن و ایک رات پڑا رہا جس کی وجہ سے (معاذ اللہ) جسم اور پیٹ پھول گیا۔

جب قریش کو اس بات کا پتہ چلا کہ وکیع ایسی کوئی روایت بیان کرتا ہے تو فوراً اس کو سولی پر چڑھانے کو فیصلہ کیا گیا کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی صریح توہین ہے اور اس کیلئے پھانسی گھاٹ بھی تیار کر لیا گیا۔جب سفیان بن عیینہ کو اس بات کا معلوم ہوا تو فوراً کہا کہ اللہ کے بندو!! کس کے بارے میں کفر و گستاخی کے فتوے لگاتے پھر رہے ہو؟ تم اس شخص کو جانتے بھی ہو یہ تو عراق کا فقیہ ہے اس کا باپ بھی بہت بڑا فقیہ تھا۔یہ حدیث جو وہ بیان کر رہا ہے یہ تو معروف حدیث ہے۔بعد میں ابن عیینہ نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نے ایسی کوئی روایت نہیں سنی بلکہ وکیع کو بچانے کیلئے یہ ساری گفتگو کی۔(ملخصا سیر اعلام النبلا، ج8،ص92،91)

اب دیکھیں امام نے کتنی بڑی جسارت کی مگر محض ان کے مقام و مرتبہ کو دیکھتے ہوئے ابن عیینہ نے تاویل کی کہ شاید اس روایت کا باطل ہونا انہیں معلوم نہ ہو سکا۔

اصول نمبر ۲۱

لازم المذھب لیس بمذھب

اہل بدعت کی تقریر و تحریر اگر آپ سنیں و دیکھیں تو وہاں ملے گا کہ آپ کے اکابر معاذ اللہ کافر ہیں، کیونکہ ان کی فلاں فلاں عبارت سے معاذ اللہ یہ کفر یا یہ گستاخی لازم آرہی ہے۔حالانکہ یہ صریح دروغ

گوئی ہے لیکن بالفرض مان بھی لیں تب بھی عبارت میں صریح کفر دکھانا ضروری ہے۔ محض کسی عبارت سے کسی بات کا لازم ہونا صاحب عبارت کا عقیدہ یا حقیقت میں ایسا ہونا ضروری نہیں۔ خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

فانت تعلم ان لازم المذھب لیس بمذھب آپ جانتے ہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں ہوتا۔

(فتاوی رضویہ جدید، ج6، ص 717)

پس جب لازم مذہب مذہب ہی نہیں تو جو چیز ان عبارات سے لازم آ رہی ہے بقول فریق مخالف کفر گستاخی وغیرہ وہ ہرگز ان اکابر کا مذہب یا عقیدہ نہیں کہ لازم مذہب مذہب نہیں۔

یہ بات علامہ نبہانی مرحوم نے شواہد الحق، ص 177، علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ نے الیواقیت والجواہر، ص 126، 144، پر، شامی ج 3، ص 46، الفواکہ الدوانی، ج 2، ص 328، پر ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح ج 1، ص 180، باب الایمان بالقدر پر، فتح الباری، ج 12، ص 337 پر، ابن حجر ہیتمی نے فتاوی حدیثیہ ص 108، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی ج 20، ص 217 پر، البحر المحیط فی اصول الفقہ للزرکشی، ج 6، ص 127، علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے قصیدہ نونیہ پر بھی نقل کیا ہے۔

نوٹ: استاد محترم نے اس موقع پر ہنستے ہوئے کہا کہ کسی مسئلہ میں ایک پیر صاحب سے گفتگو ہوئی اور وہاں میں نے شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ کی کتاب سے یہ قاعدہ نقل کیا تو پیر صاحب نے تائید کیساتھ علمی رعب ڈالتے ہوئے کہا کہ مولانا! میرے پاس اس قاعدے پر دس حوالے ہیں۔ چنانچہ بندہ نے بھی آپ کے سامنے دس کتابوں کا کوٹہ پورا کیا کہ آپ کا استاد بھی الحمد للہ مطالعہ کا ذوق رکھتا ہے اور یہ بھی یاد رہے کہ اس قاعدہ میں کچھ تفصیل ہے جو کسی موقع پر ہم ذکر کریں گے۔

مزید بھی ہمارے پیش نظر کئی اصول ہیں فی الوقت ان 21 اصولوں پر اکتفا کیا جاتا ہے مزید تفصیل کیلئے میری کتاب "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد دوم وسوم کا مقدمہ" ضرور ملاحظہ فرمائیں۔

☆......☆......☆......☆

باب دوم

علمِ غیب کی بحث

اس باب میں علم غیب کے متعلق اہلِ بدعت کے متضاد عقائد کو بیان کیا جائے گا، اس حوالے سے فوائد شتیٰ اور جانبین کے دلائل کو ذکر کیا جائے گا!!

علمِ غیب کی تعریف

قارئین کرام! علم غیب خاصہ باری تعالیٰ ہے۔ شریعت کہ اصطلاح میں اس علم کو علم غیب کہا جاتا ہے:

''جو ذاتی، ازلی کلی تمام کلیات پر حاوی ہو''

بالفاظ دیگر علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ کسی انسان کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت ہی نہیں ہے۔ مخلوق کو عطاء کیا ہوا علم یا کوئی جزئی علم ''علم غیب'' نہیں۔ ہمارے اکابرین سے اگر کسی نے ''اخبارغیب'' یا ''بعض معلومات'' پر ''علم غیب'' کا اطلاق کیا ہے تو اس سے مراد یا تو ''علم غیب لغوی'' ہے یا ''تعبیر کی خطاء'' ہے۔ جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آجائے گی۔

غرض علم غیب اصطلاحی میں تین قیود ہوں گی:

(۱) ذاتی یعنی کسی کا عطا کردہ نہ ہو عطائی کا یعنی دینے کا ذکر آجائے تو علم غیب نہ رہے گا۔

(۲) کلی حاوی ہو۔ حاوی سے مراد یعنی ''تمام غیوب'' اس لئے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ کلی و جزئی تو معلومات کی صفات ہیں۔

(۳) ازلی ہو۔ لہٰذا علم حادث بھی علم غیب نہیں کہلاتا۔

یہ علم غیب اللہ رب العزت کا خاصہ ہے لہٰذا کسی مخلوق کیلئے اسے ثابت کرنا خواہ کلی طور پر یا جزئی طور پر صریح شرک ہے اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ لکھتے ہیں:

''اَلْعِلْمُ الْمُخْتَصُّ بِہٖ هُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ'' (تفسیر مظہری، ج 1 ص 358)

جو علم اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ علم غیب ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَكَذٰلِكَ بَيَّنَ اَنَّهٗ هُوَ الْمُخْتَصُّ بِعِلْمِ الْغَيْبِ۔ (تفسیر کبیر، ج 12 ص 448)

(جیسا کہ قدرت کاملہ کے ساتھ وہ خاص ہے) اسی طرح علم غیب بھی اسی کے ساتھ خاص ہے اور یہ اسی کا خاصہ ہے۔

کلّی کی بحث اور اہلِ بدعت کی جہالتیں

جب ہم کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم غیب کلی ہے تو بعض اہل بدعت اعتراض کرتے ہیں کہ تم نے اللہ کے علم کو محدود و متناہی کر دیا کیونکہ "کل" تو تحدید کیلئے آتا ہے قرآن میں و کلّ شیئ احصیناہ. ان اللہ علی کل شیئ قدیر۔

اسی طرح رضاخانیوں کے مولانا اشرف سیالوی صاحب کا بیان میں نے سنا جو کہتا ہے:

"ایک جگہ میں گیا جب وہ سنتے ہیں کہ اشرف سیالوی آرہا ہے تو ان کے گھنٹ قسم کے تو بڑے خرانٹ قسم کے مولوی تھے وہ آگئے تو پوچھتے ہیں کہ نبی پاک کو یہ علم کلی ہے یا جزئی؟ میں نے کہا کہ میرے نزدیک تو یہ سوال ہی غلط ہے لغو ہے۔ کلی بھی ہے جزئی بھی ہے یہ کوئی تقابل نہیں کلی جزئی کا۔ کہا وہ کیسے؟ میں نے کہا کلی مصداق کے اعتبار سے کتنے قسم پر ہے؟ وہ کہنے لگے نوع جنس فصل، خاصہ، عرض عام۔ میں نے کہا یہ تو مفہوم ہے۔ میں نے کہا مصداق کے اعتبار سے کتنے قسم پر ہے؟ وہ جواب نہ دے سکے۔ میں نے کہا چلو میں دے دیتا ہوں۔ میں نے کہا کلی مصداق کے اعتبار سے سات قسم پر ہے (۱) جس کا کوئی فرد ممکن نہ ہو محال ہو جیسے لاشئی لاممکن (۲) کوئی فرد بھی بالفعل نہ ہو لیکن ممکن ہو پایا جاسکتا ہو جیسے عنقا پرندہ (۳) ایک فرد پایا جائے دوسرا محال ہو جیسے واجب الوجود۔ (اس کے بعد سیالوی صاحب نے اسی طرح گڈ مڈ کر کے بقیہ اقسام بیان کی) شمس ہے قمر ہے تو ایک ایک فرد موجود ہے۔ دوسرا ممکن ہے کوکب سیار چلنے والے تارے۔ انسان بھی کلی ہے جو اس وقت ۶ ارب بیس یا پچاس کروڑ کے قریب ہیں لیکن اسے کلی غیر متناہی لاتقف ہے۔ جتنے آج ہیں وہ گنے جاسکتے ہیں مگر کل اور پیدا ہو جائیں گے۔ اسے کلی بھی کہتے ہیں اور غیر تقف بھی ایک حد پر رکتی نہیں اور بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ایک کلی ہے جو بالفعل غیر متناہی پر مشتمل ہے جیسے اللہ کی معلومات۔ تو کلی بھی ہے اور اللہ کے لحاظ سے جزئی بھی ہے"۔

جواب: یہ کہنا کہ کلی متناہی ہوتا ہے لہذا اللہ کے علم کو کلی کہہ کر تم نے اللہ کے علم کو متناہی مان لیا یہ فتوی تو سب سے پہلے اشرف سیالوی پر لگ رہا ہے جو کلی کی ساتویں قسم میں اللہ

کے علم کو شامل کر رہا ہے۔

امام رازی سورہ فاتحہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ إِشَارَةٌ'' إِلَى كَوْنِهِ مُسْتَحِقًا لِلْحَمْدِ وَلَا يَكُونُ مُسْتَحِقًا لِلْحَمْدِ إِلَّا إِذَا كَانَ قَادِرًا عَلَى كُلِّ الْمُمْكِنَاتِ عَالِمًا بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ

(تفسیر کبیر، ج 1 ص 157)

سورہ بقرہ آیت 22،21 کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَذٰلِكَ تَنْبِيهٌ عَلَى كَوْنِهِ تَعَالَى عَالِمًا بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ لِأَنَّهُ تَعَالَى مُخْبِرٌ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ فَتَقَعُ تِلْكَ الْاَشْيَاءُ عَلَى وَفْقِ ذٰلِكَ الْخَبَرِ فَلَوْلَا كَوْنُهُ عَالِمًا بِالْمُغَيَّبَاتِ وَإِلَّا لَمَا وَقَعَ كَذٰلِكَ

(تفسیر کبیر، ج 2 ص 325)

اَلْمَسْأَلَةُ الثَّالِثَةُ: اَلْعَلِيمُ مِنْ صِفَاتِ الْمُبَالَغَةِ التَّامَّةِ فِي الْعِلْمِ وَالْمُبَالَغَةُ التَّامَّةُ لَا تَتَحَقَّقُ إِلَّا عِنْدَ الْإِحَاطَةِ بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ وَمَا ذَاكَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى فَلَا جَرَمَ لَيْسَ الْعَلِيمُ الْمُطْلَقُ إِلَّا هُوَ فَلِذٰلِكَ قَالَ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ عَلَى سَبِيلِ الْحَصْرِ۔

(تفسیر کبیر، ج 2 ص 425، سورہ بقرہ آیت 33)

یہ صرف ایک تفسیر کی چند حوالے دیے اس حوالے سے حوالہ جات کا ڈھیر لگایا جا سکتا ہے۔ اس میں واضح اور صاف طور پر اللہ کے علم کی طرف "کل" کی نسبت کی گئی ہے۔

ثانیا یہ بھی اہل بدعت کا دجل ہے کہ علم غیب ہی اللہ کا کل علم ہے۔ اس لئے کہ علم غیب یہ اللہ کے علم کا حصہ ہے۔ کیونکہ اللہ کا علم موجود، معدوم و ممتنع سب پر ہے۔ اور یہ غیب بھی ہماری نسبت سے ہے ورنہ اللہ کی نسبت سے کوئی شے غیب نہیں۔

ثالثا اشرف سیالوی صاحب نے محض جھوٹ سے کام لیا کہ میرے پاس دیوبندی مولوی آئے تھے اس لئے کہ جس کلی کا وہ ذکر کر رہے ہیں وہ ہم درجہ ثانیہ میں مرقاۃ پڑھاتے ہوئے بتلا دیتے

ہیں۔یقیناً یہ کوئی رضاخانی تھے اور اغلب گمان یہ ہے کہ موصوف نے اپنی منطق دانی جھاڑنے کیلئے یہ جھوٹ گھڑا۔

نبی کے علم کو موصوف نے جس کلی کے تحت داخل کیا اس کے بارے میں خود کہا لاتقفی یعنی اس کے افراد ایک حد پر رکتے نہیں بڑھتے چلے جاتے ہیں قرار دیا۔حالانکہ ہم آگے بتلائیں گے کہ خان صاحب نبی کریم ﷺ کا علم غیب اس معنی میں نہیں لیتے بلکہ وہ تو نبی ﷺ کے علم غیب کو بالفعل محدود مانتے ہیں جنتیوں کے جنت اور دوزخیوں کے جہنم میں داخلہ کے ساتھ۔

نیز اس معنی میں تو مخلوق کا علم بھی کلی ہے اس لئے کہ مثلاً میں آج ہوں تو یقیناً آج کے دن تو میری معلومات ایک جگہ پر جا کر رک جائیں گی لیکن کل اور اضافہ ہو جائے گا ھلم جرا اور میری موت تک لاتقفی تو اس معنی میں تو ہر آدمی کلی علم رکھتا ہے۔

رابعاً ایک اور دھوکا یہ کیا کہ کلی و جزئی کا سوال حضور ﷺ کے علم غیب سے ہوتا ہے اس نے اسے "علم" کی طرف موڑ دیا۔حالانکہ علم غیب اور مخلوق کے علم حادث میں بون بعید ہے جیسا کہ علم غیب کی تعریف سے واضح ہوا۔

پھر سوال یہ بھی ہے کہ آیا یہ جو سوال ہوتا ہے کہ علم غیب کلی ہے یا جزئی؟ آیا اس سے مراد "منطقی کلی" ہے یا "کلی و جزئی حکمی" ہے؟ جو بمعنی موجود ہے۔سلم میں ہے جعل الکلیات و الجزئیات۔اب سلم کی اس عبارت میں اگر منطقی کلی مراد ہو تو منطقی کلی جزئی یہ تو مفہوم کی اقسام ہے اور مفہوم کہتے ہیں ما حصل فی العقل (جن سات قسموں کا سیالوی صاحب نے مفہوم ہونے کا انکار کیا ہے یہ بھی ان کی جہالت ہے یہ قسم بھی مفہوم ہی کی ہے لیکن باعتبار مصداق گویا مصداق امر اضافی ہے)۔

اب عالم میں ایسے چیزیں بھی ہیں جو نہ کلیات ہیں نہ جزئیات کیونکہ وہ ما حصل فی العقل نہیں جیسے جنت کی نعمتیں تو کیا اللہ اس کا خالق نہ ہوگا؟ کیونکہ جنت کی نعمتیں تو ما حصل فی العقل نہیں اس لئے کہ ان کے بارے میں آتا ہے لاَ عَیْنٌ رَأَتْ وَلاَ اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلاَ خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ تو جنت کی نعمتیں تو ما حصل فی العقل نہ ہوئیں تو کلی و جزئی بھی نہ ہوئیں اور رب ان کا خالق یعنی جاعل بھی نہ ہوا معاذ اللہ۔تو یہاں جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں جعل الکلیات والجزئیات میں کلی جزئی منطقی

مراد نہیں بلکہ کلی مراد ہے۔

(نوٹ): کلی کی باعتبار افراد کے وجود و عدم چھ(۶) قسمیں ہیں۔جیسا کہ محقق طوسی نے "شرح الاشارات" میں بیان کیا۔جبکہ سیالوی صاحب کے "فضل امام خیر آبادی" نے "مرقاۃ" میں کلی کی اس اعتبار سے صرف پانچ قسمیں بتلائی ہیں جو ان کا تسامح ہے۔سیالوی صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے لیکن ان کے متبعین سے گزارش ہے کہ اپنی منطق دانی کا یہ روب ہم پر مت ڈالیں۔آپ لوگوں کی منطق دانی کا تو یہ حال ہے کہ میں نے قریبا پاکستان کے تمام معروف علمائے دیوبند کے خلاف لکھنے والے مولویوں کو فون کیا جن میں سے بعض نیٹ پر بھی موجود ہیں اور ان سے کہا کہ جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کیا جاتا ہے یہ ثبوت بمنزلہ بشرط الشیئ ہے لابشرط الشیئ ہے یالا شئی بشرط ہے۔تو سب کی طبیعت خراب ہوگئی تھی اور کسی ایک کو بھی جواب دینے کی جرات نہ ہوسکی۔

علمِ غیب کی تعریف پر چند حوالہ جات

اب اس تعریف پر چند حوالہ جات ملاحظہ ہوں۔

(۱) وَالْغَیْبُ مَالَمْ یَقُمْ عَلَیْہِ دَلِیْل "وَّلَا اطَّلَعَ عَلَیْہِ مَخْلُوْق"
(تفسیر مدارک، ج 2،ص 617،جاء الحق ص 104)

علم غیب وہ ہے کہ جس پر نہ تو کوئی دلیل قائم ہو اور نہ کسی مخلوق کو اس پر مطلع کیا گیا ہو۔

(۲) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِنَّ عِلْمَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْاَوْلِیَاءِ ھُوَ بِاِعْلَامٍ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی لَھُمْ وَ عِلْمُنَا بِذَالِکَ ھُوَ بِاِعْلَامِھِمْ لَنَا وَ ھٰذَا غَیْرُ عِلْمِ اللّٰہِ تَعَالٰی الَّذِیْ تَفَرَّدَ بِہٖ وَھُوَ صِفَۃ" مِّنْ صِفَاتِہِ الْقَدِیْمَۃِ الْاَزَلِیَّۃِ الدَّائِمَۃِ الْاَبَدِیَّۃِ الْمُنَزَّھَۃِ عَنِ التَّغَیُّرِ وَسِمَاتِ الْحُدُوْثِ وَالنَّقْصِ وَالْمُشَارَکَۃِ وَالْاِنْقِسَامِ بَلْ ھُوَ عِلْم "وَاحِد" عَلِمَ بِھَا جَمِیْعَ الْمَعْلُوْمَاتِ کُلِّیَّاتِھَا وَ جُزْئِیَّتِھَا مَاکَانَ مِنْھَا وَمَا یَکُوْنُ لَیْسَ بِضَرُوْرِیٍّ وَّلَا کَسْبِیٍّ وَلَا حَادِثٍ بِخِلَافِ عِلْمِ سَائِرِ الْمَخْلُوْقِ اِذَا تَقَرَّرَ ذَالِکَ فَعِلْمُ اللّٰہِ الْمَذْکُوْر ھُوَ الَّذِیْ یُمْدَحُ بِہٖ وَ اُخْبِرَ فِی الْاٰیَتِیْنِ بِاَنَّہٗ

لَایُشَارِکُہٗ فِیْہِ اَحَد'' فَلَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اَحَد'' اِلَّا ھُوَ وَمَا سِوَاہُ اِنْ عَلِمُوْا جُزْئِیَّاتٍ مِنْہُ فَھُوَ بِاِعْلَامِہٖ وَ اِطِّلَاعِہٖ لَھُمْ وَ حِیْنَئِذٍ لَا یُطْلَقُ اَنَّھُمْ یَعْلَمُوْنَ الْغَیْبَ اِذْ لَا صِفَۃَ لَھُمْ یَقْتَدِرُوْنَ بِھَا عَلَی الْاِسْتِقْلَالِ بِعِلْمِہٖ وَ اَیْضًا ھُمْ عَلِمُوْا وَاِنَّمَا عُلِّمُوْا

(مجموعۃ رسائل ابن عابدین، سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی، ج 2، ص 313)

بے شک انبیاء اور اولیاء کا علم انہیں خدا تعالیٰ کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں جو علم ہوتا ہے وہ انبیاء و اولیاء کے بتلانے سے ہوتا ہے اور یہ علم اس علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذات باری تعالیٰ متصف ہے خدا تعالیٰ کا علم اس کی ان صفات قدیمہ ازلیہ دائمہ و ابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر اور علامات حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقص انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے جس سے خدا تعالیٰ تمام معلومات کلیہ و جزئیہ ماضیہ و مستقبلہ کو جانتا ہے نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی و نظری اور حادث ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو خدا تعالیٰ کا علم مذکور جس کے ساتھ وہ لائق ستائش ہے اور جس کی مذکورہ دو آیتوں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں سو غیب صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے خدا تعالیٰ کے سوا وہ اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو وہ خدا تعالیٰ کے بتلانے اور اطلاع دینے سے جانیں۔

اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ علم غیب رکھتے ہیں کیونکہ یہ ان کی کوئی ایسی صفت نہیں جس سے وہ مستقل طور پر کسی چیز کو جان لیا کریں اور یہ بات بھی ہے کہ انہوں نے اسے خود نہیں جانا اس لئے اسے علم غیب نہیں کہا جا سکتا۔

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْوُجْدَانُ الصَّرِیْحُ یَحْکُمُ بِاَنَّ الْعَبْدَ عَبْد'' وَّاِنْ تَرَقّٰی وَاَنَّ الرَّبَّ رَبّ'' وَّ اِنْ تَنَزَّلَ وَ اَنَّ الْعَبْدَ قَطُّ لَا یَتَّصِفُ بِالْوُجُوْبِ وَبِالصِّفَاتِ اللَّازِمَۃِ لِلْوُجُوْبِ وَلَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ اِلَّا اَنْ یُّنْطَبَعَ شَیْءٌ'' فِیْ لَوْحِ صَدْرِہٖ وَ لَیْسَ

ذَالِکَ عِلماً بِالْغَیبِ اِنَّمَا ذَالِکَ الَّذِیْ یَکُوْنُ مِنْ ذَاتِہٖ وَاِلاَّ فَالْاَنْبِیَاءُ وَالْاَوْلِیَاءُ یَعْلَمُوْنَ لاَمَحَالَۃَ بَعْضَ مَا یَغِیْبُ عَنِ الْعَامَّۃِ

(تفہیمات الٰہیہ، ج1،ص245)

وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کرلے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہوجائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء واولیاء یقیناً ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

(۴) صاحب بزازیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَا اَعْلَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِخِیَارِ عِبَادِہٖ بِالْوَحْیِ اَوِ الْاِلْہَامِ الْحَقِّ لَمْ یَبْقَ بَعْدَ الْاِعْلَامِ غَیْباً

(فتاوی بزازیہ، ج1،ص80)

(۵) اسی طرح علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّ الْغَیْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الضَّرُوْرِیِّ وَالْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِیِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ بِنَفْیِ عِلْمِہٖ عَمَّنْ سِوَاہُ تَعَالٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّہٗ یَعْلَمُہٗ کَفَرَ وَ مَنْ صَدَّقَ الْمُدَّعِیَ کَفَرَ وَ اَمَّامَا عُلِمَ بِحَاسَّۃٍ اَوْ ضَرُوْرَۃٍ اَوْ دَلِیْلٍ فَلَیْسَ بِغَیْبٍ وَّلاَ کُفْرَ فِیْ دَعْوَاہُ لَا فِیْ تَصْدِیْقِہٖ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ

(شرح نبراس 574)

اور تحقیق غیب وہ ہے جو حواس ظاہری سمع و بصر سے غائب ہو اور علم ضروری وحی والہام اور علم استدلالی علامات و دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کتاب اللہ اور ارشادات واحادیث میں اللہ کے سوا جس علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے وہ یہی علم غیب ہے اور اس کا مدعی ومصدق

بالاتفاق کافر ہے لیکن جو امور سمع و بصر سے محسوس و مدرک ہوں یا وحی یا الہام یا علامات و دلائل سے معلوم ہوں وہ غیب نہیں اور نہ ان سے متعلق علم علم غیب ہے۔

(۶) علامہ نسفی لکھتے ہیں:

مَا يُدْرَكُ بِالدَّلِيلِ لَا يَكُونُ غَيْباً

(تفسیر نسفی، ج2 ص723)

دلیل کے ساتھ جس کا ادراک ہو وہ علم غیب نہیں۔

دلیل سے مراد وہ اسباب ثلاثہ جو مخلوق کیلئے علم کا سبب ہیں جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

(۷) علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

﴿قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۚ وَمَا يَشْعُرُونَ اَيَّانَ يُبْعَثُونَ﴾ [النمل 65]

ولَعَلَّ الحَقَّ أنْ يُقالَ: إنَّ عِلْمَ الغَيْبِ المَنفِيَّ عَنْ غَيْرِهِ جَلَّ وعَلا هو ما كانَ لِلشَّخْصِ لِذاتِهِ أيْ بِلا واسِطَةٍ فِي ثُبُوتِهِ لَهُ وهَذا مِمّا لا يُعْقَلُ لِأحَدٍ مِن أهْلِ السَّماواتِ والأرْضِ لِمَكانِ الإمْكانِ فِيهِمْ ذاتًا وصِفَةً وهو يَأْبى ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهم بِلا واسِطَةٍ ولَعَلَّ فِي التَّعْبِيرِ عَنِ المُسْتَثْنى مِنهُ بِمَن فِي السَّماواتِ والأرْضِ إشارَةً إلى عِلَّةِ الحُكْمِ وما وقَعَ لِلْخَواصِّ لَيْسَ مِن هَذا العِلْمِ المَنفِيِّ فِي شَيْءٍ ضَرُورَةَ أنَّهُ مِنَ الواجِبِ عَزَّ وجَلَّ أفاضَهُ عَلَيْهِمْ بِوَجْهٍ مِن وُجُوهِ الإفاضَةِ فَلا يُقالُ: إنَّهم عَلِمُوا الغَيْبَ بِذَلِكَ المَعْنى ومَن قالَهُ كَفَرَ قَطْعًا وإنَّما يُقالُ: إنَّهم أُظْهِرُوا وأُطْلِعُوا. بِالبِناءِ لِلْمَفْعُولِ عَلى الغَيْبِ أوْ نَحْوَ ذَلِكَ مِمّا يُفْهِمُ الواسِطَةَ فِي ثُبُوتِ العِلْمِ لَهُمْ ويُؤَيِّدُ ما ذُكِرَ أنَّهُ لَمْ يَجِئْ فِي القُرْآنِ الكَرِيمِ نِسْبَةُ عِلْمِ الغَيْبِ إلى غَيْرِهِ تَعالى أصْلًا وجاءَ الإظْهارُ عَلى الغَيْبِ لِمَنِ ارْتَضى سُبْحانَهُ مِن رَسُولٍ لا يُقالُ: يَجُوزُ عَلى هَذا أنْ يُقالَ: أعْلَمَ فُلانٌ الغَيْبَ بِالبِناءِ

لِلْمَفْعُولِ أَيْضًا عَلَى مَعْنَى أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَعْلَمَهُ وَعَرَّفَهُ ذَٰلِكَ بِطَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الإِعْلامِ وَالتَّعْرِيفِ وَمَتَى جَازَ هَذَا جَازَ أَنْ يُقَالَ: عَلِمَ فُلانٌ الغَيْبَ بِقَصْدِ نِسْبَةِ عِلْمِهِ الحَاصِلِ مِنْ إِعْلامِهِ إِلَيْهِ لِأَنَّا نَقُولُ: لا كَلامَ فِي جَوَازِ أُعْلِمَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَإِنَّمَا الكَلامُ فِي قَوْلِكَ: وَمَتَى جَازَ هَذَا جَازَ أَنْ يُقَالَ إلخ فَنَقُولُ: إِنْ أُرِيدَ بِالْجَوَازِ فِي تَالِي الشَّرْطِيَّةِ الْجَوَازُ مَعْنًى أَيِ الصِّحَّةُ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى فَمُسَلَّمٌ لَكِنْ لَيْسَ كُلُّ مَا جَازَ مَعْنًى بِهَذَا الْمَعْنَى جَازَ شَرْعًا اسْتِعْمَالُهُ وَإِنْ أُرِيدَ الْجَوَازُ شَرْعًا بِمَعْنَى عَدَمِ الْمَنْعِ مِنِ اسْتِعْمَالِهِ فَهُوَ مَمْنُوعٌ لِمَا فِيهِ مِنَ الإِيهَامِ وَالْمُصَادَمَةِ لِظَوَاهِرِ الآيَاتِ كَآيَةِ قُلْ لا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ الْغَيْبَ إِلا اللَّهُ وَغَيْرِهَا وَقَدْ سَمِعْتُ عَنِ الإِمَامِ الرَّبَّانِيِّ قُدِّسَ سِرُّهُ النُّورَانِيُّ أَنَّهُ حَطَّ كُلَّ الْحَطِّ عَلَى مَنْ قَالَ اللَّهُ سُبْحَانَهُ: »لا يَعْلَمُ الْغَيْبَ« مُتَأَوِّلًا لَهُ بِمَا تَقَدَّمَ لِمَا فِيهِ مِنَ الْمُصَادَمَةِ لِلنُّصُوصِ الْقُرْآنِيَّةِ وَغَيْرِهَا وَفِي ذَٰلِكَ مِنْ سُوءِ الأَدَبِ مَا فِيهِ وَقَدْ شَنَّعُوا أَيْضًا عَلَى مَنْ قَالَ: أَكْرَهُ الْحَقَّ وَأُحِبُّ الْفِتْنَةَ وَأَفِرُّ مِنَ الرَّحْمَةِ مُرِيدًا بِالْحَقِّ الْمَوْتَ وَبِالْفِتْنَةِ الْمَالَ أَوِ الْوَلَدَ وَبِالرَّحْمَةِ الْمَطَرَ لِمَا فِي ظَاهِرِهِ مِنَ الشَّنَاعَةِ وَالْبَشَاعَةِ مَا لا يَخْفَى.

فَالْعِلْمُ بِهِ لِكَوْنِهِ بِوَاسِطَةِ الأَسْبَابِ لا يَكُونُ مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ الْمَنْفِيِّ عَنْ غَيْرِهِ تَعَالَى فِي شَيْءٍ وَكَذَا كُلُّ عِلْمٍ بِخَفِيٍّ حَصَلَ بِوَاسِطَةِ سَبَبٍ مِنَ الأَسْبَابِ كَعِلْمِنَا بِاللَّهِ تَعَالَى وَصِفَاتِهِ الْعَلِيَّةِ وَعِلْمِنَا بِالْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَنَحْوَ ذَٰلِكَ

وَبِالْجُمْلَةِ عِلْمُ الْغَيْبِ بِلا وَاسِطَةٍ كُلًّا أَوْ بَعْضًا مَخْصُوصٌ بِاللَّهِ جَلَّ وَعَلا لا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِنَ الْخَلْقِ أَصْلًا۔

(تفسیر روح المعانی ج 20 ص 11)

اس پوری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مخلوق کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ واسطہ کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے یعنی سبب کے ذریعہ لہذا اس پر علم غیب کا اطلاق جائز نہیں کہ اس میں ایہام ہے علم غیب کہتے ہی اسے ہیں جو بغیر سبب و واسطہ کے ہو یعنی ذاتی ہو۔ یہ بہت اہم عبارت ہے اس سے علم غیب اصطلاحی ولغوی پر بہترین روشنی پڑتی ہے۔

پس پتہ چلا کہ غیب کی بات معلوم ہونے میں اگر کوئی اس کا بتلانے والا ہو تو اسے علم غیب نہیں نہ علم غیب کی کوئی قسم ہے۔

(۸) علامہ ابن کمال باشا حنفی لکھتے ہیں:

وَالْغَيْبُ مَالَمْ يقم عليه دليل ولم يُنْصَب له امارة'' ولم يَتَعَلَّقْ به علمُ مخلوق

(رسالۃ فی تحقیق الغیب مندرجہ رسائل ابن کمال باشا، ج 1 ص 254)

(۹) ہم نے علم غیب میں ایک شرط کلی ہونا بھی بتلائی تھی اس پر امام رازی رحمہ اللہ کا حوالہ ملاحظہ ہو:

وَذَلِكَ تَنْبِيهٌ عَلَى كَوْنِهِ تَعَالَى عَالِمًا بِكُلِّ الْمَعْلُومَاتِ لِاَنَّهُ تَعَالَى مُخْبِرٌ عَنِ الْمُغَيَّبَاتِ فَتَقَعُ تِلْكَ الْاَشْيَاءُ عَلَى وَفْقِ ذَلِكَ الْخَبَرِ فَلَوْلَا كَوْنُهُ عَالِمًا بِالْمُغَيَّبَاتِ وَاِلَّا لَمَا وَقَعَ كَذَلِكَ

(تفسیر کبیر، ج 2، ص 325)

(۱۰) ما حصل فی العقل ہو جائے یعنی اس پر اسباب قائم ہو جائیں تو وہ علم غیب نہیں اس پر امام قرطبیؒ کی ایک عبارت ملاحظہ ہو۔ آپ ایک واقعہ نقل کرتے ہیں:

وَرُوِيَ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى الحجاج مُنَجِّم فَاَعْتَقَلَهُ الحَجَّاجُ ثم أخذ حَصيات فعدَّهنَّ ثم قال: كَمْ فِي يَدَيَّ من حصاة فَحَسِبَ المنجم ثم قال: كذا فأصاب ثم إعتقله فأخذ حصيات لم يَعُدَّهُنَّ فقال: كم في يدي فحسب فأخطأ ثم حسب فأخطأ ثم قال: أيها الأمير أظنك لا تَعْرِفُ

عَدَدَمَا قال: لا قال: فإني لا أصِيبُ قال: فما الفرقُ قال: إنَّ ذلك أحْصَيْتَهُ فَخَرَجَ عَن حَدِّ الغَيْبِ وهذا لم تُحْصِه فهو غيب ولا يعلم من في السماوات والأرض الغيب إلا الله

(تفسیر قرطبی، ج 7، ص 302، سورۃ النمل، آیت 65)

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کسی چھپی ہوئی بات کو معلوم کر لینا علم غیب نہیں جیسا رضاخانیوں کا نظریہ ہے۔ ورنہ کبھی بھی شرح عقائد میں کاہنوں اور نجومیوں کے علم غیب کے دعوے پر کفر کا فتوی نہ لگتا۔

شرح عقائد میں ہے:

و تصديق الكاهن بما يخبر به عن الغيب كفر

(شرح عقائد مع حواشی، ص 615)

(۱۱) علامہ تفتازانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الاستغراق ضربان حقيقي وهو ان يراد كل فرد مما يتناوله اللفظ بحسب اللغة نحو عالم الغيب الشهادة

(مطول، ص 137)

یعنی استغراق کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی کے لفظ ہی سے تمام افراد کی شمولیت کا ارادہ کیا گیا ہو جیسے عالم الغیب والشہادۃ

معلوم ہوا کہ علم غیب کہتے ہی اسے ہیں جو کلی حاوی ہو بعض ہو کسی اعتبار سے جزئی ہو وہ ہرگز علم غیب نہیں۔

(۱۲) مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''غیب وہ چھپی ہوئی چیز ہے جس کو انسان نہ تو آنکھ ناک کان وغیرہ حواس سے محسوس کر سکے اور نہ بلا دلیل بداہۃً عقل میں آسکے''۔

(جاء الحق، ص 46)

(۱۳) بذریعہ آلات چھپی ہوئی چیز معلوم کی جاوے وہ علم غیب نہیں مثلاً کسی آلہ کے ذریعہ سے عورت کے پیٹ کا بچہ معلوم کرتے ہیں یا کہ ٹیلیفون اور ریڈیو سے دور کی آواز سن لیتے ہیں اس کو علم غیب نہ کہیں گے کیونکہ غیب کی تعریف میں عرض کر دیا گیا کہ جو حواس سے معلوم نہ ہو سکے...... جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا؟۔

(جاء الحق ص 48)

نوٹ: مفتی صاحب کے اس قول "جبکہ آلہ نے اس کو ظاہر کر دیا تو اب غیب کہاں رہا؟" کو بار بار پڑھیں گویا "ظہور" علم غیب کی نفی ہے۔ گویا "اظہار غیب" ہوگیا تو "علم غیب" نہ رہا۔ یارب سبحان۔

(۱۴) نواب احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"علم جب غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد "ذاتی" ہوتا ہے"۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ سوم ص 283)

(۱۵) نواب احمد رضا خان صاحب کی ایک کتاب کی عبارت ملاحظہ ہو:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق ... ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے اَلْمُرَادُ بِهِ الْخَفِیُّ الَّذِیْ لَا یَنْفُذُ فیه ابتداءً اِلاَّ عِلْمُ اللَّطِیفِ الخبیر ولهذا لا یجوز ان یُّطلقَ فیقال فلان یعلم الغیب غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتداً صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے اس لئے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے...... علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم یجز اطلاق فی غَیْرِہٖ تعالی لانه یُتَبَادرُ منه تَعَلُّقُ عِلْمٍ به ابتداءً فیکون مناقضاً واَمَّا اذا قُیِّدَ قیل اعلمه الله تعالی الغیب او اطلعه علیه فلا محذورَ فیه (اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء سے ہے تو یہ تو قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا

جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالی نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔

(فتاوی رضویہ، ج9، ص 81 دار العلوم امجدیہ)

(۱۶) بدعتی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی کہتے ہیں:

"حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے جمیع ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلا شبہ غیب جانتے تھے۔ مگر حضور پر لفظ 'عالم الغیب' کا اطلاق درست نہیں۔ لفظ 'عالم الغیب' اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے۔ دوسرے پر اس کا اطلاق درست نہیں اس کی مثال لفظ 'رحمن' ہے اس کے باوجود کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم 'رحمۃ للعالمین' قرآن میں حضور کو 'رحیم' فرمایا گیا پھر بھی حضور کو 'رحمن' کہنا جائز نہیں اس لئے یہ لفظ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے ویسے ہی لفظ 'عالم الغیب' ہے کہ اس کے باوجود جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہیں حضور کو 'عالم الغیب' کہنا درست نہیں کہ اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1، ص 455.454، دائرۃ البرکات گھوسی، دسمبر 2011)

(۱۷) بدعتی مناظر مولانا عبد المجید سعیدی لکھتے ہیں:

"ہم پر یہ افترا کیا ہے کہ ہم اللہ کا مخصوص نام 'عالم الغیب' علی الاطلاق حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے ہیں۔۔۔ کیونکہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا دا علم غیب کے قائل ہیں مگر 'عالم الغیب' کے لفظ بہیئت ترکیبیہ علی الاطلاق آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بولنے کے قائل نہیں۔ یہ ایک دقیق علمی بحث ہے جو حکم و اطلاق کے عنوان سے اہل علم میں معروف ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض امور بعض ذوات کیلئے ثابت ہوتے ہیں لیکن ان کے مفہوم کو ادا کرنے والے بعض الفاظ کسی شرعی مضائقہ کی بنا پر نہیں بولے جاتے جس کی مثالیں دلائل شرعیہ میں موجود ہیں از انجملہ ایک یہ کہ اللہ تعالی ہر چیز کا خالق ہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے اللہ خالق کل شیئ مگر اس کے باوجود لائق نفرت چیزوں کو اللہ سے نسبت دیکر اسے ان کا خالق کہنا مثلاً خالق الخنازیر والقردۃ وغیرہ کا اطلاق بالاتفاق درست نہیں مثلاً تمام

Sca

انبیاو رسل کرام بالخصوص سید عالم ﷺ بہت عزت اور بزرگی کے مالک ہیں مگر ان میں سے کسی کے نام کے ساتھ "عزوجل" کہنا بالاتفاق درست نہیں۔ اسی طرح ہر شخص کسی نہ کسی شکل میں کسی نہ کسی پر رحم کرتا ہے مگر اس کی بنیاد پر کسی کو "رحمن" کہنا ہرگز جائز نہیں کہ اس کا جو حقیقی معنی و مفہوم ہے وہ محض اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے۔۔۔ یہی فلسفہ عالم الغیب کے لفظوں میں ہے اس میں علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی کا بیان ہے جو کسی کیلئے ماننا اسے الہ ماننا ہے"۔

(علم النبی ﷺ پر اعتراضات کا قلع قمع ص 20، کاظمی کتب خانہ رحیم یار خان)

سوال یہ ہے کہ آخر کس اصول و دلیل سے لفظ "عالم الغیب" اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ وہ دلیل و اصول پیش کیا جائے۔ اسی دلیل و اصول سے ہم ان شاء اللہ "علم غیب" کا اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہونا بیان کریں گے جیسا کہ ماقبل میں حوالے گزر بھی چکے۔ جب لفظ "عالم الغیب" اللہ کے ساتھ خاص ہے اور جیسا کہ باوجود حضور ﷺ کے "رحیم" و "رحمۃ للعالمین" ہونے کے حضور ﷺ کو "رحمن" نہیں کہہ سکتے اسی طرح باوجود حضور ﷺ کو "انباء الغیب" حاصل ہونے کے حضور ﷺ کے علم کو "علم غیب" نہیں کہہ سکتے۔ جب عالم الغیب سے متبادر مفہوم "علم ذاتی ازلی ابدی مطلق محیط تفصیلی" ہے تو یہی مفہوم "علم غیب" سے بھی متبادر ہے جس پر ہم دلائل ماقبل میں دے چکے ہیں خود آپ کے اعلی حضرت بھی تفسیر کشاف کے حوالے سے اس کو تسلیم کر چکے ہیں تو آخر ان الفاظ کا اطلاق نبی کریم ﷺ پر ناجائز کیوں نہیں؟

بہرحال خلاصہ کلام یہ کہ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ وہ علم جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہو یا عقل سے معلوم ہو یا دلیل کے ساتھ ہو اسے "علم غیب" نہیں کہا جاتا بلکہ علم غیب کہتے ہی اسے ہیں جو ذاتی ہو۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام اور مخلوق کے علم پر "علم غیب" نہیں بولا جاتا۔ چنانچہ بریلویوں کے پیر طریقت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مرحوم لکھتے ہیں:

"پہلے غیب کا معنی بتائے جاتے ہیں غیب نام ہے اس چیز کا جو حواس ظاہرہ و باطنہ کے ادراک اور علم بدیہی استدلالی سے غائب ہو اور یہ علم حضرت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے جو کہ

ان آیات میں مراد ہے اگر اس علم غیب کا کوئی مدعی ہو اپنے نفس کیلئے یا کسی غیر کیلئے تو کافر ہے مگر جو خبر رسول اللہ ﷺ دیتے ہیں وہ یا تو بذریعہ وحی حاصل ہوتی ہے یا اللہ تعالی اس کا علم ضروری نبی کے اندر پیدا فرما دیتے ہیں تو یہ "علم غیب" میں داخل نہیں۔

(اعلاء کلمۃ اللہ، ص 114)

اسی واسطے علم غیب کا خاصہ خداوندی کہا گیا ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثُمَّ لِيَعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ اَنْ يُّنْفٰى عنهم صِفاتُ الوَاجِبِ جَلَّ مجدُہ مِنَ الْعِلْمِ بِالْغَيْبِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى خَلْقِ الْعَالَمِ اِلَى غَيْرِ ذَالِكَ وَلَيْسَ ذَالِكَ بِنَقْصٍ

(تفہیمات الٰہیہ، ج 1، ص 24)

پھر جان لیجئے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اور ان امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

"یا رتبہ آئمہ و اولیاء برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گرداند و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند"۔

(تفسیر عزیزی، ج 1، ص 52)

شرک وکفر کی باتوں میں سے ہے کہ آئمہ و اولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

بدعتی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ پر علم غیب کا لفظ نہیں استعمال کرنا چاہئے آج تک کسی عالم یا مفسر نے حضور علیہ الصوۃ والسلام کیلئے علم غیب کا استعمال نہیں کیا اس لئے کہ عالم الغیب اللہ تعالی کے

اسماء میں سے ہے لہذا یہ صفت مخلوق پر استعمال کرنے سے شرک فی الاسماء ہوگا اسی لئے حضور علیہ السلام کیلئے علم غیب ثابت کرنا شرک ہے"۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول،ص 347)

اس ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ علم غیب شریعت کی اصطلاح میں وہ علم ہے جو اللہ کے ساتھ خاص ہے جو کہ ازلی دائمی اور کلی ہے جمیع معلومات الٰہیہ کو محیط ہے۔ ہاں بعض اوقات ان علوم غیبیہ میں سے بعض غیب کی باتوں کا علم بطور اخبار یا اطلاع انبیاء علیہم السلام کو وحی کی جاتی ہے جسے اطلاع علی الغیب، انباء الغیب، اخبار الغیب کہا جاتا ہے قرآن وحدیث میں کہیں بھی مخلوق کے علم پر علم غیب کا اطلاق نہیں کیا گیا۔

قرآن مجید میں ہے:

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلَى مَوْتِهِ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ أَنْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ

(سورہ سبا، آیت 14، پارہ 22)

ترجمہ: پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کر دیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے، کھاتا رہا ان کا عصا سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی کہ اگر وہ علم غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

غور فرمایئے اس آیت میں صرف ایک واقعہ سے لاعلمی (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی موت) پر علم غیب کی نفی کا حکم لگایا گیا۔ معلوم ہوا کہ علم غیب میں کلی ہونا اور دائمی ہونا ضروری ہے۔

اس اصطلاح پر آل بدعت بھی ہم سے متفق ہیں

ہم نے علم غیب کا جو شرعی معنی بیان کیا اس پر بریلوی حضرات بھی ہم سے متفق ہیں چنانچہ بریلوی پیر محمد چشتی پشاوری صاحب لکھتے ہیں:

"علم غیب کا لفظ اس کے شرعی مفہوم کیلئے موضوع ہونے کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ

ہے"۔(اصول تکفیر،ص389)

مزید لکھتا ہے:

"علم غیب کا اپنے شرعی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالی کی صفت مختصہ ہونے کی بنا پر اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف مطلقا یعنی فلان یعلم الغیب جیسے استعمال کا ناجائز ہونا صرف اہل سنت کی چار دیواری کا مسئلہ نہیں بلکہ کل مکاتب فکر اسلام کے نزدیک متفقہ ہے"۔

(اصول تکفیر،ص393)

پس جب شرعی معنی میں یہ اللہ کی صفت خاصہ ہے تو جس طرح کسی پر رسول کا اطلاق کر کے اس کے لغوی معنی مراد لینا جائز نہیں صلوۃ یا حج کی حرمت کا فتوی دے کر اس سے مراد لغوی معنی لینا جائز نہیں اسی طرح مخلوق کے علم کو "علم غیب" کہنا بھی جائز نہ ہوگا۔

مخلوق کے علم کو علمِ غیب کیوں نہیں کہہ سکتے؟

ماقبل کی ساری تفصیل سے معلوم ہوا کہ علم غیب وہ ہے جو ذاتی ہو ازلی ہو قدیم ہو حادث نہ ہو جزئی نہ ہو ذو واسطہ نہ ہو عطائی نہ ہو۔ پس مخلوق کو علم غیب حاصل ہونے کی کوئی سبیل نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مخلوق کو جو بھی علم و معلومات حاصل ہوتی ہیں وہ سبب و واسطہ کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہیں۔ آپ نے پڑھا ہوگا شرح العقائد میں کہ:

اسباب العلم للمخلوق ثلاثة الحواس الخمسة الخبر الصادق العقل

یعنی مخلوق کو جو بھی علم حاصل ہو اس کے حصول کے ذرائع تین ہیں حواس خمسہ ظاہرہ، خبر صادق اور عقل۔ پس مخلوق کو جو بھی علم حاصل ہو وہ ان تین واسطوں سے حاصل ہوگا اور ظاہر ہے کہ علم غیب کی تعریف میں آپ نے پڑھا کہ اس میں سے کوئی بھی واسطہ نہیں یہی ذاتی کا مطلب ہے۔ وحی کشف، الہام یہ خبر صادق میں داخل ہیں تو نبی کا علم وحی کے ذریعہ ہوتا ہے لہذا وہ علم غیب نہ ہوا۔ اب دیکھیں ماقبل میں ذکر کردہ علامہ آلوسی حنفی کی اس عبارت کو دوبارہ پڑھیں کس قدر صریح ہے ہمارے موقف پر:

فالعِلْمُ بِهِ لِكَوْنِهِ بِوَاسِطَةِ الأَسْبَابِ لا يَكُونُ مِنْ عِلْمِ الغَيْبِ المَنْفِيِّ عَنْ

غَيْرِهٖ تَعَالٰى فِي شَيْءٍ

ذاتی وعطائی کی تقسیم تقسیم الشیئ الی نفسه والیٰ غیرہ ہے

یہ بات سمجھ لینے کے بعد کہ علم غیب ہوتا ہی ذاتی ہے عطائی علم غیب نہیں ہوتا اب جو لوگ علم
یب کی تقسیم کرتے ہیں:

(۱) علم غیب ذاتی (۲) علم غیب عطائی

تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں ایک تو تقسیم الشیئ الی نفسه کیونکہ علم غیب ہوتا
ذاتی ہے تو اس کی ذاتی کی طرف تقسیم کا کیا مطلب؟ اور عطائی علم غیب ہوتا ہی نہیں لہذا اس کی
ف تقسیم تقسیم الشیئ الی غیرہ ہے۔ اور یہ دونوں یعنی تقسیم الشی الی نفسه
برو اہل علم کے ہاں باطل ہیں۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ایک عبارت اور علمِ غیب لغوی

یاد رکھئے کہ انباء الغیب، اخبار الغیب، اظہار الغیب۔ اطلاع علی الغیب، علم غیب لغوی یہ سب
ترادف الفاظ ہیں۔ یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو حاصل ہیں اور پیارے نبی کریم ﷺ کا حصہ ان
ن سب سے وافر ہے جو اس کا انکار ہے وہ کافر، زندیق و ملحد ہے۔

مگر ان غیوب یا اس علم پر "علم غیب" کا اطلاق ہرگز نہیں ہوتا اور یہ کھلا الحاد و زندقہ ہے۔
یونکہ اصطلاح میں علم غیب اسی کو کہتے ہیں جو ذاتی ازلی اور کلی ہو۔ اگر ایک شخص کہے کہ میں نبی
کریم ﷺ کیلئے اخبار غیب مانتا ہوں لیکن اس پر اطلاق علم غیب کا کروں گا تو یہ درست نہیں اور
ی طرح ہے جیسے کوئی مسجد سے اعلان کرے کہ لا صلوۃ لا صلوۃ اور مراد یہ لے کہ صلوۃ سے
ادمیہ ی شرعی اصطلاح یعنی نماز نہیں بلکہ "تحریک صلوین" ہے۔ ایک شخص اپنے پیر کو معاذ اللہ
"رسول" کہے اور مراد یہ لے کہ اس رسول سے مراد لغوی رسول یعنی "پیغام رساں، ڈاکیہ، مینیجر"
ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ کھلی تلبیس اور الحاد ہے اس کی اجازت قطعاً نہیں دی جا سکتی۔ ہمارے اکابر
ن جن کتب میں علم غیب کا اطلاق مخلوق کیلئے کیا گیا ہے تو وہاں تاویل کریں گے اور ان کی

عبارتوں کو قرآن و حدیث کے مطابق کریں گے اور حسن ظن رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا تسامح تھا اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔

اس موقع پر اہل بدعت مفسر شہیر علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں مناسب ہے کہ یہاں اس پر گفتگو کر لی جائے۔

بعض تفاسیر میں حضرت خضر علیہ السلام کیلئے علم غیب کا لفظ آیا ہے۔ اس سلسلے میں اولاً گزارش ہے کہ وہ روایت قرآن و حدیث کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔ قرآن و حدیث کی بنیاد پر اقوال میں تاویل کی جائے گی نہ کہ اقوال کی بنیاد پر قرآن و حدیث میں۔ ثانیاً آج سے کچھ عرصہ قبل راقم نے ایک رسالہ میں اس کا جواب دیا تھا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسے یہاں نقل کر دوں۔

قریباً ایک سال سے ہمارے مضمون و چیلنج سے مفرور اور حال ہی میں حضرت مفتی ندیم صاحب مدظلہ العالی کے ہاتھوں ندائے غیر اللہ کے موضوع پر شرمناک شکست کھانے والے مولوی ایاز باچا سیفی صاحب نے اپنی رسوائی پر پردہ ڈالنے کیلئے سوات مناظرہ کے نام سے ایک غیر معروف مولوی کے ساتھ علم غیب پر مناظرہ کا ڈھونگ رچایا جس میں نہ متکلم کا پتہ نہ معاون کا نہ صدر کا عجیب طرفہ تماشہ بنا ہوا ہے اسی مناظرے میں ایاز سیفی صاحب بار بار تفسیر ابن کثیر سے حضرت ابن عباسؓ کا ایک موضوعی اثر پیش کرتے ہیں بعد میں اسی اثر کے متعلق انہوں نے متکلم اسلام مولانا الیاس گھمن صاحب کو بھی فون کیا حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی مدظلہ العالی نے اپنے ایک بیان میں اس جعلی و موضوعی روایت کی خوب خبر لی ہے جس کے جواب میں اہل بدعت سوائے لغوی کی لغوی و اصطلاحی و اصطلاحی کی لغوی و اصطلاحی گردان کے کچھ نہ بول سکے مناسب معلوم ہوا کہ افادہ عام کیلئے اس روایت کا تحریری طور پر بھی ایک محققانہ جائزہ لے لیا جائے تاکہ دوبارہ اہل بدعت کو اس روایت کو پیش کرنے کی جرات ہی نہ ہو۔

تفسیر ابن کثیر کی عبارت

کان رجلا یعلم علم الغیب (تفسیر ابن کثیر، ج 5، ص 175)

الجواب بعون الوھاب:

روایت کے راویوں پر ایک نظر

اس روایت کا پہلا راوی محمد بن اسحٰق ہے جو مختلف فیہ راوی ہے اس کے بارے میں تفصیلی جرح کیلئے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کی کتاب احسن الکلام کا مطالعہ کریں یا پھر مفتی ندیم صاحب محمودی کا بیان سماعت فرمالیں۔

جن حضرات نے محمد بن اسحٰق کی توثیق کی ہے وہ مغازی کے متعلق ہے چنانچہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ مغازی میں تو اس کی روایت لے لی جائے گی البتہ حلال وحرام میں اس سے احتجاج نہیں کیا جاسکتا یحیٰی بن معین بھی یہی کہتے ہیں کہ میں فرائض میں اس کی روایت سے احتجاج کو پسند نہیں کرتا۔

(الجرح والتعدیل، ج 7 ص 193 مطبوعہ حیدرآباد دکن)

جب اس کی روایت حلال وحرام میں معتبر نہیں تو عقائد کے باب میں کیسے پیش کی جاسکتی ہے؟ ہم یہاں اختصارا اتمام حجت کیلئے بریلوی حضرات کے مناظر اعظم مولوی نظام الدین ملتانی صاحب جس کا شمار مفتی عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے "تذکرہ اکابر اہلسنت" میں اپنے اکابرین سے کیا ہے کی جرح پیش کررہے ہیں:

"تمام محدثین نے مانا ہے جس کو یحیٰی بن قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے اور یحیٰی بن قطان نے محمد بن اسحٰق کے بارے میں لکھا ہے: اشھد ان محمد بن اسحق کذاب اور میزان الاعتدال اور مالک نے اس کو دجال کہا ہے اور سلیمان تیمی نے کذاب اور علامہ بدرالدین عینی نے اس کو مدلس لکھا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے لیس فیہ الا التدلیس دیکھو بناء جلد اول ص 711 اور اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ جب مدلس

عن سے روایت کرے تو وہ روایت قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی: وهو الذی قلنا مدلس اذا قال عن فلان لا يحتج بحديثه عند جميع المحدثين مع انه قد كذبه مالك و ضعفه احمد و قال لا يصح الحديث عنه..... الخ یعنی ہم کہتے ہیں کہ جب مدلس عن فلان کہے تو حدیث اس کی حجت نہ ہوگی نزدیک تمام محدثین کے اور امام مالک نے محمد بن اسحٰق کو کذاب کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف کہا ہے اس سے حدیث بیان کرنا صحیح نہیں ہے۔ اور کہا ابو زرعہ نے اس کا اعتبار کسی شے میں نہیں کیا جا سکتا"۔

(انوار شریعت۔ ج 2 ص 49)

مولانا نظام الدین ملتانی اور اس کی انوار شریعت سے استدلال کرتے ہوئے مولوی سید احمد علی شاہ سیفی لکھتا ہے:

"اس کے علاوہ مولانا نظام الدین بریلوی نے بھی اشارہ کو منع لکھا ہے حالانکہ وہ اپنے وقت کے مناظر تھے اور اشارہ کرنے کے بارے میں کئی دلائل نقل کیے ہیں (جامع الفتاوی ج 2 ص 113 حصہ چہارم المعروف انوار شریعت)"۔

(مجموعہ رسائل حصہ دوم، ص 354)

آپ کے امین باجوڑی سیفی نے احمد علی شاہ کو جید اہلسنت عالم اور پیر سیف الرحمٰن کا مرید لکھا ہے۔
(الشدائد علی المکائد ص 4 مطبوعہ باجوڑ ایجنسی)

معلوم ہوا کہ نظام الدین ملتانی بریلوی صاحبان اور سیفی صاحبان دونوں کا معتبر آدمی ہے۔ یہی مولانا نظام الدین ملتانی اپنے ایک اور فتوی میں لکھتے ہیں:

"محمد بن اسحٰق بن یسار راوی ہے جو قابل سند بیان کرنے کے نہیں کیونکہ اس کے حق میں یحیی بن قطان جن کو تمام محدثین نے مانا ہے وہ محمد بن اسحٰق کے متعلق لکھتے ہیں: اشهد ان محمد بن اسحق كذاب یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد بن اسحٰق بڑا جھوٹا ہے اور امام مالک نے اس کو دجال لکھا ہے اور سلیمان بن دارقطنی نے اس سے دلیل پکڑنے کو

منع کیا ہے اور صاحب تقریب نے اس کو مدلس لکھا ہے"۔
(فتاوی نظامیہ ص 228 مطبوعہ لاہور)

حسن بن عمارہ

اس روایت کا دوسرا راوی ہے:
امام شعبہ کسی ایسی روایت سے احتجاج نہیں کرتے جس میں حسن بن عمارہ ہوتے۔ یحیٰ بن معین کہتے ہیں ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل سمیت کئی محدثین کہتے ہیں متروک الحدیث۔
(تاریخ بغداد ج 9 ص 361)

قال النسائی حسن بن عمارہ متروک الحدیث
(الضعفاء والمتروکین ص 169)

متروک الحدیث کی جرح محمد بن اسحاق پر بھی ہے اور یہ جرح مفسر ہے (تدریب)
شعبہ کہتے ہیں کہ حسن بن عمارہ سے روایت جائز نہیں وہ حدیث رسول پر جھوٹ بولتا ہے۔
(الضعفاء الکبیر ج 4 ص 237)

ابن عیینہ نے اس کو ضعیف قرار دیا عبداللہ ابن مبارک نے اس کی روایت کو ترک کر دیا تھا۔
(الکامل فی ضعفاء ج 3 ص 280)

امام احمد بن حنبل کہتے ہیں منکر الحدیث۔ اس کی احادیث موضوعی ہیں۔ لا یکتب حدیثه۔
(تہذیب التہذیب، ج 1 ص 204)

قال ابو حاتم و مسلم و النسائی و و الدار قطنی متروک الحدیث
(تہذیب التہذیب، ج 1 ص 205)

میزان الاعتدال ج 1 ص 341 میں بھی اس پر تفصیلی جرح موجود ہے۔
ایسے ضعیف اور موضوعی راویوں سے جعلی روایت پیش کرنے پر اور پھر سوات مناظرے میں ایاز سیفی کا یہ کہنا کہ ابن عباس ؓ کی یہ روایت مدرک بالقیاس نہیں اس لئے حکما مرفوع ہے کچھ تو ان لوگوں کو شرم کرنی چاہیے۔

مولانا ایاز سیفی صاحب کی اپنی رائے

کچھ دن قبل محمد بن اسحٰق کے متعلق مولانا ایاز سیفی صاحب کو فون کیا گیا (ریکارڈنگ محفوظ ہے) اور ان کے سامنے فون کا مدعیٰ پیش کیا گیا تو موصوف فرماتے ہیں جی آپ اشکال پیش کر سکتے ہیں جب ان سے کہا گیا کہ محمد بن اسحٰق کو امام مالک ؒ نے کذاب و دجال کہا ہے آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے تو سوال گندم جواب چنا دیتے ہوئے کہا کہ بہت سے فقہاء نے اس کی روایتوں سے "استحباب" کو ثابت کیا گیا جب کہا گیا کہ فقہاء کو چھوڑیں اپنی رائے دیں تو ایک دم سے بھپر گئے کہ میں کسی کی دعوت پر آیا ہوں تم شاگرد ہو استاذوں کو بلاؤ موصوف سے کہا گیا کہ طالب علم ہیں اسی لئے تو فون کیا اگر طالب علم کو جواب دینا جائز نہیں تو کل سے مدرسے بند کر دو کہ تم طالب علم ہو تمہیں کیا پتہ...... جس کے بعد ایاز صاحب نے فون کال کاٹ دی۔

بہرحال اس سے کم سے کم اتنا تو معلوم ہوا کہ سیفی صاحب کے نزدیک بھی محمد بن اسحٰق کی روایت سے زیادہ سے زیادہ استحباب ثابت کیا جا سکتا ہے حلال و حرام فرض و واجب کے وہ بھی قائل نہیں تو پھر اس روای کو عقیدہ کے مسئلہ میں پیش کرنا جس کیلئے نص قطعی چاہئے کیا صریحا دجل و فریب نہیں؟

بر سبیل تسلیم

اگر بالفرض اس روایت کو درست تسلیم کر لیا جائے تو یہ عبارت مولانا احمد رضا خان صاحب کے اصول پر کفریہ عبارت ہے

اہل علم حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں "علم الغیب" ہے مرکب غیر مفید ہے یعنی علم کی اضافت غیب کی طرف ہے۔ اور یہ جملہ مرکب اضافی ہے اور مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

"علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے"۔

(ملفوظات حصہ سوم ص 36 رضوی کتب خانہ بریلی)

عبارت مووّل ہے

کسی کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا ہمارے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے اور مولانا احمد رضا خان کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت آپ کے مذہب میں بھی "کفریہ" ہوئی کیونکہ اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہو رہا ہے۔ لہذا اس عبارت کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تاویل کی جائے گی۔ اور تاویل یہ کہ اس عبارت میں علم غیب سے مراد علم غیب اصطلاحی نہیں جو کلی ذاتی ازلی ہو بلکہ مراد علم غیب لغوی ہے یعنی غیب کی کسی بات کا علم۔ (ثبوت بفر دما) اور ظاہر ہے کہ غیب کی کسی بات کا جان لینا بطور انباء الغیب یا اخبار الغیب کسی کے ہاں بھی کفر نہیں۔ علم غیب لغوی و اصطلاحی کی یہ تفریق ہماری خانہ زاد نہیں بلکہ آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب جن کے بارے میں مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

"مصنفاتِ علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبد الحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہا قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

(تفہیم المسائل۔ ج 3۔ ص 17۔ ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۰)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن و شرح مسلم بھی بریلوی مسلک میں حجت و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔ اسی تبیان القرآن میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق ..... ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے اَلْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِيْ لَا يَنْفُذُ فيه ابتداءً اِلاَّ عِلْمُ اللَّطِيفِ الخبير ولهذا لا يجوز ان يُّطلقَ فيقال فلان يعلم الغيب غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتدا صرف اللہ تعالی کا علم نافذ ہوتا ہے اس لئے مطلقاً یہ کہنا جائز نہیں کہ

فلاں شخص غیب کو جانتا ہے......علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں

وانما لم یجز اطلاق فی غیرہ تعالی لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداءً فیکون مناقضاً واما اذا قید قیل اعلمہ اللہ تعالی الغیب او اطلعہ علیہ فلا محذور فیہ (اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء سے ہے تو یہ تو قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔(فتاوی رضویہ، ج9،ص81 دار العلوم امجدیہ)

نیز اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں......علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے''۔(ملفوظات حصہ سوم ص 34 مدینہ پبلشنگ کراچی)

اعلیٰ حضرت بریلوی اور شبیر احمد عثمانی دونوں نے ہی یہ تصریح کی ہے کہ علوم اولین وآخرین کے حامل ہونے اور بکثرت غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود نبی ﷺ کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا ہر چند کے از روئے لغت اور معنی صحیح ہے لیکن اصطلاحاً صحیح نہیں ہے''۔

(تبیان القرآن ج4،ص 487)

معلوم ہوا کہ اگر کسی کی عبارت میں ''علم الغیب'' کا لفظ آجائے تو اس سے مراد اصطلاحی علم غیب نہیں ہوگا جس میں آپ کا اور ہمارا کفر و اسلام کا اختلاف ہے بلکہ لغوی اعتبار سے غیب کی باتوں کا بطور انباء معلوم ہونا مراد ہوگا مگر چونکہ یہ اطلاق بھی ایہام شرک وکفر سے خالی نہیں اس لئے اس کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جائے گی اور اگر کسی کتاب میں اس کا اطلاق ہو تو اسے تعبیر کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں سیفیوں کے آفتاب ہدایت سید احمد علی شاہ لکھتے ہیں:

"آج کے عہد میں اس قسم کے اختلافی مسائل میں ہم اہل سنت کیلئے امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول فیصل ہے"۔

(مجموعہ رسائل. جلد دوم،ص 291 ناشر جامعہ امام ربانی کراچی)

لہذا اب سیفی حضرات مولانا احمد رضا خان اس لغوی و اصطلاحی کی تفریق علم الغیب کے مسئلہ میں تسلیم کریں۔

لغت و اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف

مولانا ایاز باجا سیفی نے سوات کے نام نہاد مناظرے میں اور ان ہی کے ایک ہم مشرب نے حضرت مفتی ندیم صاحب محمودی مدظلہ العالی کے ایک محققانہ بیان پر اس موقع پر لایعنی سوالات اٹھاتے ہوئے کہا کہ لغۃ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو اور پھر اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔ گویا ان عقل کے دشمنوں کے ہاں یہ سوال ایسے لاینحل ہیں کہ پوری دنیا چھان لینے کے بعد بھی شائد ان سوالات کے غوامض ، دقائق و لطائف تک رہنمائی نہ ہوسکے بہرحال اتمام حجت کیلئے ہم ان سوالوں کے جوابات بھی دے دیتے ہیں۔

لغت کی لغوی و اصطلاحی تعریف

من باب رضی یرضی لغی یلغی اذا لھج بالکلام

ھی فعلۃ من لغوت ای تکلمت حدیث میں آتا ہے من قال فی الجمعۃ صہ فقد لغا ای تکلم حد اللغۃ: اصوات یعبر بھا کل قوم عن اغراضھم

و قال الاسنوی اللغات عبارۃ عن الالفاظ الموضوعۃ للمعانی

(المزھر فی علوم اللغۃ. ج 1 ص 11)

قال ابن الحاجب فی مختصرہ حد اللغۃ کل لفظ وضع لمعنی

(مجلۃ التاریخ العربی ص 5227)

ھی ما یعبر بھا کل قوم عن اغراضھم (لتعریفات ص 192)

علمی فائدے کیلئے لغت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کے بعد اب "علم لغت" کی تعریف بھی ملاحظہ فرمائیں:

ان علم اللغة هو معرفة افراد الكلم و كيفية اوضاعها

(تاج العروس، ج 1،ص 52)

فهو علم يبحث فيه عن مفردات الالفاظ الموضوعة من حيث دلالتها على معانيها بالمطابقة (البلغہ فی اصول اللغہ،ص 66)

اصطلاح کی لغوی و اصطلاحی تعریف

الاصطلاح من باب افتعال وزنا و مادته صلح

الاصطلاح اتفاق قوم على تسمية الشيء باسم ما ينقل عن موضوعة الاول

(التعاریف للمناوی،ص 68)

اتفاق طائفة مخصوصة من القوم على وضع الشيء او الكلمة

(کشاف اصطلاحات الفنون ج 1 ص 27)

الاصطلاح هو اتفاق القوم على وضع الشيء وقيل اخراج الشيء عن المعنى اللغوى الى معنى آخر لبيان المراد

(کتاب الکلیات لابی البقاء،ص 184)

قال ابن الحاجب: الاصطلاح: عبارة عن اتفاق قام على تسمية الشيء باسم ما ينقل عن موضعه الاول الاصطلاح اخراج اللفظ من معنى لغوى الى آخر لمناسبة بينهما و قيل الاصطلاح اتفاق طائفة على وضع اللفظ بازاء المعنى و قيل الاصطلاح اخراج الشيء عن معنى لغوى الى معنى آخر لبيان المراد و قيل الاصطلاح لفظ معين بين قوم معينين

(التعریفات،ص 32 دار الکتب العلمیہ بیروت)

لیجئے سیفی ایاز صاحب! آپ کے بے مقصد سوالوں کے جوابات ہم نے ایسی کتب سے دے دئے ہیں جو آپ کو پڑھنا تو کیا دیکھنا بھی نصیب نہ ہوں گی۔ اس علمی فائدے پر ہمارا شکریہ ادا کرنا نہ بھولئے گا۔ مگر سوال یہ ہے کہ آپ کے ان سوالوں کے جوابات آنے کے بعد بھی مسئلہ جوں کا توں موجود ہے اس لئے دوران مناظرہ اگر کوئی اس قسم کے لایعنی سوالات کے جوابات نہ دے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ اسے علم نہیں بلکہ وہ اس میں لگ کر اپنا قیمتی وقت برباد نہیں کرنا چاہتا مثال کے طور پر جب آپ کو محمد بن اسحٰق کے متعلق فون کیا گیا تو تھوڑی ہی دیر میں جب آپ لاجواب ہونے لگ گئے تو یہ کہہ کر فون کاٹ دیا کہ میں دعوت پر آیا ہوں کھانا کھا رہا ہوں تم طالب علم ہو اپنے استاذ کو بلاؤ: اب آپ سے سامنے والا پوچھے:

(۱) دعوت کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۲) کھانے کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۳) طالب علم کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۴) استاذ کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۵) بلکہ فون پر بات کر رہے ہو فون کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۶) مناظرے میں کتاب پیش کی کتاب کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۷) دلیل کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

(۸) متکلم، صدر مناظر، معاون مناظر کی لغوی و اصطلاحی تعریف کرو۔

ھلم جرا اب آپ بتائیں اگر آپ کی طرح کوئی اور اس لغوی و اصطلاحی کی گردان شروع کر دے تو بات کہاں تک پہنچ جائے؟ اور دل پر ہاتھ رکھ کر انصاف سے جواب دیں کہ کیا آپ ان لایعنی سوالوں کے جواب دینا پسند کریں گے؟

اس حوالے کے متعلق دیگر بھی کئی معروضات پیش کی جاسکتی ہیں سر دست اتنا کافی ہے ایاز سیفی صاحب اس سے قبل بھی ہمارے ایک مضمون کے اب تک قرضدار ہیں یہ الگ بات ہے کہ اپنے حواریوں کو خوش کرنے کیلئے کہتے ہیں کہ میں نے ساجد خان کے مضمون کے جواب میں ایک حوالے

کے رد میں بیس بیس حوالے نقل کئے ہیں مگر شائد وہ حوالے فی الوقت غار سر من رای میں روافض کے بارہویں امام کے پاس نظرثانی کیلئے بھیج دیئے گئے ہیں جواب تک منظر عام پر نہیں آئے۔اب یہ ایک اور قرض ایاز سیفی پر۔موصوف اور ان کے اعوان وانصار میں جرات ہے تو ہمارے اس مضمون کا جواب لکھے مگر جواب لکھنے سے پہلے "لکھنے" اور "جواب" کی لغوی و اصطلاحی تعریف ،اگر جواب کسی رسالے میں ہے تو "رسالے" کی لغوی واصطلاحی تعریف ،اگر بذریعہ خط تو "خط" کی لغوی واصطلاحی تعریف لکھنا نہ بھولنا۔

اخبار الغیب پر علمِ غیب کا اطلاق تسامح ہے

ما قبل کی تفصیل سے واضح ہو چکا کہ جن بعض اکابر نے اخبار الغیب وغیرہ پر علم غیب کا اطلاق کیا اس سے مراد "لغوی علم غیب" ہے نہ "اصطلاحی علم غیب"، لیکن اگر آل بدعت پھر بھی نہیں مانتے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ان اکابر کا "تسامح" ہے ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور اس کی نظیر خود آل بدعت کی کتاب سے ملاحظہ ہو:

"فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص 565 میں ہے "کملی، کمبل کی تصغیر ہے۔ایک قسم کی ادنی پوتیں جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔ فیروز اللغات ص 766 میں ہے "کملی، کمبل کی تصغیر ہے۔چھوٹا کمبل بنا علیہ حضور اقدس ﷺ کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔شامی میں ہے

مجرد ایهام المعنى المحال کاف للمنع کسی ناروا معنی کا ایہام منع کیلئے کافی ہے۔ اس کی نظیر راعنا ہے۔۔۔۔اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے۔اگرچہ دوسرا معنی بھی ہے اس لئے یہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا اگرچہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنی ہو"۔

(فتاوی شارح بخاری ،ج 1 ،ص 535،536)

"صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے۔۔اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ممنوع ہے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 537)

''حضور اقدس ﷺ کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں ''کملی''، کمل کی تصغیر ہے۔ حضور اقدس ﷺ یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں۔ تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 538)

''مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقا ناجائز ہے علما نے لکھا ہے جس نے حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہوگیا اس پر فرمایا (ترجمہ) یعنی حضور اقدس ﷺ کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقا ممنوع ہے اگر چہ محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کیلئے آتی ہے اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے۔ اس سے ظاہر ہوگیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شان نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو خواہ بہ نیت اختصار وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے۔۔۔ جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 539)

خلاصہ کلام کہ کملی چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے عرف میں جب تصغیر جیسے کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔ خود امجدی صاحب کے بقول:

''تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے''۔ (فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 517)

لہذا اس کا استعمال نبی کریم ﷺ کی شان میں کفر و گستاخی ہونا چاہئے۔ پھر اگر اس تصغیر سے نیت تعظیم ہو تب بھی بقول امجدی صاحب کے ذو معنی لفظ ہے اچھے اور خبیث دونوں معنی کو لئے ہوئے ہے ایسے لفظ کے بارے میں رضا خانی مذہب میں کفر ہے۔

مگر یہی مفتی لکھتا ہے:

"حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے۔ حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیک حجاج بیت الحرام
بہ مدفون یثرب علیہ السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے:

کے بود یارب کہ رو دیثرب و بطحا کنم
گہہ بمکہ منزل وگہہ در مدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے۔ اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۵۴۰)

"اور جو بعض اکابر کے کلام میں آگیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے"

(فتاوی شارح بخاری، ج ا ص ۵۳۷)

پس اس بریلوی اصول کی بنیاد پر جب نبی کریم ﷺ کی توہین پر مشتمل لفظ بھی معاذ اللہ عدم توجہی کی بنیاد پر اکابر استعمال کر سکتے ہیں تو اگر کسی نے علم غیب کا اطلاق بھی کرلیا تو یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں لیکن اب جس طرح معلوم ہونے کے بعد "کملی" کا اطلاق حضور ﷺ پر حرام ہے اسی طرح علم کے بعد حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاع بھی حرام ہوگا۔

اہلِ بدعت کا ایک مغالطہ علم غیب اخبار غیب کو مستلزم

یہاں اہل بدعت ایک مغالطہ دیتے ہیں کہ دیکھو جب آپ کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کو اطلاع علی الغیب ہے۔ یا ان پر غیب کا اظہار ہوا، یا بعض انباء الغیب ان کو حاصل ہے تو اطلاع، اخبار، انباء یہ

علم کو لازم ہے تو اب انہیں عالم الغیب یا ان کے غیب کو علم الغیب کہنا کیوں جائز نہیں؟

اس کا الزامی جواب یہ ہے کہ اگر اطلاع علی الغیب علم غیب کو لازم ہے تو حضور ﷺ کے واسطے سے بہت سے غیوب کی اطلاع ہمیں اور آپ کو بھی حاصل ہوئی ہے پھر تو چاہئے کہ آپ ہمیں اور اپنے آپ کو بھی عالم الغیب کہیں۔ اس صورت میں نبی کریم ﷺ کی اس وصف میں تو کوئی خصوصیت نہ رہی سوائے کمیت کے۔

نیز اس مغالطے کا جواب امام آلوسی حنفی رحمہ اللہ یوں دیتے ہیں کہ یہ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر مقربان الٰہی کو بطریق وحی والہام بعض غیوب پر اطلاع دی جاتی ہے تو یوں کہنا درست ہوگا کہ "فلاں کو علم غیب دیا گیا ہے"۔ اور مراد یہ ہو کہ بطریق الہام واطلاع علم غیب دیا گیا ہے۔ اس لئے کہ جب بتلا دیا گیا تو علم تو حاصل ہو گیا۔ علامہ آلوسی اس شبہ کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس طرح اگرچہ لغوی اعتبار سے کہنا تو درست ہوگا لیکن ہر وہ چیز جو باعتبار معنی ولغت جائز ہو ضروری نہیں کہ شرعاً بھی جائز ہو کیونکہ اس طرح کہنے سے ان الفاظ کا ٹکراؤ قرآن کی ان آیات سے ہوتا ہے جن میں علی الاطلاق مخلوق سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور اس میں سوءِ ادب بھی ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا حوالہ گزر چکا کہ انہوں نے ایسے الفاظ کے استعمال سے منع فرمایا ہے جس میں ایہام ہو۔ اگرچہ لغتاً ان کا معنی درست نکل سکتا ہو۔ (وہ الفاظ عبارت میں موجود ہیں)۔

لَا يُقَالُ: يَجُوزُ عَلَى هٰذَا أَنْ يُقَالَ: أُعْلِمَ فُلَانٌ الْغَيْبَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ أَيْضًا عَلَى مَعْنَى أَنَّ اللّٰهَ تَعَالَى أَعْلَمَهُ وَعَرَّفَهُ ذٰلِكَ بِطَرِيقٍ مِنْ طُرُقِ الْإِعْلَامِ وَالتَّعْرِيفِ وَمَتَى جَازَ هٰذَا جَازَ أَنْ يُقَالَ: عَلِمَ فُلَانٌ الْغَيْبَ بِقَصْدِ نِسْبَةِ عِلْمِهِ الْحَاصِلِ مِنْ إِعْلَامِهِ إِلَيْهِ لِأَنَّا نَقُولُ: لَا كَلَامَ فِي جَوَازِ أُعْلِمَ بِالْبِنَاءِ لِلْمَفْعُولِ وَإِنَّمَا الْكَلَامُ فِي قَوْلِكَ: وَمَتَى جَازَ هٰذَا جَازَ أَنْ يُقَالَ إلخ فَنَقُولُ: إِنْ أُرِيدَ بِالْجَوَازِ فِي تَالِي الشَّرْطِيَّةِ الْجَوَازُ مَعْنًى أَيِ الصِّحَّةُ مِنْ حَيْثُ الْمَعْنَى فَمُسَلَّمٌ لٰكِنْ لَيْسَ كُلُّ مَا جَازَ مَعْنًى بِهٰذَا الْمَعْنَى جَازَ شَرْعًا اسْتِعْمَالُهُ وَإِنْ أُرِيدَ الْجَوَازُ شَرْعًا بِمَعْنَى عَدَمِ الْمَنْعِ مِنَ

اسْتِعْمالِهِ فَهو مَمْنُوعٌ لِما فِيهِ مِنَ الإيهامِ والمُصادَمَةِ لِظَواهِرِ الآياتِ كَآيَةِ قُلْ لا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّماواتِ والأَرْضِ الغَيْبَ إلا اللّٰهُ وغَيْرِها وقَدْ سَمِعْتُ عَنِ الإمامِ الرَّبّانِيِّ قَدَّسَ سِرَّهُ النُّورانِيَّ أَنَّهُ حَطَّ كُلَّ الحَطِّ عَلى مَنْ قالَ اللّٰهُ سُبْحانَهُ: لا يَعْلَمُ الغَيْبَ مُتَأَوِّلًا لَهُ بِما تَقَدَّمَ لِما فِيهِ مِنَ المُصادَمَةِ لِلنُّصوصِ القُرْآنِيَّةِ وغَيْرِها وفي ذٰلِكَ مِنْ سُوءِ الأَدَبِ ما فِيهِ وقَدْ شَنَّعُوا أَيْضًا عَلى مَنْ قالَ: أَكْرَهُ الحَقَّ وأُحِبُّ الفِتْنَةَ وأَفِرُّ مِنَ الرَّحْمَةِ مُرِيدًا بِالحَقِّ المَوْتَ وبِالفِتْنَةِ المالَ أَوِ الوَلَدَ وبِالرَّحْمَةِ المَطَرَ لِما فِي ظاهِرِهِ مِنَ الشَّناعَةِ والبَشاعَةِ ما لا يَخْفى.

(تفسیر روح المعانی، ج20،ص11)

تو آپ کا یہ مغالطہ لغوی اعتبار سے ہے کہ لغۃ اخبار علم کو مستلزم ہوسکتا ہے لیکن چونکہ ہم واضح کر چکے ہیں کہ "علم غیب" اور "عالم الغیب" شریعت کی ایک مخصوص اصطلاح ہے اس لئے مخلوق کے علم پہ اس کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ کوئی دعوت اسلامی کے کسی مبلغ کے بارے میں معاذ اللہ "رسول" ہونے کا دعوی کرے اور مراد اس سے لغوی رسول یعنی پیغام رساں لے تو لغت کے اعتبار سے تو یہ درست ہے لیکن ظاہر ہے کہ اس کی اجازت ہرگز نہیں دی جاسکتی۔

دعوے کی تنقیح

بریلوی حضرات کا چونکہ یہ دعوی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب تھا اس لئے اب اس دعوے کی تنقیح کیلئے چند امور کی وضاحت ضروری ہے۔

نبی کریم ﷺ کو کتنا علم غیب ہے؟

چونکہ بدعتی حضرات کا یہ عقیدہ قرآن وسنت کے مطابق تو ہے نہیں بلکہ خود ساختہ ہے اس لئے جس کے دل میں جو چاہا لکھ لیا بریلویوں کے اس حوالے سے متضاد دعوے ملاحظہ ہوں۔

نواب احمد رضا خان بریلوی کا عقیدہ

(۱) جب آئمہ کے پیروں کو سنتے ہیں کہ وہ آئمہ کی پیروی اور قرآن وحدیث کے اتباع سے نبی ﷺ کیلئے روز اول سے روز آخر تک کی تمام گزشتہ و آئیندہ باتوں کا علم ثابت کرتے ہیں تو یہ وہابی ان پر شرک وکفر کا حکم لگاتے ہیں۔

(الدولۃ المکیۃ ص 51)

اس سے معلوم ہوا کہ احمد رضا خان صاحب کے نزدیک روز اول سے روز آخر تک کی تمام باتوں کا علم نبی کریم ﷺ کو ہے روز اول سے پہلے اور روز آخر کے بعد کا دعوی نہیں۔

(۲) ہم گروہ اہل حق بحمد اللہ تعالی جانتے ہیں کہ روز اول سے جو کچھ ہوگا گذرا اور روز آخر تک جو کچھ آئے گا اس سب کی تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے وہ ہمارے نبی ﷺ کے علوم کے حضور نہیں مگر ایک تھوڑی سی چیز۔

(الدولۃ المکیۃ ص 75)

اس سے معلوم ہوا کہ روز اول سے روز آخر تک کا دعوی نہیں بلکہ اس سے بھی بدرجہا زیادہ کا علم غیب نبی کریم ﷺ کو ملا روز اول سے روز آخر تک تو نبی کریم ﷺ کے علم کا ایک تھوڑا سا حصہ ہے۔ ایک ہی کتاب میں اس کھلے تضاد کو ملاحظہ فرمائیں۔

(۳) حضور اقدس ﷺ کا علم روز آخر سے بعد کی اشیاء تک بڑھا جیسا حشر ونشر وحساب و کتاب اور وہاں جو ثواب وعقاب ہے اس کی تفصیلیں یہاں تک کہ لوگ جنت اور دوزخ میں اپنے ٹھکانے پہنچیں۔

(الدولۃ المکیۃ ،ص 77)

یہاں روز آخر کے بعد کا تفصیلی علم بھی نبی کریم ﷺ کیلئے مانا جارہا ہے اور روز آخر کی تحدید جنتیوں کا جنت میں دخول اور جہنمیوں کا جہنم میں دخول سے کردی گئی یعنی اس کے بعد کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں۔

(۴) بیشک حضرت عزت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب ،عرش تا فرش ،سب انہیں دکھایا ملکوت السموت والارض کا شاہد بنایا ۔روز اول سے روز آخر تک سب ما کان و ما یکون انہیں بتایا ۔اشیائے مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا نہ صرف اجمالا بلکہ ہر صغیر وکبیر ہر رطب و یابس جو پتہ گرتا ہے زمین کے اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلا جان لیا ۔للہ حمدا کثیرا ۔بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہر گز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں ۔ﷺ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وکرم بلکہ علم حضور سے ایک چھوٹا حصہ ہے ۔ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد و بے کنار سمندر لہرارہے ہیں جن کی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک و مولی جل وعلا۔

(انباء المصطفی مندرجہ علم غیب رسول ،ص:8)

یہاں پھر وہی رٹ کے روز اول سے روز آخر تک کا علم تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔

(۵) نص صریح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صاحب قرآن ﷺ وعلی آلہ وصحبہ و بارک وسلم کو اللہ تعالی عزوجل نے تمام موجودات جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور

کے علم سے باہر نہ رہا۔

(انباء المصطفی مندرجہ علم غیب ص10)

(۶) خان صاحب کا ایک شعر ہے

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
(حدائق بخشش ،حصہ اول ص78)

جب متناہی صفات ہونا نبی کریم ﷺ کیلئے عیب ہے تو آپ ﷺ کا علم غیب متناہی کیسے ہو سکتا ہے؟ یہ تو آپ ﷺ کو عیب دار بنانا ہوا معاذ اللہ۔ لہذا اس شعر کے مطابق نبی کریم ﷺ کا علم غیب غیر متناہی ماننا پڑے گا اور حقیقت بھی یہی ہے چنانچہ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں:

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا
جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروڑوں درود
(حدائق بخشش ،حصہ دوم ص13)

یعنی جب خدا کی ذات ہی آپ سے نہ چھپ سکی تو اور کونسا غیب ہے جو آپ سے چھپا رہا یاد رہے کہ یہ شعر علم غیب کلی پر محمول ہوتا ہے چنانچہ آگے بریلوی شیخ الحدیث مولانا فیض احمد اویسی کی عبارت میں اس کی وضاحت آرہی ہے۔

بہر حال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس باب میں خان صاحب بریلوی کے تین قسم کے متضاد دعوے ہیں:

(۱) روز اول یعنی ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ یہاں تک کہ جنتی جنت میں چلے جائیں اور جہنمی جہنم میں ۔ یہ دعوی محدود بین الحدین اور محصور بین الحاصرین ہے ۔آفرینش عالم سے پہلے حق تعالی کی ذات اس کی شیون وصفات اور اس کے غیر متناہی جلوے موجود تھے ان کے متعلق خان صاحب کا یہ دعوی نہیں ہے کہ ان سب کا علم محیط بھی آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے علی ہذا قیامت کے بعد جنت اور دوزخ باذن اللہ ابد الآباد تک جو کچھ آباد رہیں گے نہ جنتی فنا ہوں گے نہ جنت نہ

ناریوں کا خاتمہ ہوگا نہ نار کا پس وہاں ابد الآباد تک جو کچھ ہوگا اس کے متعلق بھی ان کا یہ دعوی نہیں۔ آج کل عوام بریلوی مناظرین مناظروں میں علم غیب پر یہی دعوی لکھواتے ہیں۔

(۲) جبکہ خان صاحب کا دوسرا دعوی ہے کہ روز اول سے الی یوم القیامۃ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے۔ اب اگر چھوٹا سا حصہ ہے تو پھر کتنا علم غیب ہے یہ خود خان صاحب کو بھی پتہ نہیں۔

(۳) آپ ﷺ کا علم غیب غیر متناہی ہے۔

لطیفہ: بریلوی حضرات ہمیں معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کے علم کا منکر کہتے ہیں مگر خود نبی کیلئے جو علم مانا تو روز اول سے الی یوم القیامۃ جو بقول خان صاحب نبی کریم ﷺ کے علوم کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے اور باقی علوم کے منکر، تو اب بتاؤ نبی کریم ﷺ کے علوم کے ایک بڑے حصہ کے منکر ہو کر وہابی ہم ہوئے یا تم؟

مولانا نعیم الدین مراد آبادی کا عقیدہ

''اللہ تعالی نے نبی مکرم نور مجسم سیدنا و مولانا محمد مصطفی ﷺ کو جمیع اشیاء جملہ کائنات یعنی تمام ممکنات حاضرہ غائبہ کا علم عطا فرمایا بداء الخلق یعنی ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و دوزخ تک سب مثل کف دست ظاہر کر دکھایا''۔ (الکلمۃ العلیاء، ص 3)

دوسرا عقیدہ:

اللہ تعالی کا علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ میں، معاذ اللہ!

بریلوی مذہب کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالی کا علم نبی کریم ﷺ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا ہے معاذ اللہ:

''خدا کا علم غیب حضور علیہ السلام کے قبضہ میں دے دیا گیا ہے''۔

(شان حبیب الرحمن، ص 206)

اللہ تعالی کا علم غیب خود بقول خان صاحب ذاتی غیر متناہی ہے اس کا مطلب ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو بھی معاذ اللہ ذاتی غیر متناہی جو تمام معلومات الہیہ کو شامل ہے کا علم غیب ہے۔اور پھر جب یہ علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ میں دے دیا گیا تو اللہ کے پاس تو نہ رہا جیسے ہم کہتے ہیں کہ اس مکان پر زید کا قبضہ ہو گیا یا یہ مکان میں نے زید کے قبضہ میں دے دیا۔ملاحظہ ہو کس قدر کفریہ عقیدہ ہے۔

عقیدہ نمبر ۳

اللہ تعالی کا خاص علم غیب بھی نبی کریم ﷺ کو دیا گیا ہے،معاذ اللہ!

یہی مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''خدائے قدوس کا خاص علم غیب حتی کہ قیامت کا علم بھی حضور علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا اب کیا شے ہے جو علوم مصطفی سے باقی رہ گئی''۔

(جاء الحق،ص 67)

عقیدہ نمبر ۴

اللہ تعالی کا کلی علم غیب نبی کریم ﷺ کو دے دیا گیا ہے،معاذ اللہ!

بریلوی غزالی دوراں مولانا عمر اچھروی لکھتے ہیں:

''الغیب میں ال جنس کا ہے اگر اللہ رب العزت الغیب کی نسبت اپنی طرف کر کے اپنے تمام غیب کے عالم ہونے کا ثبوت دیتا ہے اور ثابت ہے تو اس کی طرف ضمیر راجعہ کا منسوب نبی ﷺ فلا یظہر علی غیبہ سے کیسے بے خبر ہو سکتے ہیں کیونکہ ضمیر کا مرجع کل غیب ہے جب عطا کنندہ نبی ﷺ کو اپنا کلی غیب عطا کر کے سراہے تو اس کے انکار کرنے والے کو کیسے مومن سمجھا جا سکتا ہے؟''۔

(مقیاس الحنفیت،ص 323)

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جو نبی کریم ﷺ کیلئے اللہ کا کلی علم غیب نہ مانے وہ بے ایمان ہے جیسا کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اور آج کل کے مناظرین۔ یاد رہے کہ سلانوالی مناظرے میں مولوی حشمت علی رضوی نے بھی اپنی جماعت کا یہ عقیدہ لکھوایا تھا۔

عقیدہ نمبر ۵

نبی کریم ﷺ کو کلی علم غیب ہے

مفتی فیض احمد اویسی صاحب بھی اسی عقیدے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"......صالحین کاملین اور عارفین باللہ سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی کیونکہ جب ان سے اللہ تعالی کی ذات ہی مخفی نہ رہی تو اور کوئی چیز کیسے مخفی رہ سکتی ہے؟ اور یہی علم کلی ہے پس یہ علم جب عام صالحین کاملین کو ہے تو حضور اکرم ﷺ جو تمام کاملین اور عارفین کے سرتاج ہیں انہیں یہ علم کیوں کر نہ حاصل ہوگا"۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 234)

ساتھ میں بریلوی یہ بھی کہتے ہیں کہ ان سب سے زیادہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب ہے تو جب کاملین کو کلی علم غیب ہے تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب کلی کی کیا حد و تحدید ہوگی؟ اب پڑھیں نواب احمد رضا خان کے ان اشعار کو:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

(حدائق بخشش، حصہ اول ص 78)

اس شعر میں "عیب تناہی" پر غور فرمائیں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے علم پر متناہی کا لفظ بولنا گویا نبی کریم ﷺ کو عیب لگانا ہے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کا علم غیب معاذ اللہ غیر متناہی ہے

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود

(حدائق بخشش، حصہ دوم ص 13)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

"توضیح مطول اتقان اور مناہل العرفان جملہ اصول کی کتب میں ہے کہ کل شیء میں ہر چیز شامل ہے خواہ روز اول کی ہو یا روز آخر۔ دنیا کی ہو یا آخرت کی۔ آج کل ہو یا کل کی جب قرآن مجید میں کل شیء کے علم کا ثبوت ہے تو پھر وہ کون سا بد قسمت انسان ہے جو قرآن کے خلاف کہے کہ فلاں شے کا حضور علیہ السلام کو علم نہیں تھا اور فلاں بات نہیں جانتے تھے"۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 257)

لہذا اب جو یہ کہے کہ روز اول سے پہلے اور روز قیامت کے بعد کا علم غیب نہیں یا فلاں شیئ کا علم نہیں وہ منکر قرآن اور بد قسمت انسان ہے۔ باقی رہی کل شیء کے مطابق اویسی صاحب کی اصول دانی تو ان شاء اللہ اس کی قلعی ہم اپنے مقام پر کھولیں گے۔

عقیدہ نمبر ۶

بعضِ علمِ غیب حاصل ہے

(۱) نواب احمد رضا خان لکھتے ہیں:

"ہم نہ علم الٰہی سے مساوات مانیں نہ غیر کیلئے علم بالذات جانیں اور عطائے الٰہی سے بھی بعض علم ہی مانتے ہیں نہ کہ جمیع"۔

(خالص الاعتقاد، ص 11)

"کسی مخلوق کا معلومات الٰہیہ کو بالتفصیل تمام محیط ہو جانا شرع سے بھی محال ہے اور عقل سے بھی بلکہ تمام اہل عالم اگلے پچھلوں سب کے جملہ علوم جمع کئے جائیں تو ان علوم الٰہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک بوند کے دس لاکھ حصوں سے ایک حصے کو دس لاکھ سمندروں سے"۔

(خالص الاعتقاد، ص 10)

(۲) مولانا ظہیر الدین قادری بریلوی لکھتا ہے:

"یاد رہے کہ علم غیب کلی یا ذاتی صرف ذات باری تعالی کے ساتھ مخصوص ہے"۔

(تحفظ عقائد اہلسنت، ص 208)

(۳) مولانا غلام دستگیر قصوری لکھتا ہے:

"آپ بعض غیب باعلام الٰہی جانتے ہیں"۔

(تقدیس الوکیل ص 239)

خلاصہ کلام: حقیقت یہ ہے کہ آل بدعت حضرات نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی کلی غیر متناہی کے قائل ہیں چنانچہ واضح طور پر ان کا یہ عقیدہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کل علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا ہے۔ مگر اہل السنۃ والجماعۃ کی علمی گرفت سے نکلنے کیلئے تقیہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بعض مانتے ہیں یا روز اول سے الی یوم القیامۃ مانتے ہیں۔ چنانچہ جن حضرات نے بعض یا متناہی کا قول نقل کیا ہے انہوں نے دوسرے مقام پر اس سے متضاد غیر متناہی اور کلی کا قول بھی نقل کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم کل علم غیب نہیں مانتے اور ساتھ میں "جمیع ما کان وما یکون" کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں تمام معلومات الٰہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے"۔

(جاء الحق ص 99)

اور اپنے اس موقف پر دلیل دیتے ہوئے میر سید شریف کی عبارت نقل کرتے ہیں:

"الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی.

تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کیلئے ضروری نہیں"۔

(جاء الحق ص 99)

معلوم ہوا کہ بریلوی اصطلاح میں "جمیع" کا لفظ تمام معلومات الٰہیہ کیلئے بولا جاتا ہے۔ اور دعویٰ میں اسی جمیع کو لکھواتے ہیں یعنی "جمیع ما کان وما یکون" تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کیلئے کلی معلومات الٰہیہ کے قائل ہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آئیں۔

مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"غیب پر مسلط کرنے کا معنی ہے غیب پر غالب کرنا اور غیب پر غالب کرنے سے متبادر یہ

ہوتا ہے کہ غیب کے ہر فرد کا رسولوں کو علم ہے"۔

(تبیان القرآن، ج 12، ص 303)

"غیب پر مسلط" ہونے کا بریلوی شیخ الحدیث نے غیب کے ہر ہر فرد کا علم مانا یعنی کلی علم غیب اب ملاحظہ ہو مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ:

فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ

(سورہ جن آیت 27.26)

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

بریلوی جماعت دعوت اسلامی کے امیر جناب الیاس عطاری لکھتے ہیں:

"سرکار ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرنا کہ فلاں فلاں بات کا سرکار ﷺ کو علم نہیں تھا یہ منافقین کا طریقہ ہے اور صاحبانِ ایمان، عاشق رحمت عالمیان غلام نبی غیب دان کے کان اس سے بہرے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے محبوب دانا غیوب ﷺ کے علم غیب شریف کے خلاف کوئی بات سنے

اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا   جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود"

(رسائل عطاریہ، حصہ دوم، ص 83)

اگر نبی کریم ﷺ کا علم غیب کلی نہ مانیں محدود مانیں تو لازم آئے گا کہ محدود کے دائرے سے باہر فلاں فلاں بات کا علم غیب نبی کریم ﷺ کو نہیں اور عطاری صاحب اسے منافقین کا طریقہ شمار کر رہے ہیں اور ساتھ میں کہہ بھی رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہی آپ سے نہ چھپا تو اب کونسی چیز آپ سے چھپی رہ سکتی ہے پس معلوم ہوا کہ آل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کلی غیب غیر متناہی تفصیلی حاصل ہے۔

چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"بعض علما صالحین سے سنا گیا کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام علوم الہیہ معلوم کرا دیئے گئے تھے یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل

کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قایل نے اس سے کیا مراد لی ہے ۔۔۔ یہ عبارت یہاں اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم خدا تعالی کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی وعطائی کا کیا مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ کہا بلکہ عارف کہا"۔

(جاالحق ص 86)

یہ عبارت اس پر صریح دال ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا علم اللہ تعالی کے علم کے برابر جاننے والے بھی عارف باللہ ہے معاذ اللہ ۔حالانکہ خود آل بدعت کے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی فتوی دیتے ہیں:

"یہ کہنا کہ اللہ عزوجل کے پاس جو علم غیب تھا سب اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمادیا، کفر ہے، کیونکہ اس میں اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم میں مساوات لازم آتی ہے اور اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی بالفعل ہے ۔ یہ محال ہے کہ کسی مخلوق یا خود حضور اقدس ﷺ کا علم پاک غیر متناہی بالفعل ہو اور نہ یہ تحت قدرت باری تعالی داخل کہ وہ کسی مخلوق کو اپنا سب علم عطا فرمائے ۔اس بیان کرنے والے پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے ۔ وہ اعلانیہ بیان کرنے والا یوں توبہ کرے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا (جملہ مذکورہ کو دہرائے) یہ کلمہ کفر ہے اس سے میں توبہ کرتا ہوں اللہ عزوجل نے اپنا سب علم حضور اقدس ﷺ کو نہیں عطا فرمایا"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 514)

مگر مفتی احمد یار گجراتی صاحب تو بغیر توبہ وتجدید ایمان ہی اس جہاں اپنا انجام بھگتنے پہنچ چکے ہیں ان کے اذناب سے درخواست ہے کہ اس شخص سے اعلان برات کریں ورنہ اپنے ہی شارح بخاری کے فتوے کو اپنے گلے کا طوق بنالیں۔

خان صاحب بریلوی

مفتی شریف الحق امجدی صاحب کے فتوے کی زد میں

مفتی شریف الحق صاحب اس عقیدہ کو کفر کہہ رہے ہیں مگر ان کے خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

''علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل ومردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہو سکتی جبکہ بعطائے الٰہی مانے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج 6، ص 77، دار العلوم امجدیہ کراچی 1992)

اور یہ آل بدعت کی کتب میں مرقوم ہے کہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے لہذا خان صاحب بریلوی نے ایک کفریہ عقیدہ کو کفر نہ کہہ کر خود کفر کا ارتکاب کرلیا ہے۔

یہی موصوف یعنی مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''تو معلوم ہوا کہ ما کان و ما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے''۔

(جا الحق، ص 84)

مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

''تمام ما کان و ما یکون کا علم پیارے مصطفی ﷺ کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے''

(فتاوی فیض الرسول، ج 1، ص 18)

لہذا یہ آل بدعت کا دھوکا ہے کہ وہ صرف ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا علم مانتے ہیں یہ تو حضور ﷺ کے علم کا قطرہ بھی نہیں کیونکہ ما یکون میں ما بعد القیامۃ بھی شامل ہے اور امجدی صاحب اسے بھی ''قطرہ'' ہی قرار دے رہے ہیں تو الی یوم القیامۃ تو قطرہ بھی نہ بنے گا۔

یہ تمام عبارات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا کلی علم غیب ماننے جسے یہ لوگ ما کان و ما یکون کہتے ہیں محض ایک ڈھکوسلہ ہے یہ لوگ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ کیلئے کلی لامتناہی بالفعل علم مانتے ہیں صرف ذاتی وعطائی کا فرق کرتے ہیں اور بعض تو عطائی کے

بھی قائل نہیں۔
اس پر ایک ناقابل تردید حوالہ ملاحظہ ہو۔فریق مخالف کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب شیخ سہروردی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:
"پس چاہئے کہ بندہ جیسا کہ اللہ تعالی کو برابر اپنے تمام حالات پر ظاہر و باطن میں واقف اور خبردار جانتا ہے رسول اللہ ﷺ کو بھی ظاہر و باطن میں خبردار اور حاضر و ناظر جانے"۔
(ندائے یارسول اللہ ﷺ، ص 42)
معلوم ہوا کہ یہ لوگ علم غیب کے معاملے میں نبی کریم ﷺ کو اللہ کے برابر ہی سمجھتے ہیں معاذاللہ صرف ذاتی وعطائی کا فرق کرتے ہیں۔شیخ سہروردی رحمہ اللہ کی کتاب کا کوئی حوالہ موصوف نے نہیں دیا بالفرض ایسا ہو بھی تو انہوں نے خود لکھا ہے کہ بزرگوں کی کتب میں تحریفات ہو چکی ہیں۔
بہرحال بریلوی حضرات اپنا جو بھی عقیدہ لکھوائیں اس پر بھرپور گرفت کریں اور ان کے اپنے اکابر کی تضاد بیانیوں کو ان کے سامنے بیان کر کے ان پر ان سے واضح موقف لکھوائیں۔

یہ علم غیب کب عطا ہوا؟

پہلا نظریہ: تکمیل قرآن کے وقت

نواب احمد رضا خان صاحب کے بقول نبی کریم ﷺ کو یہ مذکورہ کلی علم غیب تدریجاً حاصل ہوا جس طرح قرآن نازل ہوتا رہا آپ کو ساتھ ساتھ علم غیب حاصل ہوتا رہا اور تکمیل قرآن کے ساتھ ہی آپ کا علم غیب بھی مکمل ہو گیا۔
"اللہ تعالی کا نبی ﷺ کو سکھانا بذریعہ قرآن عظیم ہوا اور قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اترا اور ہر وقت نہیں اترتا تھا تو واقعات و معلومات دونوں میں بعض ہونا صادق ہوا"۔
(الدولۃ المکیہ، ص 73)
پروفیسر عرفان قادری جس کی تائید موجودہ کئی بریلوی اکابر نے کی ہے لکھتا ہے:
"فاضل بریلوی وغیرہ علماء نے وضاحت فرمائی ہے کہ آپکو بتدریج علم عطا کیا گیا اور آپ کا

علم قرآن مجید کے ساتھ مکمل ہوا"۔

(نبوت مصطفی ہر آن ہر لحظہ، ج 1 ص 36)

مولانا سعید اسد صاحب لکھتے ہیں:

"یہ کل عطائی علم غیب بھی نبی اکرم ﷺ کیلئے ہم ابتدا سے ہی ثابت نہیں کرتے بلکہ یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا علم غیب قرآن حکیم کے نزول کے ضمن میں مکمل ہوا۔ جوں جوں قرآن حکیم نازل ہوتا گیا آپ کے علم مبارک میں بھی اضافہ ہوتا گیا اور جب قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ نازل ہوگئی تو نبی اکرم ﷺ کو کل مخلوق کا علم عطا ہو گیا"۔

(وہابیت و بریلویت، ص 12)

عموماً آج کل کے بریلوی مناظرین کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ اور اس میں ان کو یہ فائدہ ہے کہ جب مسلمان مناظر کوئی آیت پڑھے گا جس میں نبی کریم ﷺ کے کلی علم غیب کی نفی ہوگی تو ہم جواب میں کہیں گے کہ اس وقت تو ہم بھی نبی کریم ﷺ کیلئے کلی علم غیب نہیں مانتے تھے ہمارا یہ عقیدہ تو تکمیل قرآن کے وقت کا ہے لہذا یہ آیت ہمارے خلاف نہیں۔ اس ڈھکوسلے کی مکمل تردید ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

چیلنج

پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ قرآن کی وہ آخری آیت پیش کریں جس میں ہو کہ ہم نے اپنے محبوب ﷺ کو کلی علم غیب دے دیا۔ دیدہ باید۔ ہم آپ کو عقیدہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔

فائدہ:

چونکہ اہل بدعت کا عقیدہ ہے کہ قرآن کی تکمیل تک ہم بھی اس عقیدے کے قائل نہیں تھے جو لکھوا رہے ہیں اس لئے بدعتی حضرات قرآن کی کسی آیت سے ماسوا جو آخری آیت ہو اپنے مدعا پر دلیل نہیں پکڑ سکتے کیونکہ جس بھی آیت سے دلیل پکڑیں گے اس عقیدے کی رو سے وہ خود بھی اس وقت نبی کریم ﷺ کے کلی علم غیب کے قائل نہ تھے تو جس وقت وہ خود قائل نہ تھے اس وقت کی آیت سے کیسے استدلال کر سکتے ہیں؟

فائدہ: قرآن کی سب سے آخری سورت کون سی ہے؟

اس کی تفصیل کیلئے تو آپ ''الاتقان فی علوم القرآن'' ملاحظہ فرمائیں لیکن اہل بدعت کیلئے چونکہ اپنے حکیم الامت کے قول سے زیادہ مستحکم کوئی چیز نہ ہوگی لہذا مفتی احمد یار گجراتی صاحب سورہ بقرہ کی آیت نمبر 281 واتقوا یوما ترجعون الا آیۃ کے متعلق لکھتے ہیں:

''مفسرین فرماتے ہیں کہ واتقوا یوما یہ سب سے آخری آیت ہے جو حضور ﷺ پر نازل ہوئی ۔۔۔اس کے بعد حضور علیہ السلام دنیا میں اکیس روز تشریف فرما رہے ۔بعض روایات میں ہے کہ سات روز اور بعض میں ہے نو دن (خازن وخزائن) بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ یہ آیت وفات شریف سے تین گھنٹے پہلے نازل ہوئی (روح المعانی)''۔

(تفسیر نعیمی، ج3، ص164)

اب اس آیت میں دور دور تک نبی کریم ﷺ کے کلی علم غیب کا ذکر نہیں۔

مولانا سعید اسد کا ایک مغالطہ

ہمارے اس مطالبے کے جواب میں ایک جگہ مولانا سعید اسد نے کہا کہ دیکھو اللہ پاک قرآن میں فرماتا ہے:

وانزل اللہ علیك الکتاب والحکمة

(سورۃ النسا، آیت 113)

ہم نے نازل کی آپ کی طرف کتاب اور حکمت کی باتیں
دیکھیں ابھی قرآن مکمل نہیں ہوا لیکن پھر بھی اسے ''کتاب'' کہا جا رہا ہے ۔اسی طرح کتاب تو بعد میں مکمل ہوگئی لیکن اس آیت سے جو تکمیل سے پہلے کی ہے قرآن کے قرآن ہونے پر استدلال کیا جا سکتا ہے اسی طرح نبی کریم ﷺ کا علم غیب تو بعد میں مکمل ہوا لیکن ہم پہلی والی آیتوں سے استدلال کر سکتے ہیں''۔

یہ مناظر صاحب کا بہت بڑا دجل ہے ۔اس لئے کہ الکتاب سے مراد القرآن ہے اور یہ جنس

ہے اس کا اطلاق قلیل وکثیر دونوں پر ہو سکتا ہے یعنی جو تھوڑا ہے وہ بھی قرآن ہے اور پورا ہے وہ بھی قرآن وکتاب ہے۔سورۃ فاتحہ بھی قرآن وکتاب ہے اور الحمد سے لیکر والناس تک بھی قرآن وکتاب ہے۔لہذا تکمیل سے پہلے اگر اسے قرآن یا کتاب کہہ دیا تو بالکل ٹھیک کہا۔

پھر کہیں بھی ایسا نہیں کہ ایک جگہ تو کتاب کہا ہو دوسری جگہ اس کے کتاب ہونے کی تردید کی ہو۔جبکہ حضور ﷺ کے متعلق تو علم غیب کی نفی کی صریح نصوص ہیں کئی جزئی وکلی واقعات سے آپ ﷺ کے علم کی نفی کی گئی ہے اور بعد میں اس کا اثبات پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ۔غرض اس کیفیت کو علم غیب پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔

کل کو مرزائی کہیں کہ بھائی ٹھیک ہے سورہ احزاب میں نبی کریم ﷺ پر نبوت کا اختتام کا ذکر تو ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن تکمیل قرآن کے بعد حکم یہ تھا کہ آپ ﷺ کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں معاذ اللہ۔جواب دیں کہ مرزائیوں کے اس دجل کا رد آپ کیسے کریں گے؟

پھر یہ بھی آل بدعت کا صریح جھوٹ و دروغ گوئی اور نصوص کے مقابل نرا شیطانی قیاس ہے کہ تکمیل قرآن کے ساتھ حضور ﷺ کا علم غیب کلی مکمل ہو گیا تھا۔مولانا سعید اسد لکھتے ہیں:

''کیونکہ علم کلی ،علم ما کان و ما یکون کا دعوی قرآن حکیم کی آخری آیت مبارکہ کے نزول کے بعد کا ہے پہلے کا نہیں''۔

(وہابیت و بریلویت ،ص 13)

مولانا سعید اسد یا کسی بدعتی میں جرات ہے تو اس کا ثبوت دے کہ پورے قرآن میں یا قرآن کی آخری آیت میں یہ کہاں لکھا ہوا ہے کہ ابھی تو آپ ﷺ کو کلی علم غیب نہیں دیا گیا لیکن جیسے ہی قرآن کی آخری آیت نازل ہوگی آپ ﷺ کو کلی علم غیب بھی دے دیا جائے گا یہ قرآن پر صریح بہتان ہے۔

دوسرا نظریہ: مفتی احمد یار گجراتی کے نزدیک ولادت سے پہلے عطا ہوا

''جو ذات کریم اپنی ولادت سے پہلے دنیا کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہی ہو وہ اپنی وفات کے بعد

بھی عالم کے ذرہ ذرہ کو دیکھ رہے ہیں"۔

(تفسیر نعیمی، ج7، ص101)

تیسرا نظریہ: پیدائشی طور پر علوم غیبیہ دے دیے گئے تھے، عمرا چھروی

"عیسی علیہ السلام کو امور غیبیہ پیدائشی حاصل تھے جیسے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ہوتے ہیں"۔

(مقیاس حنفیت، ص326)

مولوی عبد الرسول چشتی لکھتے ہیں:

"حضرات! جو نبی ہوتا ہے اسے تو پیدا ہوتے ہیں علم غیب عطا کر دیا جاتا ہے"۔

(الغیب، ص46)

چوتھا نظریہ: شب معراج کو یہ کلی علم غیب عطا ہوا، نعیم الدین مراد آبادی

"سرور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ شب معراج میں مجھ سے میرے پروردگار تبارک وتعالی نے کچھ دریافت فرمایا میں جواب نہ دے سکا (مولوی عمرا چھروی اور احمد یار گجراتی کا یہ کہنا کہ پیدائشی طور پر علم غیب حاصل ہے ولادت سے پہلے سب کچھ معلوم ہوا غلط ثابت ہوا۔ از ناقل) تو اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان بے کیف وتحدید رکھا کیونکہ حق سبحانہ وتعالی جوارح سے منزہ اور پاک ہے پھر تحدید وتکثیف کیسی۔ پھر حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے اس کی سردی اپنے سینے میں پائی پس مجھے اولین وآخرین کے علوم عطا فرمائے"۔

(الکلمۃ العلیا، ص25)

آگے ایک اور مقام پر مزید وضاحت سے لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ وعلی الہ واصحابہ وسلم نے فرمایا کہ شب معراج میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا اس کے فیضان سے مجھے ماکان ومایکون کا علم حاصل ہو گیا"۔

(الکلمۃ العلیا، ص51)

مولانا احمد رضا خان کے بیٹے اور جانشین مولوی مصطفی رضا خان کا بھی یہی عقیدہ ہے:
(فتاوی المصطفویہ ص 43)

قاضی فضل احمد لدھیانوی بریلوی بھی تفسیر قادری کے حوالے سے لکھا:
"جیسا کہ معراج کی حدیثوں میں وارد ہے کہ میں عرش کے نیچے تھا ایک قطرہ میرے حلق میں ڈال دیا پس جان لیا میں نے جو کچھ ہو گیا اور جو کچھ ہونے والا ہے"۔
(انوار آفتاب صداقت ص 112)

پانچواں نظریہ: شکمِ مادر میں ہی مل گیا تھا

قاضی فضل احمد نبی کریم ﷺ کا فرمان لکھتا ہے:
"لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا"۔
(انوار آفتاب صداقت ص 138 جدید ایڈیشن)

اس عجیب و غریب عبارت پر غور فرمائیں نبی کریم ﷺ کے شکم مادر میں آنے سے لاکھوں سال پہلے لوح محفوظ لکھا جا چکا تھا اور جفت القلم ہو چکا تھا۔ اس کتاب پر مولانا احمد رضا خان سمیت صف ول کے 41 بریلوی اکابر کی تقاریظ موجود ہیں۔ مولانا احمد رضا خان اس کتاب کے متعلق کہتا ہے:
"یہ کتاب انوار آفتاب صداقت خود مصنف کی زبان سے بالاستیعاب سنی"۔
(انوار آفتاب صداقت ص 41)

یہ حال ہے ان لوگوں کی عقل کا!!

نوٹ: آگے حاضر و ناظر کی بحث میں آرہا ہے کہ یہ لوگ "نور نبوت" ملنے سے ہی حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اور حاضر و ناظر اور علم غیب کا معنی ان کی عبارات کی روشنی میں ایک ہی بنتا ہے لہذا اس حوالے سے بھی گرفت کی جائے۔

نبی کریم ﷺ کیلئے علمِ غیب کا بدعتی عقیدہ نہ ماننے والے کا حکم

دعوی کے بعد اب اس دعوی کا حکم کیا ہے؟ یعنی بریلویوں حضرات نے جو عقیدہ علم غیب پر لکھوایا وہ ضروریات دین میں سے ہے یا نہیں؟ اس کا انکار کرنے سے کفر لازم آتا ہے یا نہیں؟ اس کو نہ ماننے والا کافر ہے گمراہ ہے؟ یا فاسق بھی نہیں کیا حکم ہے؟ اس کی وضاحت کروانی ہے عقیدے کی طرح اس کے حکم میں بھی بریلویوں کے درمیان باہم تضاد ہے۔

پہلا حکم: علمِ غیب نہ ماننے والوں پر کوئی فتویٰ نہیں

مولانا احمد رضا خان بریلوی:

”رسول اللہ ﷺ کو تعیین وقت قیامت کا بھی علم ملا۔ حضور کو بالاستثناء جمیع جزئیات خمس کا علم ہے جملہ مکنونات قلم ومکتوبات لوح بالجملہ روز اول سے روز آخر تک تمام ما کان و ما یکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زیادہ کا علم ہے۔ جس میں ماورائے قیامت تو جملہ افراد خمس داخل ہیں اور دوبار قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعیین وقت بھی درج لوح ہے تو اسے بھی شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل ہے۔ حضور پرنور ﷺ کو حقیقت روح کا بھی علم ہے جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی علم ہے۔

یہ پانچوں مسائل قسم سوم سے ہیں کہ ان میں خود علماء وآئمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں...... ان میں مثبت ونافی کسی پر معاذ اللہ کفر کیا معنی ضلال یا فسق کا بھی حکم نہیں ہوسکتا“۔

(خالص الاعتقاد، ص 62)

جلسوں تقریروں کتابوں میں تو جوان کے اس عقیدے کو نہ مانے وہ نبی کریم ﷺ کے علم کا منکر نبی کریم ﷺ کا دشمن معاذ اللہ پکا وہابی بے ایمان، مگر اب اسی عقیدے کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ یہ تو آئمہ کے درمیان مختلف فیہ رہا ہے اس بنیاد پر کسی کی تکفیر تو کجا ہم فسق کا حکم بھی نہیں کرتے

فیاللعجب۔ عجیب چیستان مذہب ہے۔

دوسرا حکم: اگر بغض وعناد کی وجہ سے بھی اس عقیدے کا انکار کر دیا جائے تب بھی کوئی فتویٰ نہیں

بریلوی محمود احمد رضوی صاحب لکھتا ہے:

"جس تفصیل سے ہم حضور سید دو عالم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے اور نہ ضروریات مذہب سے بلکہ باب فضائل سے ہے اور جو لوگ حضور اکرم ﷺ سے بغض وعناد کی بناء پر اس تفصیل سے حضور کیلئے علم ما کان وما یکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر وگمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے"۔

(بصیرت، حصہ اول، ص 266، مکتبہ رضوان لاہور)

ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نبی کی فضیلت تو دور کوئی نبی کریم ﷺ کے کسی صحابی کی کسی فضیلت کا انکار بھی نبی سے بغض وعناد کی بنیاد پر کرے ہمارے نزدیک تو وہ بھی بے ایمان ہے اور ایک ان نام نہاد عاشقوں کا عشق بھی ملاحظہ فرمائیں کہ کوئی نبی سے بغض وعناد رکھے تب بھی گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں۔ نبی کے علم وفضائل کا انکار بغض وعناد کی بنیاد پر کرنا کفر صریح ہے۔

حیرت ہے اگر یہ عقیدہ اتنا ہی بے وقعت ہے کہ اگر کوئی تحقیق نہیں بلکہ بغض کی بناء پر اس کا انکار کر دے تب بھی کوئی فتوی نہیں تو آخر اسی موضوع پر بیسیوں کتب لکھ کر جلسوں میں تقریریں کر کے میدان مناظرہ میں گلے پھاڑ کر اپنا تماشہ کیوں بنایا جا رہا ہے؟ اس لیئے کہ بالفرض یہ عقیدہ ثابت بھی ہو جائے تب بھی کوئی نہ مانے تو نہ اس کے ایمان میں کوئی کمی آئے گی نہ اسلام میں۔

پھر بریلویوں کی دریدہ دہنی دیکھیں کہ بقول ان کہ یہ عقیدہ کئی آیات واحادیث سے ثابت ہے اب جو اس کو نہیں مان رہا تو وہ گویا ان آیات کا منکر ہے مگر اس کے باوجود بھی گمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں۔ فیاللعجب۔

حکم نمبر ۳: جمیع ما کان وما یکون کو نہ ماننے والا کفر

بریلوی مناظر اعظم مولانا نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

"پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو علم جمیع اشیاء کا ما کان وما یکون وعلم غیب اضافی بھی تھا اس سے انکار کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کا انکار کرنا ہے جن کے انکار سے کفر لازم آتا ہے"۔

(انوار شریعت، ج 1، ص 468)

حکم نمبر ۴: نبی کو کسی خبر یا کسی ذرے سے لاعلم ماننا ان کی نبوت کا انکار کرنا اور بے دینی ہے

مولانا منظور فیضی بریلوی لکھتا ہے:

"اب جو لوگ حضور ﷺ کو مخلوق کے کسی ذرے سے بے علم اور بے خبر جانتے ہیں وہ فاروق اعظم کے دشمن اور گستاخ ہیں اور نظریہ فاروقی کے منکر ہو کر بے دین ہیں"۔

(نظریات صحابہ، ص 19)

اسی طرح مولانا عمر اچھروی لکھتا ہے:

"اگر کسی نے بالفرض نبی علیہ الصلوۃ والسلام کو کچھ وقت کیلئے معاذ اللہ اس خبر سے بے علم سمجھا تو اس اعتقاد کی بنا پر اتنی دیر تک منکر نبوت رہے گا"۔

(مقیاس حنفیت، ص 299)

اس کا مطلب ہے کہ نواب احمد رضا خان بریلوی اور دیگر بریلوی اکابر جو تکمیل قرآن تک نبی کریم ﷺ کیلئے بہت سے علوم کے قائل نہ تھے وہ سب نبی کریم ﷺ کی نبوت کے منکر بددین تھے۔

حکم نمبر ۵: منکرین علوم خمسہ مرزائی ہیں (معاذ اللہ!)

مولانا عمر اچھروی لکھتا ہے:

"کیا منکرین علوم خمسہ کو ان مقتولین کفار سے بدتر نہ کہا جائے؟ میرے خیال میں یہ کہنا بجا ہوگا زیادتی نہیں"۔ (مقیاس الحنفیت، ص 334)

آگے لکھتا ہے:

"تم نبی ﷺ کے واسطے علوم خمسہ کے قائل ہو گئے فبہا ورنہ فرقہ مرزائیہ میں شامل ہو گئے"۔ (مقیاس الحنفیت ص 335)

اس کا مطلب ہے کہ بقول نواب احمد رضا خان بریلوی علماء و آئمہ اہل سنت جو ان علوم خمسہ کے نبی کریم ﷺ کیلئے قائل نہیں اور آگے جن کے حوالہ جات آرہے ہیں وہ سب معاذ اللہ کفار مکہ سے بدتر اور مرزائی ہیں۔

حکم نمبر ۶: نبی کے علمِ غیب کا منکر، منکرِ قرآن ہے!

مولوی عبدالرسول چشتی لکھتا ہے:

"جو لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب عطائی ماننا بھی کفر ہے وہ منکر قرآن ہے اور اجہل زمانہ ہیں اور دشمن نبی ہیں۔ (الغیب ص 13)

دعوت اسلامی کے امیر جناب الیاس عطاری لکھتے ہیں:

"بہر حال اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو علم غیب سے نوازا ہے اور یقینا علم غیب انبیاء کا انکار قرآن کریم کی متعدد آیات مبارکہ کا انکار ہے"۔

(رسائل عطاریہ، حصہ دوم ص 251)

حکم نمبر ۷: یہ عقیدہ ضروریاتِ دین میں سے ہے

بدعتی مفتی شریف الحق امجدی نے اس عقیدے کو ضروریات دین میں سے شمار کیا ہے اور ظاہری بات ہے کہ ضروریات دین کا انکار کرنا کفر ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

"ایسا شخص وہابی گستاخ رسول ہے کافر و مرتد ہے مسلمان نہیں رسولوں کیلئے علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے اس کا انکار کفر ہے جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے ان کی تنقیص شان کرتا ہے اس سے نہ سلام جائز نہ اس کے اسلام کا جواب دینا جائز"۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 571)

حکم نمبر ۸: علمِ غیب کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ملحد زندیق ہے

بدعتیوں کے مظہر اعلیٰ حضرت مولوی حشمت علی رضوی صاحب کا فتویٰ ہے:

"جو شخص کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب نہیں تھا وہ اللہ عزوجل کو جھٹلا رہا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تکذیب کر رہا ہے لہٰذا بحکم شریعت مطہرہ شخص مذکور فی السوال قطعاً کافر مرتد ملحد منافق زندیق ہے۔ ایسے شخص کو اس کے حالات مذکورہ پر مطلع ہوتے ہوئے نماز میں امام بنانا حرام بلکہ کفر ہے۔ اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا حرام ہے۔ اس کے ساتھ کھانا پینا بیٹھنا حرام ہے۔ اس کے ساتھ بیاہ شادی کے تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔ وہ راستے گلی میں ملے تو اس کو سلام کرنا حرام ہے۔ بیمار پڑے تو اس کو دیکھنے جانا حرام ہے وہ مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر ہونا حرام ہے"۔

(فتاویٰ حشمتیہ ص 395,394)

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"علم غیب کے انکار پر ربانی فتویٰ: حضور علیہ السلام نے منافقوں کو اپنے علم غیب کا کہا تو وہ انکار کر گئے اللہ نے فرمایا تم اے منافقو! کافر ہو گئے"۔

(فتاویٰ اویسیہ ص 160)

دعوت اسلامی کے شیخ الحدیث مولانا منظور فیضی صاحب لکھتے ہیں:

"اب جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ذرہ سے بے علم اور بے خبر جانتے ہیں وہ فاروق اعظم کے دشمن اور گستاخ ہیں اور نظریہ فاروقی کے منکر ہو کر بے دین ہیں"۔

(نظریات صحابہ ص 19)

مزید لکھتے ہیں:

"اب جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی عیب اور کمی کی نسبت کرتے ہیں وہ پکے دین مرتد واجب القتل ہیں"۔

(نظریات صحابہ ص 21)

اس عبارت سے ہمارا استدلال یوں ہے کہ یہاں واجب القتل ہونے کا فتویٰ نبی کی طرف "کمی"

کی نسبت کرنے کی بنیاد پر ہے اور ظاہر ہے کہ جو علم غیب کا منکر ہے وہ بقول آپ کے نبی کی صفت کا منکر ہو کر اس میں کمی کر رہا ہے۔ نیز یہاں تو کمی پر واجب القتل کا فتوی ہے جبکہ علم غیب کا منکر تو آپ کے نزدیک سرے سے نبی کے علم کا ہی منکر ہے معاذ اللہ۔

حکم نمبر ۹: علمِ غیب کا منکر معتزلی سے بدتر و منافق ہے

اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''الغرض صرف انبیا و رسل کیلئے نہیں بلکہ اکابرین امت نے معتزلہ کے نظریہ و عقیدہ کے برعکس اولیا کرام میں بھی علم غیب تسلیم فرمایا ہے۔۔ یہ شرک و کفر کے ستون نہیں بلکہ ایمان و ایقان کے عمود ستون ہیں اور جو انبیا علیہم السلام میں تسلیم نہ کرے وہ معتزلہ سے بھی بدتر ہے اور جو اولیا کرام میں تسلیم نہ کرے وہ سنی نہیں بلکہ معتزلی ہے اور اگر باطن میں معتزلی ہونے کے باوجود بظاہر سنی ہونے کا دعوی کرے تو منافق بھی ہے''۔

(گلشن توحید و رسالت، جلد دوم، ص 366)

قصہ مختصر دعوے سے لیکر حکم تک ہر جگہ تضاد ہی تضاد ہے۔ اس لئے آج کل بدعتی حضرات جو دعوی کرتے ہیں ہم اسے ہی یہاں نقل کرکے اس کی تردید میں کلام کریں گے اس لئے کہ یہ دعوی محدود بین الحدین ہے جب اس کی تردید ہو جائے گی تو عمومی دعوی کی تردید بھی خود بخود ہو جائے گی۔ البتہ اس دعوے پر دیگر متضاد رضاخانی دعاوی کو ضرور پیش کرنا ہے۔

ایک ضروری وضاحت

اہل السنۃ والجماعۃ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے انباء الغیب اور غیوب کی خبروں کے منکر نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ماضی و مستقبل کے بہت سے غیوب کا علم دیا گیا۔ نہ ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے منکر ہیں۔ خود بدعتیوں کے حوالے آگے آرہے ہیں کہ دیوبندی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ ہم بدعتیوں کے خود ساختہ عقیدہ جمیع ما کان و ما یکون کے منکر ہیں۔ اس کے باوجود بدعتی ہمیں علم غیب کا منکر کہہ کر ہم پر فتوے لگا رہے ہیں معلوم ہوا کہ یہ فتاوی جمیع ما کان و ما یکون کے منکرین پر ہیں۔ اس نکتے کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیں بعض شاطر بدعتی یہاں دھوکا دہی سے کام لیں گے۔

اس بحث میں مدعی کون ہے؟

ویسے تو اگر آپ اس بحث میں مدعی بننا چاہیں تب بھی کوئی مسئلہ نہیں لیکن اس بحث میں مدعی بریلوی ہیں کیونکہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ مدعی وہ ہے جو دعوی کو دلیل یا تنبیہ کے ساتھ ثابت کرنے کی ذمہ داری قبول کرلے ہم تو نبی کریم ﷺ کے علم غیب بلکہ جمیع انبیاء علیہم السلام کے علم غیب کے منکر ہیں ثابت تو بریلوی حضرات نے کرنا ہے اسی طرح مدعی کی ایک تعریف یہ بھی ہے کہ من ثبت امرا زائدا چونکہ بریلوی حضرات ایک امر زائد یعنی مخلوق کیلئے بھی علم غیب کا عقیدہ رکھتا ہے اس لئے مدعی وہ ہوں گے۔

اہل بدعت کا اس باب میں دعویٰ

نبی کریم ﷺ کو ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ تک جمیع ما کان و ما یکون ذرے ذرے کا علم غیب تفصیلی حاصل ہے اور یہ علم غیب آپ کو تدریجا ملا جیسے ہی قرآن کی تکمیل ہوئی آپ کے اس علم غیب کلی تفصیلی کی بھی تکمیل ہوگئی۔

نوٹ : دعوی میں جمیع ما کان و ما یکون کی وضاحت بھی کروانی ہے کہ اس سے آپ کی کیا مراد ہے؟

حکم: اس عقیدے کا منکر کافر، یا گمراہ یا فاسق ہے یا جو بھی وہ لکھوائے۔ اگر کافر لکھوائے تو دیگر بریلوی عبارات سے جو تضاد آرہا ہے جس میں اس عقیدے کے منکر کو کافر تو کیا فاسق بھی نہیں کہا جارہا اس کی وضاحت پوچھنی ہے اور اگر یہ لکھوائیے کہ ہم فاسق بھی نہیں مانتے تو دیگر بریلوی اکابر نے جو اس عقیدے کے منکر کو کھلم کھلا کفر و مرزائی مانا ہے اس کی وضاحت پوچھنی ہے نیز جب آپ کے عقیدہ کا منکر فاسق بھی نہیں تو بالفرض یہ عقیدہ ثابت بھی ہو جائے تو اس کا فائدہ؟

ضروری وضاحت: ہم نے یہ عقیدہ وہ لکھا ہے کہ جو آج کل عموما بدعتی حضرات لکھواتے ہیں اس عقیدہ کا ما قبل کے دیگر عقائد سے جو تضاد آرہا ہے اس پر سخت گرفت کرنی ہے نیز بریلوی حضرات کا اس باب میں اصل عقیدہ کلی ذاتی علم کا ہے لہذا اسی کو لکھوانے پر زور دیں۔ نہیں تو ایسا

عقیدہ رکھنے والوں کے متعلق حکم شرعی طلب کریں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

علم غیب خاصہ خداوندی ہے نبی کریم ﷺ کو جتنے علوم یا غیب کی خبریں بطور انباء الغیب، اطلاع الغیب اور اخبار الغیب کے طریقے پر عطا کی گئی ہیں مخلوق میں کسی کو عطا نہ ہوئیں آپ فوق ذی کل علم علیم کے مصداق ہیں مگر نہ تو ان علوم پر علم غیب کا اطلاق درست ہے اور نہ ہی آپ کو ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ ذرے ذرے کا کلی تفصیلی علم عطا کیا گیا جیسا کہ بریلوی مناظر صاحب کا دعوی ہے۔

حکم

علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس لئے فقہاء احناف کے فتاوی کی روشنی میں کسی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ومشرک ہے۔ اسی طرح ہمارے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خان صاحب کا یہ دعویٰ کہ روزِ اول سے روزِ آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے، ایک نرا کفریہ دعویٰ ہے، اس لیے نہیں کہ اس سے اللہ تعالی کے علم کے ساتھ مساوات لازم آتی ہے ...... اور نہ اس لیے کہ آنحضرت ﷺ کے لیے بالاستقلال اور ذاتی طور پر ان مذکورہ اشیاء کا علم ثابت کیا جا رہا ہے...... بلکہ اس لیے یہ نظریہ اور عقیدہ کفریہ ہے کہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ قرآنیہ کا رد یا کم از کم تاویل لازم آتی ہے''۔

(اتمام البرہان ص 27,26)

کتنا دوٹوک اور صاف عقیدہ ہے۔

شرائط:

(۱) چونکہ عقیدہ کا باب ہے اس لئے قرآنی آیت اگر پیش کی جائیں گی تو قطعی الدلالت ہوں اور

Scanned with CamScanner

حدیث ہو تو متواتر۔

(۲) ہم اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع علی الغیب کے منکر نہیں اس طریق پر بیسیوں ماضی وحال کی غیب کی خبریں آپ کو بتائی گئی ہیں۔ لہذا اس کا اثبات موضوع سے خارج ہوگا۔

(۳) صوفیاء کی عبارات وکشف وکرامات سے عقیدہ کا اثبات نہیں ہوتا اس لئے وہ بحث سے خارج ہوں گی۔

(۴) دوران مناظرہ صرف مناظر کو گفتگو کرنے کی اجازت ہوگی یا عند الضرورت صدر مناظر کو اس کے علاوہ جو کوئی بات کرے گا اسے باہر نکال دیا جائیے گا۔

(۵) آخری تقریر مدعی کی ہوگی مگر اس میں وہ کوئی نئی دلیل پیش نہیں کرے گا۔

ان شرائط پر تفصیلی گفتگو ما قبل میں گزر چکی ہے۔

ضروری تنبیہ

ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ حضور ﷺ کے علم یا انباء الغیب اظہار الغیب وغیرہ کا منکر زندیق و ملحد ہے لہذا بدعتی مناظر کوئی ایسی آیت پیش نہیں کرے گا جس میں نبی کریم ﷺ کے علم کا یا اطلاع علی الغیب کا ثبوت ہو اس لئے کہ ثبوت تو بر بنا انکار ہوتا ہے اور یہاں اس کا منکر کوئی نہیں تو تحصیل حاصل وھو باطل۔

فوائد شتّیٰ

فائدہ نمبر ۱

علم غیب کی نسبت رسول اللہ ﷺ کو ناپسند ہے

بریلوی حضرات سے جب اس موضوع پر مناظرہ ہوتا ہے تو عموماً عنوان ہوتا ہے

"نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم غیب"

بریلوی آپ سے کہے گا کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر گفتگو ہوگی کہ آپ کو کتنا علم غیب ملا وغیرہ وغیرہ۔ اس موقع پر آپ اس سے کہیں کہ بندہ خدا تو بار بار نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب کا لفظ استعمال کر رہا ہے اس کو ان کی ذات مقدس کی طرف منسوب کر رہا ہے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے اس نسبت کو اپنے لئے ناپسند فرمایا ہے چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب اشعۃ اللمعات کے حوالے سے لکھتا ہے:

"شارحین نے کہا ہے کہ حضور علیہ السلام کا اس کو منع فرمانا اس لئے ہے کہ اس میں علم غیب کی نسبت حضور کی طرف ہے لہذا آپ کو ناپسند آئی"۔

(جاء الحق ص 129)

تو جس نسبت کو حضور ﷺ ناپسند فرمائیں تم اسی نسبت کو ثابت کرنے کیلئے آج مناظرہ کر رہے ہو؟ یہ کیسا عشق ہے؟ عاشق کا تو کام ہی محبوب کی پسند ناپسند کو دیکھنا ہے اس لئے یا تو حضور ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنے سے باز آجاؤ یا برملا اس بات کا اظہار کیجئے کہ بھلے حضور ﷺ کو یہ نسبت ناپسند ہو مگر ہم اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف پھر بھی کریں گے۔ یہ بڑا ہی مجرب اصول ہے موقع محل کو دیکھ کر استعمال کریں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا عوام پر بھی اچھا اثر پڑتا ہے۔

فائدہ نمبر ۲

علم غیب کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنے والے کا انجام

جب نبی کریم ﷺ نے علم غیب کی نسبت اپنی طرف کرنے کو مکروہ جانا ناپسند فرمایا اور تم اسی کو نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہو تو اپنا انجام بھی دیکھ لو قرآن پاک میں اللہ رب العزت ارشاد

فرماتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَ رَسُوْلَهُ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَاباً مُّهِيناً.

(سورۃ الاحزاب۔آیت 57)

عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ مَعْنَاهُ اِنَّ الَّذِيْنَ مَايَرْ تَكِبُوْنَ مَايَكْرَهُ اللهُ وَرَسُوْلُه.

(تفسیر مظہری، ج 5،ص 559)

جمہور کے نزدیک اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کاموں کا ارتکاب کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناپسند ہیں۔

تو تم نبی کریم ﷺ کی طرف اس چیز کی نسبت (علم غیب) کی کر رہے ہو جسے اللہ کے رسول ﷺ ناپسند فرما رہے ہیں تو تم کیوں نہ اس آیت کے مصداق ہوئے؟

فائدہ نمبر ۳

نواب احمد رضا خان کا حوالہ ماقبل میں گزر چکا کہ علم کی اضافت جب غیب کی طرف ہو تو اس سے مراد "علم ذاتی" ہوتا ہے اور احمد رضا خان خالص الاعتقاد میں لکھتا ہے کہ جو مخلوق کیلئے ایک ذرہ علم ذاتی مانے وہ کافر ہے بریلوی مناظر نے بھی اس کو تسلیم کیا تو اب بریلوی مناظر بار بار اپنی تقریر میں یہ کہے گا اور دیگر بریلویوں کو بھی آپ نے کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ:

(۱) نبی کا علم غیب

(۲) نبی غیب کے علم کو جانتے ہیں۔ وغیرہما

تو آپ فوراً اس کو پکڑیں کہ تو اپنے ہی فتوے سے کافر ہوگیا اس لئے کہ اول میں علم غیب میں اضافت ہے اور ثانی میں "کے" کا لفظ برائے اضافت ہے جو متلزم علم ذاتی ہے۔ اسی طرح مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب میں الیواقیت والجواہر کے حوالے سے لکھتے ہیں:

للمجتهدين القدم الراسخ في علوم الغيب.

(خالص الاعتقاد،ص 13)

یہاں بھی علوم کی اضافت غیب کی طرف ہے بریلوی مولوی جواب دے کہ یہ فتوی کہاں جا کر لگ رہا ہے؟؟

فائدہ نمبر ۴

آپ بدعتی مناظر سے پوچھیں کہ غیب کا علم صرف نبی کریم ﷺ کو ملا یا دیگر تمام انبیاء کو بھی یا بعض انبیاء کو؟ جواب اثبات ہی میں ہوگا مگر بطور ضرورت چند حوالے بھی یاد رکھ لیں:

(۱) عیسی علیہ السلام کو امور غیبیہ پیدائشی حاصل تھے جیسے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو ہوتے ہیں۔ (مقیاس الحنفیت، ص 326)

(۲) چنانچہ رب العزت نے ابراہیم کے متعلق علم غیب ہونے کی شہادت دی۔ (مقیاس الحنفیت، ص 329)

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالی کے اس فرمان مذکورہ بالا کی تصدیق کرتے ہوئے دعوی فرمایا کہ مجھے علم غیب ہے۔ (مقیاس حنفیت، ص 331)

(۴) مولانا احمد رضا خان لکھتا ہے:

نبوت کے معنی ہی یہ ہیں کہ علم غیب جاننا۔ (خالص الاعتقاد، ص 14)

سوالات

(۱) اب سوال یہ ہے کہ یہ علم غیب تمام انبیاء کو ہے یا بعض کو؟ دونوں صورتوں میں دلیل کیا ہے؟

(۲) انبیاء کو یہ علم غیب کب ملا؟

(۳) بقول مولوی عمر اچھروی یہ علم غیب پیدائشی تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اگر تمام کو پیدائشی حاصل ہے تو حضور ﷺ کا استثنا کس دلیل سے کہ تدریجا علم غیب حاصل ہوا کیا حضور معاذ اللہ تکمیل قرآن تک نبی نہ تھے؟

(۴) نیز تمام انبیاء کو پیدائشی علم غیب حاصل ہے اس کی دلیل؟

(۵) تمام انبیاء کو جو یہ علم غیب ملا یہ کلی علم تھا بعض تھا یا نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی طرح اللہ کا علم غیب ان انبیاء علیہم السلام کے قبضہ قدرت میں بھی دے دیا گیا تھا؟

(۷) اس پر دلیل کے تمام انبیاء کو اتنا علم غیب ملا؟

(۸) اگر کل علم غیب نہیں ملا تو کتنا نہیں ملا؟ اس پر دلیل؟

فائدہ نمبر ۵

اولیاء اللہ کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں اور اس پر سوالات

جس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کیلئے علم غیب مانتے ہیں اور اس کے متعلق ان کے دعوے کی تنقیح کروانی ہے اسی طرح یہ لوگ اولیاء اللہ کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں۔ چنانچہ مولانا احمد رضا خان بریلوی کا فرمان ہے:

''ایک بزرگ فرماتے ہیں وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصیدہ غوثیہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا   کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ التِّصَال

اور یہ دیکھنا کسی خاص وقت کے ساتھ خاص نہ تھا بلکہ علی الاتصال یہ ہی حکم ہے..... میری آنکھ کی پتلی لوح محفوظ میں لگی ہے.....لوح محفوظ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے..... ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے ... تو جب لوح محفوظ یہ کہ اس میں تمام کائنات روز اول سے روز آخر تک محفوظ ہیں تو جس کو اس کا علم ہو بے شک اسے ساری کائنات کا علم ہوگا''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص 31)

(۲) مولانا عبد الحامد بدایونی لکھتا ہے:

''علم غیب بالعرض وہی جو اللہ کے اعلام اور سکھانے سے حاصل ہو یہی علم انبیاء کرام کا ہے اور بعض خواص اولیاء اللہ کو حضور پاک کے فیض وعطا سے حاصل ہوا''۔

(تصحیح العقائد ص 41)

اس کے علاوہ ان کا یہ عقیدہ اس موضوع پر لکھی جانے والی ہر کتاب میں مل جائے گا۔

سوالات

(۱) اب سوال یہ ہے کہ اولیاء کرام کو کتنا علم غیب دیا گیا؟

(۲) جتنا بھی دیا گیا اس پر قرآن و حدیث سے دلیل؟

(۳) عبد الحامد بدایونی کہتا ہے کہ یہ علم غیب خاص اولیاء اللہ کو دیا گیا وہ خاص اولیاء اللہ کون کون سے ہیں؟

(۴) جن کو نہیں دیا گیا وہ کون کون سے اولیاء اللہ ہیں۔

(۵) اس کی دلیل کیا ہے کہ خاص کو دیا گیا باقیوں کو نہیں دیا گیا؟

(۶) اولیاء اللہ کو یہ علم غیب کب دیا گیا؟

(۷) جو بھی وقت متعین کریں اس پر دلیل؟

(۸) مولانا احمد رضا خان نے لکھا:

"وہ مرد نہیں جو ساری دنیا کو مثل ہتھیلی نہ دیکھے اور خود ملفوظات میں لکھا کہ حضور ﷺ کو پلنگ کے نیچے کتے کے پلے کا علم نہیں تھا۔"

(ملفوظات ج 3 ص 318)

نیز مناظر صاحب خدا کی قسم آپ کیا آپ کے پیر و مرشد بھی ساری دنیا کو مثل ہتھیلی نہیں دیکھ رہے تو جواب دیں کہ اعلیٰ حضرت کا فتوی کہاں کہاں لگ رہا ہے؟

فائدہ نمبر ۶

شیطان کیلئے علم غیب

بریلوی صرف انبیاء و اولیاء اللہ تعالی امتیوں ہی علم غیب نہیں مانتے بلکہ شیطان کیلئے بھی ان کا علم غیب کا دعوی ہے، بریلوی حکیم الامت لکھتا ہے:

"شیطان قیامت تک کا علم رکھتا ہے اللہ تعالی نے ابلیس کو علم غیب بخشا ہے اس نے قیامت کے انسانوں کے متعلق کہالا تجد اکثرھم شاکرین اور بالکل سچ کہا واقعی تھوڑے انسان شاکر ہیں"۔

(تفسیر نعیمی، ج8،ص336)

ایک اور کتاب میں لکھتا ہے:

"رب نے شیطان کو بھی علم غیب دیا"

(نور العرفان،ص751)

اب شیطان کے متعلق یہاں بھی تمام سوالات ہوں گے جو ما قبل میں گزر چکے ہیں اس لئے مناظرہ صرف حضور ﷺ کے علم غیب پر نہیں ہوگا کیونکہ اس پر مسئلہ حل ہو جانے کے بعد دیگر کے متعلق نزاع تو رہے گا اس پر اختلاف برقرار رہے گا لہذا مناظرہ صرف حضور ﷺ کے علم غیب پر نہیں بلکہ انبیاء اولیاء امتیوں اور شیاطین کے علم غیب پر بھی ہوگا۔

فائدہ نمبر ۷

بریلوی حضرات "قلم" اور "حجر اسود" کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں چنانچہ فیض احمد اویسی نے اپنی کتاب میں عنوان باندھا:

"قلم کا علم غیب"۔(غایۃ المامول،ص255)

"حجر اسود کا علم غیب"۔(غایۃ المامول،ص257)

اب یہاں بھی وہی سب سوال ہوں گے کہ کب کہاں کتنا علم غیب ملا وغیرہ وغیرہ۔

فائدہ نمبر ۸

مولانا احمد رضا خان بریلوی لکھتا ہے:

"کوئی عاقل بلکہ نیم پاگل بھی ایسی بات کو جو ہر انسان ہر بھنگی چمار بلکہ ہر جانور بلکہ ہر کافر مرتد میں موجود ہو محل مدح میں ذکر نہ کرے گا نہ اس میں اپنے لئے فضل و شرف جانے گا"۔

(السوء العقاب،ص10)

تو سوال یہ ہے کہ بقول بدعتیوں کے علم غیب ہر نبی ہر ولی ہر انسان ہر جانور قلم پتھر بلکہ شیطان کو بھی حاصل ہے تو اسے نبی کریم ﷺ کیلئے ثابت کرنا اور اس میں آپ ﷺ کی مدح جاننا کیا رضاخانیوں کا درپردہ اپنے پاگل ہونے کا اقرار کرنا نہیں؟

فائدہ نمبر ۹

دنیا میں بہت سے گندے علوم بھی ہیں مثلاً جادو ٹونا، فلم سازی، مسمریزم لمبی چوڑی فہرست ہے جو ہرگز نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق نہیں بریلویوں کا جو عقیدہ علم غیب ہے اس صورت میں ان تمام گندے علوم کو نبی کریم ﷺ کیلئے ماننا پڑے گا بریلوی اس کے جواب میں کہتے ہیں نفس علم کسی چیز کا برا نہیں اب مخالفین کا وہ سوال اٹھ گیا کہ حضور علیہ السلام کو بری چیزوں چوری زنا جادو و اشعار کا علم نہیں تھا...... جادو کا سیکھنا فرض ہے۔ (جاء الحق ص 49,48)

مگر فریق مخالف کا یہ مغالطہ کسی بھی طور قابل التفات نہیں اس لئے کہ جب خود نبی کریم ﷺ نے غیر نافع علوم سے پناہ مانگی جیسا کہ حدیث نمبر 13 میں آپ تفصیل پڑھ لیں گے تو معلوم ہوا کہ دنیا میں ایسے کچھ علوم ضرور ہیں جو نافع نہیں اور انہی کے حصول سے نبی کریم ﷺ سے پناہ مانگی ورنہ معدوم سے پناہ مانگنے کا کیا مطلب؟

ہم مزید کچھ ایسے علوم کی نشاندہی کرتے ہیں جو شریعت میں مذموم اور قبیح ہیں اور ہر لحاظ سے غیر نافع اور غیر مفید ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا

مَنِ اقْتَبَسَ عِلْماً مِّنَ النُّجُوْمِ اِقْتَبَسَ شُعْبَةً مِّنَ السِّحْرِ زَادَ مَازَادَ

(ابن ماجہ)

جس نے نجوم کا علم حاصل کیا تو اس نے جادو کا ایک شعبہ حاصل کیا جتنا بھی زیادہ کیا زیادہ کیا۔

حضرت شاہ عبدالغنی مجددی الحنفیؒ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

وَ اَدْخَلَ صَاحِبُ الدُّرِّ فِی الْعِلْمِ الْحَرَامِ عِلْمَ الْفَلَاسِفَةِ وَالشُّعْبَدَةِ وَالتَّنْجِيْمِ وَالرَّمْلِ وَ عُلُوْمَ الطَّبَّاعِيْنَ وَالسحر وَالْكِهَانَةِ(انجاح

الحاجہ)

صاحب در نے حرام علم میں علم فلسفہ شعبدہ نجوم رمل علم طبعیات جادو اور کہانت سب کو شامل کیا ہے۔

علامہ خطابی فرماتے ہیں:

عِلْمُ النُّجُوْمِ الْمَنْهِيُّ عَنْهُ هُوَ مَا يَدُلُّ عَلَيْهِ اَهْلُ التَّنْجِيْمِ مِنْ عِلْمِ الْكَوَائِنِ وَالْحَوَادِثِ الَّتِيْ لَمْ تَقَعْ كَمَجِيْ ئِ الْاَمْطَارِ وَ تَغَيُّرِ الْاَسْعَارِ وَاَمَّا مَا يَعْلَمُ بِهٖ اَوْقَاتُ الصَّلٰوةِ وَجِهَةُ الْقِبْلَةِ فَغَيْرُ دَاخِلٍ فِيْمَا نُهِيَ عَنْهُ

(معالم السنن.ج 4 ص 229)

جس علم نجوم کی ممانعت آئی ہے وہ وہ علم ہے جس سے اہل نجوم واقعات اور حادثات کی قبل از وقوع اطلاع دیتے ہیں جیسے بارش کا ہونا اور اشیاء کے نرخ کی خبر وغیرہ اور علم نجوم کا وہ شعبہ جس سے اوقات نماز اور جہت قبلہ کا تعیین ہوتا ہے وہ ممنوع علم نجوم میں داخل نہیں۔

علامہ برہان الدین فرماتے ہیں:

وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَتَعَلُّمُ عِلْمِ النُّجُوْمِ لِمَعْرِفَةِ الْقِبْلَةِ وَاَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ لَا بَاْسَ بِهٖ وَالزِّيَادَةُ حَرَامٌ

(مجمع الانہر. ج 2 ص 527. المحیط البرہانی. ج 5 ص 402 کتاب الاستحسان والکراہیۃ)

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

واما تعلمہ (ای السحر) و تعلیمہ فحرام

(شرح مسلم.ج 2 ص 156)

جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

واما تعلیمہ و تعلمہ ففیہ ثلاثۃ اقوال الاول الصحیح الذی قطع بہ الجمہور انہما حرامان والثانی انہما مکروہان والثالث انہما مباحان

(شرح فقہ الاکبر ص 343)

جادو کی تعلیم و تعلم میں اختلاف ہے پہلا قول جس پر جمہور علماء اسلام قطعی متفق ہیں اور یہی صحیح ہے کہ جادو کا سیکھنا اور سکھانا دونوں حرام ہیں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مکروہ ہیں اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہ دونوں مباح ہیں۔

امام غزالی غیر شرعی علوم کی دو قسمیں کرتے ہیں ایک وہ جس پر کوئی اچھا اور مفید نتیجہ مرتب ہو اور لکھتے ہیں کہ وہ علم مقبول اور محمود ہوگا اور دوسری قسم وہ ہے جو اس کے خلاف ہو پھر آگے علم مذموم کی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما المذموم منه فعلم السحر و الطلسمات وعلم الشعبذة والتلبیسات (احیاء علوم الدین ج1ص16)

بہر حال مذموم علوم میں سے جادو اور طلسمات اور تلبیس و خداع کے علم بھی ہیں۔

غرض اس مختصر تفصیل سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ علم نجوم رمل کہانت طلسم شعبدہ بازی مذموم علوم ہیں اور جادو وغیرہ تو جمہور کے نزدیک اس کا سیکھنا سکھانا ہی حرام ہے۔ تعجب ہے مفتی احمد یار گجراتی پر جو مرجوح اقوال پیش کر کے جادو کے سیکھنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ آخر میں ہم خود بریلوی حضرات کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی کا حوالہ پیش کر دیتے ہیں جو علم سیمیاء کے بارے میں لکھتے ہیں:

"نہایت ناپاک علم ہے"۔ (ملفوظات حصہ دوم ص 180)

لیجئے! اب تو مان لو کہ اس دنیا میں ایسے علوم بھی ہیں جو ناپاک بلکہ نہایت ناپاک ہیں افسوس رضاخانی حضرات پر جو ایسے گندے اور ناپاک علوم پاک ہستی کی طرف منسوب کرتے ہیں جن کے بارے میں خود اللہ ارشاد فرماتا ہے:

وما علمناه الشعر وما ینبغی له کہ نہ تو ہم نے ان کو علم شعر عطا کیا ہے اور نہ وہ آپ کی شان رفیع کے مناسب ہے۔ مگر اہل بدعت کا مذہب ہی نرالا ہے جن کے نزدیک تمام گندے اور غلیظ علوم نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کرنا عین ایمان و عشق ہے۔ والعیاذ باللہ۔

فائدہ نمبر ۱۰

ما اور کلّ کی بحث

بریلوی حضرات ایسی آیات و حدیث اپنے دعوے میں پیش کرتے ہیں جن میں "ما" یا "کل" کا لفظ ہوتا اور اس ما اور کل کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ علی الاطلاق عموم کیلئے آتے ہیں اس میں کسی قسم کی تخصیص نہیں ہوسکتی لہذا نبی کریم ﷺ کو کلی علم غیب حاصل ہے۔

حالانکہ یہ اصول درست نہیں کہ ما اور کل عموم کیلئے آتے ہیں اس لئے کہ اگر چہ لفظ "کل" اپنے لغوی مفہوم کے لحاظ سے عام ہے لیکن استعمال کے لحاظ سے کل اور بعض عموم و خصوص دونوں کیلئے برابر آتا ہے اور اگر وہ عموم اور استغراق حقیقی کیلئے آتا ہے تب بھی موقع و محل اور داخلی و خارجی قرائن کا محتاج ہوتا ہے اور اگر کہیں استغراق عرفی اور اضافی اور بعضیت کیلئے مستعمل ہوتا ہے تب بھی قرینہ سے مستغنی نہیں ہوسکتا چند دلائل ہدیہ قارئین کئے جاتے ہیں:

(۱) اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک خاص موقع پر ارشاد فرمایا:

ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا (سورہ بقرہ، آیت 260)

پھر ان کو فتہ چڑیوں کی ایک ایک جز پہاڑ پر رکھ دیں۔

یہ ظاہر امر ہے کہ علی کل جبل کے ارشاد سے تمام روئے زمین کے چھوٹے بڑے قریب بعید کے سب پہاڑ تو مراد نہیں تھے اور نہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہمالیہ اور نانگا پربت وغیرہ کی چوٹیوں پر کوفتہ چڑیوں کی بوٹیاں بلکہ قیمہ رکھنے کے مکلف ٹھہرائے گئے تھے یہاں علی کل جبل سے یقیناً بعض پہاڑ مراد ہیں جو بالکل قریب ہوں گے۔

(۲) ارشاد باری تعالی ہے کہ:

فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ

(سورہ انعام آیت 44)

تو ہم نے ان پر ہر قسم کے دروزے کھول دئے

یہ قطعی اور حتمی امر ہے کہ ان پر بعض ظاہری نعمتوں کے دروازے کھولے گئے ہوں گے نہ کہ نبوت

ورسالت اور مقبولیت وولایت اور رضاوغیرہ۔

(۳) حضرت ہود علیہ السلام کی مجرم قوم پر اللہ تعالی باد صرصر اور تند و تیز ہوا کے طوفانی جھونکے بھیجے تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ یعنی ہر چیز کو ہلاک کرنے والے تھے اور یہ بالکل عیاں ہے کہ زمین و آسمان وغیرہ وغیرہ بے شمار اشیاء کے علاوہ حضرت ہود علیہ السلام اوران کے مومن ساتھی ہرگز تباہ نہ ہوئے تھے یہاں بھی لفظ کل سے سب اشیاء مراد نہیں بعض ہیں۔

(۴) تورات کے بارے میں اللہ تعالی کا ارشاد ہے تفصیلا لکل شیء کہ اس میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی مگر یہ بات بالکل آشکارا ہے کہ نہ تو واقعتہ تورات میں ہر چیز کی تفصیل موجود تھی کہ زمین کا ایک ایک ذرہ اس میں درج ہوتا اور نہ تو علوم و معارف کے لحاظ سے وہ سب احکامات تورات میں درج تھے جو قرآن کریم اور جناب نبی کریم ﷺ کی جامع اور مکمل شریعت میں موجود ہیں ورنہ قرآن کریم اور شرع محمدی ﷺ کی تورات پر فوقیت اور مزیت ہی کیا ہوگی؟ مندرجہ ذیل آیات بھی اسی قبیل سے ہیں:

وَ أُوتِينَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اور ہمیں ہر چیز دی گئی۔(النمل آیت 16)

وَ آتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا اور ہم نے ان کو ہر قسم کا سامان دیا تھا۔(کہف .84)

آگے چلئے علامہ مجدالدین فیروز آبادی لکھتے ہیں:

وَ قَدْ جَآئَ بِمَعْنَى بَعْضٍ ضِدٌّ ''۔(القاموس ص 1065)

لفظ کل کبھی بعض کیلئے بھی آتا ہے اور یہ اضداد میں ہے۔

ملا جیون لکھتے ہیں:

وَ كَلِمَةُ كُلِّ يَحْتَمِلُ الْخُصُوصَ۔ (نورالانوار ص 81)

اور کلمہ کل خصوص کا احتمال رکھتا ہے۔

علامہ زبیدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ قَدْ جَائَ إِسْتِعْمَالُهُ بِمَعْنَى بَعْضٍ وَ عَلَيْهِ حُمِلَ قَوْلُ عُثْمَانَ حِيْنَ دُخِلَ عَلَيْهِ فَقِيْلَ لَهُ أَبِأَمْرِكَ هَذَا ؟ فَقَالَ كُلُّ ذَالِكَ أَيْ بَعْضُهُ عَنْ أَمْرِيْ وَ بَعْضُهُ

بِغَيْرِ أَمْرِيْ ... قَالَ شَيْخُنَا وَ جَعَلُوْا مِنْهُ أَيْضاً قَوْلُهُ تَعَالٰى فَكُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَ أُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ

(تاج العروس، ج30،ص339)

اور اسی پر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ قول محمول ہے کہ کیا یہ سب کچھ آپ کے حکم سے ہوا؟ تو انہوں نے فرمایا ہاں سب کچھ میرے حکم سے ہوا حالانکہ اس مقام پر کل سے مراد بعض ہے یعنی بعض میرے حکم سے اور بعض میرے حکم کے بغیر ہوا...... ہمارے شیخ نے فرمایا کہ آئمہ لغت نے فکلی من کل الثمرات میں اور اسی طرح واوتیت کل شیء میں لفظ کل کو بعض ہی کیلئے کہا ہے

بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''جیسے کل بمعنی بعض بھی بولا جاتا ہے''۔

(تفسیر نور العرفان،ص 846،سورۃ زخرف آیت 58)

اسی طرح ''ما'' بھی عموم کیلئے آتا ہے:

وَمَا وَمَنْ يَحْتَمِلَانِ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوْصَ وَ اَصْلُهُمَا الْعُمُوْمُ

(نور الانوار،ص79)

ما اور من عموم اور خصوص دونوں کا احتمال رکھتے ہیں ۔ اگرچہ اصل ان دونوں کا عموم ہے۔

علامہ شریف جرجانی حنفی رحمہ اللہ من و ما موصولات وغیرہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

قُلْنَا اَلْمَوْصُوْلَاتُ لَمْ تُوْضَعْ لِلْعُمُوْمِ بَلْ هِيَ لِلْجِنْسِ تَحْتَمِلُ الْعُمُوْمَ وَالْخُصُوْصَ

(شرح المواقف،ج8،ص364)

ہم کہتے ہیں کہ موصولات عموم کیلئے وضع ہی نہیں کئے گئے بلکہ یہ جنس کیلئے وضع کئے گئے ہیں جو عموم اور خصوص دونوں کا برابر احتمال رکھتے ہیں۔

پس جن آیات جن احادیث یا علماء کے جن اقوال میں کل یا ما کے الفاظ ملتے ہیں ان سے ہرگز جمیع ما کان و ما یکون مراد نہیں ہوں گے مزید تفصیل اپنے اپنے مقام پر آجائے گی ان شاء اللہ۔

فائدہ نمبر ۱۱

بریلوی حضرات کا ایک اصولی اور بنیادی مغالطہ ہے کہ اس قسم کی جملہ روایات میں جہاں بھی یہ آتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے بعض اشیاء کے بارے میں سوال کیا تو اس سے آپ کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی بلکہ جانتے ہوئے بھی آپ بعض مصالح کی بناء پر ایسے سوالات کرلیا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تھا

وما تلك بيمينك يا موسىٰ اے موسیٰ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟

ظاہر بات ہے کہ اس سے یہ تو قطعاً ثابت نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ کو علم نہیں تھا وعلیٰ ہذا القیاس آنحضرت ﷺ کے سوالات کا بھی یہی حال سمجھو مگر فریق مخالف کا یہ مزعوم خیال بھی سراسر باطل اور مردود ہے۔ **اولاً** اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے علیم بذات الصدور اور بکل شیءٍ علیم ہونے کے بارے میں کسی کو شک وشبہ ہی نہیں اس لئے جناب باری تعالیٰ عزوجل کا سوال ضرور کسی حکمت اور مصلحت پر ہی مبنی ہوگا بخلاف حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور حضرات اولیاء عظام رحمۃ اللہ علیہم وغیرہ مخلوق کا سوال۔

کیونکہ جب وہ عالم الغیب نہیں تو اصل اور قاعدہ یہی ہے کہ ان کو وہ چیز معلوم نہیں الا یہ کہ کوئی قطعی اور محکم دلیل اس کے خلاف موجود ہو کہ یہ سوال کسی مصلحت کے پیش نظر تھا تو اس صورت میں ان کے سوال کو کسی خاص مصلحت اور حکمت پر محمول کیا جائے گا۔ غرض مخلوق کا خالق پر اور حادث کا قدیم پر اور غیر عالم الغیب ہستیوں کا بکل شیءٍ علیم پر قیاس کرنا جن کا علم بقول حضرت خضر علیہ السلام دریا کا قطرہ ہو کتنا صریح ظلم ہے۔

پھر خود ایسی روایات ملتی ہیں کہ جن میں نبی کریم ﷺ نے سوال کیا اور جب آپ ﷺ کو اس کا جواب دیا گیا تب آپ اصل صورتحال سے واقف ہوئے چنانچہ حضرت یزید بن ثابتؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک دفعہ چند حضرات صحابہ کرامؓ کی معیت میں باہر نکلے تو:

فَرَاٰی قَبْرًا جَدِیْدًا فَقَالَ مَا ھٰذَا قَالُوْا ھٰذِہٖ مَوْلَاۃُ بَنِیْ فُلَانٍ فَعَرَ فَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الحدیث

(صحیح ابن حبان، ج 7،ص 356،المعجم الکبیر، ج 22،ص 239رقم 627،مسند احمد بن حنبل، ج 32،ص 201، رقم 19452،سنن نسائی)

آپ نے ایک نئی قبر دیکھی آپ نے صحابہؓ سے سوال کیا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ تو صحابہؓ نے جواب دیا کہ یہ فلاں خاندان کی لونڈی کی قبر ہے ان کے بتلانے پر آپ نے اس کو پہچان لیا۔ کیا فریق مخالف یہ بتا سکتا ہے کہ اللہ تعالی نے فلاں چیز کے متعلق سوال کیا اور مجیب کے جواب کے بعد فعوذ اللہ تعالی وارد ہوا ہے کہ اللہ نے اس کو پہچان لیا اگر فریق مخالف میں ہمت ہے تو ایک ہی صحیح حدیث اس مضمون میں پیش کر دے۔

فائدہ نمبر ۱۲

نبی کا معنی

بریلوی حضرات کہتے ہیں کہ علماء لغت نے "نبی" کے معنی ہیں غیب کی خبر بتانے والے کیا ہے تو نبی کریم ﷺ کو علم غیب کیوں نہیں؟ تو اس کا جواب ہے کہ یہ بھی دھوکا ہے ہم ما قبل میں تفصیل نقل کر چکے ہیں کہ غیب کی خبر دینا علم غیب نہیں ہوتا نہ محض خبر دینے سے کوئی غیب کی ہر ہر بات کو جان لیتا ہے ثانیا یہ کہنا کہ نبی کے معنی ہی غیب کی خبر دینا ہے یہ بھی دھوکا۔ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

النَّبِیُّ بِغَیْرِ ھَمْزٍ فَقَدْ قَالَ النَّحْوِیُّوْنَ اَصْلُہُ الْھَمْزُ فَتُرِکَ ھَمْزُہٗ وَاسْتَدَلُّوْا بِقَوْلِھِمْ مُسَیْلِمَۃُ نُبِیُّ سَوْءٍ وَقَالَ بَعْضُ الْعُلَمَاءِ ھُوَ مِنَ النُّبُوَّۃِ اَیِ الرِّفْعَۃُ وَسُمِّیَ نَبِیًّا لِرِفْعَۃِ مَحَلِّہٖ عَنْ سَائِرِ النَّاسِ الْمَدْلُوْلِ عَلَیْہِ بِقَوْلِہٖ وَرَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا فَالنَّبِیُّ بِغَیْرِ الْھَمْزِ اَبْلَغُ مِنَ النَّبِیْءِ بِالْھَمْزِ لِاَنَّہٗ لَیْسَ کُلُّ مُنَبَّاٍ رَفِیْعَ الْقَدْرِ وَالْمَحَلِّ وَلِذَالِکَ قَالَ علیہ الصلوۃ والسلام لِمَنْ قَالَ یَا نَبِیْءَ اللہِ فَقَالَ لَسْتُ بِنَبِیْءِ اللہِ وَلٰکِنْ نَبِیُّ اللہِ لَمَّا رَاٰی اَنَّ الرَّجُلَ خَاطَبَہٗ بِالْھَمْزِ لِیَغُضَّ مِنْہُ وَالنُّبُوَّۃُ وَالنَّبَاوَۃُ الْاِرْتِفَاعُ

(المفردات القرآن.365)

"النبی بدون ہمزہ کے متعلق بعض علماء نحو کہ یہ اصل میں مہموز ہے لیکن اس میں ہمزہ متروک ہو چکا ہے اور اس پر وہ مسیلمۃ نبی سوء کے محاورے سے استدلال کرتے ہیں مگر بعض علماء نے کہا کہ نبوۃ بمعنی رفعت سے مشتق ہے اور نبی کو نبی اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ لوگوں کے اندر معزز اور بلند اقدار کا حامل ہوتا ہے جیسا کہ آیت کریمہ: ورفعنه مكانا عليا (اور ہم نے ان کو بلند درجات سے نوازا) کے مفہوم سے سمجھا جاتا ہے پس معلوم ہوا کہ نبی بدون ہمزہ (مہموز) سے ابلغ ہے کیونکہ ہر منبأ لوگوں میں بلند قدر اور صاحب مرتبہ نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ ایک شخص نے جب آنحضرت ﷺ کو از راہ بغض یا نبئ اللہ کہہ کر پکارا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نبی ء اللہ نہیں ہوں بلکہ نبی اللہ ہوں۔ النبوۃ والنباوۃ کے معنی بلندی کے ہیں"۔

پھر اگر نبی کا معنی بقول بریلویوں کے یہی لیا جائے جو کسی نہ کسی غیب کی خبر دیتے ہیں تو اس اصول پر تو معاذ اللہ ٹڈی، مینڈک، جوں، کتے، سؤر کو بھی استغفر اللہ "نبی" ماننا پڑے گا کیونکہ مولانا احمد رضا خان بریلوی:

"کیا مرزا ایسی ہی رسالت پر فخر رکھتا ہے جیسے ٹیری اور مینڈک، اور جوں اور کتے اور سوئر سب کو شامل مانے گا ہر جانور بلکہ ہر حجر و شجر بہت علوم سے خبر دار ہے اور ایک دوسرے کو خبر دینا بھی صحاح احادیث سے ثابت"۔

(السوء العقاب ص 11)

مولانا احمد رضا خان مرزا قادیانی کا رد کرتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ مرزا تو خود کو نبی اس لئے کہتے ہیں کہ نبی کا معنی کچھ غیب کی خبر دینا ہے تو اس طرح تو سور کتا حجر و شجر بھی کچھ نہ کچھ خبر رکھتے ہیں کیا ہم انہیں بھی نبی مان لیں۔ غور فرمائیں بریلوی کس کی وکالت کر رہے ہیں۔

فائدہ نمبر ۱۳

مبداء کا صدق مشتق کے صدق کی علت ہوتا ہے

مبداء کا صدق مشتق کے صدق کی علت ہوتا ہے جیسا کہ عدل کا صدق عادل ہونے کو چاہتا ہے اور ظلم کا صدق ظالم ہونے کو چاہتا ہے اسی طرح اگر نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے تو عالم الغیب بھی ہوئے مگر رضا خانی بریلوی نبی کریم ﷺ کو عالم الغیب نہیں مانتے اور اس کی وجہ بتاتے ہیں:

مولانا اختر رضا خان از ہری بریلوی لکھتے ہیں:

”رہا آپ کا ہماری نسبت یہ کہنا کہ حضور عالم الغیب ہیں بالکل افتراء ہے عالم غیب مثل رحمن و قیوم و قدوس وغیرہ اسماء خاصہ ذات باری تعالیٰ میں سے ہے اس کا اطلاق غیر خدا کیلئے ہم اہل سنت کے نزدیک حرام و ناجائز ہے“۔

(انوار رضا ص 134)

”مصنف (احمد رضا خان) کی تحقیق میں عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز و جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے“۔

(فہارس فتاوی رضویہ ص 856)

بریلوی ارشد القادری صاحب لکھتے ہیں:

”صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جو لوگ انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی عالم غیب کے اطلاق کو خدا کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں اور پھر غیر خدا پر اس لفظ کا اطلاق حرام قرار دیتے ہیں لیکن آپ نے مذکورہ بالا عبارت میں نہ صرف یہ کہ بے قید علم غیب کا عقیدہ جملہ مخلوقات کے حق میں تسلیم کر لیا ہے بلکہ لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی خصوصیت بھی خدا کے ساتھ باقی نہیں رہنے دی“۔

(زلزلہ ص 196, 197)

سوال یہ ہے کہ عالم الغیب کا اطلاق مخلوق پر اس لئے جائز نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہوتا ہے تو علم غیب بھی تو رب العزت کی خصوصیات میں سے ہے اس کا اطلاق مخلوق کیلئے کیوں جائز؟

ما قبل میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کا حوالہ گزر چکا کہ وہ خان صاحب بریلوی ہی سے

ثابت کرتے ہیں کہ علم غیب مطلق متبادر ذاتی اور کلی ہوتا ہے۔
بریلوی پیر محمد چشتی پشاوری صاحب لکھتے ہیں:
''علم غیب کا اپنے شرعی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالی کی صفت مختصہ ہونے کی بنا پر اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف مطلقا یعنی فلان یعلم الغیب جیسے استعمال کا ناجائز ہونا صرف اہل سنت کی چار دیواری کا مسئلہ نہیں بلکہ کل مکاتب فکر اسلام کے نزدیک متفقہ ہے''۔

(اصول تکفیر ص 393)

جب عالم الغیب کا اطلاق نبی کریم ﷺ پر جائز نہیں تو وہی علت علم غیب میں بھی پائی جا رہی ہے تو اس کا اطلاق کیوں جائز؟

فائدہ نمبر ۱۴

بدعتی عوام کو کیسے اشتعال دلاتے ہیں

مناظرے میں بریلوی مناظر بار بار سادہ لوح عوام کو اشتعال دلانے کیلئے یہ کہے گا کہ دیکھو یہ دیوبندی وہابی لوگ نبی کریم ﷺ کے علم سے منکر ہیں انہیں معاذ اللہ لاعلم مانتے ہیں۔ ایسی صورتحال پیش آئے تو مندرجہ ذیل حوالہ جات ایک سانس میں پڑھ لیں ان شاء اللہ بہت فائدہ ہوگا:
مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:
''اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کا علم تمام مخلوق سے زیادہ ہے''۔

(جاء الحق ص 126)

مولانا فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:
''تمام مخلوق سے زیادہ نبی کریم ﷺ کا علم زیادہ ہے جس کا اقرار مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس میں کیا ہے''۔

(غایۃ المامول فی علم الرسول ص 16)

فائدہ نمبر ۱۵

کسی شے کی نفی توہین کو مستلزم نہیں

اس باب میں اہل بدعت کو ایک مغالطہ یہ بھی لگا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ سے کسی چیز کے علم کی نفی کرنا یہ ان کی شان کے لائق نہیں ۔ یہ قاعدہ ان کا خود ساختہ ہے ۔ میرے مطالعہ میں آج تک کوئی مستند حوالہ ایسا نہیں آیا جس میں ہو کہ حضور ﷺ سے ذرے ذرے کے علم کی نفی کرنا خاص کر جن علوم کی دین و آخرت کے حوالے سے کسی قسم کی ضرورت نہ ہو یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے ۔ بلکہ علما نے تو صراحت کی ہے کہ بعض امور کی آپ ﷺ سے نفی کرنا یہ بالکل بھی آپ ﷺ کی رتبے کے منافی نہیں کیونکہ ہر بات کو جاننا یہ علم غیب ہے جو سرے سے آپ کی شایان شان ہی نہیں ۔ چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

ولا يقدح هذا اى عدم اطلاعه ببعض قضية فو نبوته من رفعة مرتبته

(شرح الشفاء، ج2، ص343)

یعنی بعض امور کی اطلاع آپ کو نہ ہونا آپ کے مقام رفعت و مرتبت میں کوئی کمی نہیں کرتا۔

ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ماالمسول عنها باعلم من السائل يعنى ان علم الخلق كلهم فى وقت الساعة سوا و هذا اشارة الى ان الله تعالى استاثر بعلهما و لهذا جا ان العالم اذا سئل عن شيئ لا يعلمه ان يقول لا اعلمه و ان ذا لا ينقصه شيا بل هو من ورعه و دينه لان فوق كل ذى علم عليم

(جامع العلوم والحکم، ص52)

(حضور ﷺ کا یہ فرمایا ماالمسول عنھا باعلم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ) قیامت کے وقت وقوع کے عدم علم میں مخلوق برابر ہے (کسی کو بھی اس کا علم نہیں) یہ اس بات کی طرف اشارہ

ہے کہ اللہ نے اس کا علم اپنے ساتھ مخصوص کر دیا ہے اسی لئے جب کسی عالم سے کوئی سوال کیا جائے جس کو وہ نہیں جانتا تو کہہ دے کہ مجھے علم نہیں اور یہ اس کے مقام میں کسی قسم کی کمی بیشی نہیں کرتا بلکہ یہ عمل تو اس کی دین داری و وری کی نشانی ہے۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے آپ سے علم غیب کی نفی اسی لئے کہ یہ تو آپ ﷺ کی شان ہی کے لائق نہیں۔

اِنْ اَنَا اِلَّا عَبْدٌ "اُرْسلتُ نذیرا وبشیرا وما من شانی اَنْ اعلمَ الغیب

(تفسیر مدارک۔1 ص 623)

اس موقع پر آل بدعت سے ہم گزارش کریں گے کہ حضور ﷺ سے کل مخلوقات کے ذرے ذرے کا کہ سمندر میں کتنے قطرے ہیں ریت میں کتنے ذرات ہیں پرندوں کے کتنے پر ہیں جانور کیا کھاتے کیا پیتے ہیں کہاں ہگتے ہیں؟ کسی مستند حوالے سے ثابت کرے کہ اس کا علم ثابت کرنا عین نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور اس کی نفی کرنا ان کی شان رفیع میں تنقیص وگستاخی ہے۔ معاذ اللہ۔ ان شاء اللہ تا قیامت اس کی جرات ان کو نہ ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کا سارا باطل مذہب ہی فلاسفہ کی طرح ان کے خود ساختہ مفروضوں پر قائم ہے۔ جس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں۔

ملا علی قاری رحمہ اللہ تو لکھتے ہیں:

انتم اعلم بدنیاکم و فیہ تنبیہ نبیہ علی انہ لایشترط فی حق ارباب النبوۃ العصمۃ علی الخطاء فی الامور الدنیا التی لاتعلق لھا بالاحکام الدینیۃ والاحوال الاخرویۃ

(شرح الشفاء، ج 2 ص 245)

تم اپنے دنیا کے معاملات زیادہ بہتر جانتے ہو اس قول میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ انبیاء کیلئے دنیاوی امور جن کا احکام دینی واحوال اخروی سے کوئی تعلق نہ ہو میں خطا سے بچنا شرط نہیں۔

فائدہ نمبر ۱۶

خاصہ کی اقسام

سوات مناظرہ میں مفتی ندیم صاحب نے کہا تھا کہ "علم غیب اللہ کا خاصہ" ہے۔ بدعتی مولوی نے اس پر انتہائی لایعنی سوال کر کے کہا کہ خاصہ کی چھ قسمیں ہیں، اس میں سے اللہ کا خاصہ کون سا ہے؟ دراصل ہمیشہ سے باطل کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ منطقی و فلسفیانہ موشگافیوں میں الجھا کر عوام کو قرآن وحدیث سے دور رکھا جائے، تا کہ کل کو کہا جاسکے کہ دیکھو انہوں نے تو ہمارے سوالوں کا جواب ہی نہیں دیا اتنے جاہل تھے ان سے بحث کیا کرتے؟ ماضی میں فلاسفہ نے جب عالم کو قدیم نوعی مانا تو اعتراض سے بچنے کیلئے حادث کی دو قسمیں بنالیں (۱) حادث ذاتی (۲) حادث زمانی۔ اور کہا کہ جب عالم حادث ذاتی ہے تو قدیم بالنوع ہونا اس کے معارض نہیں، لیکن متکلمین اسلام نے ان کی اس ساری دماغ سوزی پر یہ کہہ کر پانی پھیر دیا کہ ہم آپ کی ان اصطلاحات کو تسلیم ہی نہیں کرتے۔ یہی انداز حضرت مفتی صاحب نے تعریضاً اپنایا اور کہا کہ ہماری مراد خاصہ سے خاصة الشيء ما يوجد فيه ولا يوجد في غيره ہے گویا یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ بس خاصہ سے ہماری مراد یہ ہے اب تم اسے جس قسم میں مانو تمہاری مرضی۔ مگر بدعتی مولوی کی جہالت دیکھو کہتا ہے کہ یہ تعریف ان چھ قسموں میں سے کون سی قسم میں ہے؟ حالانکہ یہ تعریف تو "مقسم" کی ہے۔ اس جاہل کو یہ بھی پتہ نہیں کہ مقسم اپنی "اقسام" میں شامل ہوتا ہے۔ بہر حال ہم عرض کر دیتے ہیں کہ ان چھ قسموں میں سے ہمارا والا "خاصہ حقیقی" ہے جسے "خاصہ مطلقہ" بھی کہا جاتا ہے۔ باقی خاصہ کی جو چھ قسمیں بنائی ہیں تو وہ کوئی سر کانی کی بقراطی نہیں جس کا جواب نہ ہو سکے۔ اس میں سے دو قسموں کی تعریف:

(۱) خاصہ حقیقی (۲) خاصہ اضافی کی آپ کو "سوال باؤلی" کے صفحہ 79 پر مل جائے گی۔ (۳) خاصہ لفظی (۴) خاصہ معنوی کی تعریف "تحریر سنبث" میں ملاحظہ کرلیں اور (۵) خاصہ شاملہ (۶) غیر شاملہ مشہور بین القوم ہے شرح جامی میں آسانی سے مل جائے گی۔ ان کا یہ سوال سراسر مکابرہ تھا ورنہ اہل علم بتائیں کہ خاصہ اضافی، خاصہ لفظی و معنوی اور خاصہ شاملہ وغیر شاملہ کا اللہ کے علم سے آخر کیا تعلق ہے؟

فائدہ نمبر ۱۷

مطلق علم غیب، علم غیب مطلق

سوات مناظرہ میں یہ سوال بھی بدعتی نے کیا کہ اللہ کا علم غیب یہ مطلق علم غیب ہے یا علم غیب مطلق۔ یہ سوال بھی مکابرہ پر مشتمل تھا ورنہ معمولی پڑھا لکھا انسان بھی جانتا ہے کہ مطلق علم غیب اللہ کیلئے ماننا درست نہیں لانه يثبت بفرد ما یہاں ہماری مراد علم غیب سے ''علم غیب مطلق'' تھی الذی يثبت بجميع افراده۔ علامہ ابن قیمؒ نے البدائع الفوائد میں ''مطلق الامر والامر المطلق'' کے عنوان سے اس کے درمیان دس وجوہ سے فرق کو بیان کیا ہے۔

فائدہ نمبر ۱۸

واجب لنفسہ، واجب فی نفسہ، واجب بنفسہ کی اصطلاحات

سوات مناظرہ میں بدعتی مولوی نے کہا کہ اللہ کی ذات واجب ہے اور واجب کی تین قسمیں ہیں۔

حالانکہ یہ خود اس کی جہالت ہے واجب تین قسموں میں منحصر نہیں بلکہ مدلول کے اعتبار سے واجب کی مختلف قسمیں ہیں واجب شرعی ہے، واجب عقلی ہے پھر اس میں واجب ذاتی بھی ہوسکتا ہے، واجب ضروری بھی، واجب نظری بھی بلکہ بعض نے تو واجب کی باعتبار قدیم و حادث بھی قسمیں بنائی ہیں۔

مولوی مذکور نے جو واجب کی تین قسمیں بتائیں وہ واجب عقلی کی ہیں۔

پہلی تعریف

{واجب فی نفسہ}: اس کی نسبت اس شے کی طرف کی جاتی ہے جو اپنے وجود میں فارض کے فرض کی محتاج نہ ہو، اگرچہ محل کا محتاج ہو جیسے سفید کپڑا کہ اس میں سفیدی کا وجود فارض کے فرض کا محتاج نہیں لیکن اس کا وجود محل یعنی کپڑے کا محتاج ہے۔

{واجب بنفسہ}: جو نہ فارض کے فرض کی محتاج ہو نہ محل کی۔

{واجب لنفسہ}: کی نسبت اس شے کی طرف ہوتی ہے جو نہ فارض کے فرض کی محتاج ہو نہ محل کی اور نہ فاعل کی، جیسے وجود باری تعالیٰ۔

دوسری تعریف

{واجب بنفسہ}: کی ایک تعریف علامہ ذہبیؒ وعلامہ تفتازانیؒ نے یہ کی ہے کہ جو اپنے وجود میں کسی فاعل وعلت کا محتاج نہ ہو اور اسی معنی میں اللہ کی ذات کو واجب بنفسہ کہا۔

''فلفظ الواجب بنفسه يراد به الذى لا فاعل له ولا له علة فاعلة ويراد به الذى لا يحتاج الى شىء مباين له ويراد به القائم بنفسه الذى لا يحتاج الى مباين له''۔(المنتقی للذہبی، ص 107)

''فان معنى وجود الواجب بنفسه انه مقتضى ذاته من غير احتياج الى فاعل''۔(شرح المقاصد، ج 1، ص 169)

{واجب فی نفسہ}: یعنی اللہ اپنے وجود الوجوب میں مستقل ہے حرف کی طرح غیر مستقل نہیں یعنی معنی حرفی نہیں جو غیر استقلال ہے۔اور

{واجب لنفسہ}: کا معنی یہ ہے کہ اللہ کی ذات وجود الوجوب کا تقاضا کرتی ہے۔اس تعریف کی رو سے واجب کی ان تینوں قسموں کا اطلاق اللہ پر ہو سکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ اللہ کی صفات (جس میں صفت علم بھی شامل ہے اس) کو واجب کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ تو علامہ تفتازانیؒ نے امام حمید الدین ضریری کا مذہب یہ لکھا ہے شرح عقائد میں کہ صفات پر بھی واجب کا اطلاق ہو سکتا ہے لیکن جمہور کے نزدیک اس سے تعدد وجباء لازم آئے گا جو توحید کے منافی ہے اس لئے صحیح قول یہ ہے کہ اللہ کی صفات کو قدیم کہا جائے گا نہ کہ واجب۔لہذا یہ کہنا کہ علم غیب اللہ کی صفات واجبہ میں سے کونسی قسم میں ہے بقول تفتازانیؒ جمہور کے نزدیک تعدد وجباء کو مستلزم ہے اور یہ توحید کے منافی ہے اور یہی عقیدہ بدعتی مولوی کا ہے۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل

آیت ۱: اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ۔

(سورہ لقمان، آیت 34 پارہ 21)

فائدہ اولیٰ:

اس آیت کے پانچوں جملوں میں حصر ہے۔آیت کا پہلا حصہ ان اللہ عندہ علم الساعۃ میں عندہ خبر مقدم ہے علم الساعۃ مبتدا موخر ہے تو اس سے حصر پیدا ہو جائے گا کہ اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے اس کے سوا کسی کے پاس نہیں نیز اس آیت میں لفظ اللہ کو مقدم کیا گیا عندہ سے اس مقدم کرنے سے تکرار اسناد ہوا اس اعتبار سے بھی حصر ہے یعنی عندہ علم الساعۃ پورا جملہ میں علم الساعۃ کی نسبت عندہ کے ساتھ ایک پھر اس پورے جملے کی نسبت لفظ اللہ کے ساتھ تو یہ تکرار اسناد ہے جو مفید حصر ہے پھر خود عند کا لفظ بھی دلالت کرتا ہے اختصاص وحصر پر۔اس میں چار طریقے سے حصر بیان کیا گیا ہے اگرچہ اختصاص کیلئے ایک وجہ بھی کافی تھی مگر یہاں چار طریقے سے اختصاص بیان کیا گیا ایک خبر کو مقدم کیا حصر کا فائدہ دیتا ہے پھر اس میں اسناد کا تکرار، پھر ظرف عند اس کو مقدم کرنا یہ بھی حصر کا فائدہ دیتا ہے پھر خود عند کا لفظ حصر پر دلالت کرتا ہے۔پس ثابت ہوا کہ قیامت کا وقوع کا علم صرف اور صرف رب تعالی کے پاس ہے اس کے سوا کسی نبی فرشتے پیر فقیر کو اس کا علم نہیں۔

چنانچہ علامہ آلوسی حنفیؒ اور شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

لِاَنَّ تَقْدِیْمَہٗ وَ بِنَائَ الْخَبَرِ عَلَیْہِ یُفِیْدُ الْحَصْرَ کَمَا قَرَّرَہُ الطِّیْبِیُّ مَعَ مَا فِیْہِ مِنْ مَّزِیَّۃِ تَکْرَارِ الْاِسْنَادِ وَ تَقْدِیْمَ الظَّرْفِ یُفِیْدُ الْاِخْتِصَاصِ ایضاً بَلْ لَفْظ عِنْدَ کَذَالِکَ

(روح المعانی، ج 11 ص 106، حاشیۃ الشہاب، ج 7 ص 144)

مقدم کرنا اس لفظ اللہ کا اور خبر کو اس پر بنا، (مرتب) کرنا فائدہ دیتا ہے حصر کا جیسا کہ علامہ طیبی نے ذکر کیا اور اس کے ساتھ اس میں تکرار اسناد کی زیادتی بھی ہے اور ظرف کو مقدم کرنا بھی فائدہ دیتا ہے اختصاص کا بلکہ لفظ عند بھی اختصاص پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عِنْدَہٗ فِی الآیَۃِ الآتِیَۃِ اذا الظرف خَبَر " مُقَدَّم " لِاِفَادَۃِ الْحَصْرِ لِاَنَّ تَقْدِیْمَ مَاحَقّہ التاخیر یفید الحصر

(مرقاۃ، ج 1 ص 129)

دوسرا حصہ وینزل الغیث اس کا عطف جملہ ظرفیہ عندہ پر ہے۔ اس میں بھی حصر ہے:

الظَّاہِرُ انَّہٗ عَطف " عَلَی الْجُمْلَۃِ الظَّرْفِیَّۃِ الْمَبْنِیَّۃِ عَلَی النِّسْبَۃِ الْجَلِیْلِ فَیَکُوْنُ خَبَراً مَبْنِیّاً عَلَی الْاِسْمِ الْجَلِیْلِ مثل معطوف علیہ فَیُفِیْدُ کَلَامُ الْاِخْتِصَاصَ

(روح المعانی، ج 11 ص 106، حاشیۃ الشہاب، ایضا)

تیسرا او یعلم ما فی الارحام اس کا عطف بھی جملہ ظرفیہ پر ہے اس سے بھی مراد اختصاص ہے۔

جُمْلَۃُ الثَّالِثَۃُ عَطف " عَلَی جُمْلَۃِ الثَّانِیَۃِ وَ نَظِیْرُہٗ اَیضاً مَا قَبْلَہٗ

(روح المعانی، ج 11 ص 106)

اور اگلے دو جملوں میں وما تدری نفس الآیۃ اس میں نکرہ تحت النفی آرہا ہے جو عموم کا فائدہ دے گا

لَمَّا کَانَتْ نَفس " نکرۃٌ فِی سِیَاقِ النَّفْیِ عَامَّۃً جُعِلَ نَفْیُ الْعِلْمِ عَلَی الْجَمِیْعِ کِنَایَۃً عَنِ اختِصَاصِہ تَعَالٰی بِعِلْمِ ذَالِکَ

(حاشیۃ الشہاب)

یہ نفس نکرہ ہے اور سیاق نفی میں ہے تو یہ ہوگا عام تو بنایا جائے گا علم کی نفی کرنا تمام سے اشارہ ہے کہ

یہ اختصاص ہے اس علم کا اللہ کے ساتھ۔
چنانچہ طبری فرماتے ہیں:
إِنَّ الَّذِیْ یَعْلَمُ ذَالِکَ کُلَّہٗ ھُوَ اللّٰہُ دُوْنَ کُلِّ اَحَدٍ سِوَاہُ
(تفسیر طبری، ج18، ص584)
بے شک اللہ ہی ان تمام باتوں کو جاننے والا ہے اللہ کے علاوہ کوئی بھی ان کو جاننے والا نہیں

فائدہ ثانیہ:

اس آیت میں پانچ خاصے آئے ہیں۔ ان میں سے پہلا خاصہ "علم قیامت" یہ "خاصہ بسیطہ" ہے۔ باقی چار وہ "خاصہ مرکبہ" ہیں۔ خاصہ بسیطہ یعنی ایسا خاصہ جس کے اجزاء نہ ہوں جس کے تحت کئی افراد نہ ہوں صرف ایک فرد ہو خاصہ بسیطہ یعنی صرف ایک چیز تو اب قیامت کے وقوع کا خاص علم خدا کے سوا کسی کو نہیں کسی کیلئے بھی مانا جائے تو شرک لازم آئے گا۔ باقی چار وہ خاصہ مرکبہ ہیں یعنی ایسے خواص ہیں جن کے بہت زیادہ افراد ہوں۔ اب ان چار کا علم اللہ کا خاصہ باعتبار علم کلی کے ہے۔ یعنی ہو سکتا ہے کہ بعض جزئیات بعض افراد کو علم بطور الہام یا وحی کسی کو دے دیا جائے مگر کلیات کا علم سوائے رب تعالیٰ کے اور کسی کے پاس نہیں۔

چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَإِنْ قُلْتَ قَدْ اَخْبَرَ الْاَنْبِیَآئُ وَالْاَوْلِیَآئُ بِشَیْئٍ کَثِیْرٍ مِّنْ ذَالِکَ فَکَیْفَ الْحَصْرُ قُلْتُ الْحَصْرُ بِاِعْتَبَارِ کُلِّیَاتِھَا دُوْنَ جُزْئِیَّاتِھَا

(مرقاۃ، ج1، ص128)

اگر تو یہ اعتراض کرے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام نے ان میں سے بہت سی چیزوں کی خبر دی ہے تو حصر کیسے صحیح ہے کہ اللہ ہی کے پاس ہے ان کا علم؟ تو اس کا جواب دوں گا کہ حصر کلیات کے اعتبار سے ہے جزئیات کے اعتبار سے نہیں۔

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عِلْمُهَا الْخَاصُ بِهٖ مَا كَانَ عَلَى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ لِاَحْوَالِ كُلٍّ مِّنْهَا وَ تَفْصِيْلِهٖ عَلَى وَجْهِ الْاَتَمِّ وَ فِيْ شَرْحِ الْمُنَاوِيْ الْكَبِيْرِ لِجَامِعِ الصَّغِيْرِ فِي الْكَلَامِ عَلَى حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ الثَّابِتُ خَمْسٌ " لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ عَلَى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ كُلِّيًّا وَّ جُزْئِيًّا فَلَا يُنَافِيْهِ اِطِّلَاعُ اللّٰهِ تعالى بَعْضَ خَوَاصِهٖ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيْبَاتِ حَتّٰى مِنْهَا هٰذِهِ الْخمس لانها جُزْئِيَّات مَّعْدُوْدَةٌ "

(روح المعانی. ج 11، ص 109)

وہ علم جو اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ ایسا علم جو علی وجہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول ہو کہ ان میں سے ہر ایک کا علی وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہے جامع صغیر کی شرح میں علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ کی سابق حدیث میں جو آیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا تعالی کے کسی کو نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے کلیات وجزئیات کا علی سبیل الاحاطۃ والشمول علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ اپنے بعض خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغیبات پہ مطلع کر دے کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات اور معدودے چند جزئیات ہیں۔

الحمد للہ اس مختصر سی تقریر ہی سے اہل بدعت کے تمام اعتراضات کا جواب ہوگیا اس فائدے کو خوب سمجھ لیں۔ مثلاً ایک ہے تمام مخلوقات کا علم کلی کون کیا کرے گا؟ کہاں مرے گا؟ کیا جنے گا؟ وغیرہ وغیرہ ان تمام کا علم کلیاً جزئیاً ہر طرح سے اللہ تعالی کو ہے ہاں بطور وحی والہام ان میں سے بعض کا علم کسی کو دے دے مثلاً زید کل کیا کرے گا یا کہاں مرے گا اس کا علم اللہ اپنے نبی یا ولی کو بطور وحی والہام دے دے تو یہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ مگر یہ بھی صرف ایک دو جزئیات ہیں اسی زید کا کلی علم کہ زندگی میں کیا کیا کرے گا؟ کہاں کس حالت میں مرے گا؟ کس طرح مرے گا؟ اس سب کا علم کلی اللہ کو ہے مخلوق میں سے کسی کو نہیں۔ تو اللہ اگر اس قسم کے جزئیات کا علم کسی کو عطا کر دے تو ہم اس کے منکر نہیں لہٰذا بریلوی اگر یہ کہے تو اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت علی کو خیبر میں جھنڈا دیا تھا کہ اس کے ہاتھ پہ فتح ہوگا یا بدر میں کہا تھا کہ فلاں فلاں کافر یہاں مرے گا یا صدیق اکبر رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے ایک حمل کی خبر دی تھی تو یہ ہماری بحث سے خارج ہیں مزید تفصیل اپنے مقام پر آ رہی ہے۔

شانِ نزول

نُقِلَ فِیْ نُزُوْلِهَا اَنَّ حَارِثَ بْنَ عُمَرَ جَآئَ اِلٰی رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَ قَالَ اَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰهَا وَ قَدْ زَرَعْتُ بَذْرًا فَاَخْبِرْنِیْ مَتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ وَامْرَاَتِیْ حَامِلَةٌ '' فَاَخْبِرْنِیْ عَمَّا فِیْ بَطْنِهَا ذَکَرٌ '' اَمْ اُنْثٰی وَاَعْلَمُ مَا وَقَعَ اَمْسِ وَاَخْبِرْنِیْ عَمَّا یَقَعُ غَدًا وَ عَلِمْتُ اَرْضًا وُلِدْتُّ فِیْهَا اَخْبِرْنِیْ عَمَّا اُدْفَنُ فِیْهِ فَنَزَلَتِ الْاٰیَةُ الْمَذْکُوْرَةُ فِیْ جَوَابِهٖ یَعْنِیْ اَنَّ هٰذِهِ الْخَمْسَ فِیْ خَزَانَةِ غَیْبِ اللهِ لَا یَطَّلِعُ عَلَیْهِ اَحَدٌ '' مِّنَ الْبَشَرِ وَ الْمَلَکِ وَالْجِنِّ

(التفسیرات الاحمدیہ، ص 606, 607، الدر المنثور، ج 11، ص 662, 663، معالم التنزیل، ج 6، ص 294، خازن، ج 3، ص 401)

اس کا شانِ نزول یہ نقل کیا گیا ہے کہ حارث بن عمر (دیگر روایات میں وارث بن عمرو کا نام ہے از ناقل) آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ مجھے بتائے کہ قیامت کب آئے گی؟ اور کب اس کا قیام ہوگا؟ اور میں نے کھیتی بوئی کر اس میں بیج ڈالا ہے بتائے بارش کب ہوگی؟ اور میری بیوی حاملہ ہے بتائے اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی؟ مجھے یہ تو علم ہے کہ گزشتہ کل میں کیا کچھ ہوا آپ مجھے یہ بتائے کہ آنے والے کل میں کیا ہوگا؟ اور مجھے علم ہے کہ میں کس زمین میں پیدا ہوا آپ مجھے یہ بتائیں کہ میں دفن کہاں ہوں ہوگا؟ تو اس کے جواب میں یہ پانچ آیتیں نازل ہوئیں کہ یہ پانچ چیزیں اللہ کے خزانہ غیب میں ہیں ان پر نہ تو کوئی بشر نہ کوئی فرشتہ اور نہ ہی کوئی جن مطلع ہو سکا۔

تفسیرِ نبوی ﷺ

(۱) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت:

مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ خَمْسٌ '' لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا اللهُ لَا یَعْلَمُ مَا فِیْ غَدٍ اِلَّا اللهُ وَلَا

يَعْلَمُ مَا تُغِيضُ الْاَرْحَامُ وَلَا يَعْلَمُ مَتٰى يَاْتِيَ الْمَطَرُ اَحَدٌ'' اِلَّا اللّٰهُ وَلَا تَدْرِيْ نَفْسٌ ''بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَا يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ اِلَّا اللّٰهُ

(بخاری ج 1 ص 141، ج 2 ص 666، 1097، الدر المنثور، ج 11 ص 664 تفسیر ابن ابی حاتم ص 3102)

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا مفاتیح الغیب پانچ چیزیں ہیں ان کا علم بجز خدا تعالی کے کسی کو نہیں کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا واقعات رونما ہوں گے اور سوائے خدا تعالی کے کوئی نہیں جانتا کہ بچہ دانی میں کیا ہے اور اس کے سوا کسی کو خبر نہیں کہ بارش کب ہوگی اور کسی نفس کو نہیں معلوم کہ اس کی موت کس سرزمین میں واقع ہوگی اور خدا تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی۔

(۲) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ خَمْسٌ '' لَا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ '' مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ '' بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ '' حَكِيْمٌ ''

(مسند امام احمد ج 38 ص 90 رقم الحدیث 22986 کنز العمال ج 2 ص 9 رقم 2921 الدر المنثور ج 11 ص 664 جامع الاحادیث ج 4 ص 291 مجمع الزوائد ج 7 ص 204 وقال الہیثمی رواہ احمد والبزار ورجال احمد رجال الصحیح تفسیر ابن کثیر)

میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے پانچ چیزیں ہیں کہ ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا بے شک خدا ہی کے پاس ہے قیامت کا علم اور وہی اپنے علم کے مطابق اتارتا ہے بارش کو اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہے اور کسی نفس کو معلوم نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اور کسی کو خبر نہیں کہ وہ کس زمین میں مرے گا یقیناً اللہ ہی ان چیزوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا:

اُوْتِيْتُ مَفَاتِيْحَ كُلِّ شَيْئٍ اِلَّا الْخَمْسَ

(مسند امام احمد، ج 9،ص 412،رقم 5579۔المعجم الکبیر، ج 12،ص 360،رقم 13344، الدر المنثور، ج 11،ص 666)

مجھ کو بہت سے خزانوں کا علم دیا گیا سوائے ان پانچ چیزوں کے (جو سورہ لقمان کے آخر میں مذکور ہے)

نوٹ: یہاں کل سے مراد یہ نہیں کہ ہر چیز ہر ذرہ ہر رطب و یابس دے دیا کل سے عموم ہرگز ثابت نہیں ہوتا تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے اور انشاء اللہ اپنے موقع پر پھر آئے گی۔ نیز اس میں ذاتی کی تاویل بھی نہیں معلوم ہوا کہ ان پانچ کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا گیا۔

(۴) حضرت ربعی ابن خراش رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بنی عامر کے ایک شخص نے حدیث بیان کی کہ میں حضور کی خدمت عالی میں حاضر ہوا اور عرض کیا:

هَلْ بَقِيَ مِنَ الْعِلْمِ شَيْءٌ '' لَا تَعْلَمُهُ قَالَ قَدْ عَلَّمَنِيَ عَزَّ وَ جَلَّ خَيْراً وَّ اَنَّ مِنَ الْعِلْمِ مَالَا يَعْلَمُهُ اِلَّا اللّٰهُ الْخَمْسَ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهُ

(مسند امام احمد، ج 38،ص 206،رقم 23127،تفسیر ابن کثیر، الدر المنثور، ج 11،ص 666، روح المعانی، ج 11،ص 108)

کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی باقی ہے جسے آپ نہ جانتے ہوں؟ حضور نے ارشاد فرمایا اللہ عز وجل نے مجھے اچھائی کی خوب تعلیم دی ہے اور بے شک علوم میں سے وہ بھی ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ پانچ جو سورہ لقمان کے آخر میں ہے۔

ایک روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے جو ابن جریر طبری نے اپنی سند کے ساتھ عمرو بن شعیب سے نقل کی ہے:

اِنَّ رَجُلاً قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هَلْ مِنَ الْعِلْمِ عِلْم '' لَمْ تُوتَهُ قَالَ لَقَدْ اُوْتِيْتُ عِلْماً كَثِيْراً وَّ عِلْماً حَسَناً او كما قال رسول الله ﷺ ثُمَّ تَلاَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ هٰذِهِ الْآيَةَ ان الله عنده علم الساعة و ينزل الغيث اِلٰى ان الله عليم خبير لا يَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى

(تفسیر طبری، ج 18، ص 586)

کیا علم میں سے کوئی ایسی چیز بھی ہے جس کا علم آپ کو نہیں دیا گیا ہو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے مجھے بہت سے علوم دئے اور مجھے اچھائی کا خوب علم دیا مگر ان پانچ چیزوں کا علم مجھے نہیں دیا گیا ان کو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

اللہ اکبر! ان دونوں روایتوں نے آل بدعت کی ذاتی عطائی تاویل کی دھجیاں اڑا دی ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے واضح فرما دیا کہ ان کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا گیا۔

(۵) حدیث جبرائیل علیہ السلام جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

فِیْ خَمْسٍ لَا یَعْلَمُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ

(بخاری، رقم 4777)

تفسیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

(۱) حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

أُوْتِیَ نَبِیُّکُمْ ﷺ مَفَاتِیْحَ کُلِّ شَیْئٍ غَیْرَ الْخَمْسِ إِنَّ اللہ عندہ علم الساعۃ

(مسند امام احمد بن حنبل، ج 7، ص 232، رقم 4167، مسند الحمیدی، ج 1، ص 220، رقم 124، مسند ابی یعلی، ج 9، ص 86، رقم 5153، الدر المنثور، ج 11، ص 666، وقال الہیثمی رواہ احمد وابو یعلی ورجالہما رجال الصحیح مجمع الزوائد، ج 8، ص 211، رقم 13979)

تمہارے نبی ﷺ کو بہت سی چیزوں کا علم دیا گیا سوائے ان پانچ چیزوں کے۔

(۲) حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

هٰذِهِ الْخَمْسَةُ لَا یَعْلَمُهَا مَلَکٌ "مُقَرَّبٌ" وَّلَا نَبِیٌّ "مُصْطَفٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ یَعْلَمُ شَیْئًا مِّنْ هٰذِهٖ فَقَدْ کَفَرَ بِالْقُرْاٰنِ لِاَنَّهٗ خَالَفَهٗ

(تفسیر الخازن، ج 3، ص 401، تفسیرات احمدی، ص 608)

یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں کہ نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی برگزیدہ نبی پس جو کوئی ان

میں سے کسی چیز کے علم کا دعویٰ کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا کیونکہ اس نے اس کی کھلی مخالفت کی۔

تابعین رحمہم اللہ سے اس کی تفسیر

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اشیآء '' استاثر اللہ بھن فَلَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہِنَّ مَلَکاً مُقَرَّباً وَّلا نَبِیّاً مُرْسَلاً اِنَّ اللہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ فَلاَ یَدْرِیْ احد '' مِّنَ النَّاسِ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ فِیْ اَیِّ سَنَۃٍ فِیْ اَیِّ شَھْرٍ اَوْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ وَّ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَلاَ یَعْلَمُ احد '' مَّتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ لَیْلاً اَوْ نَھَاراً وَّ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ فَلَا یَعْلَمُ احد '' مَّا فِی الْاَرْحَامِ اذکر '' امْ اُنْثٰی احمر او اسود وَ مَا ھُوَ وَمَا تَدْرِیْ نَفْس '' مَّاذَا تَکْسِبُ غَداً خَیْرٍ '' امْ شَرّ '' وَّلاَ تَدْرِیْ یَابْنَ آدَمَ مَتٰی تَمُوْتُ لَعَلَّکَ الْمَیِّتُ غَداً وَّلَعَلَّکَ الْمُصَابُ غَداً وَّمَا تَدْرِیْ نَفْس '' بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَیْسَ احد '' مِّنَ النَّاسِ یَدْرِیْ اَیْنَ مَضْجَعُہٗ مِنَ الْاَرْضِ اَفِیْ بَحْرٍ اَمْ بَرٍّ اَوْ سَھْلٍ اَوْ جَبَلٍ

(تفسیر ابن کثیر، ج 6، ص 355، الدر المنثور، ج 11، ص 663، روح المعانی، ج 11، ص 109)

کئی چیزیں غیب میں سے ہیں جس کو اللہ نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے پس ان پر نہ تو کسی مقرب فرشتے کو اطلاع دی اور نہ نبی مرسل کو پس قیامت کا علم خدا ہی کو ہے پس انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی ؟ کس سال، کس مہینے، رات میں یا دن؟ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو سو کسی کو خبر نہیں کہ کب بارش نازل ہو گی دن میں یا رات میں اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہے پس کسی کو بھی علم نہیں کہ رحموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ سرخ ہے یا سفید پھر وہ ہے کیا؟ (شقی ہے یا سعید) اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے آدم کے فرزند تو نہیں جانتا کہ شاید کہ کل تو مرنے والا ہو اور شاید کے کل تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور کوئی نفس

خبردار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑی زمین میں۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تفسیر اور ان کا عقیدہ

رَاَی الْمَنْصُوْرُ فِیْ مَنَامِہٖ صُوْرَۃَ مَلَکِ الْمَوْتِ وَ سَاَلَہٗ عَنْ مُدَّۃِ عُمْرِہٖ فَاَشَارَ بِاَصَابِعِہِ الْخَمْسِ فَعَبَّرَھَا الْمُعَبِّرُوْنَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَّ بِخَمْسِ اَشْھُرٍ وَّ بِخَمْسَۃِ اَیَّامٍ فَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَ ھُوَ اِشَارَۃٌ'' اِلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَاِنَّ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ

(تفسیر مدارک ج 3 ص 723، تفسیر احمدی ص 608، تفسیر مظہری۔ ج 5 ص 465)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال جئے گیں کسی نے پانچ ماہ کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔ خلیفہ نے یہی خواب امام اعظمؒ کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ) کی طرف ہے بلا شبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

دیگر مفسرین

علامہ خازن رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

معنی الْاٰیَۃِ اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ فَلَا یَدْرِیْ اَحَدٌ'' مِّنَ النَّاسِ مَتٰی تَقُوْمُ السَّاعَۃُ فِیْ اَیِّ سَنَۃٍ فِیْ اَیِّ شَھْرٍ اَوْ لَیْلٍ اَوْ نَھَارٍ وَّ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ فَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ'' مَّتٰی یَنْزِلُ الْغَیْثُ لَیْلًا اَوْ نَھَارًا اِلَّا اللّٰہُ وَّ یَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ فَلَا یَعْلَمُ اَحَدٌ'' مَّا فِی الْاَرْحَامِ اَذَکَرٌ'' اَمْ اُنْثٰی اَحْمَرُ اَوْ اَسْوَدُ تَامُّ الْخِلْقَۃِ اَمْ نَاقِصٌ'' وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ'' مَّاذَا تَکْسِبُ غَدًا مِّنْ خَیْرٍ اَمْ شَرٍّ وَّمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ'' بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ لَیْسَ اَحَدٌ'' مِّنَ النَّاسِ

يَدْرِىْ اَيْنَ مَضْجَعُهُ مِنَ الْاَرْضِ اَفِىْ بَحْرٍ اَمْ بَرٍّ اَوْ سَهْلٍ اَوْ جَبَلٍ

(تفسیر الخازن، ج 3، ص 401)

آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا علم خدا ہی کو ہے پس انسانوں میں سے کوئی نہیں جانتا کہ قیامت کب آئے گی؟ کس سال، کس مہینے، رات میں یا دن؟ اور وہی نازل کرتا ہے بارش کو سو کسی کو خبر نہیں کہ کب بارش نازل ہوگی دن میں یا رات میں اور وہی جانتا ہے اس کو جو رحموں میں ہے پس کسی کو بھی علم نہیں کہ رحموں میں کیا ہے؟ نر ہے یا مادہ سرخ ہے یا سفید پھر تام الخلقت ہے یا ناقص الخلقت اور کسی کو پتہ نہیں کہ وہ کل کیا کرے گا اچھا کرے گا یا برا اور اے آدم کے فرزند تو نہیں جانتا کہ شاید کہ کل تو مرنے والا ہو اور شاید کے کل تجھ پر کوئی مصیبت نازل ہو اور کوئی نفس خبردار نہیں کہ کس زمین میں اس کو موت آئے گی آیا دریا میں یا خشکی میں نرم زمین میں یا پہاڑی زمین میں۔

(۲) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَفِىْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا يَدُلُّ عَلَى اَنَّ عِلْمَ هٰذِهِ الْخَمْسِ لَمْ يُوْتَ لِلنَّبِىِّ ﷺ وَيَلْزَمُهُ اَنَّهُ لَمْ يُوْتَ لِغَيْرِهٖ عليه الصلوٰة والسلام من باب اولى

(روح المعانی، ج 11، ص 108)

اور بعض احادیث (جن کا ذکر ما قبل میں ہو چکا، سراجنا، از ناقل) اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا پس لازم ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کو بھی بدرجہ اولی ان چیزوں کا علم نہیں دیا گیا۔

نتیجہ وخلاصہ

یہ آیت بریلویوں کے اس عقیدے پر کاری ضرب ہے کہ حضور ﷺ کو ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ ذرے ذرے کا علم دے دیا گیا۔ اس آیت اور اس کی تفسیر نبوی ﷺ نے بتلا دیا کہ ایسا ہرگز نہیں بلکہ بہت سی چیزوں کا علم نبی کریم ﷺ کو نہ عطائی طور پر ہے نہ ذاتی طور پر۔ فللّٰہ الحمد۔

آل بدعت کی تاویلات

تاویل نمبر ۱

علامہ عثمان کی کتاب عجب العجائب میں لکھا ہے کہ نبی کو ان پانچ چیزوں کا بھی علم دے دیا گیا علامہ حسن اور فاضل بن عطیہ کا بھی یہی قول ہے ابریز میں بھی یہی لکھا ہے صاوی اور روح البیان میں بھی یہی لکھا ہوا ہے (خالص الاعتقاد)

جواب: ہم نے قرآن پاک کی صریح آیت، نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تابعین حتی کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے صریح اقوال نقل کئے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے رب تعالی کے کسی کو بھی نہیں۔ ان نصوص کے مقابلے میں صاوی، روح البیان اور علامہ عثمان کی کوئی حیثیت نہیں ماقبل میں یہ اصول گزر چکا ہے کہ قرآن کی آیات کے مقابلے میں تو نبی کریم ﷺ کی خبر واحد بھی حجت نہیں غلام رسول سعیدی کا فرمان گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی صریح حدیث کے مقابلے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی حیثیت نہیں تو ان صوفیوں کو کون پوچھتا ہے؟ ہم رب کا قرآن سنائیں نبی ﷺ کا فرمان بتائیں اور تم ان کے مقابلے میں صاوی نیلی اور پیلی کا قول سناؤ؟ شاہ احمد نورانی کا حوالہ گزر چکا کہ بزرگان دین کی وہ بات جو قرآن و حدیث کے خلاف ہو اس میں اگر تاویل ہو سکتی ہے تو ٹھیک ورنہ اسے بے دینوں کی تحریف پر محمول کیا جائے گا۔

تاویل نمبر ۲

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ام الفضل نے ان سے بیان کیا کہ تیرا حمل لڑکے کا ہے جب تو لڑکا جنے تو اسے میرے پاس لانا۔ دیکھو رحم میں کیا ہے کہ خبر نبی کریم ﷺ نے دی تو تم کس طرح کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کو علم نہیں۔

(مقیاس حنفیت، ص 345،344 ملخصا)

جواب ۱: ہمارا استدلال قرآن پاک سے ہے اس کے مقابلے میں کوئی روایت حجت نہیں آپ کا اصول گزر چکا۔

جواب ۲: ماقبل میں ہم واضح کر چکے ہیں کہ اختلاف بعض جزئیات میں نہیں اگر کسی کے حمل کی خبر دے دی تو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ روز اول سے الی یوم القیامۃ ہر گھوڑے گدھے، کتے، انسان، جنات کے حملوں کا بھی علم ہو کہ کیا جنے گا کب جنے گا؟۔

جواب ۳: اس روایت کی سند اس طرح ہے:

حَدَّثَنَا النُّعْمَانُ بْنُ اَحْمَدَ نَا اَحْمَدُ بْنُ رُشْدِ بْنِ خُثَيْمِ الْهِلَالِيُّ حَدَّثَنِيْ عَمِّيْ سَعِيْدُ بْنُ خُثَيْمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ اَبِيْ سُلَيْمَانَ عن طاوس عن عبد الله ابن عباس

(المعجم الکبیر، ج 9، ص 101، رقم 9250)

اس میں راوی احمد بن رشد بن خثیم الھلالی سخت درجے کا ضعیف بلکہ موضوع روایتیں گھڑنے والا تھا۔ امام ذہبی موصوف کے متعلق لکھتے ہیں:

احمد بن رشد الهلالى عن سعيد بن خثيم بخبر باطل فى بنى العباس

(المغنی فی الضعفاء، ج 1، ص 78، رقم 288)

احمد بن رشد الھلالی سیعد بن خثیم سے بنی عباس کے متعلق موضوع روایت کرنے والے ہیں۔ اور وہ موضوع باطل روایت یہی ہے جسے عمرا چھروی نے پیش کیا شرم نہیں آتی ایسی گھڑنتوں روایتوں سے قرآن کا مقابلہ کرتے ہو یہی اچھروی لکھتا ہے:

''یہ حدیث خبر آحاد ہے قرآن شریف کے مقابلے میں حجت نہیں''۔

(مقیاس حنفیت، ص 259)

اب جب اپنے عقیدے کے ثبوت کی باری آئی تو گھڑی ہوئی روایتوں پیش کرتے ہو اور پھر نہ ماننے والوں پر فتوے بھی لگاتے ہو۔

شرم......شرم......شرم!!

امام عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی اچھروی روایت کو نقل کر کے اس کے متعلق لکھا:

عن سعيد بن خثيم بخبر باطل فى ذكر بنى العباس ...فسرد حديثا

رکیکا فیہ ... فھو الذی اختلقہ بجھل

(لسان المیزان، ج 1، ص 459، 460، رقم 507)

اس نے بنی عباس کے متعلق یہ باطل روایت نقل کی ہے، نہایت ضعیف و رکیک روایت اس نے نقل کی، احمد بن راشد ہی نے ہی اپنی حماقت سے یہ روایت گھڑی ہے۔

علامہ ہیثمی اس اچھروی روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اس روایت ہی کی وجہ سے احمد بن راشد متہم بالکذب ہے۔

(مجمع الزوائد، ج 5، ص 224)

یہ روایت بالکل باطل واہیات ہے۔

(الشریعۃ للآجری، ج 2، ص 25، باب فی طائفۃ من الصحابۃ، الفصل الثالث)

تاویل نمبر ۳

حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اماں عائشہ کو فرمایا:

قال ذو بطن انبۃ'' خارجۃ'' جاریۃ'' اراھا

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا تیری والدہ کے پیٹ میں حمل لڑکی کا ہے جو پیدا ہونے والی ہے میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں (مقیاس، ص 349)

جواب: ہم بار بار واضح کر رہے ہیں کہ ہمارا استدلال قرآن کی آیت سے ہے اس کے مقابلے میں خود تم نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کا قول بھی حجت نہیں۔ نیز ہم بار بار وضاحت کر رہے ہیں کہ اختلاف بعض جزئیات میں نہیں، ثالثاً

ذو بطن بنت خارجۃ اُراھا جاریۃ

کا ترجمہ "میں اس حمل کو لڑکی دیکھ رہا ہوں"

کرنا بدترین جہالت ہے یا قبیح ترین دجل اس لئے کہ اُراھا بضم الہمزۃ ظن کے معنی میں آتا ہے کہ نہ کہ علم کے معنی میں چنانچہ ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی الحنفی لکھتے ہیں:

وَمَا أُرَاهُ يَفْعَلُ كَذَا اىْ مَا اظُنُّهُ مِنْهُ ... ذو بطن بنت خارجۃ اراھا

جاریۃ ای اظنّ انّ مَا فِی بطنِہا أنثٰی

(المغرب، ج 1 ص 314، باب الراء)

ماراہ یفعل کذا کا یہ معنی ہے کہ میرا اس کے متعلق ظن یہ ہے کہ وہ ایسا نہیں کرے گا اور اسی سے ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی بیوی بنت خارجہ کے متعلق فرمایا اراھا جاریۃ یعنی میرا ظن اور گمان یہ ہے کہ وہ لڑکی ہوگی۔

محمد بن عبدالباقی الزرقانی فرماتے ہیں:

أُراھَا بِضَمِّ الْهَمْزَةِ اظنُّهَا ... وَذَالِکَ لِرُؤْیَا رَآهَا ابُوْ بَکْرٍ

(شرح الزرقانی علی الموطا، ج 4 ص 86)

لیجئے قصہ ختم یہ لڑکی کا بتانا کسی علم غیب کی بنیاد پر نہ تھا بلکہ وہ خواب تھا جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس کے متعلق دیکھا تھا۔

یہ عقیدہ روافض کا ہے

ان حضرات کے اعلی حضرت چونکہ رافضی خاندان سے تعلق رکھتے تھے لہذا اولیاء کیلئے علم مافی الارحام کا عقیدہ انہوں نے روافض امامیہ سے لیا ہے:

لِاَنَّ الْاَمَامِیَّۃَ یَعْتَقِدُوْنَ انَّ الْأِمَامَ الْمَعْصُوْمَ یَعْلَمُ مَا فِیْ بَطْنِ الْحَامِلِ وَمَا وَرَآءَ الْجِدَارِ

(تاریخ الاسلام للذہبی، ج 45 ص 86، سنۃ اثنتین وعشرین وستمائۃ، تاریخ الخلفاء، ص 387)

شیعہ امامیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ امام معصوم حاملہ کے پیٹ کا اور دیوار کے پیچھے کی اشیاء کا علم رکھتا ہے،

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

تاویل نمبر ۴

بدر کے موقع پر فرمایا کہ کل یہاں فلاں کافر مرے گا یہاں فلاں کافر مرے گا۔

جواب ۱: ماقبل میں وضاحت ہو چکی کہ اختلاف محض بعض جزئیات میں نہیں کلیات میں ہے۔

جواب ۲: اگر نبی کریم ﷺ کو ان کی موت کا قطعی یقینی تفصیلی علم تھا تو جب ابو جہل کی قتل کی اڑتی ہوئی خبر سنی تو نبی کریم ﷺ نے یہ کیوں فرمایا کہ کون جا کر دیکھے گا کہ ابو جہل اس وقت کس حال میں ہے اور کیا کر رہا ہے تو ابن مسعود تشریف لے گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عضرا کے دو بیٹوں نے مارا ہے (بخاری ج 2 ص 565، مسلم، ج 2 ص 110)

اس قسم کے دیگر حوالہ جات بھی بدعتی حضرات پیش کرتے ہیں جس کے متعلق ہمارا اصولی جواب یہی ہے کہ اگر وہ صحیح سند سے ثابت ہوں تو ان کا تعلق جزئیات معدودہ سے ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

آیت نمبر ۲: اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعٰى

(سورہ طہ، آیت نمبر 15)

ترجمہ: بے شک قیامت آنے والی ہے قریب تھا کہ میں اسے سب سے چھپاؤں کہ ہر جان اپنی کوشش کا بدلہ پائے (کنزالایمان)

اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ حق تعالی کا ارادہ ہو چکا ہے کہ قیامت کے وقت خاص کو تمام بندوں سے مخفی رکھا جائے گا اور اس پر کسی کو مطلع نہیں کیا گیا قرآن مجید میں دیگر بھی کئی مقامات پر اس بات کو بیان کیا گیا کہ قیامت کا وقت خاص کسی کو معلوم نہیں سوائے رب تعالی کہ جس میں سے چند کو ہم آگے ذکر کریں گے پس وہ تمام آیات اس آیت کی تفسیر ہیں۔

تفسیر حضرت عبداللہ ابن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت عبداللہ بن مسعود و ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے اس آیت میں ایک قرأت کی:

ان الساعۃ اتیۃ اکاد اخفیہا مِنْ نَّفْسِیْ

(درمنثور، ج 10 ص 178 تفسیر ابن کثیر، ج 5 ص 277)

بھی منقول ہے اور اس کی تشریح ان الفاظ میں منقول ہے

يَقُوْلُ اَكْتُمُهَا مِنَ الْخَلَائِقِ حَتّٰى لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اَكْتُمَهَا مِنْ نَفْسِيْ لَفَعَلْتُ

(ابن کثیر، ج 5 ص 277، درمنثور، ج 10 ص 178)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے میں اس کو پوشیدہ رکھوں گا تمام مخلوقات سے حتیٰ کہ اگر میں اس کو اپنے نفس سے بھی مخفی رکھ سکتا تو ضرور ایسا کرتا۔

یہ قرأت حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے پس یہ تینوں جلیل القدر صحابہ جنہوں نے قرآن براہ راست نبی اکرم ﷺ سے حاصل کیا اس آیت کا مطلب یہ بیان فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ وقوع قیامت کو انتہائی مخفی رکھنا چاہ رہے ہیں حتیٰ کہ اگر ممکن ہوتا تو اسے اپنے جی سے بھی مخفی رکھتا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں یہ قول بھی مروی ہے:

ان الساعۃ اٰتیۃ اکاد اخفیھا یَقُوْلُ لَا أُظْھِرُ عَلَیْھَا احداً غَیْرِیْ

(درمنثور، ج 10، ص 178، تفسیر ابی حاتم، ص 2418)

یعنی میں اپنے سوا کسی کو اس قیامت کے وقت کی اطلاع نہ دوں گا

حضرت سدی تابعی رحمۃ اللہ علیہ

لَیْسَ مِنْ اَھْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ احد'' اِلَّا وَقَدْ اَخْفَی اللّٰہُ عَنْہ' عِلْمَ السَّاعَۃِ وَھِیَ فِیْ قِرَاْۃِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَکَادُ اُخْفِیْھَا مِنْ نَّفْسِیْ یَقُوْلُ کَتَمْتُھَا مِنَ الْخَلَائِقِ حَتّٰی لَوِ اسْتَطَعْتُ اَنْ اَکْتُمَھَا مِنْ نَّفْسِیْ لَفَعَلْتُ

(الدرالمنثور، ج 10، ص 178، تفسیر ابی حاتم، ص 2419)

زمین و آسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے سب سے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ

لَعَمْرِیْ لَقَدْ اَخْفَاھَا اللّٰہُ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَ مِنَ الْاَنْبِیَآئِ الْمُرْسَلِیْنَ

(تفسیر ابن کثیر، ج 5، ص 277، درمنثور، ج 10، ص 179، تفسیر ابی حاتم، ص 2419، تفسیر طبری، ج 18، ص 286)

میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالیٰ نے قیامت کے علم کو ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین سے بھی مخفی رکھا۔

دیگر مفسرین

قال اکثر المفسرین معناہ' اکاد أُخفیہا من نفسی فکیف یعلمہا مخلوق'' و کیف أظہرھا لکم ذکر ذالک علی عادۃ العرب اذا بالغوا فی کتمان للشیئ یقولون کتمت سرک فی نفسی ای اخفیتہ' غایۃ الاخفائ واللہ تعالٰی لا یخفی علیہ شیء''

(تفسیر خازن، ج 3، ص 268، السراج المنیر، ج 2، ص 357، تفسیر بغوی، ج 5، ص 267، روح المعانی، ج 8، ص 486)

اکثر مفسرین نے اس آیت کی تفسیر اکاد اخفیھا من نفسی سے کی ہے اور یہ چیز اہل عرب کی عادت کے مطابق ذکر کی گئی ہے وہ جب کسی چیز کے زیادہ اخفاء کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ میں نے تمہارے راز کو اپنے دل سے بھی چھپا لیا یعنی اس کو بہت زیادہ پوشیدہ رکھا ورنہ اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

اہل بدعت کا اعتراض

مولوی صاحب! آیت میں اکاد خفیھا میں اخفاء سے مراد مطلق اخفاء ہے یا اخفاء مطلق؟

جواب: یہاں اخفاء مطلق مراد ہے بایں معنی کہ تمام ماسوی اللہ سے اخفاء مقصود ہے لیکن صرف الی یوم القیامۃ۔ اس لئے کہ آیت میں ہے لا یجلیھا لوقتھا الا ھو یعنی خود حق تعالیٰ قیامت کو اس کے وقت ہی پر ظاہر فرمائے گا اس سے معلوم ہوا کہ قیامت تک یہ اخفاء باقی رہے گا چنانچہ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

المعنی ان الخفائ بہا مستمر '' علی غیرہ الی وقت وقوعہا

(تفسیر بیضاوی، ج 3، ص 44)

یعنی ان کلمات کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں پر قیامت کا پوشیدہ رہنا اس کے آنے تک مستمر رہے گا۔

آیت نمبر ۳: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

(سورۃ الاعراف، آیت 187، پارہ 9)

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کو ٹھری ہے؟ تم فرماؤ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری پڑ رہی ہے آسمانوں اور زمین میں تم پر نہ آئے گی مگر اچانک تم سے ایسا پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں۔

(کنز الایمان)

تفسیر

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ بعض یہود (حمل بن ابی قیشر وسموئیل بن زید) نے ازراہ شرارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔ قتادہ سے مروی ہے کہ یہی سوال قریش مکہ کی طرف سے بھی کیا گیا تھا۔

(الدر المنثور، ج 6، ص 693، زاد المسیر، ج 3، ص 297، تفسیر ابن جریر، ج 10، ص 605,604)

بہر حال سوال کسی کی بھی طرف سے ہو اتنی بات طے ہے کہ قیامت کے متعلق سوال کیا گیا تھا کہ وہ کب آئے گی؟ ان آیات میں پھر اسی بات کو واضح کر دیا گیا ہے کہ قیامت کا علم سوائے خدا تعالی کے کسی مخلوق حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں دیا گیا۔ خان صاحب نے جو ترجمہ کیا اس میں صاف طور پر حصر ہے:

''تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے لیکن بہت سے لوگ جانتے نہیں''

یعنی اللہ ہی کے پاس وقوع قیامت کا علم ہے اس کے سوا کسی کے پاس اس کا علم نہیں۔ نصیر الدین سیالوی بن اشرف سیالوی لکھتا ہے:

”عبارت میں لفظ ”ہی“ استعمال ہوا ہے اس کے ذریعے حصر ثابت ہو گیا“۔
(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج 1، ص 206)

تفسیر نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں:

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْھَا لِوَقْتِھَا اِلَّا ھُوَ وَلٰکِنْ سَاُخْبِرُکُمْ بِمَشَارِیْطِھَا

(مسند امام احمد، ج 38، ص 335، رقم 23306، ابن کثیر، ج 3، ص 523، وقال الہیثمی فی المجمع، ج 7، ص 668، رقم 12368 رجالہ رجال الصحیح)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے وقت کے متعلق پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس کا علم تو میرے رب ہی کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما

ابن جریر طبری اپنی سند سے اس آیت کی تفسیر میں ترجمان القرآن حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَمَّا سَاَلَ النَّاسُ مُحَمَّداً عَنِ السَّاعَۃِ سَاَلُوْہُ سُؤَالَ قَوْمٍ کَاَنَّھُمْ یَرَوْنَ اَنَّ مُحَمَّداً ﷺ حَفِیٌّ بِھِمْ فَاَوْحَی اِلَیْہِ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَہٗ یَسْتَاثَرَہٗ بِعِلْمِھَا فَلَمْ یُطْلِعْ عَلَیْھَا مَلَکاً وَّلَا رَسُوْلاً

(تفسیر ابن جریر، ج 10، ص 611، تفسیر ابی حاتم، ص 1629)

ترجمہ: جب لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قیامت کے متعلق سوال کیا تو اس طرح سوال کیا گیا گویا کہ حضور ان کے ساتھ بڑے مہربان ہیں پس خدا کی طرف سے آپ پر وحی ہوئی کہ قیامت کا علم بس خدا ہی کو ہے اس نے اپنے لئے ہی اس علم کو خاص کر لیا ہے پس اسی واسطے نہ کسی فرشتے کو اس کی اطلاع دی نہ کسی رسول کو۔
یہی بات درمنثور، ج 6، ص 697 اور خازن میں بھی ہے۔

اور امام ابو حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں یہ بھی نقل کرتے ہیں:

كَانَّكَ عَالِمٌ ''بِهَا اى لَيْسَ تَعْلَمُهَا (تفسیر ابی حاتم،ص 1628)

(آپ سے ایسے پوچھ رہے ہیں کہ) گویا کہ آپ اس کو جاننے والے ہیں حالانکہ آپ کو اس کا علم نہیں۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہٗ

اخْرَجَ الطَّبْرَانِى وَابْنُ مَرْدُوَيْهِ عَنْ اَبِىْ مُوْسٰى الْاَشْعَرِىّ قَالَ سُئِلَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَنِ السَّاعَةِ وَانَا شَاهِدٌ ''فَقَالَ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا اللهُ

(الدر المنثور،ج 6،ص 694)

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری موجودگی میں نبی کریم ﷺ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے وقت خاص کا علم سوائے رب تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔

سدی تابعی

خَفِيَتْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَلَمْ يَعْلَمْ قِيَامَهَا مَتٰى تَقُوْمُ مَلَكٌ'' مُقَرَّبٌ'' وَلَا نَبِىٌّ'' مُرْسَلٌ''

(الدر المنثور،ج 6،ص 697،تفسیر ابن جریر،ج 10،ص 608)

اللہ تعالیٰ کے فرمان ثقلت فی السموت والارض کا مطلب یہ ہے کہ وہ قیامت آسمان و زمین میں مخفی ہے (یعنی نہ اس کی زمینی مخلوق جانے نہ آسمانی) اس لئے ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین میں سے بھی کسی کو اس کی خبر نہیں

مجاہد تابعی رحمۃ اللہ علیہ

عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ هُوَ يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَا لَا يَعْلَمُ ذَالِكَ اِلَّا اللهُ

(تفسیر ابن جریر، ج 10، ص 607)

قیامت کے وقت خاص کا علم بس خدا ہی کو ہے وہی اس کو اس کے وقت پر ظاہر کرے گا اس کو خدا کے کوئی نہیں جانتا۔

دیگر مفسرین

علامہ سیوطی اسی آیت کی تفسیر میں شعبی کی روایت نقل کرتے ہیں:

(۱) لَقِیَ عِیْسٰی جِبْرِیْلَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رُوْحَ اللّٰہِ قَالَ وَعَلَیْکَ یَا رُوْحَ اللّٰہِ قَالَ یَا جِبْرِیْلُ مَتَی السَّاعَۃُ فَانْتَفَضَ جِبْرِیْلُ فِیْ اَجْنِحَتِہٖ ثُمَّ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْہَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

(الدر المنثور، ج 6، ص 695)

حضرت عیسی علیہ السلام کی ملاقات حضرت جبریل علیہ السلام سے ہوئی علیک سلیک کے بعد آپ علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے قیامت کے بارے میں سوال کیا کہ کب واقع ہوگی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے زور سے اپنے بازو کو جھٹک کر فرمایا جس سے سوال کیا گیا وہ سائل سے زیادہ نہیں جانتا (یعنی ہم دونوں کو اس کا علم نہیں)

(۲) ابو جعفر محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قُلْ یَا مُحَمَّدُ لِسَائِلِیْکَ عَنْ وَقْتِ السَّاعَۃِ وَحِیْنَ مَجِیْئِہَا لَا عِلْمَ لِیْ بِذَالِکَ وَ لَا یَعْلَمُ بِہٖ اِلَّا اللّٰہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ الْغَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ ذَالِکَ لَا یَعْلَمُہٗ اِلَّا اللّٰہُ بَلْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّ عِلْمَ ذَالِکَ یُوْجَدُ عِنْدَ بَعْضِ خَلْقِہٖ

(تفسیر ابن جریر، ج 10، ص 615)

آپ ﷺ وقت قیامت کے متعلق سوال کرنے والوں سے کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس کا علم نہیں اور اس کو اس خدائے علیم وخبیر کے سوا کوئی نہیں جانتا جو زمین وآسمان کے تمام غیبوں کو جانتا ہے لیکن بہت سے لوگ اس بات سے ناواقف ہیں کہ اس کا علم صرف خدا ہی کو ہے وہ

گمان کرتے ہیں کہ اللہ تعالی نے بعض مخلوق کو بھی قیام ۔ کے وقت خاص کی خبر دی ہے۔
جیسے ماضی میں مشرکین مکہ اور آج مشرکین پاک و ہندیہ سمجھتے ہیں کہ اس کا علم نبی کریم ﷺ کو بھی ہے۔

(۳) قُلْ یاایُّھا النَّذِیْرُ اِنَّ عِلْمَ السَّاعَةِ عِنْدَ رَبِّیْ وَحْدَہٗ لَیْسَ عِنْدِیْ وَلَا عِنْدَ غَیْرِہٖ مِنَ الْخَلْقِ شَیْءٌ '' مِّنْہُ'

(المنار، ج9،ص465۔ مراغی۔ ج9،ص126)

اے ڈرانے والے آپ ان سے فرمادیجئے کہ وقت قیامت کا علم صرف ایک اللہ کے پاس ہی ہے نہ تو مجھے اس کا علم ہے نہ میرے سوا مخلوق میں کسی اور (پیر وفقیر) کو۔

(۴) قُلْ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ رَبِّیْ اِسْتَاثَرَ بِہٖ لَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہِ مَلَکاً مُّقَرَّباً وَّلَا نَبِیاً مُّرْسَلاً

(تفسیر بیضاوی ج3،ص44۔ تفسیر مظہری ج3ص111)

آپ فرمادیجئے اس کا علم تو بس میرے رب ہی کے پاس ہے اس نے اپنے لئے اس کو خاص کرلیا ہے نہ کسی مقرب فرشتے کو اس کی اطلاع نہ کسی نبی مرسل کو۔

پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرحوم

پیر مہر علی شاہ گولڑوی مرزائی قادیانی کو جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:
''اور یہ جو لکھا ہے کہ قیامت سات ہزار سے پہلے نہیں آسکتی میں کہتا ہوں کہ یہ سات ہزار سال کی تحدید جو آپ نے لگادی ہے یہ منافی ہے لا یجلیھا لوقتھا الا ھو اور ان احادیث کے جن میں آنحضرت ﷺ نے لاعلمی بیان فرمائی''۔

(شمس الہدایۃ،ص49)

آیت نمبر ۴: یَسْـَٔلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا یُدْرِیْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِیْبًا ﴿۶۳﴾

(سورۃ الاحزاب، آیت 63، پارہ 22)

ترجمہ: لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ! اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور تم کیا جانو شاید! قیامت پاس ہی ہو۔ (کنز الایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

يقول تعالى خَبَراً لِرَسُوْلِه صلوة الله و سلامه عليه انّه' لَا عِلْمَ لَه' بِالسَّاعَةِ وَ اِنْ سَالَهُ النَّاسُ عَنْ ذَالِكَ وَ ارْشَدَه' اَنْ يُّرِدَّ عِلْمُهَا اِلَى اللهِ عز و جل كَمَا قال الله تعالى فى سورة الاعراف و هى مكية و هذا مدنية فَاسْتَمَرَّ الْحَالُ فِى رَدِّ عِلْمِهَا الى الذى يُقِيْمُهَا لٰكِنْ اَخْبَرَه انَّهَا قريبة بقوله وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا

(تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 483)

اس آیت میں حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو بتلایا کہ آپ کو قیامت کا علم نہیں ہے اگرچہ لوگ پوچھا کریں اور آپ کو ہدایت کی ہے کہ اس کے علم کو خدا ہی کے سپرد کریں۔ جیسا کہ سورہ اعراف کی مذکورہ بالا آیت میں بھی یہی حکم دیا ہے اور وہ آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے پس علم قیامت کو اس کے قائم کرنے والے ہی کے حوالے کرنا مستمر رہا البتہ وما يدريك لعل الساعة تكون قريبا فرما کر آپ کو بتا دیا گیا کہ وہ قریب ہی ہے۔

علامہ بغوی لکھتے ہیں:

اىُّ شَيْئٍ يُعْلِمُكَ امْرَ السَّاعَةِ وَ مَتٰى يَكُوْنُ قِيَامُهَا اى انتَ لَا تَعْرِفُه' لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْباً

(تفسیر البغوی، ج 3، ص 665)

اور کس نے آپ کو بتایا ہے؟ یعنی کس نے آپ کو قیامت کے معاملہ کی خبر دی۔ ہے کہ وہ کب واقع ہوگی مطلب یہ کہ آپ اس کو نہیں جانتے کیونکہ آپ کو بتایا ہی نہیں گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قُل یا مُحَمَّدُ اِنَّمَا عِلۡمُهَا عِنۡدَ اللهِ لَمۡ یُطۡلِعۡ عَلَیۡہِ احَداً مِّنَ الۡاَنۡبِیَآئِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَمَا یُدۡرِیۡکَ ای شیء یُعۡلِمُکَ وَقۡتَ قِیَامِهَا اِذۡلَمۡ یُطۡلِعِ اللهُ عَلَیۡہِ احَداً مِّنۡ خَلۡقِہٖ

(تفسیر مظہری، ج5، ص563)

اے محمد ﷺ فرما دیجئے کہ قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے انبیاء و ملائکہ میں سے کسی کو بھی اس کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور کس نے آپ کو بتایا ہے؟ کہ وہ کب واقع ہو گی؟ جب اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع ہی نہیں کیا۔

جلالین میں ہے:

قل انما علمها عنداللہ و ما یدریک یعلمک بها ای انت لا تعلمها

(جلالین ص356)

آپ فرما دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر یعنی آپ نہیں جانتے۔

آیت نمبر۵: وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۲۵﴾ قُلۡ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللهِ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۲۶﴾

(سورۃ الملک، آیت 25،26، پارہ 29)

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو تم فرماؤ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں (کنز الایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

قُلۡ اِنَّمَا الۡعِلۡمُ عِنۡدَ اللهِ وَ اِنَّمَا انا نَذِیۡر ''مُّبِیۡن'' ای لَا یَعۡلَمُ وَقۡتَ ذَالِکَ عَلَی التَّعۡیِیۡنِ اِلَّا اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ لٰکِنَّہٗ' اَمَرَنِیۡ اَنۡ اُخۡبِرَکُمۡ اَنَّ هٰذَا کَائِنٌ '' وَ وَاقِعٌ '' لَا مَحَالَۃَ فَاحۡذَرُوۡہُ'

(تفسیر ابن کثیر، ج 8، ص 183)

آپ فرمادیجئے کہ اس (وعدہ قیامت) کا علم خدا ہی کے پاس ہے اور میں تو بس صرف صاف ڈرانے والا ہوں اس کے معین ومقررہ وقت کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا البتہ اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تم کو اس قیامت کی خبر دے دوں کہ وہ آنے والی ہے لہذا اس سے ڈرتے رہو۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

الْمُرَادُ انَّ الْعِلْمَ بِالْوُقُوْعِ غَيْرُ الْعِلْمِ بِوَقْتِ الْوُقُوْعِ فَالْعِلْمُ الْاَوَّلُ حَاصِلٌ ''عِنْدِیْ وَهُوَ كَافٍ فِي الْاَنْذَارِ وَالتَّحْذِيْرِ وَ امَّاالْعِلْمُ الثَّانِی فَلَيْسَ اِلَّااللّٰهُ وَلَاحَاجَةَ فِي كَوْنِهٖ نَذِيْراً

(تفسیر کبیر، ج 10، ص 596)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے نفس وقوع کا علم اور چیز ہے اور اس کے وقت خاص کا علم علیحدہ پس پہلا علم یعنی اتنا علم کہ وقت قیامت ضرور ایک دن آئے گا یہ تو مجھ کو حاصل ہے اور انذار وتخویف کیلئے وہی کافی ہے اور دوسرا علم یعنی قیامت کے وقت خاص کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور میرے نذیر ومبین ہونے کیلئے اس کی ضرورت بھی نہیں۔

آیت نمبر ۶: وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ

(سورۂ یونس، آیت 48،49، پارہ 11)

اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب آئے گا اگر تم سچے ہو تم فرماؤ میں اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے (کنزالایمان)

قُلْ لَا امْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرّاً وَّ لَا نَفعاً اِلاَّ مَاشَآئَ اللّٰهُ اَی لَا اَقُوْلُ اِلاَّ مَا عَلَّمَنِیْ وَلَا اَقْدِرُ عَلٰی شَيْئٍ مِمَّا اسْتَاثَرَہٗ بِهٖ اِلاَّ اَنْ يُطْلِعَنِیْ عَلَيْهِ فَاَنَا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ اِلَيْكُمْ وَ قَدْ اَخْبَرْتُكُمْ بِمَجِيْئِ السَّاعَةِ وَاَنَّهَا كَائِنَةٌ'' وَ لَمْ

يُطْلِعْنِي على وقتها

(تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 273)

میں نہیں کہتا مگر وہ جو مجھے اللہ تعالیٰ تعلیم دیتا ہے اور جو چیزیں حق تعالیٰ نے اپنے لئے مخصوص فرمائی ہیں میں ان پر قادر نہیں ہوں مگر یہ کہ وہ مجھے اس کی اطلاع دے دے میں تو اس کا بندہ ہوں اور اس کا رسول ہوں بھیجا ہوا ہوں تمہاری طرف اور میں نے تم کو قیامت کے آنے کی خبر دے دی ہے اور بالیقین وہ آنے والی ہے اور اس خدا نے مجھے اس کے وقت معین کی اطلاع نہیں دی۔

ولم يطلعني على وقتها سے معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا علم عطائی طور پر بھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا لہٰذا خان صاحب کا ترجمہ میں (ذاتی) کا پیوند لگانا کھلی تحریف ہے اس پر مزید تفصیل ان شاءاللہ اپنے مقام پر آرہی ہے۔

آیت نمبر ۷: قُلْ إِنَّمَا يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿۱۰۸﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ وَإِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿۱۰۹﴾

(سورۃ الانبیاء، آیت 108، 109، پارہ 17)

تم فرماؤ! مجھے تو یہی وحی ہوتی ہے کہ تمہارا خدا (معبود) نہیں مگر ایک اللہ تو کیا تم مسلمان ہوتے ہو پھر اگر وہ منہ پھیریں تو فرمادو! میں نے تمہیں لڑائی کا اعلان کر دیا برابری پر اور میں کیا جانوں کہ پاس ہے یا دور وہ جو تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے۔ (کنزالایمان)

میں کیا جانوں کہہ کر خود خان صاحب اقرار کر رہے ہیں کہ قیامت (یا ایک تفسیر کے مطابق عذاب) کے آنے کا وقت معین نبی کریم ﷺ کو معلوم نہیں۔ نیز یہاں انہوں نے ذاتی کا پیوند بھی نہیں لگایا۔

تفسیر

علامہ نسفی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای لا ادری متی یکون یوم القیامۃ لِاَنَّ اللہ تعالیٰ لَمْ یُطْلِعْنِیْ عَلَیْہِ
(مدارک، ج2، ص424)

مجھے نہیں معلوم کہ کب ہوگا قیامت کا دن کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے اس کی اطلاع نہیں دی

آیت نمبر ۸: وَ یَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھُوَ قُلْ عَسٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا
(سورہ بنی اسرائیل، آیت 51، پارہ 15)

ترجمہ: یہ کب ہے؟ تم فرماؤ شاید نزدیک ہی ہو۔ (کنزالایمان)

تفسیر

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّہٗ تَعَالٰی بَیَّنَ فِی الْقُرْاٰنِ اَنَّہٗ لَا یُطْلِعُ اَحَداً مِّنَ الْخَلْقِ عَلٰی وَقْتِہِ الْمُعَیَّنِ فَقَالَ ان اللہ عندہ علم الساعۃ و قال انما علمھا عند ربی و قال ان الساعۃ اتیۃ اکاد اخفیھا فَلَاجَرَمَ قَالَ تَعَالٰی قل عسی ان یکون قریبا
(تفسیر کبیر، ج7، ص353)

معلوم ہونا چاہیے کہ حق تعالی نے قرآن مجید میں صاف طور سے بیان فرمادیا ہے کہ وہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی قیامت کے وقت مقررہ کی اطلاع نہیں دے گا چنانچہ فرماتا ہے ان اللہ عندہ علم الساعۃ اور فرماتا ہے انما علمھا عند ربی اور فرماتا ہے ان الساعۃ اتیۃ اکاد اخفیھا پس اسی لئے فرمایا کہ شاید وہ قیامت قریب ہی ہو یعنی چونکہ اس کے وقت خاص کی اطلاع دینا منظور نہ تھی اسلئے اس کا صرف قریب ہونا ظاہر فرمایا۔

علامہ شربینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَاَمَّا اَنَّہٗ مَتٰی یُوْجَدُ فَذَالِکَ لَا یُمْکِنُ اِثْبَاتُہٗ مِنْ طَرِیْقِ الْعَقْلِ بَلْ اِنَّمَا یُمْکِنُ اِثْبَاتُہٗ بِالدَّلِیْلِ السَّمْعِیْ فَاِنْ اَخْبَرَ اللہُ تَعَالٰی عَنْ ذَالِکَ الْوَقْتِ الْمُعَیَّنِ عُرِفَ وَاِلَّا لَا سَبِیْلَ اِلٰی مَعْرِفَتِہٖ لِاَنَّہٗ تَعَالٰی بَیَّنَ فِی الْقُرْاٰنِ اَنَّہٗ لَا یُطْلِعُ اَحَدًا

مِنَ الْخَلْقِ عَلٰی وَقْتِہِ الْمُعَیَّنِ

(السراج المنیر،ج2،ص312)

آیت نمبر ۹: قُلْ اِنْ اَدْرِیْٓ اَقَرِیْبٌ'' مَّا تُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَہٗ' رَبِّیْٓ اَمَدًا

(سورۃ الجن، آیت 25، پارہ 29)

ترجمہ: تم فرماؤ میں نہیں جانتا آیا نزدیک ہے وہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے یا میرا رب اسے کچھ وقفہ دے۔(کنزالایمان)

تفسیر

یقول تعالی آمِرا رَسُوْلَہٗ' ﷺ اَنْ یَّقُوْلَ النَّاسَ اَنَّہٗ' لاَ عِلْمَ لَہٗ بِوَقْتِ السَّاعَۃِ وَلاَ یَدْرِیْ اقریب'' وَقْتُھَا ام بعید قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا ای مُدَّۃً طویلۃ

(تفسیر ابن کثیر،ج6،ص246)

حق تعالی اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیتے ہوئے کہ آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ مجھ کو قیامت کے وقت کا علم نہیں ارشاد فرماتا ہے آپ کہہ دیجئے کہ مجھے خبر نہیں کہ آیا قریب ہی ہے وہ قیامت جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے یا میرا خدا اس کیلئے کوئی طویل مدت مقرر کرے گا۔

آیت نمبر ۱۰: اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرَاتٍ مِّنْ اَکْمَامِھَا وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلاَ تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِہٖ۔

(حم سجدہ، آیت 47، پارہ 25)

ترجمہ: قیامت کا علم اسی پر حوالہ ہے اور کوئی پھل اپنے غلاف سے نہیں نکلتا اور نہ کسی مادہ کو پیٹ رہے اور نہ جنے مگر اس کے علم سے۔(کنزالایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِلَیْہِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَۃِ ای لَا یَعْلَمُ ذَالِکَ احد'' سِوَاہ' کَمَا قَالَ مُحَمَّد'' ﷺ وَھُوَ سَیِّدُ الْبَشَرِ لِجِبْرِیْلَ عَلیہ الصلوۃ والسلام وَھُوَ مِنَ السَّادَاتِ الْمَلَآئِکَۃِ حِیْنَ سَالَہ' عَنِ السَّاعَۃِ فَقَالَ مَا الْمَسْؤُلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ وَ کَمَا قَالَ عز و جل الی ربک منتھھا و قال جل جلالہ لا یجلیھا لوقتھا الا ھو

(تفسیر ابن کثیر ج 7 ص 185)

مطلب یہ کہ اس (وقوع قیامت کے وقت) کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے جو سید البشر ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے جو سرداران ملائکہ میں سے ہیں وقت قیامت کے سوال کے جواب میں فرمایا تھا کہ مسئول کا علم اس معاملہ میں سائل سے زیادہ نہیں (یعنی دونوں کو اس کا کچھ علم نہیں) اور جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا الی......

وَھُوَ سَیِّدُ الْبَشَرِ لِجِبْرِیْلَ عَلیہ الصلوۃ والسلام ۔وَھُوَ مِنَ السَّادَاتِ الْمَلَآئِکَۃِ ان دونوں جملوں میں واو حالیہ ہے مطلب یہ کہ ایک طرف رسول کریم ﷺ جو سید البشر ہیں امام الانبیاء ہیں دوسری طرف جبرآئیل علیہ السلام جو فرشتوں کے امام ہیں جب ان دونوں معظم ہستیوں کا یہ حال ہے کہ قیامت کے وقوع کا علم نہیں کہ کب واقع ہوگی تو اب کون ایسا ہے جس کے متعلق کہا جاسکے کہ اس کو قیامت کے وقوع کا علم ہے؟

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

کَانَ سَائِلاً قَالَ وَ مَتٰی یَکُوْنُ ذَالِکَ الْیَوْمُ فَقَالَ تَعَالٰی اِنَّہ' لَا سَبِیْلَ لِلْخَلْقِ اِلٰی مَعْرِفَۃِ ذَالِکَ الْیَوْمِ وَ لَا یَعْلَمُہ' اِلَّا اللّٰہُ تعالی فَقَالَ الیہ یرد علم الساعۃ وَ ھٰذِہِ الْکَلِمَۃُ تُفِیْدَ الْحَصْرَ ای لَا یَعْلَمُ وَقْتَ السَّاعَۃِ بِعَیْنِہٖ اِلَّا اللّٰہُ وَ کَمَا اَنَّ ھٰذَا الْعِلْمَ لَیْسَ اِلَّا عِنْدَ اللّٰہِ سبحانہ و تعالی فَکَذَالِکَ الْعِلْمُ بِحُدُوْثِ الْحَوَادِثِ الْمُسْتَقْبَلَۃِ فِیْ اَوْقَاتِھَا الْمُعَیَّنَۃِ لَیْسَ اِلَّا عِنْدَ اللّٰہِ سبحانہ و تعالی ثُمَّ ذَکَرَ مِنْ اَمْثِلَۃِ ھٰذَا الْبَابِ مِثَالَیْنِ احدھما قولہ ما تخرج من

ثمرۃ من اکمامہا و ثانیہا قولہ وما تحمل من انثی ولا تضع الا بعلمہ

(تفسیر کبیر، ج9، ص 571)

یوں سمجھو گویا سائل نے سوال کیا کہ یہ روز قیامت کب آئیگی تو اللہ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ مخلوق کیلئے اس کے علم کی کوئی سبیل نہیں اور اس کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا چنانچہ فرمادیا الیہ یرد علم الساعۃ اور یہ کلمہ مفید حصر ہے اور مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقت معین کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جس طرح کہ یہ علم غیب خدا کے سوا کسی کو نہیں ایسے ہی آئیندہ جو امور اپنے اوقات معینہ میں ہونے والے ہیں ان سب کا علم خدا ہی سے مخصوص ہے پھر خدا نے اس باب کی مثالوں میں سے صرف دو مثالیں یہاں ذکر فرمائی ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و کلا الجوابین اختصاص علمہا بہ تعالی

(روح المعانی، ج13، ص3)

اس انداز پر جواب دینے سے مقصود یہ ہے کہ ان کا علم اللہ تعالی کے ساتھ ہی خاص ہے (کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں)

آیت نمبر ۱۱: وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾

(سورۃ زخرف، آیت 85، پارہ 25)

ترجمہ: اور اسی کے پاس ہے قیامت کا علم اور تمہیں اسی کی طرف پھرنا۔

(کنزالایمان)

تفسیر

محمد بن عبد الرحمن الشافعی لکھتے ہیں:

وعندہ علم الساعۃ لا عند غیرہ (جامع البیان، ج4، ص96)

آیت نمبر ۱۲: يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾ اِلٰى

رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ۝ اِنَّمَا اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۝

(سورہ نزعت، آیت 42 تا 45، پارہ 30)

ترجمہ: تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں کہ وہ کب کیلئے ٹھری ہوئی ہے؟ تمہیں اس کے بیان سے کیا تعلق تمہارے رب ہی تک اس کی انتہا ہے تم تو فقط اسے ڈرانے والے ہو جو اس سے ڈرے۔ (کنزالایمان)

تفسیر

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

ای لَیْسَ عِلْمُهَا اِلَیْکَ وَلَا اِلٰی اَحَدٍ مِّنَ الْخَلْقِ

(تفسیر ابن کثیر)

خلاصہ کلام: ان 11 آیات سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ قیامت کے وقوع کا وقت معین یعنی قیامت کس معین تاریخ کو ہوگی اس کا علم خدا تعالی کے سوا نہ تو کسی مقرب فرشتے کو ہے نہ کسی نبی مرسل کو لہذا بریلویوں کا یہ دعوی ہے کہ آپ کو جمیع ما کان و ما یکون یعنی الی یوم القیامۃ یا کلی علم غیب دیا گیا باطل ہوا کیونکہ وقوع قیامت کا علم بھی اس کلی غیب میں شامل ہے جس کا علم قطعی طور پر آپ ﷺ کو نہیں دیا گیا۔ ان شاء اللہ احادیث کے باب میں یہ بات آئے گی کہ نبی کریم ﷺ کو آخری وقت بلکہ وفات سے ایک ماہ پہلے تک بھی قیامت کا علم نہ تھا آپ نے صاف اور واضح طور پر اس کا انکار فرمایا بلکہ معراج کی رات تو اولو العزم انبیاء علیہم السلام کا اجماع اس بات پر وقوع ہوا ہے کہ قیامت کا علم سوائے رب تعالی کے اور کسی کو نہیں تفصیل ان شاء اللہ احادیث کے باب میں آئے گی۔

ایک اصول

امیر دعوت اسلامی لکھتے ہیں:

''مسلمان کا قرآن پاک پر ایمان ہوتا ہے اور وہ حکم قرآن کے خلاف کوئی دلیل تسلیم کرتا

ہی نہیں۔"

(رسائل عطاریہ حصہ دوم ص 192)

لہذا ان آیات کے خلاف کسی بھی قسم کی دلیل فریق مخالف پیش کریں ہمیں قابل تسلیم نہیں۔نیز بریلویوں نے یہ اصول لکھا ہے کہ ظاہر قرآنی آیات میں کسی بھی قسم کی تاویل قابل مسموع نہیں تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔اس لئے ان آیات میں بھی فریق مخالف کی تاویلات باطلہ ہرگز قابل مسموع نہیں ہم علی سبیل التنزل ان تاویلات باطلہ کا مختصرا جواب دے رہے ہیں۔

بدعتی تاویل: اس میں نفی علم غیب ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں۔

جواب: یہ تاویل نری دفع الوقتی ہے اول تو اس لئے کہ یہ بطور مفہوم مخالف کے کہا جا رہا ہے اور احناف کے ہاں قرآن کی آیات میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ثانیا چلو آپ قرآن کی وہ آیت پیش کرو جس میں ہو کہ نبی کریم ﷺ کو عطائی طور پر بھی قیامت کا علم دے دیا گیا تھا۔نیز ہم نے ان آیات کی تفسیر میں صحابہ تابعین ومفسرین سے جو اقوال نقل کئے اس میں صاف طور پر "لم یطلع" "لا اظھر" کے الفاظ منقول ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان آیات میں جس علم کی نفی کی جا رہی ہے وہ نفی ذاتی علم کی نہیں بلکہ عطائی علم غیب کی۔

پھر کفار مکہ کا آپ کے متعلق قطعا یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ ﷺ ذاتی علم غیب رکھتے ہیں بلکہ ان کا آپ سے اس قسم کے سوالات کرنا اس بنیاد پر تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کے پاس جو غیب کی خبریں ہیں اور آپ جو کہتے ہیں کہ مجھے میرے رب کی طرف سے غیوب کی بہت سی خبریں دی جاتی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ قیامت کب واقع ہو گی؟۔چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ الْقَوْمَ لَمَّا طَالَبُوْہُ بِالْاِخْبَارِ عَنِ الْغُیُوْبِ

(تفسیر کبیر، ج 5 ص 425)

یہی بات علامہ خازن نے بھی تفسیر خازن، ج 2 ص 323 پر بھی فرمائی ہے۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"غرض کیا گیا جب بندے کی اپنی ہستی بھی ذاتی نہیں تو اس کی کوئی صفت کیسے ذاتی ہو سکتی

ہے صفات تو مبنی ہیں ذات پر"۔

(تفسیر نعیمی، ج9،ص 384)

لہذا یہ تاویل ہی عبث ہے کہ ذاتی کی نفی ہے جب ذاتی کا کوئی قائل ہی نہیں تو تردید ونفی کیسے؟

یہی بات علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے:

إنَّ عِلْمَ الغَيْبِ المَنفِيِّ عَنْ غَيْرِهِ جَلَّ وعَلا هو ما كانَ لِلشَّخْصِ لِذاتِهِ أي بِلا واسِطَةٍ في ثُبُوتِهِ لَهُ. وهَذا مِمّا لا يُعْقَلُ لِأحَدٍ مِن أهْلِ السَّماواتِ والأرْضِ لِمَكانِ الإمْكانِ فِيهِمْ ذاتًا وصِفَةً وهو يَأْبى ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهم بِلا واسِطَةٍ

(روح المعانی، ج10،ص 222)

ذاتی وعطائی کی تاویل کرنے والا کارِ عبث کی تہمت لگا رہا ہے

ہماری تمام کتب میں رؤیت باری تعالی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے دیدار کی جو خواہش کا اظہار کیا گیا ہے اس کو مستدل بنایا گیا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اگر رب تعالی کی رویت ممکن نہ ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام نے ایک کار عبث کی معاذ اللہ رب سے درخواست کی جس کی توقع کسی اولو العزم نبی سے نہیں کی جا سکتی۔ یہی طرز ہم یہاں اختیار کرتے ہیں نبی کریم ﷺ کے بارے میں نہ کسی مسلمان اور نہ اس زمانے کے کسی مشرک کا یہ عقیدہ تھا کہ وہ ذاتی علم رکھتے ہیں تو پھر اس علم کی نفی جو کسی کا عقیدہ ونظریہ ہی نہ ہو کار عبث ہے جس کی نسبت اللہ کی طرف کرنا کھلی گمراہی ہے۔

بدعتی تاویل : اس میں تو ہے ہم نے کسی کو نہیں دیا یہ کہاں ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی نہیں دیا۔

جواب : چلیں آپ قرآن میں سے دکھا دیں کہ کسی کو نہیں دیا سوائے نبی کریم ﷺ کے ہاں ان کو دیا ہے۔ جس طرح ہم سے مطالبہ ہے اسی طرح واضح طور پر نبی کریم ﷺ کا نام اور وقت قیامت کا علم دینے کا ذکر ہو۔

(۲) مولوی صاحب! کچھ تو خدا کا خوف کرو ہم نے جو آیات ذکر کی ہیں ان میں کسی میں انما،

کسی میں عندہٗ خبر مقدم وغیرہ سے حصر کو بیان کیا گیا مفسرین اور خان صاحب نے بھی تفسیر اور ترجمہ میں اسی حصر کے مطابق ترجمہ وتفسیر کی۔ پھر مفسرین نے" قل یا محمد " انت لا تعلمہا " وغیرہ کے ساتھ تفسیر بیان کر کے ان آیات کی مراد واضح کر دی کہ نبی کریم ﷺ بھی اس علم کی نفی میں شامل ہیں۔جنہوں نے مخاطب کے الفاظ استعمال نہیں کئے انہوں نے بھی نکرہ تحت النفی جو کہ عموم کا فائدہ دیتا ہے کے ساتھ تفسیر کر کے صاف طور پر بیان فرما دیا کہ خلق میں کسی بھی مقرب سے مقرب نبی اور مقرب سے مقرب فرشتے کو اس کا علم نہیں دیا گیا۔

پھر یہ تاویل عقل سے بھی بعید ہے اس لئے کہ کفار مکہ کا سوال تو آپ ﷺ سے تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ ہمیں بتائیں کہ قیامت کا علم کب ہوگا؟ اور نبی یہ جواب دیں کہ دیگر انبیاء کو اس کا علم نہیں۔یعنی سوال آپ سے ہو نفی انبیاء سے ہو۔ایں چہ بوالعجبی است؟۔

بدعتی تاویل : روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے آپ ﷺ کو آخر وقت میں قیامت کا علم دے دیا گیا تھا۔

جواب : ہم نے صحابہ تابعین جمہور مفسرین سے اس بات کا ثبوت دیا کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم نہیں دیا گیا پھر آگے احادیث کے باب میں مستقل نبی کریم ﷺ کی احادیث آرہی ہیں کہ آخر عمر تک مجھے اس کا علم نہیں دیا گیا تو نبی کریم ﷺ ،عبد اللہ ابن مسعود وعبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مقابلے میں گیارہویں صدی کے ایک مفسر کے قول شاذ ومجہول کی کیا وقعت اور کیا حیثیت؟ روح البیان ہمارے نزدیک معتبر نہیں رطب و یابس سے پر ہے۔اس کا جو قول جمہور کے مطابق ہوگا لے لیں گے اور جو قول قرآن و حدیث اور جمہور کے خلاف ہے ہم اس سے پناہ مانگتے ہیں۔

آیت نمبر ۱۳: وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۝۶۹

(سورہ یس، آیت 69، پارہ 23)

ترجمہ: اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے وہ تو نہیں مگر

نصیحت اور روشن قرآن۔ (کنزالایمان)
اس آیت میں واضح الفاظ میں اللہ تعالی نے بیان فرمادیا کہ اے محبوب ہم نے آپ کو شعر کہنا نہیں سکھایا نہ اس کا علم دیا اور نہ ہی اس کا علم آپ کی شان کے لائق ہے۔ پس اب کون بدبخت ہے جو اس آیت کے مقابلے میں نبی کریم ﷺ کو شاعر کہے؟

تفسیر اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ اماں جان سے کہا گیا:

هَلْ كَانَ رَسول الله ﷺ يَتَمَثَّلُ بِشَيْءٍ مِّنَ الشِّعْرِ فَقَالَتْ كَانَ ابْغَضَ الْحَدِيْثِ إِلَيهِ غيرَ انَّهُ كَانَ يَتَمَثَّلُ بَيتَ اخِي بَنِي قَيْسٍ فَيَجْعَلُ اوَّلَهُ آخِرَهُ وَ آخِرَهُ اوَّلَهُ فَقَالَ ابُوْ بَكْرٍ لَيْسَ هَكَذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِنِّيْ وَاللهِ مَا انَا بِشَاعِرٍ وَّلَا يَنْبَغِيْ لِيْ

(رواہ ابن حاتم ص 3200 وابن جریر ض 19 ص 480۔ ابن کثیر ج 6 ص 590۔ الدر المنثور ج 12 ص 372)

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور ﷺ کبھی کوئی شعر بھی پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا کہ شعر آپ کو سب باتوں سے زیادہ ناپسند تھا البتہ کبھی کبھی آپ قیسی شاعر کا بیت (و یاتیك بالاخبار من لم تزود) الٹ پلٹ کر پڑھا کرتے تھے جس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ اصل شعر یوں نہیں جس پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ کی قسم میں شاعر نہیں ہوں اور شعر میرے لئے مناسب بھی نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اشہد انک رسول اللہ و ما علمک الشعر و ما ینبغی لک

(الدر المنثور ج 12 ص 384)

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں اس ذات نے آپ کو شعر کا علم نہیں دیا اور آپ کیلئے وہ مناسب بھی نہیں

دیگر مفسرین

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

يَقُوْلُ اللّٰهُ عز و جل مُخْبِراً عَنْ نَّبِيّهٖ مُحَمَّدٍ ﷺ انَّهٗ مَا عَلَّمَهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِىْ لَهٗ اى مَا هُوَ فِىْ طَبْعِهٖ فَلاَ يُحْسِنُهٗ وَلَا يُحِبُّهٗ وَلَا تَقْتَضِيْهِ جِبِلَّتُهٗ وَلِهٰذَا وُرِدَ انَّهٗ ﷺ كَانَ لاَ يَحْفَظُ بَيْتاً عَلٰى وَزْنٍ مُنْتَظِمٍ بَلْ اِنْ اَنْشَدَهٗ زَحَّفَهٗ اَوْ لَمْ يُتِمَّهٗ

(تفسیر ابن کثیر، ج 4، ص 578)

اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر محمد ﷺ کی طرف سے خبر دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو شعر کا علم نہیں دیا اور نہ وہ ان کیلئے مناسب ہے یعنی وہ آپ کی طبعیت کے موافق ہی نہیں اس لئے نہ تو وہ آپ کو پسند ہے اور نہ آپ کی فطرت اس کی مقتضی ہے اور اسی لئے وارد ہوا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو ٹھیک وزن پر ایک شعر بھی محفوظ نہ تھا بلکہ آپ اگر پڑھتے تو یا اس کا کچھ گرا دیتے یا نا تمام پڑھتے تھے۔

امام رازی رحمہ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

إشارَةٌ إلى أنَّهٗ مُعَلَّمٌ مِن عِندِاللّٰهِ فَعَلَّمَهُ ما أرادَ ولَمْ يُعَلِّمْهُ ما لَمْ يُرِدْ... خُصَّ الشِّعْرُ بِنَفْيِ التَّعْلِيمِ مَعَ أنَّ الكُفّارَ كانُوا يَنْسُبُونَ إلى النَّبِيِّ ﷺ أشْياءَ مِن جُمْلَتِها السِّحْرُ ولَمْ يَقُلْ وما عَلَّمْناهُ السِّحْرَ وكَذَلِكَ كانُوا يَنْسُبُونَهُ إلى الكِهانَةِ ولَمْ يَقُلْ وما عَلَّمْناهُ الكِهانَةَ فَنَقُولُ: أمّا الكِهانَةُ فَكانُوا يَنْسُبُونَ النَّبِيَّ ﷺ إلَيْها عِنْدَما كانَ يُخْبِرُ عَنِ الغُيُوبِ ويَكُونُ كَما يَقُولُ.

وأمّا السِّحْرُ فَكانُوا يَنْسُبُونَهُ إلَيْهِ عِنْدَما كانَ يَفْعَلُ ما لا يَقْدِرُ عَلَيْهِ الغَيْرُ كَشَقِّ القَمَرِ وتَكَلُّمِ الحَصى والجِذْعِ وغَيْرِ ذَلِكَ.

وأمّا الشِّعْرُ فَكانُوا يَنْسُبُونَهُ إلَيْهِ عِنْدَما كانَ يَتْلُو القُرْآنَ عَلَيْهِمْ لَكِنَّهُ

ﷺ ما كانَ يَتَحَدّى اِلّا بِالقُرآنِ كَما قالَ تَعالى: وَاِنْ كُنتُمْ في رَيبٍ مِمّا نَزَّلنا عَلى عَبدِنا فَاْتُوا بِسُورَةٍ مِن مِثْلِهِ [البقرة:] اِلى غَيرِ ذٰلِكَ ولَمْ يَقُلْ: اِنْ كُنتُمْ في شَكٍّ مِن رِسالَتي فَاَنطِقُوا الجُذُوعَ اَوْ اَشْبِعُوا الخَلْقَ العَظِيمَ اَوْ اَخبِرُوا بِالغُيُوبِ فَلَمّا كانَ تَحَدِّيهِ ﷺ بِالكَلامِ وكانُوا يَنسُبُونَهُ اِلى الشِّعرِ عِندَ الكَلامِ خُصَّ الشِّعرُ بِنَفيِ التَّعلِيمِ.

(تفسیر کبیر، ج9، ص304)

بدعتی تاویلات

تاویل ۱: اس میں ملکہ شعر گوئی کی نفی کی گئی ہے اور مراد یہ ہے کہ ہم نے اپنے رسول کو شعر گوئی کا ملکہ نہیں دیا۔

جواب: جناب اس سے ہمارے استدلال پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ شعر سے خواہ ملکہ شاعری مراد ہو ما کان و ما یکون میں داخل ہیں اور جب ان میں سے کسی ایک کی نفی ہوگئی تو جمیع ما کان و ما یکون کا دعویٰ باطل ہوگیا۔

تاویل ۲: وہابیہ دیوبندیہ علم سے تو کورے ہوتے ہیں انہیں بڑی کتابوں کا مطالعہ نصیب نہیں تو کم از کم منطق کے چھوٹے رسالے دیکھ لیں کہ انہوں نے شعر سے کیا مراد لیا ہے؟ وہ کہتے ہیں الشعر هو المولف من المقدمات الكاذبة شعر وہ ہے جو جھوٹے مقدمات سے مرکب ہو اب معنی یہ ہوا کہ ہم نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو جھوٹی باتیں نہیں سکھلائیں اور نہ ہی جھوٹ ان کے لائق۔ (غایۃ المامول، فیض احمد اویسی، ص60)

نوٹ: اس آیت سے متعلق یہ تمام تاویلات باطلہ فیض احمد اویسی نے احمد رضا خان کی کتب نعیم الدین مراد آبادی کی الکلمۃ العلیا اور احمد یار گجراتی کی جاء الحق سے سرقہ کر کے لکھی ہیں یہ عبارت هو المولف من المقدمات الكاذبة بعینہ نعیم الدین مراد آبادی کی الکلمۃ العلیا ص 57 کی سطر 6 سے سرقہ کیا ہے۔ ایسے سرقہ باز لوگوں کو دوسروں کو کتابیں نہ پڑھنے کا طعنہ دیتے ہوئے بھی شرم آنی چاہئے۔

جواب: جناب مولوی صاحب! اب جب پھنس گئے ہو تو کہتے ہو کہ مراد جھوٹ اور جھوٹے اشعار ہیں وہ نہیں سکھائے اور اس لئے نہیں سکھائے کہ آپ ﷺ کی شان کے لائق نہیں حالانکہ شروع میں تو آپ فرمارہے تھے:

”نفس علم کسی چیز کا برا نہیں ...... اور دنیا میں سب سے بدتر چیز شرک اور کفر ہے مگر فقہاء فرماتے ہیں الفاظ کفریہ کا سیکھنا فرض ہے...... یعنی علم ریا اور حسد، عجب حرام اور کفریہ کلمات کا سیکھنا ضروری اور واللہ یہ فرض ہے“۔

(غایۃ المامول، ص 15,14)

یہی بات آپ کے حکیم الامت احمد یار گجراتی نے بھی ”جاء الحق، ص 49,48“ پر لکھی۔

تو اب سوال یہ ہے کہ جب نفس علم کسی چیز کا برا نہیں سب سے بدتر چیز دنیا میں کفر و شرک ہے مگر اس کا سیکھنا فرض ہے تو جھوٹ سیکھنا فرض کیوں نہیں؟ جھوٹے اشعار کا علم فرض کیوں نہیں؟ پھر رات کے اندھیروں میں لوگ کیا کر رہے ہیں، میاں بیوی کے آپس کے خاص تعلقات، فلموں ڈراموں کا علم، گندے علوم نبی کریم ﷺ کی کیا شان کے مطابق ہیں معاذ اللہ جو ان سب کا علم نبی کیلئے مانتے ہو؟ اگر معاذ اللہ یہ آپ ﷺ کی شان کے خلاف نہیں بلکہ ان سے بقول تمہارے نبی کریم ﷺ کی شان میں معاذ اللہ اضافہ ہوتا ہے تو مقدمات کا ذبہ سے مولف اشعار کا کیا قصور ہے؟ حیرت ہے کہ اگر علمائے اسلام آپ ﷺ سے ان گندے علوم کی نفی کریں کہ یہ آپ کی شان رفیع کے لائق نہیں تو فورا فتوے اور اب جب اپنی گردن پھنسی تو سارے قاعدے سارے اصول بھول گئے؟

پھر آنجناب ہی تو لکھتے ہیں:

”اسی سے نتیجہ نکلا کہ ہمارے نبی علیہ السلام کو اپنی امت کا علم عطا فرمادیا“۔

(غایۃ المامول، ص 64)

جب نبی کریم ﷺ کو اپنی تمام امت کا علم بھی عطا فرمادیا کہ تو کیا آپ ﷺ کی امت کو جھوٹ کا علم، جھوٹے اشعار کا علم منطقی اشعار کا علم نہیں؟ اگر ہاں اور یقینا ہاں تو تم نبی کریم ﷺ سے اس کی نفی کرکے امت کا علم نبی ﷺ سے زیادہ نہیں بڑھا رہے ہو؟ معاذ اللہ

آپ فرماتے ہیں کہ جن اشعار کے علم کی نفی کی ہے ان سے مراد شعر منطقی ہے جو مقدمات کاذبہ پر مشتمل ہوتے ہیں حالانکہ حضرت ابن ابی حاتم اپنی سند سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کبھی یہ بیت پڑھا کرتے تھے:

كَفٰى بِالْاِسْلَامِ وَالشَّيْبِ لِلْمَرْءِ نَاهِياً

حالانکہ اصل موزوں مصرعہ اس طرح تھا

كَفَى الشَّيْبُ وَالْاِسْلَامُ لِلْمَرْءِ نَاهِياً

مگر حضور ﷺ اسی طرح الٹ پلٹ کر کے پڑھتے تھے جس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا:

اَشْهَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَا عَلَّمَکَ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيْ لَکَ

(تفسیر ابن ابی حاتم ص 3201)

معلوم ہوا کہ آیت کریمہ میں شعر سے مراد شعر منطقی نہیں بلکہ وہی شعر مراد ہے جن کو عام اہل عرب شعر کہتے تھے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ ملکہ کی نفی نہیں کیونکہ ملکہ کو شعر گوئی میں دخل ہوتا ہے نہ کہ کسی کا شعر نقل کرنے میں۔

منطقی صاحب! جواب دیں کہ کیا مذکورہ بالا شعر مقدمات کاذبہ سے بنا ہے؟

چلیں مان لیتے ہیں کہ مراد اشعار منطقی ہیں جو جھوٹ پر مشتمل ہوتے ہیں۔ جھوٹ کے علم کی نفی کی جارہی ہے تو بندہ خدا! اس سے ہمارے دعوے اور موقف پر کیا فرق پڑا؟ اس لئے کہ منطقی اشعار یا جھوٹ بھی تو جمیع ما کان وما یکون کا ایک جز ہے آپ نے خود اس کی نفی کر دی تو ثابت ہوگیا کہ نبی کریم ﷺ کو تمام جمیع ما کان وما یکون کا علم نہیں لہٰذا تم شعر سے جو بھی مراد لو ملکہ مراد لو یا کچھ اور اتنی بات تو طے ہے کہ کچھ نہ کچھ ایسا ضرور ہے کہ جس کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا۔ اور یہی ہم ثابت کرنا چاہ رہے ہیں۔

تاویل ۳: مولوی صاحب! آپ نے تو مجھے بری طرح پھنسا دیا۔ دیکھو نبی کریم ﷺ کو عرفی اشعار کا علم تھا اسی لئے تو آپ نے شعر کہا

انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب

وغیرہ وغیرہ اگر شعر میں یہی شعر گوئی (یعنی عرفی اشعار از ناقل) مراد ہوں تو پھر تو قرآن کو غلط قرار دینا پڑے گا۔ (غایۃ المامول ص 61)

جواب: جناب ہم نے آپ کو نہیں پھنسایا شیطان نے آپ کو بری طرح اپنے دام تزویر میں جکڑ رکھا ہے۔ بدعتیوں کی ذہنی پستی کا اندازہ لگائیں کہتے ہیں کہ دیکھو نبی کریم ﷺ نے شعر کہا اگر آیت میں شعر مراد ہیں تو پھر اس حدیث کی وجہ سے آیت کو غلط کہنا پڑے گا اس لئے آیت میں تاویل بلکہ تحریف کرو۔ حالانکہ اس کو کہنا چاہئے تھا کہ خبر واحد آیت قطعی کا مقابلہ نہیں کر سکتی اس لئے اگر بالفرض روایت درست بھی ہو تو روایت میں تاویل کریں گے نہ کہ قرآن میں۔ خبر واحد کی وجہ سے قرآن کو کیسے غلط کہہ سکتے ہیں؟ رضاخانی حضرات کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ عقیدہ پہلے بناتے ہیں اور رب کا قرآن بعد میں پڑھتے ہیں اب جب رب کا قرآن ان کے خود ساختہ عقیدے کے خلاف نکلتا ہے تو بجائے اپنا عقیدہ درست کرنے کے قرآن کی تحریف کے درپے ہو جاتے ہیں

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں
کس قدر بے توفیق ہیں فقیہان حرم

بندہ خدا جو موزوں کلام آپ نے پیش کیا اس کو شعر کہنا ہی حماقت ہے اصطلاح عربیت میں اس قسم کے موزوں و مقفیٰ کلام کو رجز کہا جاتا ہے۔ علامہ نووی فرماتے ہیں:

وَاخْتَلَفَ اَہْلُ الْعُرُوْضِ وَالْاَدَبِ فِی الرِّجْزِ ہَلْ ہُوَ شِعْرٌ '' اَمْ لَا وَاتَّفَقُوْا عَلٰی اَنَّ الشِّعْرَ لَا یَکُوْنُ شِعْراً اِلَّا بِالْقَصْدِ اَمَّا اِذَا جَرٰی کَلَام '' مَوْزُوْن '' بِغَیْرِ قَصْدٍ فَلَا یَکُوْنُ شِعْراً وَّعَلَیْہِ یُحْمَلُ مَا جَائَ عَنِ النَّبِیِّ ﷺ مِنْ ذَالِکَ لِاَنَّ الشِّعْرَ حَرَام '' عَلَیْہِ ﷺ

(شرح نووی، ج 1، ص 200)

اہل عروض اور ادب کا رجز سے متعلق اختلاف ہے کہ آیا وہ شعر ہیں یا نہیں؟ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ شعر اس وقت تک شعر نہیں جب تک اس میں قصد و ارادہ نہ ہو اگر کسی وقت بغیر قصد کے

کوئی کلام موزوں زبان پر جاری ہوگیا تو وہ شعر نہیں ہوگا اور آنحضرت ﷺ سے جو ثابت ہے اس کا بھی یہی محمل ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ پر شعر کہنا حرام ہے۔

اسی طرح عروض کی درسی کتاب محیط الدائرہ میں شعر کی تعریف یوں کی گئی ہے:

اَلشِّعْرُ کَلَام ''یُقْصَدُ بِہِ الْوَزْنُ وَالتَّقْفِیَۃُ (محیط الدائرہ، ص 1)

شعر وہ کلام ہے جس میں وزن اور قافیہ بندی کا قصد کیا جائے۔

اور مولوی صاحب! آپ نے جو موزوں کلام پیش کیا اس کو شعر کہنا ہی جہالت ہے۔ علامہ ابن کثیر اسی کے متعلق فرماتے ہیں:

ھٰذَا مَا وَقَعَ اِتِّفَاقاً مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ لِوَزْنِ شِعْرٍ بَلْ جَرٰی عَلَی اللِّسَانِ مِنْ غَیْرِ قَصْدٍ اِلَیْہ

(تفسیر ابن کثیر ،4، ص 590)

ایسا کلام کبھی کبھار اتفاقیہ بغیر وزن کا ارادہ کئے آپ ﷺ کی زبان پر جاری ہوجاتا۔

نیز علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَتَحَ الْبَآئَ فِی کَذِب وَ خَفَضَ الْیَآئَ فِی الْمُطَّلِب

(مدارک، ج 3، ص 111)

یعنی اس میں بھی نبی کریم ﷺ نے ''کذب'' کی با پر ''زبر'' پڑھا اور ''مطلب'' کی با پر زیر پڑھا جس سے کلام غیر موزوں ہوگیا۔

دوسروں کو علم سے کورے ہونے کا طعنہ دینے والے اب ذرا اپنی حدود اربعہ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس پہ بھی غور کریں کہ امام نووی تو نبی کریم ﷺ پر شعر پڑھنے کو حرام فرما رہے ہیں اور آج کل کے بدعتی کہتے ہیں کہ نہیں نبی کریم ﷺ شعر پڑھتے تھے آپ کو اشعار آتے تھے گویا نبی کریم ﷺ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ کارِ حرام کیا کرتے تھے؟ یہ ہے ان گستاخوں کا اصل چہرہ۔ قاضیخان میں تو یہ لکھا ہے کہ جو یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ شعر کہتے تھے تو اس نے کفر کیا

لو قال شعر النبی ﷺ شعرا فقد کفر

(فتاوی قاضیخان، ج3،ص426)

بدعتی مولانا غلام رسول سعیدی صاحب

اگر اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آیا تو لیجئے اپنے شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی کو پڑھئے:
"آپ سے اشعار کی صورت میں جو کلام صادر ہوا جیسا کہ ہم نے متعدد حوالوں سے احادیث نقل کی ہیں مثلاً انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب وغیرہ تو ہر چند کہ یہ کلام موزون ہیں لیکن یہ اصطلاح میں شعر نہیں کیونکہ اس میں کلام کا ایک وزن پر ہونا اتفاقاً ہے قصداً نہیں"۔

(تبیان القرآن، ج8،ص543)

شعر کی اصطلاحی تعریف

نیز یاد رہے کہ شعر اسے کہتے ہیں جو مولف ہو مقدمات کاذبہ سے یہ صرف مناطقہ وحکماء کے ہاں ہے۔ ورنہ شعر کی اصطلاحی تعریف یہ کی گئی ہے:

کلام موزون مقفی دال علی معنی

(الصاحبی ص70، لابن فارس، المزہر فی علوم اللغۃ وانواعہا لسیوطی، ج2،ص398، نقد الشعر لابن قدامہ ص64، منہاج البلغاء وسراج الادباء ص71، البلغۃ الی اصول اللغۃ ص38، شرح مائۃ المعانی والبیان ص19، العمدۃ فی محاسن الشعر وآدابہ لابن رشیق القیروانی، ج1ص119، روح البیان، ج10ص150، البرہان فی علوم القرآن، ج3ص114، محیط الدائرہ ص1، التعریفات ص92)

اس معنی میں بھی نبی کریم ﷺ کو شعر کا علم نہ تھا۔ اس کے علاوہ چند دیگر تعریفیں بھی ملتی ہیں ملاحظہ ہو:

(کتاب الصناعتین ص60، کتاب الشعر للفارابی ص93، فن الشعر لابن سینا ص168، مقدمۃ ابن خلدون)

پھر اویسی نے جو شعر منطقی کی تعریف کی ہے وہ بھی مناطقہ کے ہاں متفقہ نہیں۔ چنانچہ بریلویوں

کے صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی نے اسے صرف بعض مناطقہ کا قول لکھا ہے اور قدماء حکماء سے شعر کی تعریف یہ لکھی ہے:

''وزن و قافیہ شعر کا رکن ہے بلکہ رکن شعر صرف مقدمات مخیلہ کا ایراد ہے تو جو قیاس کہ مقدمات مخیلہ سے مرکب ہو اس کو شعر کہتے ہیں''۔

(الکلمۃ العلیاء، ص 57)

امید کرتا ہوں کہ فیض احمد اویسی اور دیگر رضاخانیوں کی یہ غلط فہمی دور ہوگئی ہوگی کہ دیوبندی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۱۴: قُلْ لَّا اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾

(سورۃ الاعراف، آیت 188، پارہ 9)

ترجمہ: تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں غیب جان لیا کرتا تو یوں ہوتا کہ میں نے بہت بھلائی جمع کر لی اور مجھے کوئی برائی نہ پہنچی میں تو یہی ڈر اور خوشی سنانے والا ہوں انہیں جو ایمان رکھتے ہیں۔ (کنزالایمان)

اس آیت مبارکہ میں اس بات کو خوب واضح کر دیا گیا ہے کہ آپ ﷺ صفات الٰہیہ سے متصف نہ تھے نہ آپ مختار کل تھے اور نہ آپ ﷺ عالم الغیب تھے۔ یہاں جو نفع وضرر کا بیان ہے یہ دنیاوی نفع وضرر کا بیان ہے یعنی میں اگر علم غیب جانتا تو دنیا میں مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی نہ دنیا کے مال و اسباب میں مجھے کوئی نقصان اٹھانا پڑتا چنانچہ اس آیت کے شان نزول میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منقول ہے:

اِنَّ اہلَ مَکَّۃَ قَالُوْا یَا مُحَمَّدُ اَلَا یُخْبِرُکَ رَبُّکَ بِالسِّعْرِ الرَّخِیْصِ قَبْلَ اَنْ یَّغْلُوَ فَتَشْتَرِیَہ فَتَرْبَحَ عِنْدَ الْغَلَاءِ

(معالم التنزیل للبغوی، ج 3، ص 310، خازن)

اہل مکہ نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ اے محمد کیا تمہارا رب اشیاء کی گرانی سے پہلے نرخ کی اور ارزانی کی خبر تجھے نہیں دیتا کہ آپ ارزانی میں خرید کر گرانی میں خاطرخواہ نفع حاصل کریں۔

یہاں جو الغیب پر الف لام ہے یہ لام استغراق کیلئے نہیں بلکہ عہد کیلئے ہے اور مراد یہ مخصوص غیب ہے یعنی دنیاوی نفع ونقصان کا مجھے کوئی علم نہیں یہاں استغراق مراد اس لئے نہیں کہ استغراق مجازی ہے اور لام عہد حقیقی ہے اور جب تک حقیقی پر عمل ممکن ہو بغیر قرینہ صارفہ مجاز کی طرف عدول جائز نہیں۔

لا یکون ثمہ استغراق نعم یصار الیہ بقرینۃ المقام

(حاشیہ عبدالغفور،ص 2)

التعریف لایلزم من ان یکون الاستغراق العہد ھو الاصل

(تلویح،ص 57)

جب اس خیر اور سوء سے مخصوص دنیاوی خیر اور سوء ہے مال و دولت کی صورت میں تو بریلویوں کا یہ اعتراض ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ''الکوثر'' عطا کی خود بخود باطل ہو جاتا ہے کیونکہ اس آیت میں اخروی خیر کی نفی نہیں بلکہ دنیاوی مال و دولت کی نفی ہے۔

بہرحال آیت میں لو ہے جو انتفائے ثانی بسبب انتفائے اول کیلئے آتا ہے استکثار من الخیر منتفی ہے اس لئے کہ عالم الغیب ہونا منتفی ہے۔

دوسری بات لو ۔۔الآیۃ یہ مقدم ہے اور لاستکثرت یہ تالی اور تالی مقدم کو لازم ہوتی ہے۔ یہاں استکثار خیر یہ مطلق علم غیب کے لوازم میں سے ہے خواہ ذاتی ہو یا عطائی ۔اس کا تعلق صرف ذاتی کے ساتھ نہیں اس لئے کہ اس صورت میں تو معنی یہ ہو جائے گا کہ اگر آمدہ واقعات خود بخود ذاتی طور پر مجھ پر منکشف ہو جاتے تو مجھ کو تکلیف نہ ہوتی اور اگر اللہ عطائی طور پر مجھ پر انکشاف فرمادے تو مجھے تکلیف پہنچتی اور یہ صریح البطلان ہے۔

علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

ولو کنت اعلم الغیب ای لکانت حالی علی خلاف ما ھی علیہ من

استکثار الخیر و اجتناب السوء و المَضَارِّ حتی لا یَمَسَّنِی شیء منها
(مدارک التنزیل، ج 1 ص 623)
اگر میں علم غیب جانتا تو میرا حال اس کے برعکس ہوتا جو اب ہے یعنی میں بہت منافع حاصل کرتا اور مضرتوں سے بچا رہتا ہے یہاں تک کہ مجھے کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

بریلوی تاویل

مولانا عمر اچھروی صاحب کہتے ہیں کہ اگر آپ خود سے ضرر کو دور نہیں کر سکتے تو آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا انکار ہوگا کہ رحمت اور زحمت ایک ساتھ جمع نہیں ہو سکتے ورنہ اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

جواب : حضور ﷺ کو نقصان ہوا اور آپ کو اس کے ٹالنے کی قدرت بھی نہ تھی اس سب کے باوجود آپ رحمۃ للعالمین ہیں اس میں نہ تو رحمت اور زحمت کا اجتماع ہے نہ اجتماع نقیضین کیونکہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين مفعول لہ ہے اور اس کا اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے (متن متین ص 30) تو معنی یہ ہوا کہ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا کہ ہم اس ارسال کی وجہ سے تمام جہانوں پر رحمت کریں تو یہ رحمت صفت خداوندی ہے اور نقصان نبی کریم ﷺ کو تو محل ایک نہ رہا جب محل ایک نہ رہا تو اجتماع نقیضین چہ معنی وارد؟ بالفرض رحمت بھی آپ ہوں اور نقصان بھی آپ کو پہنچا تو رحمت آپ دینی لحاظ سے ہیں اور نقصان دنیاوی لحاظ سے اور یہ تو منطق کا مسئلہ ہے کہ وبتفاوت الاعتبار يتفاوت الاحكام (سلم العلوم ص 34)

پھر مولانا عمر اچھروی تو کہتا ہے کہ رحمت اور زحمت جمع نہیں ہو سکتے مگر اس کے مسلک کا حکیم الامت احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''نبی اپنے امتیوں کے واسطے رحمت اور حاسدین کے واسطے زحمت''۔
(تفسیر نعیمی، ج 1 ص 483)

تو آپ کے بڑوں کے نزدیک تو رسول اللہ ﷺ بیک وقت رحمت بھی ہیں اور معاذ اللہ زحمت بھی۔

آیت ۱۵: قُلْ لَا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّیْ مَلَكٌ ۚ

(سورۃ الانعام،آیت 50، پارہ 7)

ترجمہ: تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ (کنز الایمان)

یہاں دو دعووں کا ذکر ہے ایک دعوی ہے خدائی کا الٰہیت کا دوسرا دعوی ملک نورانیت کا دعوی، تو اس آیت میں دونوں دعووں کی نفی ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں دونوں دعووں سے بیزار ہوں خدائی کے دعوے کا دارومدار دو چیزوں پر ہے ایک خزائن کا مالک ہونا دوسرا علم غیب میں ان دونوں دعوں سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں میں نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مختار کل ہوں اور یہ کہ میں عالم الغیب ہوں اور نہ ہی میرا یہ دعوی ہے کہ میں کوئی نوری مخلوق ہوں بلکہ میں نے تو بشر ہونے کا دعوی کیا ہے۔ الحمد للہ۔ اس ایک آیت نے بدعتیوں کے تینوں عقائد باطلہ علم غیب۔ مختار کل۔ نوری مخلوق کی تردید کر دی۔

تفسیر

(۱) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

تَبَرَّا عَنْ دَعْوَی الْاِلٰهِیَّةِ وَالْمَلَكِیَّةِ وَادَّعَی النُّبُوَّةَ الَّتِیْ هِیَ مِنَ الْكَمَالَاتِ الْبَشَرِیَّةِ

(بیضاوی، ج 1، ص 261)

نبی اکرم ﷺ نے الٰہیت وملکیت کے دعوے سے برات کا اظہار کیا اور نبوت کا دعوی کیا جو حقیقت میں کمالات بشریہ میں سے ہے۔

(۲) علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهٗ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ هِیَ عِبَارَةٌ'' عَنْ نَفْیِ الْاُلُوْهِیَّةِ لِاَنَّ قِسْمَةَ الْاَرْزَاقِ بَیْنَ الْعِبَادِ وَمَعْرِفَةَ عِلْمِ الْغَیْبِ مَخْصُوْصَانِ بِهٖ

(حاشیۃ الشہاب، ج4، ص100)

نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا دراصل اپنی ذات سے صفات الوہیت کی نفی کرنا ہے کیونکہ مخلوق کے درمیان رزق تقسیم کرنا اور علم غیب کا جاننا یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ای ولا اقول لکم انی اعلم الغیب اِنَّمَا ذَاکَ مِنْ عِلْمِ اللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ لَا اطَّلِعُ مِنْہُ اِلَّا عَلٰی مَا اطْلَعَنِیْ

(تفسیر ابن کثیر، ج3، ص258)

(۴) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَا اَدَّعِیْ مَا یَسْتَبْعَدُ فِی الْعُقُوْلِ اَنْ یَّقُوْلَ لِبَشَرٍ مِّنْ مِّلْکِ خَزَآئِنِ اللّٰہِ وَعِلْمِ الْغَیْبِ وَاِنَّمَا اَدَّعِیْ مَا کَانَ لِکَثِیْرٍ مِّنَ الْبَشَرِ وَھُوَ النُّبُوَّۃُ

(تفسیر المدارک، ج1، ص505)

میں وہ دعویٰ نہیں کرتا جس کو عقل بعید سمجھے (اور وہ دعویٰ یہ ہے) کہ کسی بشر کیلئے یہ کہا جائے کہ اس کے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور علم غیب ہے اور میں تو وہ دعویٰ کرتا ہوں جو کثیر جماعت بشر کے مناسب ہے وہ دعویٰ دعویٰ نبوت ہے۔

(۵) علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لَیْسَ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ رِزْقِ اللّٰہِ... فَاَخْبَرَ اَنَّ ذَالِکَ بِیَدِ اللّٰہِ لَا بِیَدِیْ فَاَجَابَھُمْ لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ... مَعْنَی الْآیَۃِ اَنَّ النَّبِیَّ اَعْلَمَھُمْ اَنَّہٗ لَا یملک خزائن اللہ... و انہ لا یعلم الغیب فیخبر بما کان و ما یکون

(تفسیر خازن، ج2، ص114)

یعنی میرے پاس رب کے رزق کے خزانے نہیں پس اللہ کے نبی نے ان کو بتادیا کہ یہ سب تو رب کے قبضہ قدرت میں ہے اور نبی کریم ﷺ نے ان کو بتایا کہ وہ اللہ کے خزانوں کے مالک نہیں اور نہ ہی وہ علم غیب جانتے ہیں کہ ما کان و ما یکون کی خبریں دیں۔

(۶) علامہ رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْ لا اقول لکم عندی خزائن الله هَذَا يَدُلُّ عَلَى اعْتِرَافِهِ بِأَنَّهُ غَيْرُ قَادِرٍ عَلَى كُلِّ الْمَقْدُوْرَاتِ وَ قَوْلُهُ ولا اعلم الغيب يَدُلُّ عَلَى اِعْتَرَافِهِ بِاَنَّهُ غَيْرُ عَالِمٍ بِكُلِّ الْمَعْلُوْمَاتِ

(التفسیر الکبیر، ج 1، ص 436)

نبی کا یہ فرمانا کہ لا اقول لکم عندی خزائن اللہ یہ حضور ﷺ کے اس اعتراف پر دلالت کرتا ہے کہ آپ تمام مقدورات الٰہیہ پر قادر نہیں اور یہ فرمان کہ میں علم غیب نہیں جانتا حضور ﷺ کے اس اقرار پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ﷺ تمام معلومات کے جاننے والے نہیں۔

علامہ طبری رحمہ اللہ کی تفسیر

علامہ طبری نے اس آیت کی تفسیر میں جو فرمایا وہ آب زر سے لکھے جانے کے قابل ہے ملاحظہ ہو:

قُلْ لِهٰؤُلَآئِ الْمُنْكَرِيْنَ نُبُوَّتَكَ لَسْتُ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ الرَّبُّ الَّذِيْ لَهُ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ غُيُوْبَ الْاَشْيَآئِ الْخَفِيَّةِ الَّتِيْ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا الرَّبُّ الَّذِيْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ '' فَتُكَذِّبُوْنِيْ فِيْمَا اَقُوْلُ مِنْ ذَالِكَ لِاَنَّهُ لَا يَنْبَغِيْ اَنْ يَكُوْنَ رَبًّا اِلَّا مَنْ لَهُ مِلْكُ كُلِّ شَيْئٍ وَّ بِيَدِهٖ كُلِّ شَيْئٍ وَ مَنْ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ '' وَّ ذَالِكَ هُوَ اللهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ غَيْرُهُ

(تفسیر طبری، ج 10، ص 255)

آپ کہہ دیجئے ان لوگوں سے جو آپ کی نبوت کے منکر ہیں کہ میں نے تم سے یہ نہیں کہا کہ میں وہ رب ہوں جس کے پاس آسمانوں اور زمینوں کے خزانے ہیں اور نہ میں نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں چھپی ہوئی چیزوں کو جانتا ہوں کہ تم میرے اس قول میں میری تکذیب کرو اس لئے کہ مناسب نہیں کہ ہو کوئی رب مگر وہ جس کی ملک ہر شے پر ہو اور اس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز ہو اور جس پر کوئی چیز پوشیدہ نہ ہو اور ایسی ذات تو صرف اللہ ہی کی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

آیت ۱۶: قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾

(سورۃ النمل، آیت 65، پارہ 20)

ترجمہ: تم فرماؤ خود غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ (کنزالایمان)

آیت میں نفی استثناء پر داخل ہے جو عموم کا فائدہ دیتا ہے یعنی زمین و آسمان میں کوئی ایسا نہیں نہ کوئی نبی نہ کوئی فرشتہ نہ کوئی پیر فقیر جس کو علم غیب ہو ایک اللہ کی ذات عالم الغیب ہے۔

اماں عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تفسیر

اس آیت کی تفسیر میں اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

وَمَنْ حَدَّثَكَ اَنَّهٗ يَعْلَمُ الْغَيْبَ فَقَدْ كَذَبَ وَهُوَ يَقُوْلُ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ

(بخاری، ج2،ص 1098، ابن کثیر، ج6،ص 208)

جو تم میں سے یہ کہ آپ ﷺ کو علم غیب ہے تو اس نے جھوٹ کہا حالانکہ رب فرماتا ہے کہ غیب کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں

شانِ نزول

(۱) علامہ بغوی رحمہ اللہ علیہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق فرماتے ہیں:

نَزَلَتْ فِي الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَنْ وَقْتِ قِيَامِ السَّاعَةِ

(معالم التنزیل، ج5،ص 128)

یہی شان نزول جلالین ص 321، مدارک، ج2،ص 617 میں بھی مذکور ہے۔

(۲) علامہ خازن فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنٰى اَنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَ الَّذِيْ يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَحْدَهٗ وَيَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ

السَّاعَۃُ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ یَعْنِیْ اَنَّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ هُمُ الْمَلآئِکَۃُ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ وَ هُمْ بَنُوْ آدَمَ لَا یَعْلَمُوْنَ مَتٰی یُبْعَثُوْنَ وَاللّٰہُ تَعَالٰی تَفَرَّدَ بِعِلْمِ ذَالِکَ

(خازن، ج5، ص125)

مطلب آیت کا یہ ہے کہ بس ایک ہی خدا علم غیب رکھتا ہے اور وہی جانتا ہے کہ قیامت کب آئے گی اور نہیں خبر ان کو کہ کب وہ دوبارہ زندہ کئے جاویں گے یعنی جو مخلوق کہ آسمانوں میں ہے یعنی فرشتے اور جو مخلوق کہ زمین میں ہے یعنی بنی آدم ان کو معلوم نہیں کہ کب وہ اٹھائے جاویں گے اور اللہ تعالیٰ ہی اس کے علم کے ساتھ متفرد ہے۔

(۳) حافظ عماد الدین کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یَقُوْلُ اللّٰہُ تعالی آمِراً لِرَسُوْلِہٖ ﷺ اَنْ یَّقُوْلُ مُعَلِّماً لِّجَمِیْعِ الْخَلْقِ اَنَّہٗ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ" مِّنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَقَوْلُہٗ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ اِسْتِثْنَآءٌ "مُنْقَطِعٌ" اَیْ لَا یَعْلَمُ اَحَدٌ" ذَالِکَ اِلَّا اللّٰہُ عَزَّ وَ جَلَّ فَاِنَّہٗ الْمُتَفَرِّدُ بِذَالِکَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ کَمَا قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

(تفسیر ابن کثیر، ج6، ص208)

اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو حکم دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو بتلا دیں کہ آسمان و زمین کے رہنے والوں میں سے کوئی بھی خدا کے سوا غیب کا علم نہیں رکھتا۔ اور الا اللہ استثناء منقطع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو بھی غیب کا علم نہیں وہ ہی اس کے ساتھ متفرد ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

(۴) بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قُلْ یَا مُحَمَّدُ فِیْ جَوَابِهِمْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْمَلآئِکَۃِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَ مِنْهُمُ الْاَنْبِیَآئُ علیہم السلام مَنْ مَوْصُوْلٌ" اَوْ مَوْصُوْفٌ" اَلْغَیْبَ یَعْنِیْ مَا غَابَ عَنْ مَشَاعِرِهِمْ وَلَمْ

يَقُمْ عَلَيْهِ دَلِيْل ''عَقْلِيّ'' اِلاَّ اللّٰه

(تفسیر مظہری، ج5 ص347)

اے محمد ﷺ آپ ان کے سوال کے جواب میں فرما دیجئے کہ آسمان کی مخلوق یعنی فرشتے اور زمین کی مخلوق یعنی جنات و انسان اور ان میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں ان میں سے کسی کو علم غیب نہیں سوائے اللہ تعالی کے۔

بدعتی مولوی کا اقرار

مولوی نصیر الدین سیالوی ابن مولوی اشرف سیالوی صاحب اسی آیت کے متعلق لکھتا ہے:

''کیونکہ آیت میں سب ماسوا اللہ سے علم غیب کی نفی ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ حصہ اول ص 302)

جب سب ماسوا اللہ سے نفی ہے تو تم کون ہوتے ہو جو شیطانوں تک کیلئے اس علم غیب کو ثابت کرتے ہو؟؟

اس آیت پر ایک ممکنہ علمی اشکال اور اس کا حل

یہ اشکال اگرچہ کسی بدعتی کی طرف سے میرے سامنے نہیں آیا لیکن میرے ذہن میں اس آیت سے استدلال پر ایک اشکال ہے اور پھر بندہ خود ہی اس کا جواب دیتا ہے اشکال سمجھنے سے پہلے ایک اصطلاح سمجھو۔

سلب عموم اور عموم سلب

سلب عموم کہتے ہیں کہ جب حرف نفی ادات عموم جیسے کل، جمیع پر مقدم ہو جیسے کہتے ہیں لم یقم کل انسان اس میں نفی فی الجملہ ہوتی ہے یعنی کل سے نفی ہوتی ہے ہر ہر فرد سے نفی ضروری نہیں۔

اور عموم سلب کہتے ہیں کہ حرف نفی ادات عموم سے موخر ہو جیسے کل الطلاب لم یرسبوا۔ اس میں ہر ہر فرد سے نفی ہوتی ہے۔

اب اشکال یہ ہے کہ آپ نے جو استدلال میں آیت پیش کی اس میں حرف نفی من پر مقدم ہے گویا سلب عموم ہے جس میں موجبہ جزئیہ صادق آسکتا ہے۔ گویا زمین و آسمان میں کوئی علم غیب نہیں جانتا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ہر فرد سے علم غیب کی نفی ہو بلکہ عمومی طور پر تو کوئی نہیں جانتا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں۔

جواب: اس اشکال کے جواب میں ہم بطور معارضہ آیت پیش کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ (سورہ لقمن، آیت 18)

یہاں پر بھی ادات نفی ادات عموم یعنی کل پر مقدم ہے گویا سلب عموم ہے تو کیا یہاں بھی یہ معنی لیں گے کہ معاذ اللہ بعض متکبروں سے اللہ محبت کرتا ہے؟

ایک اور آیت ملاحظہ جس پر آپ کا یہی اشکال ہو سکتا ہے

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ (سورہ قلم، آیت 10)

جو جواب آپ ان آیات کا دیں وہی ہماری طرف سے اپنے اشکال پر قبول کر لیں۔

ثانیا دراصل سلب عموم یہ تقاضہ کرتا ہے رفع ایجاب کلی کا اور آپ کے ذہن میں یہ ہے کہ رفع ایجاب کلی یہ متحقق ہوتا ہے سلب جزئی کے ضمن میں حالانکہ ایسا نہیں رفع ایجاب کلی کبھی متحقق ہوتا ہے سلب جزئی کے ضمن میں اور کبھی سلب کلی کے ضمن میں یہاں اس آیت میں رفع ایجاب کلی یہ متحقق ہے سلب کلی کے ضمن میں چنانچہ حاشیۃ الشہاب میں ہے:

والکلام علی رفع ایجاب الکلی والمراد سلب الکلی۔

(حاشیۃ الشہاب، ج 7، ص 422)

تیسرا جواب یہ ہے کہ آیت میں تقدیم و تاخیر کر کے عموم سلب بنائیں گے نہ کہ سلب عموم وہ اس طرح کہ یہ دراصل یوں ہے من فی السموات والارض لا یعلم الغیب الخ یہی تاویل ان اللہ لا یحب کل مختار فخور میں کی گئی ہے

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جیسا اللہ کا زمین آسمان میں تمکن اور ہونا محال ہے اسی طرح زمین و آسمان والوں کا علم غیب جاننا محال ہے۔

فَيُفِيدُ المُبالَغَةَ فى نَفْيِ عِلْمِ الغَيْبِ عَمَّنْ فى السَّماواتِ والأرْضِ بِتَعْلِيقِ عِلْمِهِمْ إيّاهُ بِما هو بَيِّنُ الاِسْتِحالَةِ مِن كَوْنِهِ تعالى مِنهم كَأنَّهُ قِيلَ: إنْ كانَ اللّٰهُ تَعالى مِمَّنْ فِيهِما فَفِيهِمْ مَن يَعْلَمُ الغَيْبَ يَعْنِي أنَّ اسْتِحالَةَ عِلْمِهِمُ الغَيْبَ كاسْتِحالَةِ أنْ يَكُونَ اللّٰهُ تَعالى مِنهُ

(روح المعانی، ج10، ص222)

بندہ نے ایک ہمارے ڈیرے کے ساتھی مولانا نعمت اللہ صاحب سے اس اشکال پر تبادلہ خیال کیا تو فرمایا کہ علامہ آلوسی نے تو صاف وضاحت سے لکھا ہے کہ اس آیت میں سلب عموم نہیں بلکہ عموم سلب معتبر ہے نیز یہ دونوں قاعدے بھی قاعدے کلیہ نہیں بلکہ اکثری ہیں الحمدللہ اس صریح جزئیہ کے ملنے پر دل بہت خوش ہوا اصل عبارت ملاحظہ ہو:

فاللائق ان لايعتبر فى الآية سلب العلوم بل يعتبر عموم السلب و يلتزم ان القاعدة اغلبية۔

(روح المعانی ج20 ص12)

پیر گولڑوی صاحب مرحوم کا اعتراض اور جواب

اہل بدعت نے حضرت مولانا حسین علی واں بھچراں اور حضرت پیر صاحب گولڑوی مرحوم کا علم غیب پر ایک مناظرہ ان کی سوانح مہر منیر میں نقل کیا ہے جس میں ہے کہ حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم کے سامنے یہی آیت پیر صاحب نے پیش کی اور پوچھا کہ مولوی صاحب! کیا تمہارا اس آیت پر ایمان ہے؟ مولوی صاحب نے فرمایا جی ۔تو پیر صاحب نے فرمایا کہ ایمان نام ہے تصدیق کا اور تصدیق کی چھ اقسام ہیں پانچ مردود ایک مقبول وہ کیا کیا ہیں؟ اس کے بعد مولوی صاحب بالکل ساکت وخاموش ہو گئے ۔(ملخصا مہر منیر ص ۴۳۹)

جواب: ہم سمجھتے ہیں اہل بدعت نے ہمیشہ کی طرح یہاں جھوٹ کا سہارا لیا حضرت پیر صاحب کی شان اس سے بہت بعید ہے کہ وہ ایک سنجیدہ گفتگو میں ایسے بچگانہ سوال کریں جو ہم طلبہ کو درجہ ثانیہ میں مرقاۃ میں پڑھاتے ہیں اور حضرت حسین علی صاحب مرحوم کی علمی شخصیت سے یہ بعید ہے کہ وہ اس

کا جواب دینے سے قاصر ہوں۔ بالفرض اس واقعہ کو سچا مان بھی لیا جائے تو ان کا خاموش ہونا لاعلمی پر نہ ہوگا بلکہ پیر صاحب کے اس عامیانہ سوال پر بطور تعجب ہوگا۔

عطا محمد بندیالوی کی سوانح میں لکھا ہے کہ یہ ایسا زبردست سوال تھا کہ پیر صاحب کے ساتھ موجود لوگوں بلکہ غلام محمود پپلانوی بریلوی کو بھی اس کا جواب معلوم نہ تھا بہت کتب کی ورق گردانی کی بعد ابن عربی کی فتوحات مکیہ میں اس کا جواب ملا۔ (ملخصا ذکر عطا ص 260)

افسوس ہوتا ہے ان لوگوں پر! ہائے کاش یہ کسی اچھے استاد سے درجہ ثانیہ میں مرقاۃ، درجہ رابعہ میں قطبی اور درجہ سادسہ میں شرح عقائد پڑھ لیتے تو ان کو معلوم ہو جاتا کہ جب استاد ان کتب کو پڑھاتے ہوئے تصور وتصدیق کی بحث کرتا ہے اور تصدیقات یقینیہ وغیر یقینیہ کی بحث چھیڑتا ہے تو اسی میں ان اقسام کا اظہار کر دیتا ہے۔ اب سنئے:

اذعان واعتقاد کو تصدیق کہتے ہیں اگر اس اذعان میں نقیض کا احتمال ہو تو اسے ظن کہتے ہیں۔

اور احتمال نہ ہو تو اسے جزم کہتے ہیں۔

پھر اگر یہ اذعان نفس الامر اور واقعہ کے مطابق نہ ہو تو اسے جہل مرکب کہتے ہیں۔

اگر واقعہ کے مطابق ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں:

اگر تشکیک مشکک سے زائل ہو جائے تو اسے تقلید کہتے ہیں

اور اگر زائل نہ ہو تو اسے علم الیقین کہتے ہیں اور یہی ایمان میں معتبر ہے۔

پھر اگر اس کے ساتھ مشاہدہ بھی ہو تو عین الیقین

اور اگر تجربہ بھی ہو تو حق الیقین کہتے ہیں۔

آخری تین کو تصدیقات یقینیہ اور بقایا کو غیر یقینیہ کہا جاتا ہے۔

دلچسپ بات یہ کہ خود "ذکر عطا" نامی کتاب میں تصدیق کی چھ کی جگہ سات اقسام بنا کر پیر صاحب کی تغلیط کی گئی ہے۔

آیت ۱۷: وَ لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اِلَیْهِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

(سورۃ ھود، آیت 123، پارہ 12)

ترجمہ: اور اللہ ہی کے لئے ہیں آسمانوں اور زمین کے غیب اور اسی کی طرف سب کاموں کی رجوع ہے۔ (کنزالایمان)

آیت میں للہ ظرف مقدم حصر کیلئے ہے اور مطلب یہ ہے کہ آسمان و زمین کے کل مخفیات کا علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

تفسیر

(۱) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ خَاصَّةً لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ خَافِيَةٌ فِيْهِمَا

(بیضاوی. ج 2 ص 261)

ترجمہ: اور صرف اللہ ہی کو آسمان و زمین کا غیب ہے یہ اسی کے ساتھ خاص ہے زمین و آسمان کی کوئی پوشیدہ چیز اس سے مخفی نہیں۔

(۲) علامہ خفاجیؒ لکھتے ہیں:

هُوَبَيَان ''لِمَعْنَى اللَّامِ وَالْأِخْتِصَاصِ الْمُسْتَفَادِ مِنْهلو مِنَ التَّقْدِيْمِ

(حاشیۃ الشہاب. ج 5 ص 256)

(یہ جو بیضاوی نے خاصۃ معنی کیا ہے) لام کے معنی کا بیان ہے اور اختصاص کے معنی کا بیان ہے جو حاصل ہوا اس لام سے اور خبر کو مقدم کرنے سے۔

(۳) علامہ جریر طبریؒ لکھتے ہیں:

وَ لِلّٰهِ يَا مُحَمَّدُ مُلْكُ كُلِّ مَا غَابَ مِنْكَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَلَمْ تُطَّلَعْ عليه ولم تعلمه كُلُّ ذَالِكَ بِيَدِهٖ وَ بِعِلْمِهٖ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ مِنْهُ شَيْءٌ،''

(تفسیر طبری .12 ص 648)

اے محمد ﷺ جو آپ سے غائب ہے زمین و آسمان میں ان سب کا مالک صرف اور صرف اللہ ہے آپ کو اس کا علم عطا نہیں کیا گیا اور آپ جانتے بھی نہیں سب کچھ اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے جس سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

(۴) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

انّہٗ سُبحَانَہٗ یَعلَمُ کُلَّ مَا غَابَ فِیْ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا یَعلَمُ ذَالِکَ احَد" سِوَاہُ جَلَّ وَعَلَا

(روح المعانی، ج6،ص 360)

وہی اللہ ہی زمین وآسمان کی تمام پوشیدہ چیزوں کو جانتا ہے اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

(۵) حافظ عماد الدین کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قَالَ ابنُ جَرِیرٍ حَدَّثَنَا ابنُ وَکِیعٍ حَدَّثَنَا زَیْدُ بنُ الحاجب عَنْ جَعْفَرَ بنِ سُلَیْمَانَ عَنْ اَبِیْ عِمْرَانَ الْجَوْنِیِّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بنِ رَبَاحٍ عَنْ کَعْبٍ قَالَ خَاتِمَۃُ التَّوْرَاۃِ خَاتِمَۃُ ھُوْدَ

(تفسیر ابن کثیر، ج4،ص 364، تفسیر الخازن، ج2،ص 509، طبری، ج12،ص 649)

یہ جو سورہ ہود کی آخری آیت ہے تورات کا خاتمہ بھی اسی پر ہوا۔

معلوم ہوا کہ تورات شریف کا آخری اعلان بھی یہی ہے کہ زمین وآسمان کے کل غیوب کا علم صرف حق تعالیٰ ہی کو ہے اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

آیت ۱۸: وَلِلّٰہِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا اَمْرُ السَّاعَۃِ اِلَّا کَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ ھُوَ اَقْرَبُ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(سورۃ النحل، آیت 77، پارہ 14)

ترجمہ: اور اللہ ہی کیلئے ہیں آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزیں اور قیامت کا معاملہ نہیں مگر جیسے ایک پلک کا مارنا بلکہ اس سے بھی قریب بے شک اللہ سب کچھ کرسکتا ہے۔

(کنزالایمان)

اس آیت میں بھی لام برائے اختصاص اور خبر کو مقدم کرنے کی وجہ سے حصر پیدا ہوگیا کہ زمینوں اور آسمانوں کا کل غیب سوائے رب تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا

تفسیر

(۱) علامہ آلوسی حنفی اور قاضی ابی سعود متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

للہ غیب السموت و الارض خَاصَّۃً لَالِاَحَدٍ غیرِہ استقلالا ولا اشترا کا

(روح المعانی، ج7، ص435، تفسیر ابی سعود، ج5، ص130)

آسمانوں اور زمیوں کا کلی غیب اللہ ہی کیلئے خاص ہے کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔

(۲) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں:

یَخْتَصُّہٗ بِہٖ تَعَالٰی عِلْمَہٗ لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرُہٗ

(بیضاوی، ج2، ص321)

اللہ ہی کے ساتھ خاص ہے اس کا علم اس کو سوا کوئی دوسرا اس کو نہیں جانتا

(۳) یہ جو قاضی بیضاوی نے کہا اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اسی کے ساتھ خاص ہے یہ حصر والا معنی انہوں نے کہاں سے کیا؟ تو حاشیۃ الشہاب میں اس پر خفاجی لکھتا ہے:

قَوْلُہٗ لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرُہٗ مُسْتَفَاد'' مِّنْ تَقْدِیْمِ الْخَبْرِ

(حاشیۃ الشہاب، ج5، ص629)

یہ حصر خبر کو مقدم کرنے سے حاصل ہوا۔

(۴) امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قولہ تعالیٰ وللہ غیب السموت و الارض یُفِیْدُ الحصر معناہ اَنَّ الْعِلْمَ بِھٰذِہ الْغُیُوْبِ لیس الّا للہ تعالیٰ۔

یہ للہ خبر مقدم کی وجہ سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا مطلب یہ بنا آیت کہ آسمانوں اور زمین کے غیوب کو سوائے اللہ تعالیٰ کہ کوئی نہیں جانتا۔

(۵) علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ای یَخْتَصُّ بِہٖ علمُ ما غاب فیھما عن العباد و خَفِیَ علیھم عِلْمُہٗ او اراد

بغیب السموت والارض یوم القیامۃِ علی اَنَّ علمہ غائب عن اھل السموت والارض لم یطَّلِع علیہ اَحَدٌ منھم۔

(تفسیر مدارک، ج2،ص225)

آیت نمبر ۱۹: لَہٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَبْصِرْ بِہٖ وَ اَسْمِعْ

(سورۃ کہف، آیت 26)

اس میں لام برائے تخصیص اور خبر مقدم ہونے کی وجہ سے حصر پیدا ہوا آیت کا مطلب وہی ہے جو ما قبل میں گزر چکا۔

فائدہ:

یہاں ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ جس زمین وآسمان کے غیب کو خاص بتایا گیا ہے وہ ان کا کلی علم ہے یعنی کلیات کا علم ہے بعض جزئیات کا علم نہیں جزئی علم اللہ کا خاص نہیں بلکہ کسی شے کا جزئی علم معنی رب تعالی کیلئے کفر ہے۔ یہ فائدہ اس طور پر حاصل ہوا کہ ان آیات میں "غیب" یہ مصدر ہے اور مصدر جب مضاف ہوتا ہے تو عموم کا فائدہ دیتا ہے چنانچہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

کونہ لا یخفی علیہ خافیۃ من عموم المصدر المضاف فانّہ من طرق العموم فأفاد انہ یعلم کُل غیب و انّہ لا یعلم ذالک سواہ

(حاشیۃ الشہاب، ج5،ص151)

یہ مصدر مضاف کے عموم سے ہے کہ یہ بھی عموم کے طرق میں سے ایک طریقہ ہے پس فائدہ حاصل ہوا اس یہ کہ وہی آسمانوں و زمینوں کے کل غیب کا جاننے والا ہے اور اس کے سوا اس کو کوئی نہیں جانتا۔

آیت ۲۰: وَ مِنْ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مَرَدُوْا عَلَی النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُھُمْ نَحْنُ نَعْلَمُھُمْ

(سورۃ توبہ، آیت 101)

تفسیر

(۱) قاضی بیضاوی لکھتا ہے:

لا تعلمھم لا تَعْرِفُھُمْ بِاَعْیَانِھِمْ وَھو تقریر '' لِمَھَارَتِھِمْ فیہ وَ تَنَوُّقِھِمْ فی تَحَامِی مَوَاقِعِ التُّھَمِ الی حَدٍّ اخفی علیک حالھم مع کمال فِطْنَتِکَ و صدقِ فِراستِکَ نحن نعلمھم و نَطَّلِعُ علی اسرارھم اِنْ قَدِرُوْا ان یُلْبِسُوا علیک لم یقدروا ان یلبّسوا علینا

(بیضاوی، ج2،ص218)

(اے محمد ﷺ) آپ ان منافقوں کی شخصیتوں کو نہیں جانتے اوراس میں اس بات کو واضح کرنا ہے کہ وہ اپنے نفاق کو چھپانے میں اتنے ماہر ہیں کہ وہ ان باتوں سے بے حد بچتے ہیں جو ان کے معاملے کو مشکوک کرتی ہیں حتی کہ آپ باوجود کمال ذکاوت اور صحیح فراست کے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہوسکتے ہم ہی ان کو جانتے ہیں اور ان کے بھیدوں پر مطلع ہیں اگر وہ آپ کو فریب دینے پر قادر ہو گئے تو ہم کو تو وہ فریب نہیں دے سکتے۔

(۲) علامہ نسفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

یَخْفَوْنَ علیک مع فِطنتک و صدق فراستک لفرط تنوقھم فی تحامی مَایُشَکِّکُ فی امرھم ثم قال نحن نعلمھم ای لا یعلمھم الا اللہُ ولا یطَّلِعُ علی سرھم غیرُہٗ

(مدارک، ج2،ص705)

آپ ان کو نہیں جانتے آپ کی فطانت اور ذہانت کے باوجود وہ آپ پر مخفی ہیں اور فراست کاملہ کے باوجود آپ ان کو نہیں پہچان سکتے کیونکہ وہ ایسے کاموں سے ہوشیاری کے ساتھ بہت محتاط رہتے ہیں جن کی وجہ سے آپ ان کے متعلق شک میں پڑے ہیں۔ ہم ان کو جانتے ہیں ان کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

بدعتی تاویلات

تاویل نمبر ۱: مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو منافقین کا علم تھا اس آیت میں علم کی نفی کی گئی ہے مگر اس آیت کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

ولتعرفنهم فی لحن القول اور ضرور تم ان کو بات کے طریقے سے پہچان لوگے لہذا یہ آیت منسوخ ہے۔ (ملخصا جاء الحق)

جواب: عجیب مغالطہ ہے ہم نے جو آیت پیش کی وہ سورہ توبہ کی آیت ہے جو قرآن کریم کی آخری سورت ہے اور آپ جو آیت پیش کر رہے ہو وہ سورہ محمد کی آیت ہے جو اس سے پہلے نازل ہوئی تو مقدم سے موخر کو منسوخ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

ثانیا: ہم نے جو آیت پیش کی وہ خبر ہے اور خبر میں سرے سے نسخ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

ثالثا: ان دونوں آیتوں کا محل ہی الگ الگ اور جدا جدا ہے نہ تو ان میں تعارض کا سوال پیدا ہوتا ہے نہ نسخ کا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

و قوله لا تعلمهم نحن نعلمهم لَا يُنَافِيْ قَوْلَهٗ تَعَالٰى وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمَاهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ لِاَنَّ هٰذَا مِنْ بَابِ التَّوَسُّمِ فِيْهِمْ بِصِفَاتٍ يُّعْرَفُوْنَ بِهَا لَا اَنَّهٗ يَعْرِفُ جَمِيْعَ مَنْ عِنْدَهٗ مِنْ اَهْلِ النِّفَاقِ وَالرَّيْبِ عَلَى التَّعْيِيْنِ

(تفسیر ابن کثیر، ج 4 ص 204)

باری تعالیٰ کا یہ ارشاد لا تعلمهم اس کے اس ارشاد ولو نشآء الآیۃ کے منافی نہیں ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو آپ کو وہ منافق دکھادیں سو آپ ان کو ان کے چہرے بشرے کی نشانیوں سے پہچان سکتے ہیں کیونکہ یہ تو ان علامات سے پہچاننا مراد ہے جو ان کے چہرے پر رونما ہوں جس سے وہ پہچانے جا سکتے ہیں یہ مطلب نہیں کہ آپ تمام منافقوں اور مشکوک لوگوں کو علی التعیین جانتے تھے۔

تاویل نمبر ۲: شرح شفاء میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعبد اللہ ابن مسعودؓ

سے مروی ہے کہ منافقین مرد تین سو تھے اور عورتیں ایک سو تھیں۔اور نبی کریم ﷺ نے ایک دن جمعہ میں نام بنام منافقین کو پکار پکار کر نکالا۔تم کیسے کہتے ہو کہ نبی کریم ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا۔ (ملخصا جاء الحق)

جواب ۱: جناب من! ہم نہیں رب کا قرآن اس پر ناطق ہے رب تعالیٰ کہہ رہا ہے کہ میرے محبوب آپ کو منافقین کا علم نہیں۔رہی آپ کی روایت تو ہمارا استدلال آیت قطعیہ سے ہے جس کے مقابلے میں خبر واحد حجت نہیں۔اصول وحوالہ جات تفصیل کے ساتھ پہلے باب میں گزر چکے۔

جواب ۲: جمعہ کے دن نام بنام مسجد سے منافقین کو نکالنے والی روایت کی سند بدعتیوں نے یوں بیان کی:

حدثنا احمد بن يحيى الحلوانى قال حدثنا الحسين بن محمد بن عمرو العنقرى قال حدثنا ابى قال حدثنا اسباط بن نصر عن السدى عن ابى مالک عن بن عباس

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق، ص 282)

اس کی سند میں "اسباط بن نصر ابو یوسف الہمدانی" ہے۔ابو حاتم فرماتے ہیں کہ اس کی اکثر حدیثیں عامی ساقط الاعتبار اور مقلوب الاسانید ہیں، امام احمد بن حنبل بھی اس کو ضعیف سمجھتے تھے۔

(الجرح والتعدیل، ج 1، ص 332، رقم 1261، کتاب الضعفاء والمتروکین، ج 1، ص 96، رقم 291)

ابو نصر ان کے بارے میں کہتے ہیں کہ کثیر الخطاء ہیں۔

(تقریب التہذیب، ص 98، رقم 321)

ابن معین سے ایک قول ان کے بارے میں لیس بشیء کا ہے، امام نسائی فرماتے ہیں لیس بقوی۔

(تہذیب التہذیب، ج 1، ص 109)

اور اسباط روایت کر رہے ہیں "سدی الکبیر" سے ان کا پورا نام:

اسماعیل بن عبد الرحمن بن ابی کریمۃ السدی ہے یہ اگر چہ تفسیر کا امام ہے مگر محدثین کی رائے حدیث کے باب میں ان کے متعلق تسلی بخش نہیں چنانچہ یحیی ابن معین فرماتے ہیں کہ ان کی روایات میں ضعف ہوتا ہے جوز جانی نے تو ان کے متعلق یہاں تک کہا:

کذاب شتام (بہت بڑا جھوٹا اور تبرائی ہے) ابو زرعۃ فرماتے ہیں لین ابو حاتم فرماتے ہیں کہ ان کی حدیث نقل تو کر لی جائے مگر اس سے احتجاج درست نہیں جوز جانی فرماتے تھے کہ کوفہ میں دو کذاب ہیں ایک سدی ایک کلبی طبری فرماتے ہیں کہ اس کی حدیث سے استدلال واحتجاج درست نہیں۔

(تہذیب التہذیب، ج 1، ص 159)

یاد رہے کہ اسی روایت کی ایک سند میں "کلبی" بھی آتا ہے جس سے روایت کرنے والے سدی صغیر ہیں (سعید الحق، ص 283) نیز کلبی پر آئمہ اسماء الرجال کی شدید جرح موجود ہے جو کہ معروف ہے یہ بد بخت عبد اللہ ابن سبا کا ہم عقیدہ تھا کہتا تھا کہ ایک بار جبریل علیہ السلام وحی لیکر آئے آپ کسی حاجت کیلئے اٹھے اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ وہاں بیٹھ گئے تو جبرائیل نے ان پر وحی نازل کر دی معاذ اللہ۔ ایک نمبر کا کذاب آدمی تھا۔ ابن حجر نے تو یہاں تک لکھا کہ

قَدْ اِتَّفَقَ ثِقَاتُ اہلِ النَّقْلِ عَلَى ذَمِّہٖ وَ تَرْکِ رِوَایَةٍ عَنْہُ فِی الْاَحْکَامِ وَالْفُرُوْعِ

(تہذیب التہذیب، ج 3، ص 570)

اہل ثقات اس کی مذمت پر متفق ہیں اور اس پر بھی ان کا اتفاق ہے کہ احکام اور فروع میں اس کی کوئی روایت قابل قبول نہیں۔

قرآن کے مقابلے میں اس قسم کی روایات پیش کرتے ہوئے آدمی کو حیاء آنی چاہئے۔

بدعتی محقق کا اقرار

مولوی سعید اللہ خان بریلوی لکھتا ہے:

"محقق اہل سنت مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی اس اعتراض کے جواب میں لکھتے ہیں:

اگر ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ اللہ تعالی کا ارشاد گرامی لا تعلمھم (تم ان منافقین کو نہیں جانتے) واضح کررہا ہے کہ آپ ﷺ کو منافقین کے احوال سے آگاہی نہ تھی اس کے باوجود یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ آپ ﷺ کو آگاہی تھی۔

اس سلسلہ میں چند گزارشات درج ذیل ہیں۔

(ا) بلاشبہ یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ آپ ﷺ کو منافقین کا علم نہ تھا مگر جب دیگر آیات قرآنیہ آشکار کررہی ہیں کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے آگاہ فرمادیا تھا جیسا کہ فرمایا و علمك مالم تکن تعلم (اور اللہ تعالی نے تعلیم دے دی اس چیز کی جو تم نہیں جانتے تھے) تو یوں کہا جائے گا پہلے آپ ﷺ کو علم نہ تھا یہ علم بعد میں گیا گیا''۔

(سعید الحق فی تخریج جاء الحق ص 284)

الحمد للہ! بدعتی مفتی نے مان لیا کہ واقعی ان آیات میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ ﷺ کو ان منافقین کا علم نہ تھا البتہ بعد میں دے دیا گیا تھا اور صریح کذب بیانی ہے ہمارا چیلنج ہے کہ پورے قرآن سے کوئی ایک آیت پیش کردو کہ جس میں ہو کہ آپ ﷺ کو منافقین مدینہ کا علم دے دیا گیا تھا۔ مفتی نے جو آیت و علمك مالم تکن تعلم پیش کی عجیب جاہلانہ استدلال ہے ہم واضح کرچکے ہیں کہ سورہ توبہ قرآن پاک کی سب سے آخری سورت ہے اگر آپ ﷺ کو علمك مالم تکن تعلم کے نزول پر ان کا علم دے دیا گیا تھا تو بعد کی سورت میں اس علم کا انکار کیوں کیا جارہا ہے؟ کیا یہ قرآن میں کھلا تضاد نہیں؟ و علمك مالم تکن تعلم پر مزید تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گی۔

فصل......احادیثِ مبارکہ کے بیان میں

حدیث نمبر ۱

طویل حدیث ہے جو کہ حدیث جبرائیل کے نام سے مشہور ہے جس میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے قیامت کے وقوع کے بارے میں نبی کریم ﷺ سے پوچھا:

مَتَی السَّاعَةُ

تو نبی کریم ﷺ نے اس کے جواب میں فرمایا:

مَاالْمَسْئُولُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ

(بخاری، ج 1، ص 12، مسلم، ج 1، ص 29، سنن النسائی، ج 2، ص 229، ترمذی، ج 2، ص 85، ابن ماجہ، ص 302، ابوداؤد، ج 2، ص 289)

یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(مسلم، ج 1، ص 27، ابوداود، ج 2، ص 289، مشکوۃ، ج 1، ص 3)

یہ روایت حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما، حضرت انس، حضرت جریر بن عبد اللہ، حضرت ابن عباس، حضرت ابو عامر الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی مروی ہے۔

(فتح الباری، عمدۃ القاری، ج 1، ص 431)

حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(کنز العمال)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔(نسائی، ج 2، ص 229)

شارحینِ حدیث سے اس کی تشریح

(۱) علامہ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فَاِنَّ الْمُرَادَ اَیضاً التَّسَاوِیْ فِیْ عَدَمِ الْعِلْمِ بِہٖ

(فتح الباری. ج1 ص121)

مراد اس سے بھی صرف یہی ہے کہ سائل اور مسؤل عنہا دونوں نفی علم میں برابر ہیں۔

(۲) حافظ بدرالدین عینی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِانَّهُمَا مُتَسَاوِيَانِ فِيْ نَفْيِ الْعِلْمِ بِهٖ ...وِ اِنّ کل سَائِلٍ وَّ مَسْئُولٍ فَهُوَ كَذَالِكَ

(عمدۃ القاری. ج1 ص455)

دونوں نفی علم میں مساوی ہیں اور ہر ایک سائل اور مسؤل عنہا کا یہی حکم ہے۔

(۳) ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انَّهُمَا مُتَسَاوِيَانِ فِي انْتِفَآئِ الْعِلْمِ بِذَالِكَ

(مرقاۃ.1 ص123)

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یعنی نیستم من داناترا ازتوں بداں یعنی من وتو ہر دو برابریم درنادانستن آں بلکہ ہر سائل ومسئول ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خداوند تعالیٰ کسے نداند و وے تعالیٰ ہیچکس را از ملائکہ و رسل براں اطلاع نداد" ۔(اشعۃ اللمعات. ج1 ص45)

یعنی میں اس وقت قیامت کو تم سے زیادہ نہیں جانتا یعنی میں اور تم دونوں اس کے نہ جاننے میں برابر ہیں بلکہ ہر سائل ومسول کا اس بارہ میں یہی حال ہے کہ اس کو خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔

فائدہ ا :

یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کے آخری دور کا ہے چنانچہ ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَ جَائَ فِي الطَّرِيْقِ بَيْنَمَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ آخِرِ عُمُرِهٖ

(مرقاۃ. ج1 ص107)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ آخری عمر کا تھا۔

انَّ رَجُلاً فِي آخِرِ عُمُرِ النَّبِيِّ ﷺ جَآءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ

(فتح الباری وعمدۃ القاری، ج 1، ص 455)

لہذا بریلویوں کا یہ کہنا کہ روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ آخری دور میں نبی کریم ﷺ کو قیامت کا علم بھی دے دیا گیا تھا اس صریح اور متواتر حدیث کے بالکل خلاف ہے۔

فائدہ ثانی:

اس روایت میں جن باتوں کا ذکر ہوا ہے وہ تمام کی تمام باتیں دین کا حصہ ہیں چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جَعَلَ ذَالِکَ کُلَّہٗ مِنَ الْاِیْمَانِ

(بخاری، ج 1، ص 12)

اس حدیث میں جو کچھ بیان ہوا آپ نے ان سب کو ایمان قرار دیا۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا جس میں قیامت کے وقوع کا علم بھی شامل ہے ایمان کا حصہ ہے اب جو نبی کریم ﷺ کیلئے یہ عقیدہ رکھے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا بھی علم تھا کہ کب واقع ہوگی وہ اس حدیث کی رو سے اپنے ایمان کی خیر منائے۔ بلکہ ابن حجر نے تو یہاں تک لکھ دیا:

قُلْتُ الْاِعْتِقَادُ بِوُجُوْدِھَا وَبِعَدَمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِھَا لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی مِنَ الدِّیْنِ ایضاً

(عمدۃ القاری، ج 1، ص 439)

میں کہتا ہوں کہ قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اس کے ساتھ یہ یقین رکھنا کہ اسکا علم بجز اللہ تعالی کے اور کسی کو نہیں جزء دین میں سے ہے۔

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ بھی لکھتے ہیں:

یَدْخُلُ فِیْہِ اِعْتِقَادُ وُجُوْدِ السَّاعَۃِ وَعَدَمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِھَا لِغَیْرِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِاَنَّھُمَا مِنَ الدِّیْنِ

(ارشاد الساری، ج1، 138)

اس میں قیامت کے آنے کا اعتقاد اور اسی طرح یہ اعتقاد بھی داخل ہے کہ قیامت کا علم اللہ تعالی کے بغیر اور کسی کو نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں عقیدے دین میں سے ہیں۔

بدعتی تاویلات

تاویل نمبر ا : احمد یار گجراتی لکھتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو قیامت کا علم تھا اسی لئے تو فرمایا انا والساعۃ کھاتین. قیامت کی تمام نشانیاں بیان فرمائی دجال کب آئے گا حضرت مسیح کا ظہور کب ہوگا نبی کریم علیہ السلام نے قیامت ختم ہونے تک کے واقعات من وعن بیان کر دیئے حضور ﷺ کو علم ہے کونسا واقعہ کس کے بعد ہوگا جو آخری واقعہ ہوگا وہی دنیا کی انتہاء اور قیامت کی ابتداء ہے۔

جواب ا : ہم نے ما قبل میں نصوص قطعیہ اور حدیث جبرائیل جو حدیث متواتر ہے نیز اقوال صحابہ تابعین ومفسرین عظام ومحدثین کرام سے ثابت کر دیا کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے وقوع کا علم نہیں الخ صریح نصوص کے مقابلے میں ان بدایونی ڈھکوسلوں کی کوئی حیثیت نہیں۔

جواب ۲: احمد یار گجراتی نے انا والساعۃ کھاتین جو روایت پیش کی اس کا جواب دیتے ہوئے امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فَاِنْ قِيلَ اَلَيْسَ اَنَّهٗ ﷺ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ فَكَانَ عَالِماً بِقُرْبِ وُقُوْعِ الْقِيَامَةِ فَكَيْفَ قَالَ هٰهُنَا لَا اَدْرِيْ اَقَرِيْب'' اَمْ بَعِيْد'' اُجِيْبُ بِاَنَّ الْمُرَادَ بِقُرْبِ وُقُوْعِهٖ هُوَ اَنَّ مَا بَقِيَ مِنَ الدُّنْيَا اَقَلُّ مِمَّا انْقَضٰى فَهٰذِهِ الْقَدْرُ مِنَ الْقُرْبِ مَعْلُوْم'' فَاَمَّا مَعْرِفَةُ مِقْدَارِ الْقُرْبِ فَغَيْرُ مَعْلُوْمٍ

(تفسیر کبیر، ج10، ص678)

اگر یہ کہا جائے کہ حضور ﷺ نے تو یہ فرمایا ہے کہ میری بعثت اور قیامت میں تو اتنا قرب ہے جتنا انگشت شہادت اور اس کی قریب والی انگلی میں تو اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو قرب قیامت کا علم تھا پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ مجھے اس کے قرب و بعد کی خبر نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے

قریب ہونے کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ دنیا کی باقیماندہ عمر اس کی گذشتہ عمر سے کم ہے پس اتنا قرب تو معلوم ہے لیکن اس قرب کی ٹھیک مقدار معلوم نہیں۔

اور علامہ قرطبی رحمہ اللہ (متوفی ۶۶۸ھ) فرماتے ہیں:

اِنْ قِیْلَ ثَبَتَ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ سَاَلَ جِبْرِیْلَ عَنِ السَّاعَةِ فَقَالَ مَاالْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ الحدیث فَهٰذَا یَدُلُّ اَنَّهٗ لَمْ یَکُنْ عِنْدَهٗ عِلْم'' وَرَوَیْتُمْ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ بُعِثْتُ اَنَا وَالسَّاعَةُ کَهَاتَیْنِ وَ هٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ کَانَ عَالِماً فَکَیْفَ یَتَاَلَّفُ الْخَبْرَانُ قِیْلَ لَهٗ قَدْ نَطَقَ الْقُرْآنْ بِقَوْلِهِ الْحَق قل انما علمها عند ربی الاعراف: 187)الآیة فَلَمْ یَکُنْ یَعْلَمُهَا هُوَ وَلَاغَیْرُہٗ وَاما قوله بعثت انا والساعة کهاتین فمعناه انا النبی الاخیر فلا یلینی نبی آخر و انما تلینی القیامة کما تلی السبابة والوسطی ولیس بینهما اصبع اخر و هذا لا یوجب ان یکون له علم بالساعة نفسها

(التذکرۃ باحوال الموتی وامور الآخرۃ،ص 580,579،فیض القدیر للمناوی۔ج 3،ص 202۔رقم الحدیث 3146)

اس عبارت کا ترجمہ ایک بدعتی یوں کرتا ہے:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ امر تو حدیث مبارک سے ثابت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے قیامت کے بارے میں حضور نبی کریم ﷺ سے سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا قیامت کے بارے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔ یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کے بارے میں علم نہیں تھا جبکہ دوسری حدیث میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اور قیامت کو اس طرح مبعوث کیا گیا ہے اور آپ نے انگشت شہادت اور درمیانی انگشت مبارک کو ملایا۔اور یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آپ ﷺ کو قیامت کا علم ہے۔اب ان دونوں حدیثوں کے درمیان مخالفت ہوئی لہذا دونوں روایتوں میں تطبیق کیسے پیدا کی جائے گی؟

جواب: علامہ قرطبی ان باہم دو متخالف حدیثوں کے درمیان نظر آنے والے تعارض کو دور کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کے جواب میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن پاک اپنے قول برحق کے ساتھ ناطق ہے

قل انما علمها عند ربی تم فرماؤ کہ اس کا علم تو میرے رب کے پاس ہے۔

علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اس کا معنی یہ ہوا کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا میرے بعد صرف قیامت آئے گی اور میرے اور قیامت کے درمیان کسی نبی کا فاصلہ نہیں ہے جس طرح شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیان کوئی اور انگلی نہیں میرے اور قیامت کے درمیان کوئی اور نبی نہیں اور یہ حدیث اس امر کو ثابت کرنے والی نہیں ہے کہ آپ کو خود قیامت کا علم بھی ہو۔

(سفر آخرت کی منازل، ص 532،531، فرید بک سٹال لاہور)

گجراتی صاحب نے اس روایت سے یہ باطل استدلال شاید انہی دو کتب سے سرقہ کیا مگر اپنی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کی طرف سے اس کا جواب نقل نہ کیا مگر الحمد للہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

جہاں تک گجراتی صاحب نے اپنا مقلیانہ کرشمہ دکھاتے ہوئے یہ کہا کہ خروج دجال کا نبی کریم ﷺ کو علم تھا لہذا قیامت کا بھی علم ہے تو اس باطل استدلال و مدعا کا جواب بھی علماء اہلسنت کی زبانی ملاحظہ ہو علی بن احمد الحرالی المغربی کے تذکرے میں حافظ ابن حجر عسقلانی حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

زَعَمَ اَنَّہٗ استَخْرَجَ مِنَ عِلْمِ الْحُرُوْفِ وَقْتَ خُرُوْجِ الدجال و وقتَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِھَا وَ ھٰذِہٖ عُلُوْم '' وَ تَحْدِیْدَات'' مَا عَلِمَھَا رَسُوْلُ اللہ بَلْ کُلٌ'' مِنْھُمْ حتی نوح علیہ السلام یَتَخَوَّفُ مِنَ الدجال وَ یُنْذِرُ اُمَّتَہٗ الدجال و ھذا نَبِیُّنَا ﷺ یقول ان یخرُجْ وانا فیکم فانا

حَجِيبَهٗ وهولاء الْجَهَلَةُ اخواتُه يدَّعُوْنَ مَعْرِفَتَهٗ متى يخرج نسأل الله السلامة

(لسان المیزان، ج5،ص497، رقم 5326، میزان الاعتدال، ج3،ص114، رقم 5785)

آج انہی جہلاء کے ایک اور بھائی بھی یہ دعوی کر رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دجال کے خروج کا وقت معلوم تھا اللہ پاک ہمیں ان جاہلوں کے شرور سے سلامت رکھے۔

تاویل نمبر ۲: بہت سے علماء نے لکھا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت کے وقوع کا علم بھی دے دیا گیا تھا علامہ ابن حجر لکھتے ہیں قال بعضھم لیس فی الآیة دلیل علی ان الله لم یطلع نبیه علی حقیقة الروح بل یحتمل ان یکون اطلعه و لم یامرہ انه یطلعهم و قد قالوا فی علم الساعة نحو هذا والله اعلم

علامہ قسطلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں ذهب بعضهم الی انه ﷺ اوتی علم الخمس ایضا و علم وقت الساعة والروح و انه امر بکتم ذالك ،علامہ صاوی کا نظریہ بھی یہی ہے۔

(ملخصا شرح مسلم،ج1،ص326,325)

جواب ۱: علامہ ابن حجر،علامہ قسطلانی ،اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ علیہم اجمعین کا واضح موقف ہم ماقبل میں تفصیل کے ساتھ مختلف قرآنی آیات اور حدیث جبریل علیہ السلام کے ضمن میں بیان کر چکے ہیں کہ ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ سمیت مخلوق میں سے کسی کو بھی اس کا علم نہیں دیا گیا لہذا یہ بات تو قطعی ہے کہ یہ ان کا نظریہ نہیں ۔انہوں نے محض ایک قول کے طور پر بعض لوگوں کا قول نقل کیا ہے یہ" بعضھم " کون تھے؟ ان کا علمی مقام کیا تھا؟ ان کا یہ نظریہ کہاں مذکور ہے؟اس سلسلے میں کوئی وضاحت موجود نہیں رضاخانیوں کو ذرا بھی خدا کا خوف نہیں کہ واضح نصوص چھوڑ کر اس طرح مجہول اقوال کے درپے ہو کر لوگوں کے ایمان بگاڑ رہے ہیں۔بعض لوگوں کے یہ شاذ اقوال قرآن وحدیث کی نصوص قطعیہ اور جمہور کے مخالف ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

جواب ۲: مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''آمین بالجہر اور آمین خفی کی احادیث میں تعارض ہے مگر جہر والی روایتیں قرآن کریم کے خلاف ہیں لہذا چھوڑنے کے لائق ہیں اور آہستہ کی روایتیں قرآن کے مطابق ہیں لہذا واجب العمل ہیں''۔

(جاء الحق ص 523)

ہم بھی کہتے ہیں کہ آپ نے جو مجہول اقوال پیش کئے وہ قرآن کریم، احادیث صریحہ، اقوال صحابہ، تابعین اور جمہور امت کے خلاف ہیں اور ہم نے جو اقوال پیش کئے وہ ان سب کے موافق لہذا آپ کے پیش کردہ اقوال واجب الترک ہیں۔

تاویل نمبر ۳: ماالمسول عنها باعلم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی۔

(جاء الحق ص 120)

جواب: اس کا منہ توڑ جواب ملا علی قاری رحمہ اللہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

وَ قَدْ جَاهَرَ بِالْكِذْبِ بَعْضُ مَنْ يَدَّعِيْ فِيْ زَمَانِنَا الْعِلْمَ وَ هُوَ مُتَشَبِّعٌ ''بِمَا لَمْ يُعْطَ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ قِيْلَ لَهُ فَقَدْ قَالَ فِيْ حَدِيْثِ جِبْرِيْلَ مَاالْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فَحَرَّفَهُ عَنْ مَوْضِعِهِ وَ قَالَ مَعْنَاهُ اَنَا وَ اَنْتَ نَعْلَمُهَا وَ هٰذَا مِنْ اَعْظَمِ الْجَهْلِ وَ اَقْبَحِ التَّحْرِيْفِ وَالنَّبِيُّ ﷺ اَعْلَمُ بِاللهِ مِنْ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَنْ كَانَ يَظُنُّهُ اَعْرَابِيًّا اَنَا وَ اَنْتَ نَعْلَمُ السَّاعَةَ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلَ هٰذَا الْجَاهِلُ اَنَّهُ كَانَ يَعْرِفُ اَنَّهُ جِبْرِيْلُ فَرَسُوْلُ اللهِ ﷺ هُوَ الصَّادِقُ فِيْ قَوْلِهِ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهِ مَا جَاءَ فِيْ صُوْرَةٍ اِلَّا قَدْ عَرَفْتُهُ غَيْرَ هٰذِهِ الصورة و فى اللفظ الآخر مَا شَبِهَ عَلَيَّ غَيْرَ هٰذِهِ الْمَرَّةِ وَ فِي اللفظ الآخر رُدُّوْا عَلَيَّ الْاَعْرَابِيَّ فذهبوا فالتمسوا فلم يجدوا شيأ و انما عَلِمَ النَّبِيُّ ﷺ انه جبريل بعد مُدَّةٍ كما قال عمر فلبثت مليا ثم

قال ﷺ یا عمر اتدری من السائل وَ الْمُحَرِّفُ یقول عَلِمَ وَقْتَ السُّؤالِ انه جبریل وَ لَمْ یُخْبِرِ الصَّحَابَۃَ بذالک اِلاَّ مُدَّۃً ثم قولہ فی الحدیث ماالمسؤل عنہا باعلم من السائل یَعُمُّ کُلَّ سائلٍ و مسؤلٍ فکلُّ سائل و مسؤول عن الساعۃ ھذا شانُھما

(موضوعات کبری، ص 324,323)

ہمارے زمانے کے بعض مدعیان علم (جیسے بریلوی مناظرین از ناقل) جو درحقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ زرے جعلساز ہیں یہ کھلا ہوا جھوٹ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وقت قیام ساعۃ معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبریل میں تو یہ آتا ہے کہ مسؤل عنہا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس (احمد یار گجراتی جیسے از ناقل) محرف نے اس حدیث کے معنی میں یوں تحریف کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جہل اور قبیح ترین تحریف ہے اور جناب نبی ﷺ اللہ تعالی کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے تھے جس کو وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الایہ کہ یہ جاہل (احمد یار گجراتی از ناقل) دعوی کرے کہ آنحضرت ﷺ اس وقت حضرت جبریل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آتے ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت میں میں ان کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبریل مجھ پر کبھی مشتبہ نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس اعرابی کو واپس بلالاؤ جب حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کو کچھ عرصہ کے بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبریل تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ اے عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا؟ اور یہ محرف (احمد یار گجراتی از ناقل) کہتا ہے کہ آپ سوال کے وقت ہی جانتے تھے کہ وہ حضرت جبریل تھے اور حضرات صحابہ کرام کو آپ نے اس کی اطلاع ایک عرصہ کے بعد دی پھر ما المسؤل عنہا باعلم من السائل کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ہر سائل اور مسؤل کا یہی

حکم ہے کہ قیامت کا علم سوائے اللہ تعالی کے اور کسی کو نہیں۔

لطیفہ: آل بدعت مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہیں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں یہ نبی کریم ﷺ کی شان میں کھلی گستاخی ہے۔لیکن دوسری طرف ان تصریحات سے واضح ہورہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو اپنے سامنے کافی دیر موجود رہنے والے جبریل علیہ السلام کی خبر بھی نہ ہوسکی اور آپ ﷺ ان کو نہ پہچان سکے دیوار کے پیچھے کا علم نہ ماننے والے اگر گستاخ ہیں تو آنکھوں کے سامنے والے کا علم نہ ماننے والے کتنے بڑے وہابی ہوں گے؟

حدیث نمبر ۲

حَدَّثَنِیْ هَارُوْنُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ وَ حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَا حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ محمد قَالَ قَالَ ابنُ جُرَیْجٍ اَخْبَرَنِیْ اَبُوْ الزُّبَیْرِ اَنَّهٗ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِاللّٰهِ یَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ قَبْلَ اَنْ یَّمُوْتَ بِشَهْرٍ تَسْأَلُوْنِیْ عَنِ السَّاعَةِ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَاللّٰهِ

(مسلم،ج2،ص310،مسند امام احمد،ج23،ص335،رقم 15128،صحیح ابن حبان، رقم الحدیث 2987،مشکوۃ،ج2،ص491،باب قرب الساعۃ)

حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا آپ نے اپنی وفات سے صرف ایک مہینہ پہلے یہ ارشاد فرمایا کہ تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقت پوچھتے ہو حالانکہ اس کا علم صرف خدا تعالی ہی کو ہے۔

تشریح:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

گفت جابر شنیدم آنحضرت را پیش از رحلت خود بیک ماہ تسالونی عن الساعۃ می پرسید مرا از وقت قیام قیامت وانما علمہا عند اللہ ونیست علم بہ تعیین وقت آن مگر نزد خدا وند اعز وجل یعنی از وقت وقوع قیامت کبری می پرسید آن خود معلوم من نیست وآں راجز خدا تعالی نداند

(اشعۃ اللمعات، ج 3، ص 377)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی وفات سے صرف ایک ماہ قبل سنا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت متعین کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبری کے آنے کا وقت مجھ سے پوچھتے ہو اور وہ تو خود مجھے معلوم نہیں (میں تم کو کیا بتاؤں) اس کو اللہ تعالی کے بغیر اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

اس صریح صحیح حدیث مبارکہ سے بھی معلوم ہوا کہ وفات سے ایک ماہ قبل تک نبی کریم ﷺ کو جمیع ماکان و ما یکون کا علم حاصل نہ تھا اب جو اس کے خلاف کا دعوی کرے وہ اس حدیث کی مخالفت کر رہا ہے اور حدیث رسول ﷺ کے مخالف بقول غلام رسول سعیدی امام شافعی کا قول بھی آجائے تو رد کر دیا جائے۔

حدیث نمبر ۳

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ لَقِيتُ لَيلَةَ أُسرِيَ بِيْ اِبْرَاہِیمُ وَ مُوْسٰی وَ عِیْسٰی فَتَذَاکَرُوْا امْرَ السَّاعَۃِ قَالَ فَرَدُّوْا امْرَہُمْ اِلَی اِبْرَاہِیْمَ علیہ السلام فَقَالَ لاَ عِلْمَ لِیْ بِہَا فَرَدُّوْا امْرَ ھُمْ اِلَی مُوْسٰی فَقَالَ لاَ عِلْمَ لِیْ بِہَا فَرَدُّوْا امْرَ ھُمْ اِلَی عِیْسٰی فَقَالَ امَّا وَجْبَتُہَا فَلاَ یَعْلَمُ احَدٌ اِلاَّ اللّٰہُ

(مسند امام احمد، ج 6، ص 19، رقم 3556، تفسیر ابن کثیر، ج 3، ص 522، کنز العمال، رقم 38339)

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں میری ملاقات حضرت ابراہیم اور حضرت موسی اور حضرت عیسی علیہم السلام سے ہوئی تو ان میں وقت قیامت کا تذکرہ ہوا پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں یہ سوال پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس کا کوئی علم نہیں پھر یہی سوال حضرت موسی علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے بھی یہی

فرمایا کہ مجھے قیامت کا کوئی علم نہیں پھر یہی سوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں پیش ہوا تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے وقوع کے وقت کی خبر تو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں۔

مستدرک کی روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فَتَذَاكَرُوْا السَّاعَةَ فَبَدَئُوْا بِأَبْرَاهِيْمَ فَسَالُوْهُ عَنْهَا فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْم '' ثُمَّ مُوْسٰى فَلَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ مِنْهَا عِلْم '' فَتَرَاجَعُوْا الْحَدِيْثَ إِلَى عِيْسٰى فَقَالَ عِيْسٰى عَبْدَاللهِ إِلَيَّ فِيْمَا دُوْنَ وَجْبَتِهَا فَلَا نَعْلَمُهَا

(مستدرک، ج 2، ص 416، رقم 3448، ابن ماجہ)

سب سے پہلے قیامت کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے سوال کیا گیا مگر ان کے پاس قیامت کا کچھ علم نہ تھا پھر موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا مگر ان کے پاس بھی کچھ علم نہ تھا اس پر انہوں نے بات کا رخ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف پھیر دیا انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت سے پہلے کی کچھ چیزیں تو مجھے بتائی ہیں لیکن اس کے وقت وقوع کو ہم نہیں جانتے۔

اس صاف اور صریح حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم وموسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام جیسے اولو العزم انبیاء کو بھی قیامت کا وقت معلوم نہ تھا کہ کب واقع ہوگی نہ ان کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو قیامت کی علامات میں سے ایک علامت ہیں و انه لعلم للساعة جب ان کو اس کا علم نہیں تو اور کس کو ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ ان کے جواب کو آخری جواب سمجھا گیا اور ان کے بعد کسی اور سے پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی اور فن حدیث کا قاعدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے سامنے کوئی بات کہی جائے یا کوئی کام کیا جائے اور آپ اس کو سن کر اس کو دیکھ کر اس کی تردید نہ فرمائیں تو وہ بھی آپ کی تقریری حدیث ہے کیونکہ آپ نہ باطل پر سکوت فرماتے تھے اور نہ منکر کو دیکھ کر بغیر رد کئے چھوڑتے تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب کہ اس کا وقت معلوم ہم میں سے کوئی نہیں جانتا سوائے رب تعالیٰ کے بن کر آپ ﷺ نے اس کی تردید نہ فرمائی کہ میں تو اس سے مستثنیٰ

ہوں بقول روح البیان والے کہ مجھے تو اس کا علم دے دیا گیا ہے لہذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو بھی قیامت کے وقوع کا علم نہیں ۔گویا یہ مجلس اس بات پر انبیاء کے اجماع کو ظاہر کرتی ہے کہ قیامت کے وقوع کا وقت مقررہ کسی کو معلوم نہیں آج اگر مجتہدین کے اجماع کا انکا کرنے والا گمراہ ہے تو ان معصومین کے اجماع کا انکار کرنے والا گمراہ کیوں نہ ہوگا؟ علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس پر کیا خوب کہا:

فَهٰؤُلَآئِ اَکَابِرُ اُوْلِی الْعَزْمِ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ لَیْسَ عِنْدَہُمْ عِلْم '' بِوَقْتِ السَّاعَۃِ عَلَی التَّعْیِیْنِ

(تفسیر ابن کثیر، ج3،ص 522)

سو یہ اکابر اور بڑی شان کے رسول بھی قیامت کے وقت معین کا علم نہیں رکھتے ۔

حدیث نمبر ۴

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے:

اِنِّي لَا اَدْرِي مَا بَقَائِي فِیکُمْ فَاقْتَدُوا بِاللَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِي اَبِي بَکْرٍ وَ عُمَرَ

(ترمذی)

میں نہیں جانتا کہ میں کب تک تمہارے اندر زندہ رہوں اس لئے میں تمہیں اپنے بعد ابو بکر اور عمر کی اقتداء کرنے کی تلقین کرتا ہوں ۔

تشریح:

ملا علی قاری اس روایت کی ضمن میں فرماتے ہیں:

لَا اَدْرِي کَمْ مُدَّۃُ بَقَائِي فِیکُمْ قَلِیلٌ اَمْ کَثِیرٌ

(مرقاۃ، ج 11،ص 212)

مجھے نہیں علم کہ کتنا عرصہ تم میں رہوں گا کم یا زیادہ؟

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اپنی وفات کا علم بھی نہ تھا کہ کب تک زندہ رہتے جب اپنی وفات کا

علم نہ تھا تو بقول رضاخانیوں کے گھوڑوں، گدھوں، چرند، پرند، انسان، حیوان کی موت وحیات کا علم کیسے ہوسکتا ہے؟۔

فائدہ:

اس ایک حدیث میں تین باطل فرقوں کا رد ہے انی لاادری میں آل بدعت کا رد اور فاقتدوا من بعدی ابی بکر و عمر میں غیر مقلدین کا رد ہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ میری وفات کے بعد خود اپنی عقل سے حدیثیں نکال نکال کر عمل کرنا بلکہ ان کی پیروی کا حکم دیا اور شیعہ کا رد کہ آپ ﷺ نے اپنے بعد ان کی خلافت کی بشارت دی۔

بدعتی تاویل

تاویل: اس میں درایت کی نفی ہے علم کی نفی نہیں درایت اٹکل اور قیاس سے جاننے کو کہتے ہیں۔ (جاء الحق)

جواب: درایت کے معنی اٹکل اور قیاس سے جاننا یہ بھی مفتی صاحب کا مفتیانہ میڈ ان بریلی اختراع ہے۔ آئمہ لغت نے درایت اور علم کو مترادف قرار دیا ہے چنانچہ مختار الصحاح میں ہے

دری بہ ای علم ... و ادراہ اعلمہ

(مختار الصحاح ص 218، باب الدال)

قالَ شیخُنا: صَرِیحہ اتِّحادُ العِلْم و الدِّرَایَۃِ

(تاج العروس، ج 38، ص 42)

ہمارے شیخ نے کہا کہ علم اور درایت متحد ہیں (یعنی ایک ہی معنی ہے دونوں کا)۔

حدیث نمبر ۵

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ دو فریق اپنا مقدمہ لیکر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

إِنَّمَا اَنَا بَشَر '' وَ اِنَّہٗ یَاتِیْنِی الْخَصْمُ فَلَعَلَّ بَعْضَکُمْ اَنْ یَّکُوْنَ اَبْلَغَ مِنْ

بِعَضٍ فَاَحْسَبُ اَنَّہٗ صَادِقٌ'' فَاَقْضِیْ لَہٗ بِذَالِکَ فَمَنْ قَضَیْتُ لَہٗ بِحَقِّ مُسْلِمٍ فَاِنَّمَا ھِیَ قِطْعَۃٌ'' مِّنَ النَّارِ فَلْیَاخُذْھَا اَوْلِیَتْرُکْھَا

(بخاری، ج2،ص1065،مسلم،ج2،ص74،نسائی،ج2،ص306،ابو داؤد،ج2، ص148،السنن الکبری،ج10،ص143،رقم21007،المعجم الاوسط،ج3،ص12، رقم2314،سنن الدارقطنی،ج4،ص239)

میں ایک بشر ہی ہوں اور میرے پاس فریق مقدمات لیکر آتے ہیں ایسی صورت ممکن ہے تم میں سے کوئی فریق دوسرے سے زیادہ اچھا بولنے والا ہو جس کی وجہ سے میں اس کو سچا سمجھ لوں اور میں اس کے حق میں فیصلہ دے دوں پس اس طرح میں جس کو دوسرے مسلمان کا حق دلوا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے خواہ وہ اسے لے یا چھوڑ دے۔

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ تمام غیوب اور جمیع ما کان و ما یکون کے عالم نہ تھے اور نہ آپ کے منصب میں یہ بات داخل تھی کہ آپ امور باطنہ کو بھی جانتے تھے ورنہ اس کا مطلقا احتمال ہی نہ ہوتا کہ آپ کسی فریق کی چرب لسانی کی وجہ سے جھوٹے کو سچا سمجھ لیتے اور عمدا اور دیدہ دانستہ دوسرے مسلمان کا حق اس کو دلوا دیتے اس سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ بات آشکارہ ہو جاتی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ظاہری امور قرائن اور دلائل و شواہد کے مکلف اور پابند تھے باطنی امور اور حقیقت حال نفس الامر پر اطلاع پانا آپ کے خواص اور لوازم میں شامل نہ تھا یہ صریح اور صحیح حدیث اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے مگر ہم مزید تسلی اور اطمینان کیلئے آئمہ حدیث کے اقوال بھی پیش کر دیتے ہیں۔

تشریح:

(۱) امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

مَعْنَاہُ التَّنْبِیْہُ عَلٰی حَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ اَنَّ الْبَشَرَ لَا یَعْلَمُوْنَ مِنَ الْغَیْبِ وَ بَوَاطِنِ الْاُمُوْرِ شَیْئاً اِلَّا اَنْ یُطْلِعَھُمُ اللّٰہُ تعالی عَلٰی شَیْئٍ مِنْ ذَالِکَ وَ اَنَّہٗ یَجُوْزُ عَلَیْہِ فِیْ اُمُوْرِ الْاَحْکَامِ مَا یَجُوْزُ عَلَیْہِمْ وَ اَنَّہٗ یَحْکُمُ بَیْنَ النَّاسِ

بِالظَّاہِرِ وَ اللّٰہُ یَتَوَلَّی السَّرَآئِرَ فَیَحْکُمُ بِالْبَیِّنَۃِ وَ بِالْیَمِیْنِ وَ نَحْوِ ذَالِکَ مِنْ اَحْکَامِ الظَّاہِرِ مَعَ اِمْکَانِ کَوْنِہٖ فِی الْبَاطِنِ خِلَافَ ذَالِکَ

(شرح مسلم،ج2،ص74)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتانا ہے کہ فصل خصومات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندرونی رازوں کا معاملہ خدا سے ہے سو آپ شہادت اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں وراس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

(۲) ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ''اَیْ کَوَاحِدٍ مِّنَ الْبَشَرِ فِیْ عَدَمِ عِلْمِ الْغَیْبِ

(فتح الباری، ج12،ص339،رقم 6967)

میں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہوں۔

(۳) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ''لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَ بَوَاطِنَ الْاُمُوْرَ کَمَا ھُوَ مُقْتَضِی الْحَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ اَنَّہٗ یَحْکُمُ بِالظَّاہِرِ

(عمدۃ القاری، ج13،ص8,7،باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کے اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضہ ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں۔

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ ''مُشَارِکٌ'' لَکُمْ فِی الْبَشَرِیَّۃِ بِالنِّسْبَۃِ لِعِلْمِ الْغَیْبِ الَّذِیْ

لَمْ یُطْلِعْنِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ قَالَ ذَالِکَ تَوطِئَۃ ''لِقَوْلِہٖ وَ اِنَّہٗ یَاتِیْنِیَ الْخَصْمُ فَلَا اَعْلَمُ بَاطِنَ اَمْرِہٖ

(ارشاد الساری، ج 10 ص 248، باب من قضی لہ بحق اخیہ، رقم الحدیث 7184)

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالی نے مجھے اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد و انه یاتینی الخصم کے قول کیلئے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا علم نہیں رکھتا۔

آگے لکھتے ہیں:

انما انا بشر وَھُوَ رَدٌّ'' عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ مَنْ کَانَ رَسُوْلاً فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ کُلَّ غَیْبٍ حَتّٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ الْمَظْلُوْمُ مِنَ الظَّالِمِ

(ارشاد الساری، ج 10 ص 251)

آپ ﷺ نے انما انا بشر ان لوگوں کی تردید کیلئے فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے حتی کہ اس پر مظلوم اور ظالم مخفی نہیں رہتے۔

(۵) علامہ نور الدین سندی متوفی 1139ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و انما انا بشر ای لَا اَعْلَمُ مِنَ الْغَیْبِ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیَ رَبِّیْ کَمَا ھُوَ شَانُ الْبَشَرِ

(سندی علی النسائی، ج 2 ص 306)

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اسی حد تک جس پر مجھے اللہ تعالی نے تعلیم کے ذریعہ آگاہ کیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

فائدہ ا:

اس ایک روایت سے الحمد للہ تین مسئلے حل ہو گئے نمبر ایک نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں آپ ﷺ نہ تو عالم الغیب ہیں نہ کلی علم غیب جانتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نوری مخلوق نہیں بلکہ بشر و انسان ہیں۔ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں اگر ایسا ہوتا تو جو آپ کے پاس اپنے مقدمات لاتا آپ کو پہلے سے معلوم ہوتا کہ ان میں کون حق پر ہے کون نہیں؟ کیونکہ ان کے جھگڑے کے وقت وہاں آپ

خود موجود ہوتے۔

فائدہ ۲:

انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں ہاں اللہ تعالیٰ بعض غیوب کو ان پر ظاہر فرما دیتا ہے بعض غیب پر ان کو اطلاع دیتا ہے اس سے غیب کے خزانوں میں سے انہیں اتنا ہی معلوم ہوتا ہے جتنے کی اطلاع دی گئی ہے اس سے زیادہ نہیں جیسا کہ ان تشریحات میں گزرا اور علامہ دقیق العید رحمہ اللہ تو صاف فرماتے ہیں:

فِيهِ دَلِيل '' عَلَى إِجْرَائِ الْحُكْمِ عَلَى الظَّاهِرِ وَ اعْلَامِ النَّاسِ بِانَّ النَّبِيَّ ﷺ كَغَيْرِهِ فِيْ ذَالِكَ وَ إِنْ كَانَ يَفْتَرِقُ مَعَ الْغَيْرِ فِي اطِّلَاعِهِ عَلَى مَا يُطْلِعُهُ اللهُ مِنَ الْغُيُوْبِ الْبَاطِنَةِ وَ ذَالِكَ فِيْ امُوْرٍ مَّخْصُوْصَةٍ لَا فِي الْاحْكَامِ الْعَامَّةِ وَ عَلَى هَذَا يَدُلُّ قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّمَا انَا بَشَر ''

(احکام الاحکام ص 914، باب القضاء)

اس میں اس بات کی دلیل ہے احکام کو ظاہر پر جاری کیا جائے گا اور نیز اس سے لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ نبی کریم ﷺ اس معاملہ میں دیگر لوگوں کی طرح ہیں اگرچہ دوسروں سے اس امر میں ممتاز ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو غیوب باطنہ پر مطلع کرتا ہے مگر یہ بھی مخصوص امور میں نہ کہ عام احکام میں اور اسی جانب نبی کریم ﷺ کا ارشاد انما انا بشر دلالت کرتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ نے کسی غیب کے کسی فرد کی اطلاع یا خبر دی تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ اس کے تمام افراد کا علم رکھتے ہوں۔ الحمدللہ اس سے بدعتیوں کے ان تمام حوالہ جات کا جواب ہوگیا جو وہ پیش کرتے ہیں کہ دیکھو کل کی فلاں بات کی خبر دی فلاں کے مرنے کی خبر دی تو وہ خبر اور علم صرف اسی تک محدود ہے اب روز اول سے روز آخر تک کونسا انسان کونسا جانور کہاں کدھر کس جگہ مرے گا وغیرہ اس سے یہ لازم نہیں آتا۔ بہت اہم فائدہ ہے خوب یاد رکھیں۔ بہت جگہ کام دے گا۔

حدیث نمبر ۶

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا (جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی حقیقی خالہ تھیں) کے حجرہ میں داخل ہوا تو اس وقت ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ (ضب) رکھی ہوئی تھی جن کو ان کی بہن حضرت حفیدہ بنت الحارث نجد سے اپنے ساتھ لائی تھیں تو حضرت میمونہ نے وہ گوہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی جب آپ ﷺ نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے اور آپ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ وہ بہت کم کسی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے کہ جب تک آپ کو یہ نہ بتا دیا جاتا کہ یہ کھانا کیا اور کیسا ہے؟ تو حضرات ازواج مطہرات وہاں موجود تھیں ان میں سے کسی نے فرمایا

اَخْبِرْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ بِمَا قَدَّمْتُنَّ لَہٗ قُلْنَ ھُوَ الضَّبُّ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَدَہٗ

(بخاری، ج2،ص 831، مسلم، ج2،ص 151، المعجم الکبیر، ج4،ص108، رقم3820، مسند امام احمد، ج28،ص14، رقم16815)

جناب رسول اللہ ﷺ کو بتلا دو کہ یہ کیا ہے؟ چنانچہ ازواج مطہرات نے فرمایا کہ حضرت یہ گوہ ہے آپ نے یہ سنتے ہی فوراً اپنا ہاتھ کھینچ لیا (اور گوہ نہیں کھائی)۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب کلی اور جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہ تھا ورنہ حضور کو خود ہی اس کا علم ہو جاتا کہ میرے سامنے گوہ پیش کی گئی ہے اور آپ ابتداء ہی سے اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھاتے ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر اور علم غیب نہیں رکھتے ورنہ انہیں یہ کہنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی کہ اخبرن رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ کو اس کی اطلاع دے دو۔

تشریح:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَانَّہٗ کَانَ لَا یَعْلَمُ مِنَ الْمُغَیَّبَاتِ اِلَّا مَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی

(فتح الباری، ج 9، ص 667، باب الضب، رقم 5537)

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ (کو علم غیب نہ تھا آپ ﷺ) کو غیب کی صرف وہی چیزیں معلوم تھیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اطلاع دی جاتی۔

حدیث نمبر ۷

عن انس قال مَرَّ النَّبِیُّ ﷺ بِتَمْرَۃٍ فِی الطَّرِیْقِ فَقَالَ لَوْ لَا اَنِّیْ اَخَافُ اَنْ تَکُوْنَ مِنَ الصَّدَقَۃِ لَاَکَلْتُھَا

(بخاری، ج 1، ص 328، مسلم، ج 1، ص 344، مشکوۃ، ج 1، ص 162)

اور مستدرک کی روایت میں اس طرح ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ تَضَوَّرَ ذَاتَ لَیْلَۃٍ فَقِیْلَ لَہٗ مَا اَسْھَرَکَ قَالَ اِنِّیْ وَجَدْتُ تَمْرَۃً سَاقِطَۃً فَاَکَلْتُھَا ثُمَّ تَذَکَّرْتُ تَمْرًا کَانَ عِنْدَنَا مِنْ تَمْرِ الصَّدَقَۃِ فَلَا اَدْرِیْ مِنْ ذَالِکَ کَانَتِ التَّمْرَۃُ اَوْ مِنْ تَمْرِ اَھْلِیْ فَذَالِکَ اَسْھَرَنِیْ

(المستدرک، ج 2، ص 18، رقم 2227، کتاب البیوع، ھذا الحدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ قال الذہبی فی التلخیص صحیح)

نبی کریم ﷺ نے ایک رات بڑی بے چینی اور بے قراری سے بسر کی آپ سے اس کی وجہ پوچھی گئی کہ حضرت آپ کو کیوں بے قراری میں نیند نہیں آرہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک افتادہ کھجور پائی اور میں اس کو کھا گیا پھر مجھے خیال آیا کہ ہمارے ہاں تو زکوۃ کی کھجوریں بھی تھیں سو مجھے معلوم نہیں کہ کیا یہ کھجور زکوۃ کی کھجوروں میں سے تھی یا ہمارے گھر کی کھجوروں میں سے تھی سو اس وجہ سے میں بے چین ہوں۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہرگز عالم الغیب نہ تھے نہ جمیع ماکان و مایکون کے عالم تھے اگر ایسا ہوتا تو آپ کو یہ معلوم ہوتا کہ یہ افتادہ کھجور صدقہ کی ہے یا نہیں اور اس بارہ میں آپ ﷺ کو ہرگز تردد نہ ہوتا اور نہ آپ اس طرح بے قراری اور بے چینی میں رات بسر کرتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ

ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہ تھے ورنہ آپ ﷺ کو علم ہوتا کہ یہ کھجور تو میری موجودگی میں فلاں شخص سے گری ہے۔

حدیث نمبر ۸

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے:

ثَقُلَ النَّبِيُّ ﷺ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعُوْا مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ قَالَ ضَعُوْا مَاءً فِي الْمِخْضَبِ قَالَتْ فَفَعَلْنَا فَاغْتَسَلَ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَنُوءَ فَأُغْمِيَ عَلَيْهِ ثُمَّ اَفَاقَ فَقَالَ اَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُوْنَكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ وَالنَّاسُ عُكُوْفٌ فِي الْمَسْجِدِ يَنْتَظِرُوْنَ النَّبِيَّ عليه السلام لِصَلَاةِ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ فَاَرْسَلَ النَّبِيُّ ﷺ اِلٰى اَبِي بَكْرٍ بِاَنْ يُّصَلِّيَ بِالنَّاسِ

(صحیح ابن حبان، ج 5، ص 480، رقم 2116، صحیح ابن خزیمہ، ج 1، ص 126، رقم 257، مسند امام احمد، ج 9، ص 140، رقم 5141.)

جب رسول اللہ ﷺ کا مرض زیادہ سخت ہوگیا تو (ایک دن) آپ نے فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ (یعنی کیا مسجد میں جماعت ہو چکی؟) عرض کیا گیا ابھی نہیں وہ سب حضور ﷺ کے منتظر ہیں ارشاد ہوا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا اور پانی رکھ دیا گیا حضور نے غسل فرمایا پھر آپ کھڑے ہونے لگے تو آپ ﷺ پر بے ہوشی طاری ہوگئی کچھ دیر بعد آپ کو افاقہ ہوا تو پھر آپ نے دریافت فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا ابھی نہیں وہ حضور ﷺ کے انتظار میں ہیں پھر ارشاد فرمایا میرے لئے ٹب میں پانی رکھو حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں ہم نے اس حکم کی تعمیل کی اور پانی رکھ دیا گیا آپ نے غسل فرمایا اور پھر اٹھنے لگے لیکن پھر آپ پر غشی طاری ہوگئی کچھ دیر بعد افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ عرض کیا گیا نہیں وہ حضور کے انتظار میں ہیں پھر

وہی ارشاد ہوا کہ میرے لئے ٹب میں پانی رکھو چنانچہ پھر ہم نے رکھ دیا اور آپ نے بیٹھ کر غسل فرمایا اور پھر کھڑے ہونے لگے مگر پھر آپ کو غشی ہوگئی ج کچھ دیر بعد میں افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا ابھی نہیں وہ حضور ہی کے انتظار میں ہیں اور لوگ عشاء کی نماز کیلئے حضور ﷺ کے انتظار میں جمے ہوئے تھے بالآخر آنحضرت ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حکم بھیجا کہ تم نماز پڑھا دو۔

فائدہ ۱:

یہ حضور ﷺ کے آخری زمانے کی نہیں بلکہ آخری دنوں کی حدیث ہے کیونکہ یہ آپ ﷺ کے مرض الوفات کا واقعہ ہے جس سے معلوم ہو کہ آخری دنوں تک آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم محیط نہ تھا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو آپ کو بار بار گھر والوں سے یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ اور نہ آپ ﷺ بار بار غسل کیلئے تکلیف فرماتے۔

فائدہ ۲:

اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے نور ہونے کا رد ہے اس لئے کہ نوری مخلوق بیمار نہیں ہوتے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کے مختار کل ہونے کی نفی ہے اس لئے کہ آپ کی خواہش تھی کہ آپ ﷺ مسجد جا کر نماز پڑھائیں مگر بار بار مرض کے ہاتھوں مجبور ہو جاتے اور بے ہوشی طاری ہو جاتی اور مسجد باوجود اراداے کہ نہ جا پاتے۔ اس حدیث میں آپ ﷺ کے علم غیب کا رد بھی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اس حدیث میں اس عقیدے کا بھی رد ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں اس لئے کہ جو ہر جگہ حاضر ناظر ہو اس کا کوئی انتظار نہیں کرتا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ ﷺ کا مسجد میں اسی لئے انتظار فرما رہے تھے کہ آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی نبی کریم ﷺ کو ہر جگہ حاضر ناظر نہیں مانتے تھے ورنہ آپ ﷺ کا انتظار نہ کرتے کیونکہ آپ ﷺ تو مسجد میں موجود تھے۔ اس حدیث میں اس عقیدے کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کے حقدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہیں: چنانچہ امام نووی اور قاضی عیاض فرماتے ہیں:

''یہ حدیث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمام صحابہ پر افضیلت کی دلیل ہے اور اس بعد پر دال ہے کہ آپ ﷺ کے بعد خلافت کے سب سے زیادہ حقدار حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں''۔

(شرح مسلم، اکمال المعلم شرح صحیح مسلم، ج2 ص178)

حدیث نمبر ۹

حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:

لَمَّا رَجَعَ النَّبِيُّ ﷺ مِنَ الْخَنْدَقِ وَ وَضَعَ السِّلَاحَ وَاغْتَسَلَ اتَاهُ جِبْرِيْلُ فَقَالَ قَدْ وَضَعْتَ السِّلَاحَ وَاللّٰهِ مَا وَضَعْنَاهُ فَاخْرُجْ اِلَيْهِمْ قَالَ فَاِلَى اَيْنَ قَالَ هٰهُنَا وَ اَشَارَ اِلَى بَنِيْ قُرَيْظَةَ فَخَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ

(بخاری، ج 2 ص 590 مسلم، ج 2 ص 95 مسند احمد، ج 40 ص 336، رقم 24295)

جب جناب رسول اللہ ﷺ غزوہ خندق سے واپس ہوئے اور ہتھیار اتار کر غسل فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور انہوں نے کہا آپ نے ہتھیار اتار دئے ہیں ہم (فرشتوں) نے تو ابھی تک نہیں اتارے ادھر ان کی طرف چلئے آپ نے فرمایا کدھر؟ انہوں نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ ادھر چنانچہ آپ (لشکر کے ساتھ) ادھر تشریف لے گئے۔

اگر آپ ﷺ کو جمیع ماکان و مایکون کا علم ہوتا تو آپ ﷺ کو پہلے سے ہی علوم ہوتا ہم نے خندق کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد بنو قریظہ کی طرف جانا ہے اور نہ آپ ﷺ ہتھیار اتارتے اور نہ آپ ﷺ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے یہ سوال کرنے کی نوبت آتی کہ فالی این؟ جب آپ نے بنو قریظہ کا محاصرہ کیا اور ان غالب آئے تو ان پر تورات کا حکم نافذ کیا گیا اور عورتوں اور بچوں کو گرفتار کیا گیا اور لڑنے والے نوجوانوں کو قتل کر دیا گیا۔ ان قیدیوں میں حضرت عطیۃ القرظی ؓ بھی

تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں جب بحالت اسیری بنو قریظہ کی شکست کے دن:

عُرِضْتُ عَلَى رَسُوْلِ اللهِ ﷺ يَوْمَ قُرَيْظَةَ فَشَكُّوْا فِيَّ فَامَرَ النَّبِيُّ ﷺ اَنْ يَّنْظُرُوْا اِلَيَّ هَلْ اَنْبَتُّ فَنَظَرُوْا اِلَيَّ فَلَمْ يَجِدُوْنِيْ اَنْبَتُّ فَخَلّٰى عَنِّيْ وَاَلْحَقَنِيْ بِالسَّبْيِ

(مستدرک، ج 2، ص 148، رقم 2654، کتاب الجہاد، قال الذہبی علی شرط البخاری والمسلم)

جناب نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو حضرات صحابہ کرام نے میرے بارے میں تردد کیا کہ کیا میں بالغ ہوں یا نہیں؟ تو آنحضرت ﷺ نے حکم دیا کہ وہ میرے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کریں چنانچہ جب انہوں نے معائنہ کیا تو میرے زیر ناف بال نہیں اُگے تھے لہذا مجھے نابالغ سمجھ کر قیدیوں کی مد میں شامل کر دیا۔

اگر جناب رسول اکرم ﷺ کو جمیع ما کان دما یکون کا علم حاصل ہوتا اور اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو علم غیب حاصل ہوتا تو شک وتردد میں پڑ کر اشد مجبوری میں ان کے زیر ناف بال دیکھ کر فیصلہ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

فائدہ:

بخاری اور مسلم کی جو روایت پیش کی اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر بھی نہیں ورنہ بنو قریظہ چلنے کا حضرت جبرائیل علیہ السلام کیوں ارشاد فرماتے؟ آپ ﷺ تو پہلے ہی وہاں سے موجود ہوتے۔

حدیث نمبر ۱۰

جناب رسول اللہ ﷺ نے جب خیبر فتح کیا تو مرحب کی بہن زینب بنت الحارث نامی ایک یہودی عورت نے آپ ﷺ کی دعوت کی اور گوشت میں زہر ملا دیا پلا لقمہ کھانے کے بعد آپ ﷺ کو معلوم ہوا (بلکہ گوشت کے ٹکڑے نے بول کر کہا کہ حضرت مجھ میں زہر ہے مت کھائیے) کہ اس میں زہر ہے۔ اگرچہ بحمد للہ آپ کے حق میں اس کا ارادہ پورا نہ ہو سکا لیکن آپ کے ایک صحابی

حضرت بشر بن براء بن معرور جانبر نہ ہو سکے (ابو داؤد، ج 2، ص 264) بلکہ روایت میں "بعض اصحابہ" کے الفاظ بھی ہیں:

عَنْ جَابِرٍ اَنَّ يَهُوْدِيَّةً مِّنْ اَہْلِ خَيْبَرَ سَمَّتْ شَاةً مَصْلِيَّةً ثُمَّ اَهْدَتْهَا لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فَاَخَذَ رَسُوْلُ اللهِ الذِّرَاعَ فَاَكَلَ مِنْهَا وَ اَكَلَ رَهْطٌ '' مِنْ اَصْحَابِهٖ مَعَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِرْفَعُوْا اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْسَلَ اِلَى الْيَهُوْدِيَّةِ فَدَعَاهَا فَقَالَ سَمَمْتِ هٰذِهِ الشَّاةَ فَقَالَتْ مَنْ اَخْبَرَكَ قَالَ اَخْبَرَتْنِیْ هٰذِهٖ فِیْ يَدِیْ لِلذِّرَاعِ قَالَتْ نَعَمْ قُلْتُ اِنْ كَانَ نَبِيًّا فَلَنْ يَضُرَّهُ وَ اِنْ لَّمْ يَكُنْ نَبِيًّا اِسْتَرَحْنَا مِنْهُ فَعَفَا عَنْهَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ لَمْ يُعَاقِبْهَا وَ تُوُفِّیَ بَعْضُ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ اَكَلُوْا مِنَ الشَّاةِ

(مشکوٰۃ، ج 2، ص 550، ابو داؤد، ج 2، ص 264، سنن الکبریٰ، ج 8، ص 46، رقم 16430)

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا ورنہ آپ ﷺ ایک صحابی کو بھی مرنے نہ دیتے اور خود آنحضرت ﷺ پر جب مرض وفات میں اس زہر کا اثر نمایاں ہوا تو آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا:

يَا عَائِشَةُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَكَلْتُ بِخَيْبَرَ وَ هٰذَا وَ اَنْ وَّجَدْتُ اِنْقِطَاعَ اَبْهَرِیْ مِنْ ذَالِكَ السُّمِّ

(بخاری، ج 2، ص 627)

اے عائشہ میں نے خیبر میں جب سے بکری کا زہر آلود گوشت کھایا ہے اس کی تکلیف میں برابر محسوس کرتا رہا ہوں اور اب تو یوں محسوس ہو رہا ہے کہ میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

اور حضرت اُمِ مُبَشِّرؓ کی روایت میں ہے انہوں نے فرمایا کہ حضرت آپ پر اس دفعہ بیماری میں بڑی تکلیف ہے اور میرے خیال میں یہ تکلیف اسی زہر آلود بکری کے گوشت کی وجہ سے ہے جس کی وجہ سے میرا بیٹا بشر بن براء بن معرور فوت ہو گیا تھا آپ ﷺ نے فرمایا:

وَ انَالَااتَّہِمُ غَیْرَ ھَامَذَااوَانُ انْقِطَاعَ ابْھَرِیْ
(مستدرک، ج3،ص 263، رقم 5029، ذکر مناقب بشر بن البراء بن معرورؓ)
میں بھی اس کے بغیر اس کا کوئی اور ظاہری سبب نہیں سمجھتا اور اس وقت تو میری رگ جان کٹتی سی معلوم ہو رہی ہے۔
اس واقعہ سے بھی معلوم ہو گیا کہ اگر آنحضرت ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حاصل ہوتا تو یہ المناک وافسوس ناک واقعہ ہرگز پیش نہ آتا اور بے گناہ صحابی شہید نہ ہوتے اور نہ آپ کو یہ تکلیف ہوتی جو آخر کار آپ ﷺ کی وفات کا ظاہرہ سبب بنا۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب کی دریدہ دہنی

''اس وقت حضور علیہ السلام کو یہ بھی علم تھا کہ اس میں زہر ہے..... ہم اسے کھالیں تا کہ بوقت وفات اس کا اثر لوٹے اور ہم کو شہادت کی وفات عطا فرمائی جاوے''۔
(جاء الحق ص 138)

جواب: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ:
مَنْ تَحَسّٰی سُمّاً فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَسُمُّہٗ فِیْ یَدِہٖ یَتَحَسَّاہُ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِداً مُخَلَّداً فِیْھَا اَبَداً
(بخاری، ج 2،ص 860، مسلم، ج 1،ص 721، قال الذہبی فی التلخیص علی شرط البخاری والمسلم)
اور جس نے زہر پیا اور خودکشی کر لی تو زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا اور دوزخ کی آگ میں وہ ہمیشہ اور ابد الآباد تک وہ زہر پیتا رہے گا۔
اگر نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور میری وفات اسی زہر سے ہوگی تو جواب دیں کیا نبی کریم ﷺ اس وعید شدید کی زد میں معاذ اللہ آتے ہیں یا نہیں؟ تف ہے ایسے گندے عقیدے پر جس کیلئے نبی کریم ﷺ کی ایسی توہین کرنی پڑے؟ نیز اگر نبی کریم ﷺ کو علم تھا کہ اس میں زہر ہے اور اس کے باوجود آپ نے صحابہ کو وہ کھانے دیا اور مرنے دیا تو از رو افتاء بریلوی

حضرات جواب دیں کہ ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے جو کسی کو زہر کھلائے اور اسے مرنے کے اسباب پیدا کرے۔

حدیث نمبر ۱۱

جب آیت یا ایھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم نازل ہوئی تو ثابت بن قیسؓ نے آپ ﷺ کی مجلس میں آنا ترک کر دیا:

عَنْ انَسِ بنِ مَالِکٍ ؓ انَّ النَّبِیَّ ﷺ اِفْتَقَدَ ثَابِتَ بنَ قَیْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ " یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ انَا اعْلَمُ لَکَ عِلْمَہٗ فَاَتَاہُ فَوَجَدَہٗ فِیْ بَیْتِہٖ مُنَکِّساً رَّاسَہٗ فَقَالَ لَہٗ مَاشَانُکَ فَقَالَ شَرٌّ " کَانَ یَرْفَعُ صَوْتَہٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﷺ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُہٗ فَھُوَ مِنْ اھْلِ النَّارِ فَاَتَی الرَّجُلُ النَّبِیَّ ﷺ فَاَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ قَالَ کَذَا وَکَذَا قَالَ مُوْسٰی فَرَجَعَ اِلَیْہِ الْمَرَّۃَ الْاٰخِرَۃَ بِبَشَارَۃٍ عَظِیْمَۃٍ فَقَالَ اِذْھَبْ اِلَیْہِ فَقُلْ لَّہٗ اِنَّکَ لَسْتَ مِنْ اہْلِ النَّارِ وَلٰکِنَّکَ مِنْ اہْلِ الْجَنَّۃِ

(بخاری، ج 2 ص 718، ج 1 ص 510، مستخرج ابی عوانہ ج 1 ص 70، رقم 199)

جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو گم اور غائب پایا تو ایک صحابی نے فرمایا کہ حضرت میں آپ کیلئے اس کا حال دریافت کر آتا ہوں وہ صحابی گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت ثابت بن قیس نے اپنے گھر میں سر جھکائے ہوئے بیٹھے ہیں اس نے ان سے دریافت کیا آپ کو کیا فکر ہے؟ وہ بولے کہ معاملہ خراب ہے میری آواز حضور کی آواز پر بلند ہو جاتی رہی تو میرے عمل بالکل اکارت ہو گئے ہیں اور میں تو دوزخی ہو گیا ہوں وہ صحابی حضور ﷺ کے پاس گئے اور یہ باتیں آپ سے عرض کر دیں کہ ثابتؓ تو ایسا اور ایسا کہتا ہے دوبارہ وہ بشارت عظیمہ لے کر گئے اور حضور ﷺ نے فرمایا جا کر اس کو کہو کہ تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے۔

مسند احمد کی روایت میں اس طرح ہے:

وَ جَلَسَ فِیْ اہْلِہٖ حَزِیْناً فَتَفَقَّدَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَانْطَلَقَ بَعْضُ الْقَوْمِ اِلَیْہِ

فَقَالُوْا الَّذُ تَفَقَّدَ کَ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ مَالَکَ
(مسند امام احمد، ج 19، ص 391، رقم 12399)

حضرت ثابتؓ اپنے گھر میں مغموم ہو کر بیٹھ گئے اور آنحضرت ﷺ نے ان کو نہ پایا قوم میں سے بعض ان کے پاس گئے اور کہا کہ تجھے کیا ہے آنحضرت ﷺ نے تجھے مفقود پایا ہے۔

ایک روایت میں ہے:

یَا اَبَا عَمْرٍو مَاشَانُ ثَابِتٍ اشْتَکٰی فَقَالَ سَعْد'' اِنَّهُ لَجَارِیْ وَمَا عَلِمْتُ لَهُ بِشَکْوٰی فَاَتَاهُ سَعْد'' فَذَکَرَ لَهُ قَوْلَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ
(مسلم، ج 1، مسند احمد، ج 19، ص 462، رقم 12480)

اے ابو عمر ثابت کا کیا معاملہ ہے؟ کیا وہ بیمار ہے؟ حضرت سعد نے فرمایا کہ حضرت وہ میرے پڑوس میں رہتے ہیں اور میرے علم کے مطابق وہ بیمار نہیں چنانچہ حضرت سعد ان کے پاس گئے اور آپ ﷺ کا پیغام ذکر کیا

اس روایت میں بالکل صاف اور واضح ہے کہ اگر جناب رسول اللہ ﷺ جمیع ماکان و مایکون کے عالم ہوتے تو حضرت ثابت بن قیس کے فقدان اور ان کی بیماری کا ہرگز خلاف واقعہ خیال آپ ﷺ کے ذہن مبارک میں نہ پیدا ہوتا اور نہ حضرات صحابہ کرام سے پوچھنے کی نوبت آتی اور نہ وہ آپ کو تحقیق حال کے بعد آگاہ کرنا ضروری سمجھتے۔

فائدہ:

تفقّد کے معنیٰ

تَفَقَّدَهُ: طَلَبَهُ عِنْدَ غَیْبَتِهِ
(مختار الصحاح ص 517، باب الفا، القاموس المحیط ص 321)

کہ تفقدہ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کو غائب ہونے پر تلاش کیا۔
علامہ زبیدی الحنفیؒ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

أِفْتَقَدَہٗ وَ تَفَقَّدَہٗ طَلَبَہٗ عِنْدَ غَيْبَتِہٖ۔۔۔ وَ فِيْ حَدِيْثِ عَائِشَةَ ؓ أِفْتَقَدتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ لَيْلَةً اَیْ لَمْ اَجِدْہٗ

(تاج العروس، ج8،ص 502)

افتقد ہ وتفقدہ کا یہی مطلب ہے کہ اس نے اس کو اس کی غیر حاضری میں تلاش کیا حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے کہ افتقدت یعنی میں نے ایک رات جناب رسول اللہ ﷺ کو نہ پایا۔

اسی مادہ سے فاقد البصر اور مفقود الخبر وغیرہما کے محاورے نکلے ہیں۔

معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر بھی نہیں ہیں کیونکہ کوئی چیز اسی وقت غائب ہوگی جب اس کے پاس نہ ہو نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں سے کسی کا بھی آپ ﷺ کے بارے میں یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ ﷺ عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ وہ خود کبھی تحقیق نہ کرتے نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ میں سے کوئی بھی عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر نہ تھے ورنہ انہیں خود حضرت ثابتؓ کے پاس جا کر تحقیق حال کرنے کی کیا ضرورت تھی؟۔

حدیث نمبر ۱۲

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے محشر کے بعض حالات بیان کرتے ہوئے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میں حوض کوثر پر ہوں گا:

وَ اِنَّہٗ سَيُجَآئُ بِرِجَالٍ مِنْ اُمَّتِیْ فَيُوْخَذُبِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ يَا رَبِّ اَصْحَابِیْ فَيَقُوْلُ اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ فَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ شَهِيْدٌ اِلٰى قَوْلِهِ الْحَكِيْمِ فَيُقَالُ اِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ

(بخاری، ج 2،ص 966،مسلم، ج 2،ص 284،صحیح ابن حبان، ج 16،ص 344، رقم 7347،مسند البزار، ج 11،ص 278، رقم 5070،مسند امام احمد، ج 4،ص 9، رقم

2096،کنز العمال، ج 14 ص 156، رقم 38927)

اور وہاں میری امت کے بعض لوگ لائے جائیں گے اور پھر ان کو بائیں جانب (جہنم کی طرف) لے جایا جائے گا تو میں عرض کروں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی اور آدمی ہیں اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آپ نہیں جانتے جو نئی نئی حرکتیں انہوں نے آپ کے بعد اختیار کیں آپ نے فرمایا تو میں خدا تعالیٰ کے نیک بندہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا کہ میں جب تک ان میں رہا تو ان سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے الخ پھر الحکیم تک تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ پھر مجھ سے فرمایا جائے گا کہ یہ لوگ برابر ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے اور مرتد ہو گئے۔

یہ روایت حضرت ابوہریرہ سے بھی مروی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیَقُوْلُ لَا عِلْمَ لَکَ بِمَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ

(بخاری۔ ج 2 ص 974۔ ابن ماجہ ص 329۔ کنز العمال۔ ج 14 ص 180۔ رقم 3912239118)

سو میں کہوں گا اے میرے پروردگار یہ تو میرے ساتھی ہیں اللہ تعالیٰ جواب ارشاد فرمائے گا کہ آپ کو کوئی علم نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعات ایجاد کیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

فَاَقُوْلُ یَارَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ

(بخاری۔ ج 2 ص 974۔ مسلم ج 2 ص 250۔ کنز العمال۔ ج 14۔ ص 179۔ رقم 39120۔ مسند احمد۔ ج 7 ص 352۔ رقم 4332۔ المعجم الکبیر۔ ج 17۔ ص 201۔ رقم 538)

حضرت انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے۔

(بخاری، ج 2،ص 974،مسلم،ج 2،ص 252،کنز العمال، ج 14،ص 179،
رقم39120،مسند امام احمد،ج 21،ص 406،رقم 13991)

یہ روایت حضرت ابو درداءؓ سے بھی مروی ہے۔
(المعجم الاوسط،ج 1،ص 125،رقم 397،کنز العمال،ج 13،ص 42،رقم 36316)

حضرت سمرۃؓ بن جندب سے بھی مروی ہے۔
(المعجم الکبیر،ج 7،ص 207،رقم 6856,6598)

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے بھی مروی ہے۔
(بخاری ،ج 2،ص 974،مسلم ،ج 2،ص 249،مسند امام احمد،ج 17،ص 318
رقم 11220)

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مروی ہے۔
(بخاری ،ج 2،ص 975،مسلم ،ج 2،ص 249،مسند امام احمد،ج 34،ص 133،رقم
20494،20507،کنز،ج 14،ص 180)

سہل بن سعدؓ سے بھی مروی ہے
(مسند امام احمد،ج 37،ص 514،رقم 22873)

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔
(بخاری ،ج 2،ص 974،مسلم ،ج 2،ص 251،مسند امام احمد،ج 38،ص 326،رقم
23290، 23337 کنز العمال،ج 14،ص 180،رقم 39125)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے
(کنز العمال،ج 14،ص 180)

ام المومنین حضرت اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی مروی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں
حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فلا اقولن ای رب منی و من امتی فیقول انک لا تدری ما عملوا بعدک

ما زالوا یرجعون علی اعقابھم
(مسلم، ج 2 ص 249 کنز العمال، ج 14 ص 180، رقم 39123)
میں یہ ضرور کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں اللہ تعالی فرمائے گا بے شک تو نہیں جانتا کہ تیرے بعد انہوں نے کیا کیا عمل کئے ہیں؟ یہ تو ہمیشہ ایڑیوں پر الٹے پھرتے رہے اور مرتد ہو گئے۔

غرض یہ سب الفاظ واضح طور پر یہ بتلا رہے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو ان لوگوں کی آخری گمراہیوں اور بدانجامیوں کا علم نہیں تھا اگر آپ کو وفات کے بعد بھی کسی وقت میں جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل ہوتا تو ضرور تھا کہ ان مرتدین کا ارتداد اور ان کی ریشہ دوانیاں تبدیلیاں اور گمراہیاں آپ کے علم مبارک میں ہوتیں اور میدان محشر میں آپ سے باری تعالی ہرگز یہ ارشاد نہ فرماتے انك لا تدری ما احدثوا بعدك. انك لا علم لك بما احدثوا بعدك. اور هل شعرت ما عملوا بعدك۔

فائدہ:

حوض کوثر کی یہ روایت مختلف اسانید اور متعدد طرق سے الفاظ کے تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ پچاس سے زائد حضرات صحابہ کرام سے مروی ہے (تفصیل کیلئے نووی) حتی کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَفِي بَعْضِ هَذَا مَا يَقْتَضِي كَوْنَ الْحَدِيثِ مُتَوَاتِراً
ان احادیث کا بعض اس کا مقتضی ہے کہ یہ حدیث متواتر ہے۔

(شرح النووی، ج 2 ص 249)

بعینہ یہی بات علامہ ابی الفضل عبد الرحیم العراقی متوفی 806ھ بھی قاضی عیاض رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں۔

(طرح التثریب فی شرح التقریب، ج 3 ص 296، حوض النبی ﷺ)

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اس قول کو امام بیہقی رحمہ اللہ

کی طرف منسوب کیا ہے جو غالباً ان کا سہو ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قاضی عیاض یہ بھی ارشاد فرماتے ہیں:

متواتر النقل

(شرح النووی، ج2، ص249)

امام بیہقی نے اس باب میں 47 روایات کو جمع کیا ہے۔

(البعث والنشور۔ باب ماجاء فی حوض النبی ﷺ)

الحاصل یہ متواتر حدیث اس امر کا ثبوت قطعی ہے کہ آنحضرت ﷺ کو دخول جنت و نار سے قبل کے کل واقعات معلوم نہیں اگر ایسا ہوتا تو ان مرتدین کی بے ایمانیوں بدعات کا بھی آپ ﷺ کو ضرور علم ہوتا۔

فائدہ ۲:

اللہ کے رسول ﷺ اس دن فرمائیں گے:

فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْداً مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ شَهِيْدٌ

میں خدا تعالیٰ کے نیک بندہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کی طرح عرض کروں گا کہ میں جب تک ان میں رہا تو ان سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار تھا جب تو نے مجھے اپنے پاس بلالیا تو ہی ان کی خبر رکھتا تھا اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔

معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ وفات کے بعد اب ہر جگہ نہ تو جسمانی طور پر نہ روحانی طور پر اور نہ علمی طور پہ ہر جگہ ہر مقام پر ہر وقت حاضر ناظر ہیں یہ روایت بریلویوں کے اس عقیدے کے رد پر زبردست دلیل ہے۔

بدعتی تاویلات

تاویل نمبر ۱: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو حوض والی روایت میں جن مرتدین کا ذکر ہے یقیناً ان کے اعمال بھی پیش کئے گئے ہوں گے تو نبی کریم ﷺ کو علم ہوگا کہ یہ کون لوگ ہیں۔

جواب ۱: ہم نے جو روایت پیش کی یہ روایت متواتر ہے آپ کی پیش کردہ روایت کا تعلق خبر واحد سے ہے جو خبر متواتر کے مقابلے میں حجت نہیں۔

جواب ۲: نیز اس روایت کے الفاظ ہیں:

فَمَاکَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدتُّ اللہَ عَلَیْہِ وَ مَاکَانَ مِنْ سَیِّیءٍ أَسْتَغْفَرْتُ اللہَ لَکُمْ یعنی جو عمل اچھا میرے سامنے پیش ہوگا اس میں اس پر اللہ تعالی کا شکر بجالاؤں گا اور جو برا عمل ہوگا اس پر خدا تعالی سے تمہارے لئے مغفرت طلب کروں گا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو اعمال پیش کئے جائیں گے وہ صرف امت اجابت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں امت دعوت (جس میں مرتدین و منافقین بھی شامل ہیں) کے اعمال ہرگز پیش نہیں کئے جاتے نہ عرض اعمال کی کسی صحیح حدیث میں ان کے اعمال پیش کرنے کا ذکر ہے۔ روایت کے الفاظ میں صاف اس کی صراحت موجود ہے کہ وہ اعمال پیش کئے جاتے ہیں جن کی مغفرت ہو سکتی ہے اور جن پہ آپ بارگاہ خداوندی میں معافی کی سفارش فرما سکتے ہیں اور یہ بالکل ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ کفر و شرک اور ارتداد و نفاق ایسے گناہ ہیں کہ نہ تو اللہ ان کی مغفرت فرمائے گا اور نہ آپ ایسے لوگوں کیلئے سفارش ہی کریں گے اور انک لاتدری والی جو روایات ہم نے پیش کی وہ بھی مرتدین و بدعتیوں کے متعلق ہے۔ پھر یہ عرض اعمال بھی اجمالی ہے تفصیلی نہیں علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے:

تُعْرَضُ عَلَیْہِ عَرْضاً مُجْمَلاً

(شرح الزرقانی علی الموطا، ج 1 ص 61 جامع الوضوء)

اس حوالے سے مزید تفصیل حاضر و ناظر کی بحث میں آرہی ہے۔

تاویل ۲: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کی روایت میں اما شعرت ما عملو ابعدك کے الفاظ آتے ہیں جس میں ہمزہ استفہام انکاری کیلئے ہے لہذا حاصل مطلب یہ ہوا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کچھ کیا۔

جواب: حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے بخاری و مسلم میں جو روایت ہے اس میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَكَ

یہ الفاظ سراسر آپ کے مدعی کے خلاف ہیں۔ثانیا کیا ہمزہ استفہام ہر مقام پر انکار ہی کیلئے آتا ہے؟ اگر نہیں اور یقینا نہیں تو پھر اس کیلئے کونسا قطعی قرینہ ہے کہ آپ کی پیش کردہ روایت میں ہمزہ استفہام انکار کیلئے ہے ہم نے جو ماقبل میں انك لا تدری و انك لا علم والی روایات پیش کی وہ صراحتا آپ کی اس تاویل کو رد کر رہی ہے۔احادیث میں زیادہ تر اما شعرت کا جملہ اس موقع پر بولا جاتا ہے جہاں مخاطب کو پہلے سے اس چیز کا علم نہیں ہوتا چنانچہ حضرت حسنؓ نے زکوۃ وصدقہ کی کھجور منہ میں ڈال دی تو آنحضرت ﷺ نے ان کو جھڑکا اور تنبیہ کی تاکہ وہ کھجور منہ سے نکال دیں پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت حسنؓ سے فرمایا:

ثم قال اما شعرت انا لا ناکل الصدقة

(بخاری، ج 1 ص 202)

کیا تو نہیں جانتا کہ ہم (بنو ہاشم) صدقہ نہیں کھایا کرتے۔

علامہ بدرالدین حنفی اما شعرت کی شرح میں لکھتے ہیں:

هٰذِهِ اللَّفظ تُقَالُ فِي الشَّيْءِ الْوَاضِحِ التَّحْرِيمِ وَ نَحْوِهٖ وَ إِنْ لَمْ يَكُنِ الْمُخَاطَبُ عَالِماً بِهٖ اَیْ کَیْفَ خَفِیَ عَلَیْکَ مَعَ ظُهُوْرِ تَحْرِيمِهٖ

(عمدۃ القاری، ج 9 ص 124، رقم الحدیث 1491، باب مایذکر فی الصدقة للنبی)

اما شعرت کا لفظ اس چیز اور اس موقع پر استعمال کیا جاتا ہے جس کی حرمت وغیرہ بالکل واضح ہو اگرچہ مخاطب اس کو نہ جانتا ہو یعنی تجھ پر اس کی حرمت کیسے مخفی رہ گئی حالانکہ اس کی حرمت بالکل عیاں

اور ظاہر ہے۔

کم و بیش یہی مطلب ابن حجرؒ اور ان کے حوالے سے ملا علی قاری نے بھی بیان کیا۔

(فتح الباری، ج 3، ص 355، مرقاۃ المفاتیح، ج 4، ص 289)

لیجیے دو بلند پایہ حنفی محدثین اور ایک شافعی عالم و محدث نے فیصلہ کر دیا کہ اما شعرت کا جملہ علم کو نہیں چاہتا بلکہ یہ ایسے موقع پر استعمال ہوتا ہے جس کا مخاطب کا پہلے سے علم نہ ہو۔

یہی صحیح روایت مسلم میں ان الفاظ سے آتی ہے:

اما علمت انا لا ناکل الصدقۃ

(مسلم، ج 1، ص 344)

امام نووی شافعی اما علمت کی شرح میں فرماتے ہیں:

هَذِهِ اللَّفْظ تُقَالُ فِي الشَّيِئِ الْوَاضِحِ التَّحْرِيمِ وَ نَحْوِهِ وَ إِنْ لَّمْ يَكُنِ الْمُخَاطَبُ عَالِماً بِهِ

(نووی شرح مسلم، ج 1، ص 344)

تاویل ۳: بخاری کی ایک روایت میں آتا ہے کہ بینا انا نائم گویا یہ خواب کا واقعہ ہے اور خواب میں ... ﷺ یہ واقعہ دیکھ چکے ہیں ان کو علم ہے۔

جواب: مولوی صاحب! آپ نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کے دو نسخے ہیں ایک بینا انا نائم کا نسخہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ مجھ پر یہ واقعہ پیش کیا گیا مگر یہ نسخہ حاشیہ پر درج ہے اصل نسخہ جو متن کا ہے وہ یہ ہے:

بینا انا قائم اذا مرۃ (بخاری، ج 2، ص 975)

کہ جب میں (حوض کوثر پر) کھڑا ہوں گا تو ایک جماعت

اور علامہ ابن حجر اور عینی نے اسی "قائم" کے نسخہ کو "اوجہ" کہہ کر ترجیح دی ہے۔ اور یہ مطلب بیان کیا کہ لان المراد قیامہ علی الحوض۔

(فتح الباری، ج 11، ص 474، عمدۃ القاری، ج 23، ص 219، رقم 6587، باب الحوض)

کیونکہ مراد تو حضور ﷺ کا حوض کوثر پر قیام کرنا ہے۔

لہٰذا یہی نسخہ صحیح نسخہ ہے تعجب ہے اہل بدعت پر کہ وہ صحیح نسخہ چھوڑ کر مرجوح نسخہ سے استدلال و استناد کرتے ہیں۔ اگر بینا انا نائم کا نسخہ بھی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ خواب میں قیامت کا وہ نقشہ نبی کریم ﷺ پر اجمالی طور پر پیش کیا گیا اور اس اجمالی علم کی آپ نے امت کو اطلاع دی باقی تفصیلی جملہ کیفیات تو وہ انك لا تدری اور انك لا علم میں داخل ہیں۔

حضرت اسماءؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا

أَنِّیْ عَلَی الْحَوْضِ حَتّٰی انْظُرَ مَنْ یَرِدُ عَلَیَّ مِنْکُمْ وَ سَیُؤْخَذُ نَاس'' دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ یَارَبِّ مِنِّیْ وَمِنْ اُمَّتِیْ فَیُقَالُ هَلْ شَعَرْتَ مَا عَمِلُوْا بَعْدَکَ وَاللّٰهِ مَا بَرِحُوْا یَرْجِعُوْنَ عَلٰی اَعْقَابِهِمْ.

(بخاری، ج 2، ص 975)

میں حوض کوثر پر رہوں گا یہاں تک کہ میں دیکھوں گا ان لوگوں کو جو تم میں سے مجھ پر پیش کئے جائیں گے اور کچھ لوگوں کو میرے سامنے ہی پکڑا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار یہ تو میرے ہیں اور میرے امتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ کو کچھ خبر بھی ہے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا اعمال کئے ہیں؟ خدا تعالیٰ کی قسم یہ تو ہمیشہ ایڑیوں کے بل (دین سے) لوٹتے رہے۔

اس روایت اور اس قسم کی تمام صحیح روایات میں حوض کوثر کی تصریح موجود ہے اور یہ بھی صراحت موجود ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن پیش آئے گا تو ان تمام صحیح روایات جو متواتر النقل ہیں سے کیونکر کبوتر کی طرح آنکھیں بند کرلی جائیں؟ نیز اس صحیح روایت اور اس مضمون کی دیگر صحیح روایات سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ قیامت کے دن ان لوگوں کی طرف خصوصیت سے توجہ فرمائیں گے اور کامل التفات اور پوری توجہ کے بعد بھی آپ کو ان کے ارتداد و ابتداع اور رجعت قہقہری کا کوئی علم نہیں ہوگا تا نکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واللہ ما برحوا کے الفاظ سے آپ کو ان کے ارتداد کا علم اور اس کی اطلاع دے دی جائے گی۔

حدیث نمبر ۱۳

حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ دعا میں یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عِلْمٍ لَّا یَنْفَعُ

(مسلم، ج 2، ص 350، نسائی، ج 2، ص 273، موارد الظمآن، ج 1، ص 601 باب سلو اللہ العافیۃ، صحیح ابن حبان، ج 1، ص 273، باب ما یجب علی المرء ان لسا اللہ العلم النافع، المعجم الاوسط، ج 9، ص 32، رقم 9050، المعجم الکبیر، ج 5، ص 201، رقم 5085)

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے بھی مروی ہے۔

(نسائی، ج 2، ص 268، مستدرک، ج 1، ص 725، رقم 2011، ترمذی، ج 2، ص 186 وقاحسن صحیح، مسند امام احمد، ج 11، ص 117، رقم 6557)

اور حضرت انس بن مالکؓ سے بھی مروی ہے۔

(نسائی، ج 2، ص 268، موارد الظمآن، ج 1، ص 605، مستدرک، ج 1، ص 174، رقم 356، صحیح ابن حبان، ج 1، ص 284، کنز العمال، ج 2، ص 78، رقم 3618)

اور حضرت ابو ہریرۃ سے بھی مروی ہے۔

(مستدرک، ج 1، ص 174، فضائل القرآن، نسائی، ج 2، ص 268، ابن ماجہ، ص 281، کنز العمال، ج 2، ص 91، رقم 3786، مسند امام احمد، ج 14، ص 188، رقم (98298779,8488)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے بھی مروی ہے۔

(کنز العمال، ج 2، ص 76، رقم 3605)

اماں عائشہؓ سے بھی مروی ہے۔

(کنز العمال، ج 2، ص 93، رقم 3801)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے علوم غیر نافعہ سے پناہ مانگی اور یقیناً آپ ﷺ مستجاب الدعوات ہیں آپ ﷺ کی یہ دعا ضرور اللہ نے قبول کی ہوگی اور آپ ﷺ کو

ایسے علوم نہیں دئے جن کا کوئی نفع نہیں۔تعجب ہے کہ نبی کریم ﷺ تو خود علوم غیر نافعہ سے پناہ مانگے مگر رضا خانی ان گندے علوم کو بھی نبی کریم ﷺ کیلئے ثابت کرتا ہے اور اسے ان کا کمال مانتا ہے۔معاذ اللہ۔

ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں جو حضرت جابر بن سمرۃ ؓ سے مروی ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ مِنَ الْخَیْرِ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَ مَالَمْ اَعْلَمْ وَ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الشَّرِّ کُلِّہٖ مَا عَلِمْتُ مِنْہُ وَ مَالَمْ اَعْلَمْ

(المعجم الکبیر،ج2،ص252،رقم2058،کنز العمال،ج2،ص78،رقم3620)

حدیث نمبر ۱۴

حضرت عائشہ ؓ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ایک غزوہ میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھی ایک جگہ آپ نے پڑاؤ کیا وہاں میرا ایک ہار جاتا رہا اصل الفاظ یہ ہیں:

اِنْقَطَعَ عِقْدٌ ''لِیْ فَاَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ عَلَی الْتِمَاسِہٖ وَ اَقَامَ النَّاسُ مَعَہٗ

(بخاری،ج1،ص48،ج2،ص663،مسلم،ج1،ص160،نسائی،ج1،ص34،موطا امام مالک،ص19)

میرا ہار گم ہو گیا تو آنحضرت ﷺ اور آپ کے ساتھ حضرات صحابہ کرام ؓ اس کو تلاش کر کے کیلئے وہاں ٹھہرے گئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس منزل میں قیام فرمایا اور اپنے کچھ حضرات صحابہ کرام ؓ کو (جن میں سے ہر ایک بجائے خود کامل ولی تھا) اس ہار کے تلاش کرنے کیلئے بھیجا اور اس اثناء میں لوگ کافی پریشان ہوئے کیونکہ نہ تو ان کے پاس پانی تھا اور نہ وہ پانی پر تھے۔لوگوں نے حضرت ابو بکر ؓ سے شکایت بھی کی کہ آپ کی صاحبزادی نے سب لوگوں کو پریشان کر دیا اور حضرت ابو بکر ؓ نے حضرت عائشہ ؓ پر کافی سختی بھی کی اور ان کی کوکھ میں کئی ضربات بھی طیش اور غصہ میں آ کر لگائیں۔جب بالکل مایوس ہو گئے اور تھک ہار کر جانے کا عزم کر لیا تو اسی حدیث کے آخر میں مذکور ہے:

فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِيْ كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهٗ

(بخاری، ج 1، ص 48، ج 2، ص 663، مسلم، ج 1، ص 160، نسائی، ج 1، ص 34، موطا امام مالک، ص 19)

جب ہم نے وہ اونٹ جس پر میں سوار تھی اٹھایا تو دیکھا کہ ہار اس کے نیچے پڑا ہوا ہے۔

اگر جناب رسول اللہ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم ہوتا تو اتنی پریشانی کیوں ہوتی؟ اور ہار کی تلاش کیلئے آپ خود کیوں قیام فرماتے؟ اور لوگوں کو کیوں قیام کرنے پر مجبور ہوتے؟ اور ہار کی تلاش کیلئے آپ ﷺ بعض اصحاب کو کیوں بھیجتے؟ آپ پہلے ہی فرما دیتے کہ ہار تو اونٹ کے نیچے پڑا ہوا ہے اسکو اٹھاؤ اور راستے پر گامزن ہو جاؤ پریشانی اور اضطراب کی کیا حاجت؟۔

فائدہ ا :

اس روایت میں یہ بھی ہے کہ:

فَجَآئَ اَبُوْ بَكْرٍ وَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَاضِعٌ " رَاْسَهٗ عَلٰى فَخِذِيْ قَدْ نَامَ فَقَالَ حَبَسْتِ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ وَالنَّاسَ وَلَيْسُوْا عَلٰى مَآءٍ وَّ لَيْسَ مَعَهُمْ مَآءٌ " قَالَتْ فَعَاتَبَنِيْ اَبُوْبَكْرٍ وَّ قَالَ مَاشَآءَ اللّٰهُ اَنْ يَّقُوْلَ وَ جَعَلَ يَطْعُنُ بِيَدِهٖ فِيْ خَاصِرَتِيْ فَلَا يَمْنَعُنِيْ مِنَ التَّحَرُّكِ اِلَّا مَكَانُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ عَلٰى فَخِذِيْ

(لوگوں کی شکایت سن کر) حضرت ابو بکر میرے پاس آئے اور اس وقت رسول اللہ ﷺ میرے زانو پر سر رکھے ہوئے محو نیند تھے حضرت ابو بکر نے مجھے ڈانٹنا شروع کیا اور کہنے لگے تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام صحابہ کو پریشان کیا اور ایسی جگہ روک لیا ہے جہاں بالکل پانی نہیں ہے نہ صحابہ کے پاس پانی ہے پھر حضرت ابو بکر ناراض ہو کر جو کچھ ان کے دل میں آیا کہتے رہے اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں اپنی انگلی چبھو تے رہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کے آرام میں خلل آنے کے خیال سے اپنی جگہ سے مطلقاً نہ ہلی۔

اگر اولیاء اللہ عالم غیب جانتے ہیں تو صحابہ سے بڑا ولی اللہ کون ہوگا؟ مگر انہیں بھی علم نہیں کہ ہار کہاں ہے؟ وہ آ کر ابو بکر صدیقؓ سے شکایت کر رہے ہیں کہ یہ آپؓ کی بیٹی کی وجہ سے ہمیں تکلیف ہو

رہی ہے حضرت ابو بکر صدیق نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس میں میری بیٹی کا کیا قصور؟ یہ تو اللہ کی طرف سے ابھی تیمم کی آیت اتری ہے اسی لئے ہار گما دیا گیا مگر وہ آکر حضرت عائشہ کو اس کا قصوروا ٹھراتے ہوئے ان پر اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں۔ حدیث کے اس حصہ نے بریلویوں کے تمام لایعنی تاویلات کارد کر دیا اسے یاد رکھیں۔

فائدہ ۲:

یہ واقعہ غزوہ بن المصطلق کا ہے جو سن سات (۷) ہجری میں واقعہ ہو۔

(عمدۃ القاری، ج 4، ص 5، فتح الباری، ج 1، ص 433،، ارشاد الساری، ج 6، ص 93

گویا نبی کریم ﷺ کو سن سات ہجری تک علم غیب نہیں تھا۔

بعض کے نزدیک فتح مکہ کا ہے جو اواخر ۸ ھ میں پیش آیا۔

(عمدۃ القاری، ج 4، ص 5، فتح الباری، ج 1، ص 433

فائدہ ۳:

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نہ تو نبی کریم ﷺ اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، بلکہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ ہار ڈھونڈنے کیلئے کسی کو بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟

حدیث نمبر ۱۵

حدیث شفاعت طویل حدیث ہے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حدیث شفاعت میں (جس کے اندر شفاعت کی پوری تفصیل موجود ہے) یہ بھی ارشا فرمایا کہ جب اہل محشر دوسرے اولو العزم حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے بے نیل و مرا واپس ہو کر میرے پاس آئیں گے تو میں فوراً شفاعت کیلئے بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گا پھر ارشا فرمایا:

فَاَقَعُ سَاجِدًا لِرَبِّیْ ثُمَّ یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلَیَّ مِنْ مَحَامِدِہٖ وَحُسْنِ الثَّنَآئِ عَلَیْہِ شَیْئًا لَمْ یَفْتَحْہُ عَلٰی اَحَدٍ قَبْلِیْ

(بخاری، ج 2، ص 685، مسند امام احمد، ج 15، ص 384، رقم 9623)

سو میں سجدہ میں گر جاؤں گا پھر اللہ تعالی مجھ پر اپنی بہترین تعریفیں منکشف فرمائے گا اور بہتر ثناء مجھے الہام کرے گا جو مجھ سے پہلے وہ طریقہ کسی کو نہیں بتایا گیا۔

ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ وَ يُلْهِمُنِيْ مِنْ مَّحَامِدِهٖ وَ حُسْنِ الثَّنَآئِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ لِاَحَدٍ قَبْلِيْ

(مسلم، ج 1، ص 111، مستخرج ابی عوانہ، ج 1، ص 148، رقم 437، کنز العمال، ج 14، ص 169، رقم 39045)

پھر اللہ تعالی مجھ پر اپنی عمدہ تعریف اور ثناء کا طریقہ ظاہر کرے گا جو مجھ سے قبل کسی ایک پر بھی وا کشف نہیں کیا گیا۔

حضرت انس بن مالک ؓ کی روایت میں آتا ہے:

فَاَسْتَاذِنُ عَلٰى رَبِّيْ فَيُوْذَنُ لِيْ وَ يُلْهِمُنِيْ مَحَامِدَ اَحْمَدُهٗ بِهَا وَ لَا تَحْضُرُنِي الْآنَ فَاَحْمَدُهٗ بِتِلْكَ الْمَحَامِدِ

(بخاری، 2، ص 1118)

میں بارگاہ الہی میں حاضری کی اجازت چاہوں گا پس مجھے اجازت مل جائے گی اور اللہ تعالی اس وقت مجھے اپنی ایسی تعریف الہام فرمائے گا جو اس وقت مجھے معلوم نہیں ہیں سو میں انہی تعریفوں کے ساتھ حق تعالی کی حمد و ثناء کروں گا۔

انہی کی ایک روایت میں یہ ہے:

فَاَحْمَدُهٗ بِمَحَامِدَ لَا اَقْدِرُ عَلَيْهِ الْآنَ يُلْهِمُنِيْهِ اللّٰهُ تَعَالٰى

(مسلم، ج 1، ص 110)

تو میں اللہ تعالی کی ایسی محامد بیان کروں گا جن پر اس وقت میں قادر نہیں ہوں وہاں ہی اللہ تعالی مجھے الہام کرے گا۔

ان صاف اور صریح روایات سے ظاہر ہے کہ یہ خاص تعریفیں، ثنائیں اور محامد اس وقت

آنحضرت ﷺ کو معلوم نہیں ہیں جب آپ مقام محمود میں عرش کے نیچے سجدہ کریں گے پھر دوبارہ پھر سہہ بارہ کما فی روایۃ ابی عوانۃ سجدہ کریں گے تو اس وقت اللہ تعالی کی طرف سے آپ کو یہ تعریفیں الہام کی جائیں گی اگر آپ کو دخول جنت و نار تک کل کائنات کا تفصیلی علم حاصل ہو جیسا کہ فریق مخالف کا غلط دعوی ہے تو ضرور تھا کہ یہ تعریفیں اور محامد بھی آپ کے علم میں ہوتے جب ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم حاصل نہ تھا اور یہی کچھ ہم کہنا چاہتے ہیں۔

فائدہ ۱ :

اس طویل حدیث میں ہے کہ لوگ شفاعت کیلئے پہلے آدم علیہ السلام پھر ابراہیم علیہ السلام اور بالترتیب حضرت موسی علیہ السلام، عیسی علیہ السلام اور آخر میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آئیں گے اس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی ہر جگہ حاضر ناظر نہ تھا ورنہ لوگوں کو مختلف مقامات پر جا جا کر ان سے گزارش کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

فائدہ ۲ :

بخاری کی حدیث میں لَمْ يُفْتَحْهُ عَلَى أَحَدٍ قَبْلِي کا جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے بھی کسی نبی ولی کو ان کلمات کی خبر نہیں دی گئی لہذا آپ ﷺ کی طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کو بھی کلی علم غیب وجمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا۔

حدیث نمبر ۱۶

جناب نبی کریم ﷺ نے کئی ہزار صحابہؓ کے ساتھ ۱۰ھ کے اواخر میں جب حج کیلئے مکہ مکرمہ کا سفر اختیار کیا اور اپنی قربانی کے جانور مدینہ طیبہ ہی سے ساتھ لے لئے تو مکہ مکرمہ پہنچ کر آپ پر منکشف ہوا کہ اہل جاہلیت کے اس خیال باطل کیلئے کہ اشہر حج میں عمرہ کرنا بڑا گناہ ہے، انہی دنوں میں مستقل عمرہ ادا کیا جائے اور اس کے بعد از سر نو حج کا احرام باندھ کر حج کیا جائے لیکن چونکہ احرام حج کے ساتھ آپ قربانی کے جانور بھی ہمراہ لے گئے تھے (اور اس صورت میں حج کی ادائیگی سے پہلے احرام کو فسخ نہیں کیا جا سکتا اس لئے آپ بذات خود تو اس تجویز پر عمل کرنے سے معذور تھے اس واسطے آپ

نے اپنے ان حضرات صحابہ کرامؓ جو اپنی قربانیاں ساتھ نہ لائے تھے حکم دیا کہ وہ پہلے عمرہ ادا کر کے احرام سے باہر نکل آئیں اور پھر حج کیلئے یہیں سے مستقل احرام باندھ لیں بعض حضرات صحابہ کرامؓ نے یہ خیال ظاہر کیا کہ یہ حج تو کم درجہ کا ہوگا کیونکہ اس صورت میں عمرہ کے اختتام اور احرام کے درمیان اپنی بیویوں سے لطف اندوزی اور دیگر لذائذ اور مرغوبات کے استعمال کا کافی موقع مل جا ئے گا اور احرام کے استمرار اور دوام کی صورت میں نفس اور نفسانی خواہشات جو پابندیاں رہتی وہ باقی نہ رہ سکتی تھیں اور ان سے اس عرصہ کیلئے آزادی حاصل ہو جائے گی نیز چونکہ آنحضرت ﷺ خود ایسا نہیں کر رہے تھے اس واسطے بھی حضرات صحابہ کرامؓ کو کچھ تردد ہوا کیونکہ ان کی انتہائی آرزو یہی تھی کہ وہ بالکل اسی طرح سے حج ادا کریں جس طرح خود آنحضرت ﷺ ادا فرمائیں اور آپ کی ہر ہر ادا اور ہر ہر حرکت و سکون میں موافقت اور یگانگت کا شرف ان کو حاصل ہو بہر حال ان وجوہ کی بناء پر آنحضرت ﷺ کی اس نئی تجویز پر عمل کرنے میں بعض لوگوں کو کچھ پس و پیش سا لاحق ہوا جب آنحضرت ﷺ کو ان خیالات و وساوس اور افکار و خطرات کی اطلاع ہوئی تو آپ نے بروایت حضرت جابرؓ یہ فرمایا:

لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا اَهْدَیْتُ وَلَوْ لَا اَنَّ مَعِیَ الْهَدْیَ لَاَحْلَلْتُ

(بخاری، ج 1 ص 224، مسلم، ج 1 ص 396، ابو داود، ج 1 ص 249، ابن ماجہ، ص 228، نسائی، ج 2 ص 18، مشکوۃ، ج 1 ص 228)

(ایام حج میں عمرہ کر کے جاہلی خیال کو پامال کرنے کے متعلق) جو بات اب مجھے بعد میں معلوم ہوئی اگر وہ مجھے پہلے ہی سے معلوم ہو جاتی تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور احرام سے باہر نکل آتا۔

شارحین:

(۱) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ای لَوْ عَرَفْتُ فِیْ اَوَّلِ الْحَالِ مَا عَرَفْتُ اٰخِراً مِّنْ جَوَازِ الْعُمْرَةِ فِیْ اَشْهُرِ

الْحَجِّ لَمَا اَهْدَيْتُ اَوْ لَكُنْتُ مُتَمَتِّعاً لِمُخَالَفَةِ اَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ
(عمدۃ القاری، ج 13، ص 93، کتاب الشرکۃ باب الاشتراک فی الھدی والبدن)

یعنی اگر شروع ہی سے میں وہ بات پہچان لیتا جواب آخر میں آ کر مجھے معلوم ہوئی ہے کہ اشہر الحج میں عمرہ جائز ہے تو میں قربانی کیوں ساتھ لاتا؟ یعنی میں تو پھر ضرور تمتع کر کے اہل جاہلیت کی عملی مخالفت کرتا۔

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

اىْ لَوْ عَلِمْتُ فِيْ الْاَوَّلِ مَا عَلِمْتُ فِيْ الْاٰخِرِ مَا سقت الھدی
(عمدۃ القاری، ج 10، ص 172، باب عمرۃ التنعیم)

یعنی اگر میں ابتداء ہی میں جان لیتا جیسا کہ بعد میں آ کر مجھے معلوم ہوا ہے تو میں قربانی ساتھ نہ لاتا۔

(۱) ملا علی قاری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ايْ لَوْ عَلِمْتُ فِيْ قَبْلُ (مِنْ امْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ) ايْ مَا عَلِمْتُهُ فِيْ دُبُرٍ مِنْهُ وَالْمَعْنىٰ لَوْ ظَهَرَ لِيْ هٰذَا الرَّايُ الَّذِيْ رَايْتُهُ الْاٰنَ لَامَرْتُكُمْ بِهِ فِيْ اوَّلِ امْرِيْ
(مرقات، ج 5، ص 464)

یعنی اگر یہ رائے جواب مجھ پر ظاہر ہوئی ہے

(۲) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ

"اگر پیش ازیں میدانستم برآمدن از احرام برشما شاق خواہد آمد من نیز سوق ہدی نمی کردم و من نمی دانستم کہ حکم الہی چنیں خواہد بود"۔

(اشعۃ اللمعات، ج 2، ص 338)

اگر اس سے پہلے مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ تم پر احرام سے نکلنا شاق گذرے گا تو میں بھی قربانی ساتھ نہ لاتا اور مجھے تو معلوم نہ تھا کہ حکم الہی ایسا ہو جائے گا۔

حدیث نمبر ۱۷

عن سعید الخدری ﷺ قَالَ بَیْنَمَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُصَلِّیْ بِاَصْحَابِہٖ اِذْ خَلَعَ نَعْلَیْہِ فَوَضَعَهُمَا عَنْ یَّسَارِہٖ فَلَمَّا رَای ذَالِکَ الْقَوْمُ اَلْقَوْا نِعَالَھُمْ فَلَمَّا قَضٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ صَلَاتَہٗ قَالَ مَا حَمَلَکُمْ عَلٰی اِلْقَائِکُمْ نِعَالِکُمْ قَالُوْا رَأَیْنَاکَ اَلْقَیْتَ نَعْلَیْکَ فَاَلْقَیْنَا نِعَالَنَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ جِبْرِیْلَ اَتَانِیْ فَاَخْبَرَنِیْ اَنَّ فِیْہِمَا قَذْراً . . . الخ

(دارمی، ص 867، رقم 1418، باب الصلوۃ فی النعلین سنن ابی داؤد، باب الصلوۃ فی النعل، مشکوۃ، ج 1ص 74، صحیح ابن خزیمۃ، ج 1ص 384، رقم 786، مسند امام احمد، ج18ص 379، رقم 11877)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ہم سب جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جوتے پہن کر نماز میں مشغول تھے کہ اچانک آپ نے اپنے جوتے اتار کر بائیں طرف رکھ دیے حضرات صحابہ کرامؓ نے بھی آپ کی اقتداء کرتے ہوئے جوتے اتار دیے آپ نے فرمایا کہ تمہیں جوتے اتارنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ ہم نے آپ کو جوتے اتارتے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیے جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تو اس لئے جوتے اتارے تھے کہ حضرات جبرئیل علیہ السلام نے مجھے آ کر اس کی خبر دی ہے کہ میری جوتیوں کو نیچے نجاست لگی ہوئی ہے۔

اس صحیح اور صریح روایت سے معلوم ہوا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا اگر آپ کو یہ علم ہوتا تو آپ کو ضرور اپنے جوتوں کے نیچے پلیدی نظر آجاتی اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آ کر خبر دینے کی کیا ضرورت ہوتی؟

ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَ لَعَلَّ وَجْہَ تَأْخِیْرِ الْاَخْبَارِ اِعْلَامٌ '' بِاَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا یَعْلَمُ مِنَ

الْغَيْبَ اِلَّا بِمَا يُعَلِّمُ

فائدہ:

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین جو تمام اولیاء، قطب اتقیاء کے سردار ہیں ان کو بھی علم غیب نہیں ورنہ وہ فقط نبی کریم ﷺ کی اتباع کی وجہ سے یہ نہ کرتے بلکہ انہیں علم ہوتا کہ نبی کریم ﷺ یہ سب کچھ ایک خاص وجہ سے کر رہے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۸

غزوہ احد سے چار مہینے کے بعد صفر 4 ہجری میں بیر معونہ کا واقعہ پیش آیا جس کا خلاصہ یہ ہے بعض قبائل عرب کے کچھ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ سے درخواست کی کہ اپنے کچھ آدمی ہمارے ساتھ کر دیجئے (بعض روایات میں یہ بھی تصریح ہے کہ انہوں نے آدمی تبلیغ اسلام اور تعلیم کتاب وسنت کیلئے طلب کئے تھے) بہر حال آنحضرت ﷺ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرمالیا اور انصار میں سے ستر منتخب مسلمان (جو شب و روز دینی تعلیم اور دینی خدمات میں ہی میں مصروف رہتے تھے اور گویا جنہوں نے اپنی زندگی کو دین کی خدمت واشاعت ہی کے لئے وقف کر دیا تھا) ان کے ساتھ کر دئے چند منزل جانے کے بعد ان لوگوں نے غداری کی اور راستہ ہی میں مشرک قبائل کے سفاکوں سے ان خدام اسلام کو شہید کرا دیا۔ رسول اللہ ﷺ کو ان فرزندان اسلام کی شہادت کا اس قدر صدمہ ہوا کہ بقول حضرت انس ؓ کسی اور ایسے حادثہ پر آپ کو اتنا رنجیدہ اور غمزدہ نہیں دیکھا گیا یہاں تک کہ آپ نے ان غداروں اور سفاک قبائل کے حق میں نمازوں میں بد دعا فرمائی۔

(صحیح بخاری بکتاب المغازی، ج 2 ص، صحیح مسلم، ج 1 ص 220)

یہ واقعہ بھی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جمیع ما کان وما یکون کا علم نہ تھا۔

حدیث نمبر ۱۹

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ فِی الْحِجْرِ وَ قُرَیْش" تَسالُوْنِیْ عَنْ مَسْرَایَ فَسَالَتْنِیْ عَنْ اَشْیَآئٍ مِنْ بَیْتِ الْمَقْدَسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَکُرِبْتُ کُرْبَۃً مَاکُرِبْتُ مِثْلَہٗ قَطُّ قَالَ فَرَفَعَہُ اللهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْہِ مَا یَسْاَلُوْنِیْ عَنْ شَیْئٍ اِلاَّ اَنْبَاْتُهُمْ

(بخاری، ج 1 ص 548، مسلم، ج 1 ص 94)

میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے انہوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا۔

جن بدعتیوں نے یہ کہا کہ معراج کی رات آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب دے دیا تھا یہ روایت ان کے موقف کے صریح خلاف ہے اگر معراج کی رات تو کیا معراج کے بعد بھی پ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب دے دیا گیا تھا تو آپ ﷺ کو اتنا پریشان ہونے کی یا ضرورت تھی؟ اور اللہ تعالیٰ کو آپ ﷺ اور بیت المقدس کے درمیان پردے ہٹانے کی کیا ِورت تھی؟ آپ ﷺ تو سب کچھ جانتے ہیں؟ پس معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو معراج کی رات ں جمیع ما کان و ما یکون کا علم نہیں دیا گیا تھا۔

حدیث نمبر ۲۰

حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے ہیں:

فَاِنَّ النَّاسَ یُصْعَقُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ فَاَکُوْنُ اَوَّلَ مَنْ یُفِیْقُ فَاِذَا اَنَا بِمُوْسٰی آخِذٌ بِقَائِمَۃٍ مِنْ قَوَائِمِ الْعَرْشِ فَلَا اَدْرِیْ اَفَاقَ قَبْلِیْ اَوْ جُوْزِیَ بِصَعْقَتِہٖ

(بخاری، ج 1 ص 481، مسلم، ج 2 ص 267)

قیامت کے دن لوگ بے ہوش ہو جائیں گے اور میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا تو

اچانک میں جناب موسیٰ علیہ السلام کو دیکھوں گا کہ وہ عرش کا ایک پایہ تھامے ہوئے ہوں گے مجھے معلوم نہیں کہ ان کو مجھ سے پہلے ہوش آچکا ہوگا یا ان کو طور کی بے ہوشی کے معاوضہ میں اس بے ہوشی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

اگر نبی کریم ﷺ دخول جنت و نار تک سب کے حالات تفصیلی کلی حاصل ہیں تو اس جملے لا ادری میں نہیں جانتا کا کیا مطلب؟ یہ جملہ واضح طور پر بتا رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو قیامت تک کے جمیع ماکان و مایکون کا علم غیب کلی تفصیلی نہیں۔

نوٹ: اس موضوع پر مزید آیات و احادیث کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی ''ازالۃ الریب'' اور مناظر اعظم فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ کی ''بوارق الغیب'' کا مطالعہ کریں۔ بندے نے بھی ان کتب سے بہت استفادہ کیا۔

فہمِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

ماقبل میں مختلف آیات کی تفاسیر میں عدم علم غیب پر صحابہ کے اقوال گزر چکے نیز احادیث بھی جو بیان کی گئی لازمی بات ہے کہ جس جس صحابی سے مروی ہیں ان صحابہ کا اس حدیث کے مطابق ہی عقیدہ ہوگا۔ مگر بطور خاص یہاں چند اور روایات ملاحظہ فرمالی جائیں۔

روایت نمبر ا

عَنْ اَبِیْ ہُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ اَتَی الْمَقْبَرَۃَ فَقَالَ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤمِنِیْنَ وَ اِنَّا اِنْشَآءَ اللّٰہِ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ وَدِدْتُّ اَنَّا قَدْ رَاَیْنَا اِخْوَانَنَا قَالُوْا اَوَلَسْنَا اِخْوَانَکَ قَالَ اَنْتُمْ اَصْحَابِیْ اِخْوَانُنَا الَّذِیْنَ لَمْ یَاْتُوْا بَعْدُ فَقَالُوْا کَیْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَّمْ یَاْتِ بَعْدُ مِنْ اُمَّتِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ اَرَاَیْتَ لَوْ اَنَّ رَجُلًا لَّہٗ خَیْلٌ "غُرٌّ" "مُحَجَّلَۃٌ" بَیْنَ ظَہْرَیْ خَیْلٍ دُھْمٍ بُھْمٍ اَلَا یَعْرِفُ خَیْلَہٗ

(بخاری، مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قبرستان تشریف لے گئے اور فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو دیکھیں صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے بھائی وہ لوگ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے صحابہ کرام نے پوچھا یارسول اللہ آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے؟ آپ نے فرمایا یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے ہوں جو سفید اور سفید چہرے ٹانگوں والے ہوں۔ یاہ گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں سے شناخت نہیں کرے گا

اس حدیث سے صاف پتہ چلا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی علم غیب نہ تھا ورنہ

اولسنا یا کیف تعرف ہرگز نہ کہتے۔

فائدہ ۱:

اس حدیث سے صراحتاً معلوم ہوا کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ورنہ ان لوگوں کو جو صحابہ کے بعد آنے والے تھے ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی آپ ﷺ تو ان میں موجود تھے۔ نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد جتنے اولیاء اللہ تعالیٰ ہوں گے بلکہ پوری امت مسلمہ ان میں سے کوئی بھی ہر جگہ حاضر ناظر نہیں ورنہ آپ ﷺ ان کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار ہی نہ کرتے کیونکہ وہ تو آپ ﷺ کی حیاتی ہی میں موجود تھے۔

فائدہ ۲:

اس حدیث میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنی مبارک زبانوں سے نبی کریم ﷺ کو ''اپنا بھائی'' کہا اب جو تقویۃ الایمان پر بریلوی فتوے لگاتے ہیں وہ سارے فتوے ان صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر لگ رہے ہیں معاذ اللہ۔

علامہ نووی شافعی وملا علی قاری حنفی اس جملہ کی شرح میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ هَذَا نَفياً لِأُخُوَّتِهِمْ لٰكِنْ ذَكَرَ لَهُمْ مَزِيَّةً بِالصُّحْبَةِ عَلَى الْأُخُوَّةِ فَهُمْ إِخْوَة'' وَصَحَابَة'' كَمَا قَالَ اللهُ تَعَالَىٰ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ إِخْوَة''

(شرح مسلم، ج1، ص127، مرقاۃ المفاتیح، ج2، ص23)

نبی ﷺ نے صحابہ سے بھائی ہونے کی نفی نہیں کی بلکہ ان کا وہ مرتبہ ذکر کیا جو اس پر زائد ہے اور جو ان کے ساتھ مختص ہے اور جو بعد میں آنے والے مسلمانوں کو حاصل نہیں ہے اس لئے ان کا ذکر دینی اخوت کے ساتھ کیا علامہ ابن عبد البر نے کہا کہ تمام اہل ایمان آپ کے دینی بھائی ہیں اور آپ کے صحابہ وہ ہیں جو آپ کی صحبت میں رہے ہوں

علامہ زرقانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْبَاجِيُّ لَمْ يَنْفِ بِذَالِكَ أُخُوَّتَهُمْ وَلٰكِنْ ذَكَرَ مَرْتَبَتَهُمُ الزَّائِدَةَ

بِالصُّحْبَةِ وَاِخْتِصَاصِهِمْ بِهَا وَ اِنَّمَا مَنَعَ اَنْ يُسَمُّوْا بِذَالِكَ لِاَنَّ التَّسْمِيَةَ وَالْوَصْفَ عَلَى سَبِيْلِ الثَّنَآئِ وَالْمَدْحِ لِلْمُسَمّٰى يَجِبُ اَنْ يَكُوْنَ بِاَرْفَعِ حَالَتِهِ وَ اَفْضَلِ صِفَاتِهِ وَلِلصَّحَابَةِ بِالصُّحْبَةِ دَرَجَة'' لَا يَلْحَقُهُمْ فِيْهَا اَحَد'' فَيَجِبُ اَنْ يُوْصَفُوْا بِهَا وَ قَبْلَهُ عِيَاض'' ثُمَّ النَّوَوِيُّ وَ زَادَ فَهُؤُلَآئِ اِخْوَة'' صَحَابَة'' وَالَّذِيْنَ لَمْ يَاْتُوْا اِخْوَة ''لَيْسُوْا بِصَحَابَةٍ

(شرح الزرقانی علی الموطا، ج 1، ص 148)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھائی کہنا

بعض رضاخانی کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھائی کہا مگر صحابہ میں سے کسی نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی نہ کہا۔ اس سلسلے میں گذارش ہے کہ ''اخوت'' از ''تقابل تضایف'' ہے لہذا اس میں دونوں جہت ملحوظ ہوتی ہیں یہ نہیں کہ ایک طرف سے تو اخوت ہے اور دوسری طرف سے اخوت نہ ہو۔ مزید اتمام حجت کیلئے ایسے رضاخانیوں کیلئے یہ حوالہ ملاحظہ ہو:

اہل بدعت کی طرف سے امیر المجاہدین حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ پر یہ جاہلانہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہا یہ کھلی گستاخی ہے۔ ہماری طرف سے اس کا تفصیلی دندان شکن تحقیقی و الزامی حوالہ جات کے ساتھ جواب کتاب'' دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلد اول'' میں دیا جاچکا ہے جب اہل بدعت ہماری مضبوط گرفت سے ہر طرح سے عاجز آگئے تو یہ نیا ڈھکوسلہ تراشا کہ اچھا امتیوں میں بھی کسی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بھائی کہا تو لیجئے ہم خلیفہ راشد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت مختلف کتب سے پیش کر رہے ہیں جس میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا بھائی کہہ رہے ہیں (أَخَوَيَّ)۔ ہم امید (اگر چہ یہ امید محال عقلی کے درجہ میں ہے) کہ اب یا تو اپنے اعتراض کو مبنی پر تعصب شمار کریں گے یا توپوں کا رخ ادھر بھی کریں گے۔

اَنَّ عُمَرَ قَالَ: اذْهَبْ يَا غُلَامُ اِلَى اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ فَقُلْ لَهَا: "اِنَّ عُمَرَ يَسْاَلُكِ اَنْ تَاْذَنِيْ لِيْ اَنْ اُدْفَنَ مَعَ اَخَوَيَّ ثُمَّ ارْجِعْ اِلَيَّ فَاَخْبِرْنِيْ قَالَ: فَاَرْسَلَتْ اَنْ

نَعَمْ قَدْ اذِنَتْ لَكَ قَالَ: فَارْسَلَ فَحُفِرَ لَهُ فِي بَيْتِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ دَعَا ابْنَ عُمَرَ فَقَالَ: "يَا بُنَيَّ إِنِّي قَدْ ارْسَلْتُ إِلَى عَائِشَةَ اسْتَاذِنُهَا انْ أُدْفَنَ مَعَ اخَوَيَّ فَاذِنَتْ لِي وَانَا اخْشَى انْ يَكُونَ ذَلِكَ لِمَكَانِ السُّلْطَانِ فَإِذَا انَا مُتُّ فَاغْسِلْنِي وَكَفِّنِّي ثُمَّ احْمِلْنِي حَتَّى تَقِفَ بِي عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَتَقُولُ: هَذَا عُمَرُ يَسْتَاذِنُ يَقُولُ الخ.... فَإِنْ اذِنَتْ لِي فَادْفِنِّي مَعَهُمَا وَإِلَّا فَادْفِنِّي بِالْبَقِيعِ" قَالَ ابْنُ عُمَرَ: فَلَمَّا مَاتَ ابِي حَمَلْنَاهُ حَتَّى وَقَفْنَا بِهِ عَلَى بَابِ عَائِشَةَ فَاسْتَاذَنَهَا فِي الدُّخُولِ فَقَالَتِ: ادْخُلْ بِسَلَامٍ

(طبقات ابن سعد، ج 3، ص 326، المکتبۃ الخانجی القاہرہ بتحقیق الدکتور علی محمد، کنز العمال، ج 2، ص 483، موسسۃ الرسالہ، تاریخ دمشق، ج 44، ص 446، دار الفکر بیروت، موسوعۃ ام المومنین عائشہ بنت ابی بکر، ص 772)

ترجمہ: فرمایا بیٹے میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے اپنے دونوں بھائیوں (رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ) کے ساتھ تدفین کی اجازت طلب کی جو انہوں نے مجھے دے دی لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں یہ اجازت میرے مقام سلطنت کی وجہ سے نہ ملی ہو؟ سو اس پر (ان کی دلی رضامندی معلوم کرنے کیلئے یہ کہا جائے) جب میں مر جاؤں تو مجھے غسل دینے اور کفن پہنانے کے بعد اٹھا کر حضرت عائشہ کے دروازے پر لے جایا جائے اور پھر آپ ان سے کہو کہ یہ عمر ہیں جواب پھر بھی آپ سے اجازت طلب کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ انہیں اپنے ساتھیوں محمد رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابو بکر صدیق کے ساتھ دفنانے کی اجازت دی جائے؟ اگر انہوں نے (ایک مرتبہ پھر) اجازت دے دی تو مجھے وہاں دفنا دیا جائے وگرنہ بقیع دفنایا جائے ابن عمر فرماتے ہیں جب آپ وفات پا گئے تو ہم نے حسب ہدایات و وصیت آپ ؓ کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے دروازے پہ لے جا کر ان سے اجازت لی آپ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی طرف سے سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ۔

فائدہ ۳:

حدیث میں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے الفاظ ہیں وہ بریلوی جو حرف ک سے نبی کریم ﷺ کو ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر و ناظر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جواب دیں کہ کیا قبور میں موجود مردے بھی اب اس کاف ضمیر خطاب کی وجہ سے ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

دار قوم مومنین میں دار پر نصب "حرف یا" مقدر کی وجہ سے اب جو رضاخانی یا کے لفظ سے نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جواب دیں کیا یہاں قبور والے بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں؟

فائدہ ۴:

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

اِشَارَۃٌ اِلَی اَنَّھُمْ یَعْرِفُوْنَ الزَّائِرَ وَ یُدْرِکُوْنَ کَلَامَہٗ وَسَلَامَہٗ

(مرقاۃ المفاتیح، ج2، ص23)

اس میں اشارہ ہے کہ اس طرف کہ قبر میں مردہ اپنی زیارت کرنے کے کلام و سلام کو سمجھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مردے قبروں میں سنتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

روایت نمبر ۴

تَصَدَّقْنَ یَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ وَلَوْ مِنْ حُلِیِّکُنَّ قَالَتْ: فَرَجَعْتُ اِلَی عَبْدِ اللّٰہِ فَقُلْتُ: اِنَّکَ رَجُلٌ خَفِیفُ ذَاتِ الْیَدِ وَ اِنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اَمَرَنَا بِالصَّدَقَۃِ فَاْتِہِ فَاسْاَلْہُ فَاِنْ کَانَ ذٰلِکَ یَجْزِي عَنِّي وَاِلَّا صَرَفْتُھَا اِلَی غَیْرِکُمْ قَالَتْ: فَقَالَ لِي عَبْدُ اللّٰہِ: بَلِ ائْتِیہِ اَنْتِ قَالَتْ: فَانْطَلَقْتُ فَاِذَا امْرَاَۃٌ مِنَ الْاَنْصَارِ بِبَابِ رَسُولِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَاجَتِي حَاجَتُھَا قَالَتْ: وَکَانَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَدْ اُلْقِیَتْ عَلَیْہِ الْمَھَابَۃُ قَالَتْ: فَخَرَجَ عَلَیْنَا بِلَالٌ فَقُلْنَا لَہٗ: ائْتِ رَسُولَ اللّٰہِ

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبِرْهُ اَنَّ امْرَاَتَيْنِ بِالْبَابِ تَسْاَلَانِكَ: اَتُجْزِئُ الصَّدَقَةُ عَنْهُمَا عَلَى اَزْوَاجِهِمَا وَعَلَى اَيْتَامٍ فِي حُجُورِهِمَا وَلَا تُخْبِرْهُ مَنْ نَحْنُ قَالَتْ: فَدَخَلَ بِلَالٌ عَلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ هُمَا فَقَالَ: امْرَاَةٌ مِنَ الْاَنْصَارِ وَزَيْنَبُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَيُّ الزَّيَانِبِ قَالَ: امْرَاَةُ عَبْدِ اللهِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَهُمَا اَجْرَانِ: اَجْرُ الْقَرَابَةِ وَاَجْرُ الصَّدَقَةِ

(متفق علیہ مشکوۃ، ج 1 ص 172، بخاری، مسلم، مسند احمد، نسائی، ابن ماجہ)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے عورتوں کی جماعت صدقہ کیا کرو خواہ زیورات سے کیا کرو حضرت زینب کہتی ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئی اور ان سے کہا کہ تم خالی ہاتھ اور مفلس ہو اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم دیا ہے تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے معلوم کرو اگر (تمہیں دینا) ادائیگی صدقہ سے کافی ہو تو فبہا ورنہ میں تمہارے سوا کسی اور کو دے دیتی ہوں۔ حضرت زینب فرماتی ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا تم خود جاؤ حضرت زینب کہتی ہیں میں گئی تو دیکھا کہ انصار کی ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے اور اسے بھی یہی مسئلہ درپیش تھا اور ہم رسول اللہ ﷺ سے بہت مرعوب رہتے تھے پھر حضرت بلالؓ باہر آئے تو ہم نے کہا تم جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ دو عورتیں دروازے پر یہ معلوم کرنے کیلئے کھڑی ہیں کہ اگر وہ اپنے شوہروں اور جو ان کی گود میں یتیم بچے ہیں ان کو صدقہ دیں تو ادا ہو جائے گا اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں حضرت بلال رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور آپ سے یہ مسئلہ معلوم کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال سے پوچھا وہ عورتیں کون ہیں؟ انہوں نے بتایا ایک انصار کی عورت ہے اور دوسری زینب ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون سی زینب؟ انہوں نے کہا عبداللہ بن مسعود کی بیوی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا انہیں دو اجر ملیں گے ایک اجر قرابت کا اور ایک

اجر صدقہ کا۔

ولا تخبرہ من نحن اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں کا جملہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو علم غیب نہیں ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ ان کو اس بات کی خبر نہ دینا کہ ہم کون ہیں؟

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

إِرَادَةَ الْإِخْفَاءِ مُبَالَغَةً فِي نَفْيِ الرِّيَاءِ

کوئی ملا علی قاری کو بتلائے کہ حضرت جب ساری دنیا حضور ﷺ کے سامنے مثل ہتھیلی کے ہے تو اصحاب رسول ﷺ کسی امر کو کیسے رسول اللہ ﷺ سے مخفی رکھ سکتے ہیں؟

فائدہ:

ولا تخبرہ من نحن اور یہ نہ بتانا کہ ہم کون ہیں؟ یہ باتیں صحابہ نبی کریم ﷺ کے پردے کے پیچھے سے کر رہے ہیں اب جو بریلوی علماء اہل السنت پر الزام لگاتے ہیں کہ دیکھو ان کے نزدیک نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ بے ادب ہیں وہ ان صحابہ کے بارے میں کیا ارشاد فرمائیں گے جو نبی کریم ﷺ کے گھر کے دروازے کے باہر جس پر پردہ پڑا ہوا ہے فرما رہی ہیں کہ دیکھو نبی کریم ﷺ کو نہ بتانا کہ ہم کون ہیں گویا ان کا عقیدہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کیا پردے کے پیچھے کا بھی علم غیب نہیں اور حضرت بلال ؓ بھی یہ نہیں فرمارہے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہی ہو یہ تو وہابیوں کا عقیدہ ہے نبی کریم ﷺ کو اگر خبر نہ دوں تب بھی ان کو تو ہر چیز کا علم ہے۔

روایت نمبر ۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے:

هَذِهِ الْخَمْسَةُ لَا يَعْلَمُهَا مَلَكٌ '' مُقَرَّبٌ '' وَلَا نَبِيٌّ '' مُصْطَفًى فَمَنِ ادَّعَى اَنَّهُ يَعْلَمُ شَيْئاً مِنْ هَذِهِ فَقَدْ كَفَرَ بِالْقُرْآنِ لِاَنَّهُ خَالَفَهُ

(تفسیر الخازن، ج3،ص 401،تفسیرات احمدی،ص 608)

یہ پانچوں چیزیں وہ ہیں کہ نہ ان کو کوئی مقرب فرشتہ جانتا ہے نہ کوئی برگزیدہ نبی پس جو کوئی ان میں سے کسی چیز کے علم کا دعوی کرے تو اس نے قرآن کے ساتھ کفر کیا کیونکہ اس نے اس کی کھلی مخالفت کی۔

مزید اقوال ما قبل میں قرآنی آیات کی تفاسیر میں گزر چکے ہیں۔ وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

☆......☆......☆......☆

فہم تابعین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

حضرت سدی تابعی رحمۃ اللہ علیہ

لَیۡسَ مِنۡ اَھۡلِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اَحَد'' اِلَّا وَقَدۡ اَخۡفَی اللّٰہُ عَنۡہُ' عِلۡمَ السَّاعَۃِ وَھِیَ فِیۡ قِرَاۃِ ابۡنِ مَسۡعُوۡدٍ اَکَادُ اُخۡفِیۡہَا مِنۡ نَّفۡسِیۡ یَقُوۡلُ کَتَمۡتُہَا مِنَ الۡخَلَائِقِ حَتّٰی لَوِ اسۡتَطَعۡتُ اَنۡ اَکۡتُمَہَا مِنۡ نَّفۡسِیۡ لَفَعَلۡتُ

(الدرالمنثور، ج10،ص178، تفسیر ابی حاتم،ص2419)

زمین وآسمان میں جتنی بھی مخلوق ہے سب سے اللہ تعالی نے قیامت کا علم مخفی رکھا ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ

لَعَمۡرِیۡ لَقَدۡ اَخۡفَاھَا اللّٰہُ مِنَ الۡمَلَآئِکَۃِ الۡمُقَرَّبِیۡنَ وَمِنَ الۡاَنۡبِیَآءِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ

(تفسیر ابن کثیر، ج5،ص277، درمنثور، ج10،ص179، تفسیر ابی حاتم،ص2419، تفسیر طبری، ج18،ص286)

میری جان کے مالک کی قسم اللہ تعالی نے قیامت کے علم کو ملائکہ مقربین و انبیاء مرسلین سے بھی مخفی رکھا۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

رَاَی الۡمَنۡصُوۡرُ فِیۡ مَنَامِہٖ صُوۡرَۃَ مَلَکِ الۡمَوۡتِ وَسَالَہٗ عَنۡ مُدَّۃِ عُمۡرِہٖ فَاَشَارَ بِاَصَابِعِہِ الۡخَمۡسِ فَعَبَّرَھَا الۡمُعَبِّرُوۡنَ بِخَمۡسِ سَنَوَاتٍ وَّ بِخَمۡسِ اَشۡھُرٍ وَّ بِخَمۡسَۃِ اَیَّامٍ فَقَالَ اَبُوۡحَنِیۡفَۃَ ھُوَ اِشَارَۃ'' اِلٰی ھٰذِہِ الۡاٰیَۃِ فَاِنَّ الۡعُلُوۡمَ الۡخَمۡسَ لَا یَعۡلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ

(تفسیر مدارک ج3 ص723 تفسیر احمدی،ص608)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال جئے گیں کسی نے پانچ ماہ کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔ خلیفہ نے یہی خواب امام اعظم کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ) کی طرف ہے بلاشبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

☆......☆......☆......☆
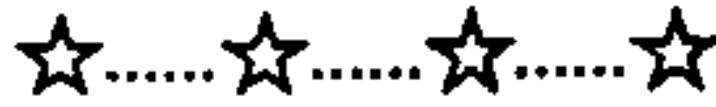
فہمِ محدّثین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

(۱) امام نووی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

مَعْنَاهُ التَّنْبِيهُ عَلَى حَالَةِ الْبَشَرِيَّةِ وَ انَّ الْبَشَرَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِنَ الْغَيْبِ وَ بَوَاطِنِ الْأُمُوْرِ شَيْئاً اِلَّا اَنْ يُطْلِعَهُمُ اللهُ تعالى عَلَى شَيْئٍ مِّنْ ذَالِكَ وَ انَّهُ يَجُوْزُ عَلَيْهِ فِيْ اُمُوْرِ الْاَحْكَامِ مَا يَجُوْزُ عَلَيْهِمْ وَ اَنَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَ النَّاسِ بِالظَّاهِرِ وَ اللهُ يَتَوَلَّى السَّرَائِرَ فَيَحْكُمُ بِالْبَيِّنَةِ وَ بِالْيَمِيْنِ وَ نَحْوِ ذَالِكَ مِنْ اَحْكَامِ الظَّاهِرِ مَعَ اِمْكَانِ كَوْنِهِ فِي الْبَاطِنِ خِلَافَ ذَالِكَ

(شرح مسلم، ج2، ص74)

اس کا منشا یہ ہے کہ حالت بشریت پر تنبیہ کرنا ہے اور یہ بتانا ہے کہ بشر کو غیب اور باطنی امور کا علم نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالی کسی چیز پر ان کو مطلع کر دے اور اس سے یہ بھی بتانا ہے کہ فصل خصومات میں جس طرح دوسروں سے خلاف واقع فیصلہ کرنا ممکن ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ سے بھی ممکن ہے اور آپ بھی لوگوں کے درمیان ظاہری حال پر فیصلہ کرتے ہیں اور اندرونی رازوں کا معاملہ خدا سے ہے سو آپ شہادت اور قسم وغیرہ ظاہری قرائن کے ذریعہ ہی فیصلہ صادر فرماتے ہیں اور اس کا امکان ہے کہ واقع میں معاملہ اس کے خلاف ہو۔

(۲) ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ '' اَیْ كَوَاحِدٍ مِّنَ الْبَشَرِ فِيْ عَدَمِ عِلْمِ الْغَيْبِ

(فتح الباری، ج12، ص339، رقم 6967)

میں بشر ہی ہوں یعنی علم الغیب نہ ہونے میں دوسرے انسانی افراد کی طرح ہوں۔

(۳) علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ '' لَا اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ بَوَاطِنَ الْأُمُوْرَ كَمَا هُوَ مُقْتَضِى الْحَالَةِ الْبَشَرِيَّةِ وَ اَنَّهُ يَحْكُمُ بِالظَّاهِرِ

(عمدۃ القاری، ج13، ص8,7، باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کے اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضہ ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں۔

(۴) علامہ قسطلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اِنَّمَا انا بَشَر ''مُشَارِک'' لَّکُمْ فِی الْبَشَرِیَّۃِ بِالنِّسْبَۃِ لِعِلْمِ الْغَیْبِ الَّذِیْ لَمْ یُطْلِعْنِیَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ قَالَ ذَالِکَ تَوطِئَۃً ''لِقَوْلِہٖ وَ اِنَّہٗ یَاتِیْنِیَ الْخَصْمُ فَلَا اَعْلَمُ بَاطِنَ اَمْرِہٖ

(ارشاد الساری، ج10،ص248، باب من قُضِیَ لہ بحق اخیہ)

میں تو بشر ہی ہوں اور تمہارے ساتھ غیب کے ان امور میں شریک ہوں جن پر اللہ تعالیٰ نے مجھے اطلاع نہیں دی اور یہ ارشاد وانہ یاتینی الخصم کے قول کیلئے تمہید ہے تو میں اس کے باطن کا علم نہیں رکھتا۔

آگے لکھتے ہیں:

انما انا بشر وَھُوَ رَدّ'' عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ مَنْ کَانَ رَسُوْلاً فَاِنَّہٗ یَعْلَمُ کُلَّ غَیْبٍ حَتّٰی لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ الْمَظْلُوْمُ مِنَ الظَّالِمِ

(ارشاد الساری، ج10،ص251)

آپ ﷺ نے انما انا بشر ان لوگوں کی تردید کیلئے فرمایا جو یہ گمان کرتے ہیں کہ رسول کو کل غیب کا علم ہوتا ہے حتی کہ اس پر مظلوم اور ظالم مخفی نہیں رہتے۔

(۵) علامہ نور الدین سندی متوفی 1139ھ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

و انما انا بشر ای لَا اَعْلَمُ مِنَ الْغَیْبِ اِلَّا مَا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ کَمَا ھُوَ شَانُ الْبَشَرِ

(سندی علی النسائی، ج2،ص306)

میں تو بشر ہی ہوں یعنی میں غیب نہیں جانتا مگر صرف اسی حد تک جس پر مجھے اللہ تعالیٰ نے تعلیم کے ذریعہ آگاہ کیا ہے جیسا کہ انسان اور بشر کی شان ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبد البر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَفِيهِ أَنَّهُ كَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ وَإِنَّمَا كَانَ يَعْلَمُ مِنْهُ مَا يُظْهِرُهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

(التمہید ،10،ص 187)

اس حدیث میں اس باب پر دلیل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علم غیب نہیں جانتے وہ غیب کے امور میں سے فقط اتنا ہی جانتے ہیں جتنا اللہ ان پر ظاہر فرمادے۔

فہم متکلّمین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ تمام حنفیوں کا عقیدہ یوں بیان کرتے ہیں

(۱) ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصرِيحاً بِالتَّكْفِيرِ بِاِعْتِقَادِهِ اَنَّ النَّبِيَّ علیہ الصلوۃ والسلام يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ

(شرح فقہ الاکبر ص:422، دار البشائر الاسلامیہ۔ بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالی ہی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

(۲) ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصرِيحاً (فِیْ فُرُوْعِهِمْ) تصریحا بالتکفیر باعتقاد ان النبی یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ

(المسامرۃ شرح المسایرۃ، ج2، ص212)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالی ہی غیب کا علم رکھتے ہیں

(۳) شیخ امام قاسم بن قطلو بغا الحنفی (878) فرماتے ہیں:

قَالَ عَبْدُ اللهِ بْنُ بردۃ اَنَّ اللہ تعالی لَمْ يُطْلِعْ عَلَى الرُّوْحِ مَلَكاً مُقَرَّباً وَّلاَ نَبِيّاً مُرْسَلاً (حاشیۃ المسامرۃ شرح المسایرۃ ص232)

عبداللہ بن بردۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روح کی حقیقت پر نہ تو کسی مقرب فرشتے اور نہ ہی کسی نبی مرسل کو مطلع کیا ہے۔

(۴) امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَصْلُ الْقَدْرِ سِرُّ اللّٰهِ تَعَالٰی فِیْ خَلْقِهٖ لَمْ یَطَّلِعْ عَلٰی ذَالِکَ مَلَکٌ ''مُقَرَّب'' وَلَانَبِیٌّ ''مُرْسَل''

(شرح عقیدہ طحاویہ ص 180)

(۵) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَ بِالْجُمْلَةِ اَلْعِلْمُ بِالْغَیْبِ اَمْرٌ '' تَفَرَّدَ بِهِ اللّٰهُ تَعَالٰی لَا سَبِیْلَ اِلَیْهِ العباد اِلاَّ بِاِعْلَامٍ مِنْهُ وَالْاِلْهَامِ بِطَرِیْقِ الْمُعْجِزَةِ اَوِ الْکَرَامَةِ اَوْ اِرْشَادٍ اِلَی اِسْتِدْلَالٍ بِالْاَمَارَاتِ فِیْمَا یُمْکِنُ فِیْهِ ذَالِکَ

(شرح عقائد النسفی ص 204)

خلاصہ کلام علم غیب ایک ایسا امر ہے جسکے ساتھ اللہ تعالیٰ متفرد ہے بندوں کو اس طرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے مگر اعلام یا الہام کے ساتھ جسے کرامت پر محمول کیا جائے گا یا معجزہ پر۔

(۶) اس کی شرح علامہ عبدالعزیز فرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَالتَّحْقِیْقُ اَنَّ الْغَیْبَ مَا غَابَ عَنِ الْحَوَاسِ وَالْعِلْمِ الضَّرُوْرِیِّ وَالْعِلْمِ الْاِسْتِدْلَالِیِّ وَقَدْ نَطَقَ الْقُرْاٰنُ بِنَفْیِ عِلْمِهٖ عَمَّنْ سِوَاهُ تَعَالٰی فَمَنِ ادَّعٰی اَنَّهٗ یَعْلَمُهٗ کَفَرَ وَ مَنْ صَدَّقَ الْمُدَّعِیْ کَفَرَ وَ اَمَّامَا عَلِمَ بِحَاسَّةٍ اَوْ ضَرُوْرَةٍ اَوْ دَلِیْلٍ فَلَیْسَ بِغَیْبٍ وَّلَا کُفْرَ فِیْ دَعْوَاهُ لَا فِیْ تَصْدِیْقِهٖ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ

(شرح نبراس 574)

اور تحقیق غیب وہ ہے جو حواس ظاہری سمع و بصر سے غائب ہو اور علم ضروری وحی والہام اور علم استدلالی علامات و دلائل پر اس کی بنیاد نہ ہو کتاب اللہ اور ارشادات واحادیث میں اللہ

کے سوا جس علم غیب کی نفی فرمائی گئی ہے وہ یہی علم غیب ہے اور اس کا مدعی و مصدق بالاتفاق کافر ہے لیکن جو امور سمع و بصر سے محسوس و مدرک ہوں یا وحی یا الہام یا علامات و دلائل سے معلوم ہوں وہ غیب نہیں اور نہ ان سے متعلق علم علم غیب ہے۔

(۷) علامہ بیاضی حنفی رحمہ اللہ حدیث جبریل کی شرح میں فرماتے ہیں:

باعلم من السائل لِاِسْتِوَائِنَا فِیْ عَدْمِ الْعِلْمِ بِوَقْتِ قِیَامِهَا

(اشارات المرام ص 50)

قیامت کے وقت وقوع کا علم نہ ہونے میں ہم دونوں برابر ہیں۔

ایک اور انداز

شرح عقائد میں ہے کہ انسان اپنے افعال کا خالق نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر انسان اپنے افعال کا خالق خود ہوتا تو اپنے افعال کا تفصیلی علم بھی رکھتا کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ جس چیز پر آدمی قادر ہوتا ہے اس کے بارے میں پہلے سے ہی مکمل معلومات رکھتا ہے حالانکہ ایسا نہیں یعنی کوئی انسان اپنے افعال کا تفصیلی علم رکھتا ہو تو افعال کا خالق ہونا بھی باطل۔ معلوم ہوا کہ انسان اپنے افعال کا علم کبھی نہیں رکھ سکتا ورنہ اس صورت میں اسے اپنے افعال کا خالق ماننا پڑے گا۔ پس اگر اب حضور ﷺ کو علم غیب ہوتا تو اب ماننا پڑے گا کہ حضور ﷺ اپنے افعال کے خالق بھی ہیں اور یہ دلیل معتزلہ کے خلاف نہیں بن سکتی۔

اَنَّ الْعَبْدَ لَوْ كَانَ خَالِقاً لِاَفْعَالِهٖ لَكَانَ عَالِماً بِتَفَاصِيْلِهَا ضَرُوْرَةً اَنَّ اِيْجَادَ الشَّيْئِ بِالْقُدْرَةِ وَالْاِخْتِيَارِ لَا يَكُوْنُ اِلَّا كَذٰلِكَ وَاللَّازِمُ بَاطِلٌ''

(شرح العقائد مع مجموعۃ السنیۃ ص 369)

☆......☆......☆......☆

فہمِ اصولیین

(۱) علامہ صدر الشریعۃ عبداللہ بن مسعود (748ھ) فرماتے ہیں:

وَالْمُخْتَارُ عِنْدَنَا اَنَّہٗ مَامُوْر" بِاِنْتِظَارِ الْوَحْیِ ثُمَّ الْعَمَلِ بِالرَّاْیِ بَعْدَ انْقِضَائِ مُدَّۃِ الْاِنْتِظَارِ (التوضیح)

ہمارے علماء احناف کا مختار مسلک یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی کے انتظار کرنے کے مامور تھے پھر اس مدت انتظار کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کے مامور تھے۔

(۲) علامہ حسام الدین (644ھ) فرماتے ہیں:

وَالصَّحِیْحُ عِنْدَنَا اَنَّہٗ علیہ السلام کَانَ یَعْمَلُ بِالْاِجْتِہَادِ اِذَا انْقَطَعَ طَمْعُہٗ عَنِ الْوَحْیِ فِیْمَا ابْتُلِیَ بِہٖ وَکَانَ لَا یُقَرُّ عَلَی الْخَطَاءِ

(حسامی مع شرح النامی ص 189)

ہمارے (علماء احناف کے) نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ آپ کی جب وحی سے امید منقطع ہوجاتی تھی تو ایسے امور میں اجتہاد پر بھی عمل فرمایا کرتے تھے جن کی ضرورت درپیش ہوتی تھی مگر آپ کو خطا پر برقرار نہیں رکھا جاتا۔

(۳،۴) علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی اور ملا جیون فرماتے ہیں:

و عندنا ھو مامور بانتظار الوحی فیما لم یوح الیہ ای اذا نزلت الحادثۃ بین یدیہ یجب علیہ ان ینتظرَ الوحیَ اولاً لِجوابھا الی ثلاثۃِ ایام او الی ان یخافَ فوتُ الغرض ثم العملُ بالرای بعد القضاء مدۃ الانتظار فان کان اصاب فی الرای لم ینزل الوحیُ علیہ فی تلک الحادثۃ و ان کان اَخطاء الرای ینزل الوحی للتنبیہ علی الخطاء و ماتقرر علی الخطاء قط بخلاف سائر المجتہدین فانھم ان خطأوا یبقی خطائھم الی یوم القیامۃ

(نورالانوار ص 226)

ہمارے (علماء احناف کے) نزدیک آنحضرت ﷺ جن احکام میں آپ پر وحی نازل نہیں ہوتی تھی ان میں وحی کے انتظار کرنے میں مامور تھے یعنی آپ کے سامنے جب کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تھا تو آپ پر اولاً وحی کا انتظار ضروری تھی تین دن تک یا جس وقت تک فرض کے فوت ہونے کا خوف نہ ہوتا پھر آپ کو مدت انتظار کے اختتام کے بعد اپنی رائے پر عمل کرنے کا حق تھا اگر آپ کی رائے درست ہوتی تو نزول وحی کی ضرورت اس واقعہ میں نہ رہتی تھی اور اگر آپ سے خطا سرزد ہوتی تھی تو خطا پر تنبیہ کیلئے وحی نازل ہوتی تھی اور آپ کو خطا پر ہرگز برقرار نہیں رکھا جاتا تھا بخلاف دیگر سب مجتہدین کے کیونکہ اگر ان سے خطا سرزد ہو جائے تو قیامت تک ان کی خطا باقی رہتی ہے۔

(۵) ابوعبداللہ شمس الدین محمد المعروف بابن امیر حاج حنفی (879ھ) لکھتے ہیں:

مَسْالَةٌ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَامُوْرٌ فِيْ حَادِثَةٍ لَاوَحْيَ فِيْهَا بِانْتِظَارِ الْوَحْيِ (مَسْالَةٌ الْمُخْتَارُ عِنْدَ الْحَنَفِيَّةِ) الْمُتَاخِرِيْنَ مَا عَنْ اَكْثَرِهِمْ (اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَامُوْرٌ) فِيْ حَادِثَةٍ لَاوَحْيَ فِيْهَا (بِانْتِظَارِ الْوَحْيِ اَوَّلًا مَا كَانَ رَاجِيْهِ) اَيِ الْوَحْيِ (اِلَى خَوْفِ فَوْتِ الْحَادِثَةِ) بِلَا حُكْمٍ (ثُمَّ بِالْاِجْتِهَادِ) ثَانِيًا اِذَا مَضَى وَقْتُ الْاِنْتِظَارِ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ لِاَنَّ عَدَمَ الْوَحْيِ اِلَيْهِ فِيْهَا اِذْنٌ فِي الْاِجْتِهَادِ حِيْنَئِذٍ ثُمَّ كَوْنُ مُدَّةِ الْاِنْتِظَارِ مُفَسَّرَةً بِهٰذَا

(التقریر والتحبیر ج3 ص294)

اب ان علماء اصول سے دریافت کیجئے کہ جو ہستی کل علم غیب پر بالتفصیل مطلع ہو جمیع ماکان و مایکون کا عالم کلی ہو اس کیلئے ایسے امور میں جن میں وحی نازل نہ ہوئی ہو اپنی رائے اختیار کرنے کا کیا مطلب؟ کیا عالم الغیب بھی قیاس و اجتہاد کرتا ہے؟ پھر اس اجتہاد سے خطاء اور غلطی کا احتمال کہاں سے پیدا ہوا؟ کیا عالم جمیع ماکان و مایکون سے بھی خطاء اور غلطی ہو سکتی ہے؟۔

☆ ☆ ☆ ☆

فہمِ فقہاء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

(۱) ذکر الحنفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالیٰ قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ کذا فی المسایرۃ

(شرح فقہ الاکبر ص:422، دار البشائر الاسلامیہ۔ بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

(۲) لَوْ تَزَوَّجَ بِشَهَادَةِ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ لَا يَنْعَقِدُ وَيَكْفُرُ لِاعْتِقَادِهِ اَنَّ النَّبِيَّ يَعْلَمُ الْغَيْبَ

(البحر الرائق ج 3 ص 155، دار الکتب العلمیہ۔ بیروت)

اگر نکاح کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر تو نکاح منعقد ہی نہ ہوا اور یہ شخص کافر بھی ہو جائے گا بسبب اس اعتقاد کے کہ نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے ہیں۔

(۳) رَجُلٌ تَزَوَّجَ امْرَاَةً وَلَمْ يَحْضُرِ الشُّهُودُ قَالَ خدایرا وَرَسُول راکواہ کردم اَوْ قَالَ: خدای را و فرشتکان را کواہ کردم کَفَرَ

(فتاوی عالمگیری ج 2 ص 279، دار الفکر۔ بیروت)

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

(۴) رجل تزوج امراۃ بغیر شهود فقال الرجل والمراۃ (خدائرا و پیغامبر راہ گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا لانہ اعتقد ان رسول اللہ

ﷺ یعلم الغیب و ھو ماکان یعلم الغیب حین کا ن فی الاحیآء فکیف بعدالموت

(فتاوی قاضی خان ج 3 ص 428، دارالفکر۔بیروت)

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقت نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالی اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتے ہیں حضرات (سادات) فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا علم غیب کیسے جانتے ہیں؟

(۵) فَلَوْ تَزَوَّجَ امْرَاۃً بِشَہَادَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَرَسُولِہٖ لَا یَجُوْزُ النِّکَاحُ وَعَنْ قَاسِمِ الصَّفَّارِ وَھُوَ کُفْرٌ مَحْضٌ لِاَنَّہٗ اعْتَقَدَ اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ-عَلَیْہِ السَّلَامُ یَعْلَمُ الْغَیْبَ وَھٰذَا کُفْرٌ

(مجمع الانھر شرح ملتقی الابحر ج 1 ص 472، دارالکتب العلمیہ بیروت)

(۶) ابوالمعالی برہان الدین محمود بن احمد حنفی فتوی دیتے ہیں:

تَزَوَّجَ اِمْرَاۃً بِشَہَادَۃِ اللہِ ورسولِہ لَا یَجُوْزُ لِاَنَّ ھٰذَا نِکَاحٌ ''لَمْ یَحْضُرْہُ شُہُوْد'' وَعَنْ اَبِی قَاسِمٍ الصَّفَّارِ اَنَّہٗ قَالَ: یَکْفُرُ مَنْ فَعَلَ ھٰذَا لِانہ اِعْتَقَدَ أَنَّ رسول اللہ علیہ السلام عَالِمُ الْغَیْبِ (المحیط البرہانی ج3ص29)

(۶) اگر کسے بدون شھود نکاح کرد وگفت کہ خدا و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود۔ (مالابدمنہ ص 146 ،میر محمد کتب خانہ۔کراچی)

ان تمام فقہاء نے یہی مسئلہ نقل کیا جو اوپر البحر الرائق اور دیگر کتب فقہاء کے حوالے سے منقول ہوا بلکہ قاضی خان نے تو یہاں تک لکھا کہ نبی کریم ﷺ جب حیات تھے اس وقت علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد کس طرح انہیں علم غیب ہوگیا؟ ۔آخر میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ نقل کرتا ہوں۔

بریلوی اکابر کے حوالہ جات

(۱) پیر کرم شاہ ازہری صاحب لکھتے ہیں:

''آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ زمین و آسمان میں جو بھی موجود ہیں فرشتے جنات انسان جن میں علماء، اولیاء، انبیاء اور اولو العزم رسول بھی داخل ہیں اور دیگر لوگ کوئی بھی الغیب کو نہیں جان سکتے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ عالم الغیب ہے........ اگر کوئی شخص اس کی صفت علم میں کسی کو شریک بنائے گا تو وہ بھی اسی طرح مشرک ہوگا اور دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ جس طرح اس کی دوسری صفات میں کسی کو شریک بنانے والا یا اس کی ذات کی طرح کسی کو واجب الوجود ماننے والا مشرک ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(تفسیر ضیاء القرآن، ج 3، ص 457)

(۲) بریلوی صدر الافاضل نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے:

''حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں تو میرے احکام غیب پر مبنی ہیں تا کہ تمہیں یہ اعتراض کرنے کا موقع ہو جب میں نے یہ کہا ہی نہیں تو اعتراض بے محل .... نیز لا اعلم الغیب فرمانے میں قوم پر ایک لطیف تعریض بھی ہے کہ کسی کے باطن پر حکم کرنا اس کا کام ہے جو غیب کا علم رکھتا ہو میں نے تو اس کا دعویٰ نہیں کیا باوجود یکہ میں نبی ہوں تم کس طرح کہتے ہو کہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے''۔

(خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان، ص 229، سورہ ہود، آیت 21)

(۳) یہی صدر الافاضل لکھتے ہیں:

''موسیٰ علیہ السلام نہ مدین سے خبر دار تھے نہ اس کے راستے سے''۔

(خزائن العرفان حاشیہ کنز الایمان، ص 466، سورۃ القصص، آیت 22)

(۴) مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''اس حدیث میں اشکال یہ ہے کہ جب آپ کی پشت پر نجاست رکھ دی گئی تو پھر کس طرح بدستور نماز پڑھتے رہے۔ الجواب: صحیح جواب یہ ہے کہ نبی ﷺ کو علم نہیں تھا کہ آپ کی پشت پر کیا چیز رکھی گئی ہے اس لئے آپ نے طہارت سابقہ کے حکم کو باقی رکھا''۔

(شرح مسلم، ج5، ص564)

(۵) مولانا احمد رضا خان بریلوی فرماتے ہیں:

''حدیث صحیح ہے کہ جبرائیل کل کسی وقت حاضری کا وعدہ کر کے چلے گئے دوسرے دن انتظار رہا مگر وعدہ میں دیر ہوئی اور جبرائیل حاضر نہ ہوئے سرکار باہر تشریف لائے ملاحظہ فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام در دولت پر حاضر ہیں فرمایا کیوں عرض کیا انا لا ندخل بیتا فیہ کلب وتصاویر رحمت کے فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر ہو اندر تشریف لائے سب طرف تلاش کیا کچھ نہ تھا پلنگ کے نیچے ایک کتے کا پلا نکلا اسے نکالا تو حاضر ہوئے''۔

(ملفوظات، حصہ سوم، ص318)

کوئی پوچھے بریلویوں سے ساری دنیا کے چرند پرند، ریت کے ذرات، پانی کے قطروں، جانوروں کے نر و مادہ، ان کے پیٹ میں کیا ہے کون کب کہاں کدھر پیدا ہوا کون کب کہاں کیا کر رہا ہے؟ غرض ابتداء سے انتہاء تک ہر ہر بات کو ہر ہر لحاظ سے جاننے والے نبی ﷺ کو اپنے پلنگ کے نیچے ایک موٹے تازے کتے کے پلے کا علم نہیں بلکہ بتایا جاتا ہے پھر بھی پتہ نہیں چلتا اور تلاش کرنے کے بعد باہر نکالا جاتا ہے۔ فیا للعجب!

نیز علماء دیوبند پر الزام لگا کر کے انہیں گستاخ کہنے والوں کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں آپ کے بڑے لکھ رہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی پیٹھ پر نجاست گری پیٹھ کے پیچھے کا علم نہیں چارپائی کے نیچے کا علم نہیں۔ کوئی فتوی؟

(۶) مزید کہتے ہیں:

''وما ینبغی له یہ ان کی شان رفیع کے لائق ہی نہیں تو ان کے حق میں منقصت تھی اور وہ جمیع نقائص سے منزہ ہیں''۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص 176)

قصہ ختم جب شعر کا علم نبی کریم ﷺ کی شان کے لائق ہی نہیں تو اللہ نے دیا بھی نہیں ہوگا اور جب یہ علم نبی کریم ﷺ کی شان میں منقصت ہے تو اب جو بریلوی مولوی یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ کو شعر کا علم تھا وہ نبی کریم ﷺ کی گستاخی کر رہا ہے اس کے خلاف 295C کا مقدمہ کرنا چاہئے۔

(۷) پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے پیر و مرشد خواجہ شمس الدین سیالوی فرماتے ہیں:

"ایمان کی شرطیں بھی سات ہیں...... (۲) علم غیب کو خدا تعالی کا خاصہ سمجھے"۔

(مرات العاشقین، ص 47، مجلس 7)

جب ایمان کی شرط ہی یہی ہے کہ علم غیب کو خاصہ خداوندی سمجھا جائے تو اب جو اس علم غیب کو شیاطین، پتھروں، بلیوں کیلئے بھی معاذ اللہ ثابت کر رہا ہو شمس الدین سیالوی کی اس عبارت کی روشنی میں اس کے بے ایمان ہونے میں کیا شک وشبہ ہوسکتا ہے۔

(۸) مولانا کرم دین دبیر رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں (ملاحظہ ہو تذکرا اکابر اہلسنت) وہ لکھتے ہیں:

"یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ علم ماکان ومایکون خاصہ ذات باری تعالی ہے"۔

(آفتاب ہدایت، ص 170)

(۹) بریلوی استاذ العلماء اشرف سیالوی لکھتا ہے:

"روایات میں ہے کہ انہوں نے موسی علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک علم اللہ تعالی نے مجھے عطا فرمایا ہے جو آپ نہیں جانتے اور ایک علم آپ کو عطا فرمایا جو میں نہیں جانتا"۔

(تحقیقات، ص 84)

(۱۰) مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"بعض ناواقف غیب اور انباء الغیب میں فرق نہیں سمجھتے اس لئے وہ خصوصاً خاتم الانبیاء ﷺ کیلئے علم غیب کلی ثابت کرتے ہیں اور آپ ﷺ کو بالکل اللہ تعالی کی طرح عالم الغیب ہر ذرہ ذرہ کائنات کا علم رکھنے والا کہنے لگتے ہیں جو کھلا ہوا شرک ہے اور رسول کو

خدائی کا درجہ دینا ہے نعوذ باللہ منہ اگر کوئی شخص اپنا خفیہ راز کسی اپنے دوست کو بتلا دے جو اور کسی کے علم میں نہ ہو تو اس دنیا میں کوئی بھی اس دوست کو عالم الغیب نہیں کہہ سکتا اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو ہزاروں غیب کی چیزوں کا بذریعہ وحی بتلا دینا ان کو عالم الغیب نہیں بنا دیتا خوب سمجھ لیا جائے"۔

(تبیان القرآن، ج 12، ص 317,316)

(۱۱) مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"تفسیر کبیر کے شروع میں بسم اللہ کے ماتحت ہے کہ حق تعالی کے تین ہزار نام ہیں جن میں سے ایک ہزار کو ملائکہ جانتے ہیں اور ایک ہزار صرف انبیاء کرام اور باقی ایک ہزار میں سے تین سو نام تورات شریف میں اور تین سو انجیل میں اور تین سو زبور میں اور ننانوے نام قرآن پاک میں اور ایک نام وہ ہے جس کو صرف حق تعالی ہی جانتا ہے"۔

(تفسیر نعیمی، ج 1، ص 31)

(۱۲) حضرت شیخ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن والوں سے کسی نے سوال کیا کہ میں کہتا ہوں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا اطلاق درست نہیں اب اس بنیاد پر مجھ پر لوگ وہابیت کی تہمت لگا رہے ہیں حالانکہ میں پکا حنفی ہوں اور بعض علما نے میرے پیچھے اقتدا و نماز کو ناجائز قرار دیا کیا یہ درست ہے؟ (مستفتی رحیم بخش)

تو غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن جواب دیتے ہیں:

"علم غیب خاصہ حضرت جل شانہ خاصة الشيي ما يوجد فيه ولا يوجد في غيره (یعنی شے کا خاصہ وہی ہوتا ہے جو اس میں موجود ہو دوسرے میں نہ ہو) عقیدہ فقیر ہمیں است (بندہ کا عقیدہ بھی یہی ہے)"۔

فقیر غلام فرید بقلم خود۔

(مشاہدہ لاریب در تحقیق مسئلہ علم غیب، ص 25,24 از مولانا رحیم بخش صاحب مرحوم)

☆......☆......☆......☆

بدعتیوں کے دلائل کا جائزہ

قرآن سے دلائل

نوٹ: بدعتیوں سے گفتگو کرنے کیلئے جو اصول پہلے باب میں ذکر کر دیے گئے ہیں ان کو اچھی طرح ازبر کرلیں انہی اصولوں کی بنیاد پر ان سے گفتگو کی جائے گی اور انہی اصولوں کی بنیاد پر ان کے دلائل کا جائزہ لیا جائے گا۔

آیت نمبر ۱

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا (سورۃ البقرۃ، آیت: 31)

معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تمام ما کان وما یکون کا علم تھا تو نبی کریم ﷺ تو حضرت آدم علیہ السلام سے کئی درجہ افضل تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار ہیں ان کو بھی یقیناً بدرجہ اولی تمام ما کان وما یکون کا علم ہوگا۔

جواب:

(۱) جناب یہ مسئلہ عقائد کا ہے اور عقائد کے باب میں قیاس کوئی حیثیت نہیں رکھتا کوئی کہے کہ مکھی تو اڑتی ہے مولانا احمد رضا خان بریلوی تو مکھی سے کئی درجہ افضل واعلی لہذا انہیں بھی اڑنا چاہیے ورنہ مکھی کا مقام احمد رضا خان صاحب سے بڑھ جائے گا تو کیا آپ اس قسم کے قیاسی شگوفوں کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں؟۔

(۲) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تو نبی کریم ﷺ کے بارے میں بھی یہ عقیدہ اپنائیں کہ بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئے؟۔ العیاذ باللہ۔

(۳) آپ نے جو قرآن کریم کی تفسیر کے اصول بیان فرمائے ہیں اس کے مطابق قرآن ہی سے یا اللہ کے نبی کریم ﷺ کی حدیث سے یا صحابی رضی اللہ تعالی عنہ وہ بھی فقیہ کی روایت اس آیت کی تفسیر میں پیش کریں کہ انہوں نے اس آیت سے یہی مطلب سمجھا ہو جو آپ ہمیں سمجھانا چاہتے ہیں۔

(۴) مفتی احمد یار گجراتی بریلوی لکھتا ہے:

''حضور علیہ السلام کے پہلے خلیفہ اور نائب آدم علیہ السلام ہیں''۔

(جاء الحق، ص 53)

جب آدم علیہ السلام نبی کریم علیہ السلام کے خلیفہ ہیں تو اس صورت میں تو آپ کے اس قیاسی اصول کے تحت نبی کریم ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے بھی پہلے مل جانا چاہئے حالانکہ آپ اس کے قائل نہیں تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

(۵) نبی کریم ﷺ کے متعلق آپ کا عقیدہ ہے کہ انہیں ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ کا علم غیب ہے جبکہ پیش کردہ آیت میں ایسی کوئی قید مذکور نہیں۔

(۶) آیت میں تو علم (تعلیم) کا ذکر ہے اور تعلیم علم غیب کو نہیں کہتے۔ علم غیب تو کہتے ہی ایسے علم کو جو بغیر کسی کی تعلیم کے خود بخود حاصل ہو جیسا کے علم غیب کی تعریف میں گزر چکا تو اس آیت کا تو تعلق ہی علم غیب سے نہیں تو اسے اس باب میں پیش کیوں کر رہے ہو؟

(۷) مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''ان تفسیروں سے اتنا معلوم ہوا ما کان اور ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دئے گئے (بزعم خویش از ناقل) زبانیں، چیزوں کے نفع و ضرر بنانے کے طریقے آلات کا استعمال سب دکھا دئے گئے لیکن اب میرے آقا و مولی ﷺ کے علوم کو تو دیکھو حق یہ ہے کہ یہ علم آدم میرے آقا کے علوم کے دریا کا ایک قطرہ یا میدان کا ایک ذرہ ہیں''۔

(جاء الحق، ص 53)

جب حضرت آدم علیہ السلام کو ما کان و ما یکون کے سارے علوم حضرت آدم علیہ السلام کو دئے گئے تو آپ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو ''ابتدائے آفرینش ۔۔الی یوم القیامۃ'' کی قید لگا کر محدود کیوں کر دیا؟ کیا ابتدائے آفرینش سے پہلے اور الی یوم القیامہ کے بعد کا زمانہ ما کان و ما یکون میں داخل نہیں؟

نیز جب یہ ما کان و ما یکون کے سارے علوم حضور ﷺ کے علوم کا ایک ذرہ و قطرہ ہے تو آج نبی

کریم ﷺ کے علم غیب کی طرف جمیع ما کان و ما یکون کی نسبت کر کے سارا زور اسی کو ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور اس میں بھی "ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ" کا پیوند لگا کر اس ذرہ کے بھی اجزاء کرنے پر تم لوگ تلے ہوئے ہو تو بتاؤ کہ نبی کریم ﷺ کے علوم کو گھٹانے والے تم ہوئے یا ہم؟ اعلانیہ وہابی تم ہوئے یا ہم؟

(۸) مفسرین فرماتے ہیں:

اِخْتَلَفَ اهلُ التَّاوِیلِ فِیْ الْاَسْمَاءِ الَّتِیْ عَلَّمَهَا اٰدَمَ

(تفسیر طبری۔ ج 1 ص 482)

مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ آسماء کونسے ہیں جن کی تعلیم حضرت آدم علیہ السلام کو دی گئی۔

اور مفتی احمد یار گجراتی صاحب کا یہ حوالہ گزر چکا کہ:

(۱) وہ آیت قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر ہو"۔

(جاء الحق ص 51)

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"دیوبندی وہابی کی آیت پیش کردہ قطعی الدلالت ہو جس کے معنی میں چند احتمال نہ نکل سکتے ہوں اور حدیث ہو تو متواتر (خبر احاد سے عقائد ثابت نہیں ہوتے)"۔

اور نعیم الدین مراد آبادی کا اصول بھی گزر چکا:

"وہ چند وجوہ کا احتمال رکھتی ہوں ان میں سے کونسی وجہ مراد ہے یہ اللہ ہی جانتا ہے"۔

(خزائن العرفان۔ حاشیہ نمبر 8 ص 59)

لہذا یہ آیت محتمل اور متشابہات میں سے ہے مستدل نہیں بن سکتی۔

(۹) علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و معنی تعلیمہ اَسماءَ المسمیات انہ تعالی اَراہ الاجناسَ التی خلقھا و

علمہ ان ھذا اسمہ فرس و ھذا اسمہ بعیر و ھذا اسمہ کذا و ھذا اسمہ
وعن ابن عباس علمہ اسمر کل شیء حتی القصعۃ والمغرفۃ
(تفسیر مدارک. ج 1)

اسماء مسمیات کی تعلیم کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان جنسوں کا علم دے دیا جو خدا تعالی نے پیدا فرمائیں اور یہ بتادیا کہ اس کا نام گھوڑا ہے اور اس کا نام اونٹ ہے اور اس کا یہ اور اس کا یہ نام ہے اور حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا نام بتایا حتی کہ پیالہ اور چچہ کا نام بھی بتایا۔

صاحب مدارک کی تفسیر میں اس بات کی تصریح ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو جو علم عطا فرمایا تو ان اشیاء کی اجناس کا علم تھا مثلا یہ کہ یہ گھوڑا ہے اور یہ اونٹ ہے اور یہ فلاں چیز ہے اور یہ فلاں چیز ہے اور یہ انسان ہے اور یہ بکری ہے رہا اس جنس کے تمام افراد اور افراد کے جزئی حالات تو ان کا اس میں کوئی ذکر نہیں اور نہ ہی ان کا علم تفصیلی دیا گیا۔

پھر قرآن مجید میں حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ان الفاظ سے مذکور ہے:

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ (20) وَقَاسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِنَ النَّاصِحِينَ (21) فَدَلَّاهُمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ (سورۃ الاعراف)

پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اس لئے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور ان کے آگے ابلیس نے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں پھر مائل کرلیا ان دونوں کو فریب سے پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی اور لگے جوڑنے اپنے اوپر

بہشت کے پتے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام عالم الغیب اور عالم جمیع ما کان و ما یکون ہوتے اور ان کو ہر بات معلوم ہوتی تو ابلیس لعین کے فریب میں کبھی نہ آتے اور نہ اس کی جھوٹی قسموں پر اعتبار کرتے لیکن یہی وہ سمجھے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرات کر سکتا ہے؟ اسی لئے وہ شیطان کی قسموں سے متاثر ہو گئے ۔ اگر حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ہر بات کا علم ہوتا تو کبھی شیطان کے دھوکہ میں نہ آتے یاد رہے کہ تعلیم اسماء پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت آدم وحواء علیہما الصلوۃ والسلام کے ساتھ ابلیس کا یہ مکر بعد میں پیش آیا تھا تو یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ حضرت آدم علیہ السلام عالم جمیع ما کان و ما یکون ہوتے ہوئے خناس کے فریب میں آجائے ۔

آیت نمبر ۲

فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ

(سورہ جن، آیت 27،26)

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے ۔ (کنزالایمان)

جواب: مولانا! ترجمہ درست کریں آپ نے جو" مسلط" کا ترجمہ کیا ہے اس کے متعلق آپ کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"غیب پر مسلط کرنے کا معنی ہے غیب پر غالب کرنا اور غیب پر غالب کرنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ غیب کے ہر فرد کا رسولوں کا علم ہے"۔

(تبیان القرآن، ج 12، ص 303)

اپنے غیب پر کسی کو مسلط (غالب) اس کا مطلب ہوا کہ معاذ اللہ یہ رسول اللہ کے علم غیب پر غالب آگئے؟

(۱) آیت میں" اظہار" کی نسبت ہے" غیب" کی طرف اس کے ہم منکر کب ہیں؟ ہم نے کب کہا کہ اظہار غیب انبیاء علیہم السلام پر نہیں ہوتا؟ ہم نے تو پہلے کہہ دیا کہ اظہار غیب اطلاع علی الغیب کے طور پر جتنی باتوں کا علم آپ ﷺ کو دیا گیا کائنات میں کسی مخلوق کو نہیں دیا گیا یہ

آیت تو ہمارے موقف پر دلیل ہے۔آپ جمیع ما کان و ما یکون کے علم غیب پر دلیل دیں بعض اظہار غیب پر نہیں۔

(۲) یہ آیت سورہ ھود کی ہے جو مکی ہے (الاتقان، ج 1 ص 22، بیروت)

جب نبی کریم ﷺ کو بقول آپ کے مکہ مکرمہ میں یہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب جس کا دعوی آپ نے کیا وہ حاصل ہی نہیں ہوا تھا تو اس دور کی آیت پیش کرنے کا کیا مقصد کیونکہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی اور اس آیت سے بقول آپ کے نبی کریم ﷺ کا علم غیب کلی ثابت ہوتا ہے اس وقت میں اس علم غیب کا نبی کریم ﷺ کیلئے ثبوت کے تو آپ بھی قائل نہ تھے۔

(۳) اس آیت میں تو کہیں بھی ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کی قید نہیں مطلقاً ذکر ہے تو آپ کا دعوی مقید ہے آیت مطلق ہے دعوے کے مطابق آیت پیش کریں۔

(۴) اسی آیت سے پہلے متصل یہ آیت ہے:

قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل له ربی امدا

(اے محمد ﷺ) آپ اعلان کردیں کہ میں نہیں جانتا کیا قریب ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے یا اس کیلئے میرا رب کوئی مدت مقرر کرے۔

ما توعدون سے بعض حضرات نے عذاب بعض نے قیامت مراد لی ہے کچھ بھی ہو کوئی چیز ما کان و ما یکون میں ایسی ضرور ہے جسکے بارے میں اللہ تعالی نے آپ ﷺ سے اعلان کروارہا ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں پھر یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ بالکل متصل ہی یہ حکم ہو کہ اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ کو جمیع علم غیب دے دیا خدا کے کلام میں کیا یہ کھلا تعارض و اختلاف نہیں؟ معاذ اللہ۔

(۵) اپنے ہی قائم کردہ اصول کے تحت اس آیت کی تفسیر میں قرآن یا فرمان صاحب قرآن یا روایات صحابہ پیش کریں کہ آپ ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم غیب دے دیا گیا ہے اس آیت کا یہ معنی ہے۔

(۶) ما قبل میں باحوالہ گزر چکا کہ وحی یا الہام وغیر ہما کے ذریعہ اللہ جو اپنے محبوبوں کو کچھ بتائے وہ علم غیب ہی نہیں کہلاتا پس جب اظہار غیب کے بعد غیب، علم غیب ہی نہیں رہتا تو اس

آیت کا تعلق موضوع سے نہیں۔

(۷) پھر مفسرین نے بھی اس آیت کی تفسیر میں تصریح کی ہے کہ اظہار غیب کے طریقے پر جو علوم انبیاء علیہم السلام کو دئے جاتے ہیں وہ جمیع ماکان ومایکون نہیں بلکہ بعض علوم دئے جاتے ہیں:

(۱) قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لِعلمِ بعضہ حتی یکونَ لہ معجزۃً

(بیضاوی)

بعض علم پر مطلع کر دیتا ہے تا کہ یہ اس کیلئے معجزہ ہو جائے۔

یاد رہے کہ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے لا یظھر کا معنی لا یطلع کیا ہے۔

علامہ ابو سعود رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

لاظہارہ علی بعض غیوبہ المتعلقۃ برسالتہ

(تفسیر ابی السعود، ج9، ص47)

(وہ رسول جن کو اللہ تعالی نے) بعض غیوب پر مطلع کرنے کیلئے (منتخب کرلیا ہو) جو اس کی رسالت سے متعلق ہیں۔

پس اس آیت کا تعلق علم غیب سے ہے ہی نہیں بلکہ حضور ﷺ کے علم سے ہے لیکن بالفرض علم غیب ہی تب بھی اس میں بعض ہی مراد ہیں جو آپ کے دعوے سے بالکل غیر متعلق ہے۔

آیت نمبر ۳

وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ (سورۃ النساء، آیت 113)

اس آیت کی تفسیر میں مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

اس آیت اور ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو تمام آئندہ اور گزشتہ واقعات کی خبر دے دی گئی کلمہ ما عربی زبان میں عموم کیلئے ہوتا ہے تو آیت سے معلوم ہوا کہ شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا سب ہی بتا دیا اس میں قید لگانا کہ اس سے مراد صرف احکام ہیں اپنی طرف سے قید ہے

جو قرآن وحدیث اور امت کے عقیدے کے خلاف ہے جیسا کہ آئندہ ہوگا۔

(جاءالحق،ص 61)

لطیفہ: مفتی صاحب کی دماغی حالت کا اندازہ لگائیں فرماتے ہیں:

''شریعت کے احکام دنیا کے سارے واقعات لوگوں کے ایمانی حالات وغیرہ جو کچھ بھی آپ کے علم میں تھا......''

جواب:

جواب یہ ہے کہ جب سب کچھ ہی آپ کے علم میں تھا تو دوبارہ بتا کر یہ تحصیل حاصل کیوں؟ نیز جب ان سب باتوں کا پہلے ہی سے آپ کو علم تھا تو اس آیت سے آپ کس چیز کے ثبوت پر استدلال کر رہے ہیں؟۔

(۱) یہ آیت اوائل ۲ھ میں نازل ہوئی اس کے بعد کئی سورتیں و آیتیں نازل ہوئیں خصوصا سورہ توبہ جس میں جمیع علم غیب کی صریح نفی ہے تو یہ تعارض کیوں؟

(۲) جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ کا بھی عقیدہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کو جمیع ماکان ومایکون کا علم نہ تھا تو اس آیت سے استدلال کیسے درست ہوسکتا ہے؟

(۳) آپ نے خود فرمایا کہ آیت میں ''ما عموم'' کیلئے ہے جس کی کوئی تخصیص نہیں۔

فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''ما عموم کیلئے آتا ہے جس میں کوئی فرد بھی خارج نہیں ہوتا اور عقلی ڈھکوسلے اور قیاسی گھوڑے اس میں سے کسی فرد کو خارج نہیں کرسکتے اگر کوئی اپنے قیاس اور عقلی ڈھکوسلے سے کسی فرد کو خارج کرتا ہے تو وہ گمراہ ہے''۔

(پڑھا لکھا امی،ص 7)

تو جب ما عموم کیلئے ہے تو آپ نے ''ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ'' کی قید لگا کر اس عموم میں تخصیص کیوں کر دی؟ فیض احمد اویسی صاحب کی عبارت سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوئی کہ ابتدائے آفرینش الی یوم القیامۃ کی قید کیلئے ''عقل'' مخصص نہیں ہوسکتی۔ یہ بات ہم اس لئے

کررہے ہیں کہ بعض رضاخانی کہتے ہیں کہ ہم نے جو اول و آخر کی قید لگائی اس کا مخصص عقل ہے۔

حیرت ہے آیت سے تو بقول آپ کے عموم ثابت ہو رہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے علم غیب کی کوئی ابتداء اور کوئی انتہاء نہیں مگر آپ اسے ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ میں مقید کر رہے ہیں جو اس کا کروڑواں حصہ بھی نہیں تو بتائے آپ ہی کے اصول کے مطابق نبی کریم ﷺ کے علم غیب کو گھٹانے والے آپ ہوئے یا ہم؟ آیت میں جو آپ ﷺ نہیں جانتے تھے وہ آپ ﷺ کو سکھادیا تو بقول آپ کے نبی کریم ﷺ ابتدائے آفرینش سے قبل اور الی یوم القیامۃ کے بعد کے کروڑہا اربوں کھربوں علوم کو بھی تو نہیں جانتے ان کے نہ جاننے کا استثناء آپ نے کہاں سے کیا؟

(۴) اس آیت میں تو نبی کریم ﷺ کو تعلیم دینے کی بات ہے اور ہم بھی مانتے ہے کہ جو علوم آپ ﷺ کی شان اور نبوت سے متعلق تھے یقیناوہ تمام علوم آپ ﷺ کو دئے گئے اس کا کون کافر منکر ہے؟ آپ کا دعوی تو علم غیب کا ہے اس کا ثبوت دو۔

(۵) اگر ما عموم اور استغراق حقیقی ہی کیلئے آتا ہے تو ذرا اس آیت پر بھی غور کریں:

و [illegible]علمکم مالم تکونوا تعلمون (سورۃ بقرہ، آیت ۱۵۱)

اور [illegible]ے رسول تم کو وہ باتیں سکھاتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔

امام [illegible] اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

حتی علمھم احتاجوا الیہ فی دینھم و ذالک من اعظم انواع النعم

دیکھیں یہاں امام رازی رحمہ اللہ ما کو عموم کیلئے نہیں رکھ رہے بلکہ "امر دین" کے ساتھ خاص کررہے ہیں۔

اگر اس آیت میں مفتی صاحب کی طرح "ما" کو عموم و استغراق حقیقی پر محمول کیا جائے تو نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالی علیہم اجمعین کیلئے بلاواسطہ اور آپ کی پوری امت کیلئے بالواسطہ وہی جمیع ماکان و مایکون کا علم غیب ماننا پڑے گا جو رضاخانی نبی کریم ﷺ کیلئے ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں ایک اور آیت ملاحظہ فرمائیں:

و علم الانسان مالم یعلم

اللہ تعالی نے انسان کو وہ باتیں سکھائیں جو وہ نہیں جانتا۔

لیجئے اب بریلوی ہمت کریں اور تمام انسانوں کو عالم الغیب وہ بھی جمیع ماکان ومایکون کا مانیں۔

(۵) اس آیت کی تفسیر میں عمدۃ المفسرین علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَمَا انْزَلَ عَلَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَهُوَ الْقُرآنُ وَالْحِكْمَةُ وَهِيَ السُّنَّةُ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَعْلَم اىْ قَبْلَ نُزُوْلِ ذَالِكَ

(تفسیر ابن کثیر)

اور جو کچھ آپ پر کتاب اور سنت اللہ تعالی نے نازل کی ہے اور آپ کو ان کی تعلیم دی کہ آپ ان کو نزول سے پہلے نہیں جانتے تھے۔

(۶) تفسیر قرآن کے جو اصول آپ نے پیش کئے ہیں اس کے مطابق قرآن کی کوئی آیت نبی کریم ﷺ کی کوئی حدیث یا صحابی کا کوئی قول پیش کریں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو جمیع ماکان ومایکون کا کلی علم تفصیلی دے دیا گیا تھا۔

(۷) ماقبل میں تفصیل گزر چکی ہے کہ "ما" اور "کل" کا لفظ عموم کیلئے علی الاطلاق نہیں آتا۔

{آیت نمبر ۴،۵،۶}:

قرآن پاک میں آتا ہے:

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَاناً لِكُلِّ شَيْء وَ هُدىً وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرَى لِلْمُسْلِمِيْنَ
(سورۃ النحل، آیت 89)

اتاری ہم نے تم پر کتاب جو ہر چیز کا روشن بیان ہے اور مسلمانوں کیلئے ہدایت و رحمت و بشارت۔

ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:

مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَ لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِى بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْء
(سورۃ یوسف آیت، 111)

قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف صاف

جدا جدا بیان۔

ایک اور مقام پہ ارشاد خداوندی ہے

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ

(سورۃ الانعام، آیت 38)

ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

دیکھیں اللہ نے فرمادیا کہ ہم نے اس قرآن میں ہر ہر چیز کا صاف بیان فرمادیا ہے اور قرآن آپ کے سینے میں لحاظ آپ کو بھی تمام علوم جمیع ما کان و ما یکون کے حاصل تھے آیت میں کل کا لفظ آیا ہے جو کبھی خاص ہو کر مستعمل نہیں ہوتا۔

جواب: آپ کا اس آیت سے استدلال باطل ہے اس لئے کہ پہلی آیت جو پیش کی وہ سورہ نحل کی آیت کا ایک ٹکڑا ہے اور سورہ نحل مکی اور دوسری آیت سورہ یوسف کی آخری آیت کا حصہ ہے اور سورہ یوسف بھی مکی ہے تیسری آیت سورہ انعام کی آیت کا ایک جز ہے اور سورہ انعام بھی مکی ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اس دور میں تو آپ خود بھی نبی کریم ﷺ کیلئے جمیع ما کان و ما یکون کا علم ثابت نہیں کرتے تھے اس دور میں آپ کا بھی عقیدہ تھا کہ بہت سے علوم ابھی نبی کریم ﷺ کو نہیں دیئے گئے تو پھر ان آیات سے استدلال کیسے درست ہوا؟ نیز ہم نے ما قبل میں مدنی آیتیں پیش کی جس میں صاف اور صریح طور پر آپ ﷺ سے جمیع ما کان و ما یکون کے علم غیب کی نفی کی گئی ہے۔

(۲) آپ کو ان میں اصل مغالطہ کل کے لفظ سے لگا ہے جس کی تفصیل ما قبل میں عرض کر دی گئی ہے۔

(۳) علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ عَلَى مَا ذهب اليه جَمْع '' ما يَتَعَلَّقُ بامور الدين اى بيانا بليغا لكل شيء يتعلق بذالك و من جملته احوالُ الْأُمَمِ مع انبيائهم عليهم السلام و كذا ما اَخْبَرت به هذه الآية من بَعْثِ الشهداء و بعثه عليه الصلوة والسلام فانتظام الآية بما قبلها ظاهر

والدلیل علی تقدیر الوصف المخصَّصِ للشیء المُقَامِ وَ اَنَّ بعثۃ الانبیاء علیہم الصلوۃ والسلام انما ھی لبیان الدین

(روح المعانی، ج 7، ص 452)

کل شیء سے مراد جیسا کہ حضرات مفسرین کرام کی ایک بڑی جماعت اس طرف گئی ہے وہ امور ہیں جو دین سے متعلق ہوں یعنی امور دین کی پوری تشریح اس میں مذکور ہے اور منجملہ ان کے وہ حالات بھی اس میں مندرج ہیں جو امم سابقہ کو حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ پیش آئے اور اسی طرح اس آیت میں اس کا بیان بھی ہے کہ قیامت کے دن دیگر گواہوں کی شہادتیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کی گواہی کیسے ہوگی؟ اس اعتبار سے آیت کا ماسبق کے ساتھ ربط بھی بالکل ظاہر ہے اور کل شیء سے امور دین کے وصف مخصص کی ضرورت کے بحسب مقام ضروری ہے علاوہ بریں حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی دنیا میں بعثت ہی بیان دین کیلئے ہوتی ہے لہذا امور دین کی قید لگائی گئی ہے۔

علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تبیانا لکل شیء من امور الدین اَمَّا فی الاحکام المنصوصۃِ فظاہر کذا فیما ثَبت بالسنۃ او بالاجماع او بقول الصحابۃِ او بالقیاس لان مرجِعَ الکل الی الکتاب حیث اَمَرَنا فیہ باتباع رسولہ و طاعتہ

(مدارک، ج 2، ص 229)

تبیانا لکل شیء سے امور دین کا بیان مراد ہے احکام منصوصہ میں تو بالکل ظاہر ہے اور اسی طرح جو احکام سنت یا اجماع یا قول صحابی یا قیاس سے ثابت ہیں کیونکہ ان سب کا مرجع کتاب اللہ ہی ہے کہ اس میں ہمیں آنحضرت ﷺ کی اتباع اور طاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں صرف امور دین مراد ہیں عام اس کے حلال وحرام سے متعلق ہوں یا امر و نواہی سے۔ اس آیت سے تو غیر شرعی وغیر دینی امور کا بھی اثبات نہیں ہو رہا چہ جائیکہ ہر ہر چیز کا کلی تفصیلی علم غیب۔

سورہ یوسف کی پیش کی گئی آیت کی تفسیر میں بھی علامہ نسفی رح فرماتے ہیں:

يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ (مدارک ج2ص139)

اور بیضاوی لکھتے ہیں:

وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْئٍ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ (بیضاوی ج2ص261)

اور امام جلال الدین لکھتے ہیں:

وَ تَفْصِيْلَ تَبْيِيْنَ كُلِّ شَيْئٍ يَحْتَاجُ اِلَيْهِ فِي الدِّيْنِ (جلالین ص200)

تفصیل کل شیء سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر وہ چیز بیان کی گئی ہے جسکی دینی لحاظ سے لوگوں کو حاجت ہو۔

(۳) امام سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ عُلُوْمَ الْقُرْآنِ ثَلَاثَةُ اَقْسَامٍ الْاَوَّلُ عِلْم '' لَمْ يُطْلِعِ اللّٰهُ عَلَيْهِ اَحَداً مِّنْ خَلْقِهِ وَهُوَ مَا اسْتَاثَرَ بِهِ مِنْ عُلُوْمِ اَسْرَارِ كِتَابِهِ مِنْ مَّعْرِفَةِ كُنْهِ ذَاتِهِ وَ غُيُوْبِهِ الَّتِيْ لَا يَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ وَ هٰذَا لَا يَجُوْزُ لِاَحَدٍ الْكَلَامُ فِيْهِ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ اِجْمَاعاً

(الاتقان، ج2،ص263)

تو جان لے کہ علوم قرآن تین قسم کے ہیں اول وہ قسم ہے جس پر اللہ تعالی نے اپنی مخلوق میں سے کسی ایک کو مطلع نہیں کیا اور وہ ایسے علوم ہیں جن کو اللہ تعالی نے اپنی کتاب کے رموز میں اپنی ذات کی حقیقت کے اسرار اور ان غیوب کے جن کا علم اس کے بغیر اور کسی کو نہیں صرف اپنے ہی ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اس قسم کے علم میں کسی وجہ سے کسی کیلئے کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور اسی پر اجماع ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

وَاَمَّا مَا لَا يَعْلَمُهُ اِلَّا اللّٰهُ تَعَالٰى فَهُوَ مَا يَجْرِىْ مَجْرَى الْغُيُوْبِ نَحْوَ الْآيِ الْمُتَضَمِّنَةِ قِيَامَ السَّاعَةِ وَ تَفْسِيْرَ الرُّوْحِ وَالْحُرُوْفَ الْمُقَطَّعَةِ وَ كُلَّ

مُتَشَابِہٖ فِی الْقُرْآنِ عِنْدَ اَہْلِ الْحَقِّ فَلَا مَسَاغَ لِلْاِجْتِہَادِ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ

(الاتقان، ج 2 ص 262)

اور بہر حال وہ علم جس کو اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی نہیں جانتا تو وہ غیوب کی مد میں ہیں مثلاً وہ آیتیں جو قیامت اور روح کی تفسیر اور حروف مقطعات پر مشتمل ہیں اور اسی طرح قرآن کریم میں جملہ متشابہات کا بھی اہل حق کے نزدیک یہی نظریہ ہے کیونکہ ان کی تفسیر میں اجتہاد کا کوئی دخل نہیں ہے اور ان کے حاصل ہونے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی سورہ اعراف کی آیت نمبر 145 میں "کل" کا معنیٰ کرتے ہیں:

"کل شیئ سے مراد احکام شرعیہ ہیں جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی عمل فرماتے ہیں اور بنی اسرائیل بھی"۔

(تفسیر نعیمی، ج 9 ص 188)

لیجئے آپ ہی کے مفسر اعظم کی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ کل برائے تحدید ہے نہ کہ عموم۔

(۴) اگر کل یہاں علی الاطلاق عموم کیلئے ہے تو مولانا صاحب آپ نے اسے کیوں ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ سے مقید کر دیا؟

(۵) آپ نے جو عقیدہ لکھوایا ہے اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی حدیث یا کسی صحابی کا قول پیش کرو کہ اس سے مراد وہی کچھ ہے جو آپ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی کا اقرار

"بعض علماء نے کہا ہے کہ ابتداء آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک کے تمام واقعات کا ذکر قرآن مجید میں ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے"۔

(تبیان القرآن، ج 6 ص 547)

سورہ یوسف کی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"فرمایا اس میں ہر چیز کی تفصیل ہے اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ اس میں حضرت یوسف کے قصہ کی پوری تفصیل ہے اور اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ اس قرآن میں بندوں کی دنیا اور

آخرت کی فلاح سے متعلق تمام احکام شرعیہ کی تفصیل ہے اور ان کی رشد و ہدایت اور اصلاح عقاید اور مبداء اور معاد کی تمام تفصیل اس میں موجود ہے۔اس کا یہ معنیٰ نہیں ہے کہ اس میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک رونما ہونے والے تمام واقعات کی تفصیل ہے اور آسمانوں اور زمینوں کے تمام حقائق اور ان کے تمام اسرار ورموز اور ان کے تمام منافع اور مضار کی تفصیلات اس قرآن میں ہیں کیونکہ قرآن مجید تاریخ جغرافیہ اور سائنس کی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ رشد و ہدایت کی کتاب ہے اور اس میں رشد اور ہدایت سے متعلق تمام تفصیلات ہیں"۔

(تبیان القرآن، ج5،ص883)

آیت نمبر ۷

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ (سورۃ التکویر، آیت:24)

دیکھو قرآن کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ غیب بتلانے میں بخیل نہیں اور تم ان کے غیب کا انکار کرتے ہو۔

جواب:

(۱) کون کافر نبی کریم ﷺ کے اخبار غیوب کا انکار کر رہا ہے؟ یہ آیت ہمارے خلاف نہیں حضور ﷺ نے ماضی مستقبل کے غیوب کی خبر دی۔ یات تو علم غیب کلی یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کے علم کلی کی بات ہو رہی ہے جس کا اس آیت میں دور دور تک ذکر نہیں کیوں تحریف کرتے ہو؟

(۲) یہاں امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ راجح یہی ہے کہ اس آیت میں غیب سے مراد قرآن ہے یعنی قرآن کے احکام بتلاتے اس میں جو قصص واخبار ہیں ان کی خبر دیتے ہیں اس معاملے میں آپ پر کوئی غلط بیانی کا الزام نہیں آپ ثقہ ہیں۔

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ اي: وَمَا مُحَمَّدٌ عَلَى الْغَيْبِ بِظَنِينٍ وَالْغَيْبُ هَاهُنَا الْقُرْآنُ وَمَا فِيهِ مِنَ الْاَنْبَاءِ وَالْقَصَصِ وَالظَّنِينُ الْمُتَّهَمُ

يُقَالُ: ظَنَنْتُ زَيْدًا فِي مَعْنَىٰ اتَّهَمْتُهُ وَلَيْسَ مِنَ الظَّنِّ الَّذِي يَتَعَدَّى إِلَى مَفْعُولَيْنِ وَالْمَعْنَىٰ مَا مُحَمَّدٌ عَلَى الْقُرْآنِ بِمُتَّهَمٍ اَيْ هُوَ ثِقَةٌ فِيمَا يُؤَدِّي عَنِ اللّٰهِ وَمَنْ قَرَا بِالضَّادِ فَهُوَ مِنَ الْبُخْلِ يُقَالُ ضَنَنْتُ بِهِ اَضِنُّ اَيْ بَخِلْتُ وَالْمَعْنَىٰ لَيْسَ بِبَخِيلٍ فِيمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالَ الْفَرَّاءُ:

يَاتِيهِ غَيْبُ السَّمَاءِ وَهُوَ شَيْءٌ نَفِيسٌ فَلَا يَبْخَلُ بِهِ عَلَيْكُمْ وَقَالَ اَبُو عَلِيٍّ الْفَارِسِيُّ: الْمَعْنَىٰ اَنَّهُ يُخْبِرُ بِالْغَيْبِ فَيُبَيِّنُهُ وَلَا يَكْتُمُهُ كَمَا يَكْتُمُ الْكَاهِنُ ذٰلِكَ وَيَمْتَنِعُ مِنْ إِعْلَامِهِ حَتّٰى يَاخُذَ عَلَيْهِ حُلْوَانًا وَاخْتَارَ اَبُو عُبَيْدَةَ الْقِرَاءَةَ الْاُولَى لِوَجْهَيْنِ: اَحَدُهُمَا: اَنَّ الْكُفَّارَ لَمْ يُبَخِّلُوهُ وَإِنَّمَا اتَّهَمُوهُ فَنَفْيُ التُّهْمَةِ اَوْلَى مِنْ نَفْيِ الْبُخْلِ وَثَانِيهَا: قَوْلُهُ: عَلَى الْغَيْبِ وَلَوْ كَانَ الْمُرَادُ الْبُخْلَ لَقَالَ بِالْغَيْبِ لِاَنَّهُ يُقَالُ: فُلَانٌ ضَنِينٌ بِكَذَا وَقَلَّمَا يُقَالُ عَلَى كَذَا

(تفسیر کبیر ج 15 ص 170)

علامہ بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَا هُوَ يَعْنِي مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْغَيْبِ اَيِ الْوَحْيِ وَخَبَرِ السَّمَاءِ وَمَا اطَّلَعَ عَلَيْهِ مِمَّا كَانَ غَائِبًا عَنْهُ مِنَ الْاَنْبَاءِ وَالْقَصَصِ

(تفسیر بغوی ج 8 ص 351)

مراد یہ ہے کہ یہاں غیب سے مراد علم غیب نہیں بلکہ انباء الغیب ہے یعنی وحی، آسمان کی خبریں جس پر اللہ نے آپ کو مطلع کیا۔

اب کچھ تو شرم کریں کیا یہ وہ چیز ہے جو آپ اور ہمارے درمیان مختلف فیہ ہے؟

غرض آیت میں اولاً قطعی طور پر غیب نہیں لہذا آیت قطعی المدلول نہ رہی اصول میں گزر چکا کہ ایسی آیت سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔ ثانیاً غیب ہی مراد ہو تب بھی ہمارے خلاف نہیں ہم غیب کی خبروں کے منکر نہیں ایسے شخص کا حکم تو ہم اپنے دعوے میں واضح کر چکے ہیں۔

وَما هُوَ عَلَى الْغَيْبِ مَا مُحمد'' عَلَى الْوَحْيِ بِضَنِينٍ بِبَخِيل من الضَّنِّ وهو البُخلُ أي لا يَبْخَلُ بالوحي كما يبخل الكُهَّانُ رَغْبَةً فِي الحُلْوَان بل يُعَلِّمُهُ كما عُلِّمَ ولا يَكْتُمُ شيئاً مما عُلِّمَ بظنين مَكِّي'' وابو عمرو وعلي أي بمتَّهم فَيُنْقِصُ شيئاً مما أوحي إليه أو يَزِيدُ فيه من الظِّنَّة وهـ التُّهمة

(تفسیر نسفی، ج3،ص 608)

علامہ نسفی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ وحی بتلانے پر بخیل نہیں ضنین بمعنی بخیل ہے۔ اور یہ ضن سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے بخل کرنا۔ یعنی نبی کریم ﷺ وحی الہی بتلانے میں بخل سے کام نہیں لیتے۔ جیسا کے کہان نذرانے لینے کے شوق میں کوئی بات بتلانے میں بخل سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ آپ وحی کی باتیں اسی طرح بتلاتے ہیں جس طرح آپ کو بتلایا جاتا اور سکھایا جاتا ہے۔ آپ کو جو سکھایا جاتا ہے آپ اس میں کچھ نہیں چھپاتے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب سے بہترین تفسیر اس آیت کی یہ ہے کہ غیب سے مراد اللہ کی وحی ہے اس کے بتلانے میں اور اس کی تعلیم دینے میں یہ نبی ﷺ بخیل نہیں۔

اوْلَى التَّاوِيلَيْنِ بِالصَّوَابِ فِي ذَلِكَ تَاوِيلُ مَنْ تَاوَّلَهُ: وَمَا مُحَمَّدٌ عَلَى مَا عَلَّمَهُ اللَّهُ مِنْ وَحْيِهِ وَتَنْزِيلِهِ بِبَخِيلٍ بِتَعْلِيمِكُمُوهُ ايُّهَا النَّاسُ بَلْ هُوَ حَرِيصٌ عَلَى انْ تُومِنُوا بِهِ وَتَتَعَلَّمُوهُ

(تفسیر طبری، ج24،ص 170)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے در منثور میں امام مجاہد، قتادہ، عکرمہ، سعید بن منصور، عبد بن حمید، ابن المنذر، ابن مزدوی ※، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے اس کی ایک ہی تفسیر نقل کی اور وہ یہ کہ یہاں غیب سے مراد قرآن ہے۔

وَأخرج عبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر عَن مُجَاهِد {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} يَقُول: مَا كَانَ يضن عَلَيْكُم بِمَا يعلم

وَأخرج عبد بن حميد عَن عِكْرِمَة {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} قَالَ:

إن النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم لم يضن بِمَا أنزل الله عَلَيْهِ وَأخرج عبد بن حميد عَن قَتَادَة {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} قَالَ: كَانَ هَذَا الْقُرْآن غيباً أعطَاهُ الله تَعَالَى مُحَمَّدًا فبذله وَعلمه ودعا إِلَيْهِ وَمَا ضن بِهِ وَأخرج ابْن الْمُنْذر عَن الزُّهْرِيّ {وَمَا هُوَ على الْغَيْب بضنين} قَالَ: لَا يضن بِمَا أُوحِي إِلَيْهِ وَأخرج سعيد بن مَنْصُور وَعبد بن حميد وَابْن الْمُنْذر وَابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن مَسْعُود انه قَرَأهَا وَمَا هُوَ على الْغَيْب بظنين قَالَ: مَا هُوَ على الْقُرْآن بمتهم وَأخرج ابْن مرْدَوَيْه عَن ابْن عَبَّاس وَمَا هُوَ على الْغَيْب بظنين قَالَ: لَيْسَ بمتهم على مَا جَاءَ بِهِ وَلَيْسَ بضنين على مَا أُوتِيَ بِهِ وَأخرج عبد بن حميد عَن زر قَالَ: الْغَيْب الْقُرْآن فِي قرَاءتنا بظنين مُتَّهم وَفِي قراءتكم {بضنين} ببخيل

(تفسیر درمنثور، ج8،ص436)

امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن غیب یعنی چھپی ہوئی چیز تھی اللہ تعالی نے محمد ﷺ پر نازل فرمایا اب آپ اسے چھپاتے نہیں بلکہ ہر ایک کیلئے اس کی تعلیم وتبلیغ آپ ﷺ کی طرف سے عام ہے۔

كَانَ الْقُرْآنُ غَيْبًا فَأَنْزَلَهُ اللَّهُ عَلَى مُحَمَّدٍ فَمَا ضَنَّ به على الناس بل نشره وبلغه وَبَذَلَهُ لِكُلِّ مَنْ أَرَادَهُ

(تفسیر ابن کثیر، ج8،ص337)

ایک الزامی جواب

بالفرض علی سبیل المحال آیت کا مطلب یہی ہو جو آپ بتلا رہے ہیں تو آیت میں تو ہے کہ آپ معاذاللہ کلی علم غیب بتلانے میں بخل نہیں کرتے تو پھر تو آپ نے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو اپنا کلی علم غیب بتلا دیا ہوگا تو اس معاملے میں تو صحابہ کرام اور آپ ﷺ برابر ہو گئے، اگر نہیں تو حضور ﷺ پر پھر بخل کا الزام آتا ہے معاذاللہ۔

احادیث سے دلائل

ماقبل میں جو اصول نقل کئے ہیں ان کے مطابق ہی حدیث قبول کرنی ہے۔خاص کر اصول نمبر 7,3,2 یہاں بہت کام آئے گا۔

پہلی حدیث

جامع ترمذی شریف وغیرہ کتب کثیر آئمہ حدیث میں باسانید عدیدہ وطرق متنوعہ دس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے اور یہ حدیث ترمذی کی معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فَرَأیْتُہٗ عَزَّ وَجَلَّ وَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتْفَیَّ فَوَجَدتُّ بَرْدَ اَنَامِلِہٖ بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَتَجَلّٰی لِیْ کُلُّ شَیْئٍ وَعَرَفْتُ

میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا اس نے اپنا دست قدرت میری پشت پر رکھا کہ میرے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس ہوئی اسی وقت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے سب کچھ پہچان لیا۔(انباء المصطفیٰ ص 16)

جواب: حدیث کی سند: اس کی مکمل سند ملاحظہ فرمائیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُعَاذُ بْنُ ہِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ قَتَادَۃَ عَنْ اَبِیْ قِلَابَۃَ عَنْ خَالِدِ بْنِ لَجْلَاجٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ

قال یحیی بن عمارۃ حدثنا عبد بن حمید حدثنا عبد الرزاق عن معمر عن ایوب عن ابی قلابۃ عن ابن عباس

(ترمذی ج2 ص 159)

اس روایت میں قتادۃ عن ابی قلابۃ ہیں اور قتادہ مدلس ہیں۔

(طبقات المدلسین ص:43)

بلکہ ابن معین فرماتے ہیں قتادۃ کا ابی قلابۃ سے سماع ثابت نہیں۔

قَالَ ابنُ مَعِیْنٍ قَتَادَةُ لَمْ یَسْمَعْ مِنْ ابِیْ قِلَابَةَ شَیْئاً
(التعدیل والتجریح، ص 1203، تہذیب الکمال للمزی، ج 23، ص 510، رقم 4848، من اسمہ قتادۃ)

قَالَ عَمْرُو بْنُ عَلِیٍّ لَمْ یَسْمَعْ قَتَادَةُ مِنْ ابِیْ قِلَابَةَ
(تہذیب التہذیب، ج 3، ص 430، حرف القاف، من اسمہ قتادۃ، تہذیب الکمال، ج 14، ص 546، رقم 3283 فی ذکر عبد اللہ بن زید)

مولانا احمد رضا خان کہتا ہے مختلف طرق سے مروی ہے جبکہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
قَدْ رُوِیَ مِنْ وَجْهٍ آخَرَ وَ کُلُّهَا ضَعِیْفٌ''
(کتاب الاسماء والصفات، 319، رقم 645)

یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی مروی ہے مگر سب سندیں اس کی ضعیف ہیں۔
اور ابوقلابہ کے بارے میں مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:
''اس کی دوسری سند میں ابوقلابہ ہے جو خارجی المذہب تھا یعنی ناصبی دیکھو تہذیب''۔
(جاء الحق، ص 543)

ابوقلابہ کی روایت اگر آپ کے خلاف ہو تو خارجی و ناصبی ہونے کی وجہ سے ضعیف حجت نیست مگر اپنا عقیدہ ثابت کرنے کیلئے اسی سے استدلال کرتے ہو۔

معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت مولانا احمد رضا خان صاحب نے نقل کی ہے اس میں عبدالرحمن بن عائش الحضرمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اس روایت کی تصحیح امام ترمذی سے اس طرح نقل کی:

هذا حديث حسن سالت محمد بن اسمعيل عن هذا الحديث فقال صحيح
یہ حدیث حسن صحیح ہے میں نے امام بخاری سے اس کا حال پوچھا فرمایا صحیح ہے۔
(انباء المصطفیٰ، ص 16)

لیکن ان عبدالرحمن بن عائش الحضرمی اور ان کی اسی حدیث کے بارے میں امام بخاری رحمۃ

اللہ علیہ یہ بھی فرماتے ہیں:

لَہٗ حَدِیْث ''وَّاحِد'' (وَھُوَ حَدِیْثُ الرُّؤْیَۃِ) اِلَّا اَنَّھُمْ یَضْطَرِبُوْنَ فِیْہ

(تہذیب التھذیب، ج 2، ص 521، تہذیب الکمال، ج 17، ص 202،، تاریخ دمشق .
ج 34، ص 473، الاسماء والصفات، ص 318)

ان سے صرف حدیث رویت (مندرجہ بالا روایت) ہی منقول ہے مگر حضرات محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہ اس میں اضطراب کرتے ہیں

(وَقَالَ الذَّہَبِیُّ) حَدِیْثُہٗ 'عَجِیْب ''وَّغَرِیْب''

(علامہ ذہبی فرماتے ہیں کہ) ان کی حدیث بڑی عجیب وغریب ہے۔

(میزان الاعتدال، ج 2، ص 571)

اور حدیث مضطرب ضعیف ہوتی ہے۔

اب اس اعتبار سے امام بخاری کی تصحیح و تحسین خود متعارض ہوگئی کہ لہذا اذا تعارضا تساقطا۔

حدیث مضطرب اور مفتی احمد یار گجراتی

مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''اس حدیث میں ایک نہیں بہت خرابیاں ہیں یہ منکر بھی ہے مضطرب بھی مدلس یا موضوع بھی''۔

(جاء الحق، ص 540)

ما قبل میں ہم نے یہ بھی ذکر کیا کہ قتادہ اس حدیث میں مدلس ہے لہذا بقول مفتی صاحب اس حدیث میں دو خرابیاں ہیں ایک اضطراب دوسری تدلیس۔

اس کی دونوں سندیں منقطع ہیں یاد رہے کہ اس کو ابو قلابۃ ابن عباس سے روایت کر رہے ہیں حالانکہ ابن جابرؒ سے اس کی ایک اور سند ہے اس میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی جگہ حضرت عبد الرحمن بن عائشؒ الحضرمی کا نام ہے اور یہی سند صحیح ہے جس نے اسے عبد اللہ بن عباسؓ سے نقل کیا اس نے غلطی کی۔ اور حضرت عبد الرحمن بن عائش صحیح قول کے مطابق صحابی نہیں ہیں۔ حوالہ جات ملاحظہ ہو۔

قَالَ ابُوْ زُرْعَةَ الدِّمَشْقِيُّ قُلْتُ لِاحْمَدَ انَّ ابْنَ جَابِرٍ يُحَدِّثُ عَنِ ابْنِ اللَّجْلَاجِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَائِشٍ حَدِيْثَ رَايْتُ رَبِّيْ فِيْ احسن صورة و يحدث به قتادة عن ابی قلابة عن خالد بن اللجلاج عن ابن عباس قال هذا ليس بشیء والقول ما قال ابن جابر

(تہذیب التہذیب، ج2، ص521)

قَالَ ابُوْ حَاتِمٍ هُوَ تَابِعِيٌّ'' وَّ اخْطَاَ مَنْ قَالَ لَهٗ 'صُحْبَةٌ''

(تہذیب التہذیب، ج2، ص521)

شرم کرو ایسی ضعیف حدیث کو عقائد کے باب میں پیش کرتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

(۲) بالفرض حدیث صحیح ہو تب بھی خبر واحد ہے اور عقائد کے باب میں حجت نہیں۔

(۳) حدیث کے بعض طرق میں'' ما'' کا لفظ ہے اور بعض میں'' کل'' اور اس صورت میں اس سے استدلال تبھی صحیح ہوسکتا ہے جب ان الفاظ کو عموم کیلئے مانا جائے اور ما قبل میں وضاحت ہو چکی ہے کہ یہ دونوں الفاظ عموم کیلئے علی الاطلاق نہیں آتے۔

(۴) حدیث میں مذکور یہ واقعہ تکمیل قرآن سے پہلے کا ہے یا بعد کا اگر بعد کا تو اس پر دلیل؟ اگر پہلے کا ہے تو اس وقت تو آپ بھی نبی کریم ﷺ کیلئے اس کلی علم غیب نہیں مانتے پھر اس سے استدلال کیسے درست؟

(۵) اس حدیث کے الفاظ ہیں:

فقال یا محمد هل تدری فیم یختصم الملاء الاعلی قال قلت لا فوضع یده بین کتفی حتی وجدت بردها بین ثدیی او قال فی نحری فعلمت ما فی السموت و ما فی الارض قال یا محمد هل تدری فیم یختصم الملا الاعلی قلت نعم فی الکفارات المکث فی المسجد بعد الصلوت و المشیء علی الاقدام الی الجماعات و اسباغ الوضوء فی المکاره... الحدیث

(ترمذی، ج2، ص159)

اس حدیث میں اس کی صاف وضاحت ہے کہ جو علم آپ کو اس وقت حاصل ہوا وہ کفارات نماز کے بعد مسجد میں ٹھہرنے جماعت کی طرف چلنے وغیرھا کے فضائل کے متعلق تھا۔

(۸) امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنھم صفات الواجب جل مجدہ من العلم الغیب و القدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک و لیس ذالک بنقص ...و ان استدل بقولہ علیہ الصلوۃ و السلام فتجلی لی کل کل شیء قلنا ھو بمنزلۃ قولہ تعالی فی التوراۃ تفصیلا لکل شیء و الاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب المقام و لو سلم فھذا عند وضع اللہ یدہ بین کتفیہ ثم لما سری عنہ ذالک فلا بعد من ان یکون تعلیم تلک الامور ثانیا فی حالۃ اخری

(تفہیمات الٰہیہ، ج2، ص24,25)

پھر جاننا چاہئے کہ واجب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے باری تعالی کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہاں کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے ۔۔۔اور اگر (کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر) فتجلی لی کل شیء سے استدلال کرے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلا لکل شیء آیا ہے ۔اور اصل عمومات میں مقام کے مناسب تخصیص کرنا ہے اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کیلئے تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کیلئے تھی جب کہ اللہ تعالی نے دست قدرت آپ کی پشت پر رکھا تھا پھر جب اللہ تعالی نے دست قدرت اٹھایا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سو اس میں کوئی بعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

غور فرمائیں شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے صفات باری تعالی یعنی علم غیب کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں ان کی کوئی تنقیص نہیں ۔اگر کوئی بریلوی اس حدیث سے استدلال

کرے تو میرا (شاہ صاحب) کا جواب یہ ہے کہ اس میں کل عموم حقیقی کیلئے نہیں بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ ماقبل میں بتادیا گیا کہ وہ علم پاوں پر مسجد تک چلنے کی نماز کے انتظار کرنے کے متعلق تھا الخ اس حدیث میں فتجلی لی کل شی ءکو اسی طرح سمجھنا چاہئے جس طرح قرآن پاک میں اللہ تعالی نے تورات کے متعلق تبیانا لکل شی ء فرمایا جس طرح وہاں امور دین مراد ہیں اس میں بھی یہی مراد ہے۔ اور بالفرض اس سے تمام امور دین کا علم مراد بھی ہو تو اجمالی اسی وقت کے متعلق تھا بعد میں اللہ تعالی ان امور کی تفصیل وحی کے ذریعہ آپ کو بتاتا رہا جیسا کہ واضح ہے۔

ائمہ کلام کا اس حدیث کے بارے میں فیصلہ

ائمہ کلام نے اس حدیث کو متشابہات میں ذکر کیا ہے لہذا اس حدیث سے استدلال بالکل بھی جائز نہیں۔ امام بیہقی رحمہ اللہ اس حدیث پر کلام کرنے کے بعد اپنا آخری فیصلہ یہی صادر فرماتے ہیں:

وَفِيْ ثُبُوْتِ هٰذَا الْحَدِيْثِ نَظر ''۔ (الاسماوالصفات، ص 319)

اس حدیث کا ثبوت محل نظر ہے۔

امام ابن جوزی حنبلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قال احمد رضی الله عنه اَصْلُ هَذَ الْحَدِيْثِ وَ طُرُقُهٗ مُضْطَربة يرويه معاذ عن رسول الله ﷺ و كل اسانيده مضطربة ليس فيها صحيح

(دفع شبہ التشبیہ، ص 149)

خلاصہ کلام یہ کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس روایت کے تمام طرق میں اضطراب ہے (مختلف طرق سے جو مروی ہے اس میں سے کوئی بھی) صحیح نہیں۔

امام ابن جوزی اس کے بعد اس روایت کے اضطراب کو ثابت کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

قلت والعجب مع اضطراب هذه الاحاديث و كون مثلها لا يثبت به حكم فی الوضو (كيف يحتجون بها اصول الدين و العقائد)

(دفع شبہ التشبیہ، ص 151)

تعجب ہے ایسی مضطرب حدیث سے تو وضو کا کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا چہ جائکہ اس سے اصول دین وعقائد میں استدلال کیا جائے۔

حدیث نمبر ۲

امام احمد مسند اور ابن سعد طبقات اور طبرانی معجم میں بسند صحیح حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ تعالی عنہ اور ابو یعلی وابن منیع وطبرانی حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالی عنہ سے راوی ہے:

لَقَدْ تَرَكَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا يُحَرِّكُ طَائِرٌ جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَاءِ إِلَّا ذَكَرَنَا مِنْهُ عِلْمًا

نبی ﷺ نے ہمیں اس حال پر چھوڑا کہ ہوا میں کوئی پرندہ پر مارنے والا ایسا نہیں جس کا علم حضور نے ہمارے سامنے بیان نہ فرمادیا ہو۔ (انباء المصطفی ص 17)

جواب: مسند امام احمد میں اس کی سند میں یہ الفاظ ہیں:

حَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ مُنْذِرٍ حَدَّثَنَا اَشْيَاخٌ مِنَ التَّيْمِ قَالُوا: قَالَ اَبُو ذَرٍّ

(مسند،ج 35،ص 290، رقم 21361)

اب معلوم نہیں کہ یہ اشیاخ کون اور کیسے تھے ضعیف یا ثقہ؟ ایسی مجہول راویوں کی سند سے مروی حدیث سے احتجاج کرنا اور پھر اسے صحیح بھی کہنا کیا کھلا دھوکا نہیں؟۔

(۱) بالفرض روایت صحیح ہو تو وضاحت ہو چکی ہے کہ عقائد کے باب میں خبر واحد حجت نہیں۔

(۲) روایت میں "منہ" میں من تبعیضیہ ہے مقصود بعض علم ہے اس سے کل علم کہاں ثابت ہوا؟

(۳) اس سے تو زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ نبی کریم ﷺ نے پرندوں کے بارے میں بتایا تھا اس سے ہر ہر چیز کا کلی علم غیب کہاں ثابت ہوگیا؟ نیز آپ کا دعوی کلی علم غیب یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القامۃ کا ہے جبکہ اس میں تو صرف پرندوں کے متعلق بیان کا ذکر ہے۔

(۴) کسی مستند بین الفریقین محدث کا حوالہ اس حدیث کی تشریح میں دو کہ اس سے نبی کریم ﷺ کا کلی علم غیب یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا ذرے ذرے کا علم ثابت ہوتا ہے۔

(۵) علامہ محمد بن طاہر محدث حنفی فتنی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہیں:

ترکنا رسول اللہ ﷺ وما طائر یطیر الا عندنا منہ علم یعنی استوفی بیان الشریعۃ حتی لم یبق مشکل نضر بہ مثلا و قیل اراد انہ لم یترک شیاء الا بینہ حتی احکام الطیر وما یحل وما یحرم و کیف وما الذی یفدی منہ المحرم اذا اصابہ ونحوہ

(مجمع بحار الانوار، ج2، ص327)

کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس سال اس حال میں چھوڑا کہ کوئی اڑنے والا پرندہ ایسا نہیں جس کا علم ہمیں نہ ہو یعنی آپ نے شریعت کو کماحقہ پورا بیان فرمایا ہے حتی کہ کوئی مشکل باقی نہیں رہی اور یہ ارشاد بطور مثال آپ نے بیان فرمائی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کوئی چیز آپ نے چھوڑی جو آپ نے نہ بیان کی ہو حتی کہ پرندوں کے احکام اور ان میں جو حلال و حرام ہیں اور اس قسم کی دیگر کیفیت اور یہ کہ جب محرم کسی جانور کو قتل کرے تو اس پر کیا کفارہ لازم آتا ہے وغیرہ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے وہاں پرندوں کی نسل، تعداد، مادہ خلقت، پیدائش، موت، طریقہ خوراک، رہن سہن کے بارے میں معاذ اللہ معلومات نہیں دی تھیں بلکہ ان سے متعلق حرام و حلال کے جو مسائل تھے جن کا تعلق شریعت سے تھا اس کو بیان فرمایا اور یہی آپ ﷺ کی شان رسالت کے مناسب ہے۔

تفصیلی دلائل کیلئے ان کتب کا مطالعہ کریں

ہم نے انتہائی اختصار کے ساتھ صرف چند رضاخانی دلائل کا جواب دیا ہے باقی دلائل کا رد بھی اسی طرز سے کریں ہمارے موقف پر تفصیلی دلائل پڑھنے اور رضاخانیوں کے دلائل کا بالتفصیل جواب پڑھنے کیلئے فاتح رضاخانیت حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب: ''بوارق الغیب'' اور امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''ازالۃ الریب'' اور ''اظہار العیب'' کا مطالعہ فرمائیں ہم نے بھی اس سے کافی استفادہ کیا ہے۔

اس عنوان پر گستاخ کون؟

عموماً بدعتی حضرات سادہ لوح عوام کو گمراہ کرنے کیلئے یہ دھوکا دیتے ہیں کہ یہ دیوبندی گستاخ ہیں یہ دیکھو یہ لوگ نبی کریم ﷺ کا علم غیب نہیں مانتے آپ ﷺ کو معاذ اللہ لاعلم مانتے ہیں آپ ﷺ کے معاذ اللہ علم کے منکر ہیں لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ رضاخانیوں نے اس عقیدہ کے درپردہ توہین رسالت ﷺ کا وہ باب کھولا ہے جس کا تصور بھی ممکن نہیں۔ آپ دیکھیں مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"تاریک راتوں میں تنہائی کے اندر جو کام کئے جاویں وہ بھی نگاہ مصطفی علیہ السلام سے پوشیدہ نہیں"۔

(جاء الحق ص 79)

العیاذ باللہ! غور فرمائیں تاریک راتوں میں کیا ہوتا ہے؟ مفتی صاحب کیا سمجھانا چاہ رہے ہیں؟ یہی کہ کوئی زنا کرے، کوئی بیوی کے ساتھ شب باشی کرے، کوئی شراب نوشی کرے، کوئی رنگ و سرور کی محفل میں عیاشی کرتا پھرے سب کچھ نبی کریم ﷺ دیکھ رہے ہیں معاذ اللہ۔ کیا کوئی بدعتی رضاخانی اپنے ماں باپ کے بارے میں یہ تصور برداشت کرسکتا ہے کہ اس کے والدین رات میں جو کچھ کر رہے ہوں مفتی صاحب ان سب کو ملاحظہ فرما رہے ہوں؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو خدارا انصاف فرمائیں کہ اس عقیدے کی آڑ میں کیا کیا زہر گھول کر پلایا جا رہا ہے۔

ماقبل میں ہم نے باحوالہ یہ بات پیش کی کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی طرف علم غیب کی نسبت کو ناپسند مکروہ جانا اور تفسیر مظہری والا کہتا ہے کہ جو ایسے کام کریں جس کو نبی کریم ﷺ نے ناپسند فرمایا تو وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دے رہے ہیں۔ اور اب اسی علم غیب کے عقیدے کو بار بار نبی کریم ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہیں بلکہ قرآن و حدیث سے اس کو اثبات کے مدعی ہیں کیا یہ سب نبی کریم ﷺ کو ایذا دینا نہیں؟

یہ اسی عقیدے ہی تو کارستانی ہے کہ شیطان کو نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں معاذ اللہ لایا جا رہا ہے کہ دیکھو شیطان کو علم غیب ہے تو نبی کریم ﷺ کو نہیں ہو سکتا؟۔

امام نسفی فرماتے ہیں کہ علم غیب نبی کریم ﷺ کے شان ہی نہیں تو حصول کیسا؟ لہذا یہ محض رضاخانیوں کا دھوکا ہے کہ اس علم کو نبی کی شان بتلایا جائے۔

اِنْ اَنَا اِلَّا عَبْدٌ'' اُرسلتُ نذیرا وبشیرا وما من شانی اَنْ اعلمَ الغیب
(تفسیر مدارک،1 ص 623)

☆......☆......☆......☆

باب سوم

(عقیدہ حاضر و ناظر)

دعوے کی تنقیح

بدعتی حضرات کے اس خود ساختہ عقیدے کی بنیاد بھی چونکہ قرآن و حدیث نہیں بلکہ ہوائے نفس ہے اس لئے اس باب میں بھی ان کے عقیدے متضاد ہیں جتنے منہ اتنے ہی عقیدے ملاحظہ ہو چند تضادات۔

بدعتی مذہب میں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر ماننا بے ایمانی ہے

{۱} امیر دعوت اسلامی الیاس عطار رضوی صاحب اللہ تعالیٰ کو مطلق حاضر ناظر ماننے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سوال: اللہ عزوجل کو حاضر ناظر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟؟

جواب: نہیں کہہ سکتے''۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص 571 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

{۲} نواب احمد رضا خان بانی بریلویت لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے۔ اسے حاضر و ناظر نہ کہنا چاہیئے''۔

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 14 ص 688-689)

ایک جگہ یوں اللہ کو حاضر ناظر کہنے سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سوال: خدا کو ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل ہر جگہ سے پاک ہے یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز لازم ہے''۔

(فتاوی رضویہ جلد 14 ص 640-641، کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص 572)

{۳} بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہر جگہ میں حاضر ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں''

(جاء الحق ص 168)

آگے اسی طرح حاضر ناظر کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے"۔

(ایضاً ص 169)

{۴} بریلوی ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی صاحب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وہابیہ کا یوں کہنا کہ "ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا یہ اللہ ہی کی شان ہے اوملخصاً۔ یہ محض جہالت و گمراہی وگمراہ گری ہے حاضر ناظر سرے سے صفات الٰہیہ سے نہیں اور نہ ان کا اطلاق اللہ پر جائز"۔

(فتاویٰ ملک العلماء ص 297)

{۵} نبیرہ اعلیٰ حضرت مولوی مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے سے متعلق لکھتے ہیں:

"جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر کے معانی حقیقۃ اللہ کے شان نہیں۔ اس لیے کہ وہ تمام معانی لوازم اجسام ہیں تو وہ اس کیلئے ہو سکتے ہیں جو جسم ہو تو اسے ہر جگہ حاضر ناظر ماننا اسے جسم کہنا ہے

تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً

یہاں سے ظاہر کہ اہلسنت پر اللہ کی صفت ثابت کی ہے اور یہ آپ کی کوئی نئی نہیں بلکہ آپ کے امام الطائفہ نے بھی خدا کو ہر جگہ حاضر ناظر کہہ کر اس کی توہین کی ہے پھر اس منہ سے توحید پرست بنتے ہو اور دوسروں کو مشرک بتاتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی"۔

(انوار رضا ص 115 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مفتی ازہری صاحب مزید لکھتے ہیں:

"اور میاں جی ہر جگہ حاضر ناظر خدا کیلئے خاص بتا چکے اور اس طرح اپنی توحید مذعوم میں روافض سے مل چکے جو حضرت علیؓ کی نسبتاً حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ مشرکین کے بھی مشابہہ ہو گئے جو رام کو ہر شئے میں رما ہوا جانتے ہیں"۔

(انوار رضا ص 117)

مندرجہ بالا تحریرات اپنے مطالب میں بالکل واضح اور صاف ہیں ان میں کوئی پیچیدگی نہیں پائی جاتی ۔ بریلویوں کا نظریہ اللہ پاک کے حاضر ناظر ہونے کے متعلق ناظرین ہم نے آپ کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے ۔ اس پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں ۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ:

(۱) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر نہیں کہہ سکتے ۔

(۲) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر نہ کہنا چاہیے ۔

(۳) یہ لفظ بہت برے معنیٰ کا احتمال رکھتا ہے ۔

(۴) یہ خدا کی صفت نہیں

(۵) خدا کیلئے اس صفت کو ماننا بے دینی ہے ۔

(۶) یہ سرے سے اللہ کی صفت ہی نہیں اس لئے سرے سے اس کا اطلاق ہی جائز نہیں ۔

(۷) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا جہالت و گمراہی ہے ۔

(۸) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا شرک ہے ۔

(۹) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے والے رافضی ہیں ۔

(۱۰) یہ لوگ مشرک بھی ہیں ۔

تلك عشرة كاملة

بدعتی اشکال

اللہ پاک جگہ مکان سے پاک ہے اس لیے اللہ کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا جائز نہیں ۔ ہم نے جو بے دینی

یا کفر کا کہا وہ تو اس عقیدے پر کہ اللہ کو "ہر جگہ میں" حاضر ناظر مانا جائے اگر مطلق مکان و جگہ سے پاک مانا جائے تو بے دینی یا کفر نہیں۔

الجواب

(i) یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اللہ پاک جگہ مکان سے پاک ہے۔ اللہ پاک کو کسی مکان وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے مگر "اللہ پاک ہر جگہ حاضر ناظر ہے" سے:

۱۔ اللہ پاک کا جسم مراد لینا۔

۲۔ اللہ پاک کے لئے جگہ ضروری مراد لینا۔

یہ بدعتی جہالتوں میں سے ایک بڑی جہالت ہے۔ اس کا ثبوت گھر سے ہی ملاحظہ کریں۔

بریلوی رئیس المناظرین مولوی نظام الدین ملتانی صاحب اللہ پاک کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔"

(انوار شریعت جلد دوم ص 243)

غور کریں کہ

اس آدمی نے اللہ پاک کو ہر جگہ و ہر مقام میں حاضر ناظر مانا اور پھر کہا کہ اگر اس طرح بذاتہ کسی اور کو حاضر ناظر مانا جائے تو وہ کافر ہے۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"اسی طرح ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ ہونا خدا تعالیٰ کی صفت ہے"

(معلم تقریر ص 147 مطبوعہ الفاروق بک فاؤنڈیشن لاہور)

شاید بدعتی اس تحریر کو دیکھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دینے کی کوشش کریں کہ اس میں تو "حاضر ناظر" کا لفظ نہیں تو ہم اتمام حجت کرتے ہوئے بدعتی حکیم الامت صاحب کی ایک اور عبارت پیش کر دیتے ہیں:

''وہ تو ہر جگہ ہمارے ساتھ حاضر ہے''

(معلم تقریر ص 146)

اب مزید بدعتی تضاد دیکھو کہ:

بدعتی رئیس المناظرین مفتی نظام الدین ملتانی صاحب لکھتے ہیں کہ:''ہر آن اور ہر وقت حاضر و ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے'' آگے لکھتے ہیں کہ:

''اللہ کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء و اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا ہی سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے''۔

(انوار شریعت جلد دوم ص 239)

مگر دوسری طرف بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی کی بھی سن لیں جو حضور اکرم ﷺ کے متعلق یہ عقیدہ لکھتے ہیں کہ:

''حضور علیہ السلام ہر جگہ ہیں''۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''ایسے ہی وہ محبوب ﷺ ہر آن ہمارے ساتھ ہیں''۔

(معلم تقریر ص 148)

آخری الفاظ یہ لکھے کہ:

''نبی علیہ السلام ہر وقت ساتھ ہیں''۔

(ایضاً ص 148)

اب مفتی صاحب کے نزدیک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر آن ہر جگہ ہمارے ساتھ حاضر ناظر ہے جو مفتی نظام الدین ملتانی کے فتوے میں صریح کفر ہے تو بدعتی حکیم الامت نظام الدین کی رو سے کافر ہو گئے۔ یہ تو حال ہے بدعتی علماء کا۔ بہر حال بدعتی حکیم الامت اور بدعتی رئیس المناظرین نے ''ہر جگہ'' کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے جو بدعتی حضرات کے نزدیک:

☆ مشرک کے مشابہ ہو جاتا ہے۔

☆ روافض سے جاملتا ہے۔
☆ اللہ پاک کے لئے جسم ماننے والا ہے۔
☆ گمراہ کرنے والا ہے۔
☆ جاہل ہے۔
☆ گمراہ ہے۔
☆ اللہ کی توہین کرنے والا ہے۔
☆ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

اب یہ سارے فتوے مفتی احمد یار گجراتی پر اور نظام الدین ملتانی پر فٹ ہو گئے۔

(ii) پھر آپ کے فاضل بریلوی نے یہ کہا کہ:

''اللہ پاک ہر جگہ حاضر ہے''

بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

برے معنی کے احتمال کی وجہ سے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کو ''راعنا'' کہنے سے روکا جاسکتا ہے اور اس پہ وعید سنائی جا سکتی ہے تو پھر کیا یہ وعید تمہارے مفتی صاحبان کے لئے نہیں ہو سکتی؟

بدعتی حضرات کے ہاں حاضر ناظر اللہ کے لئے منع ہے

کیونکہ آل بدعت کے ہاں حاضر ناظر کا معنی جسم کے ساتھ اور آنکھ کے ساتھ موجود ہونا ہے۔ (تفصیل ان شاء اللہ آگے آرہی ہے)

فاضل بریلوی کا اصول ہے کہ:

''جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری تعالیٰ پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص 139)

تو پھر اس اصول سے اللہ کے لئے بھلا حاضر ناظر کا استعمال کا جواز کہاں سے نکلے گا؟ لہٰذا اگر

بالفرض آپ کی تاویل مان بھی لیجائے تب بھی برے معنی کے احتمال کی وجہ سے اس کا اطلاق آپ کے فتووں کی روشنی میں اللہ تعالی کی ذات پر جائز نہ ہوگا جب اللہ پاک حاضر ناظر ہوا تو ہر جگہ حاضر ناظر بھی ہوا۔

بدعتی اکابر کا اللہ تعالی کو حاضر ناظر تسلیم کرنا

(۱) مولانا نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

"اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔"

(انوار شریعت جلد دوم ص 243)

(۲) بدعتی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

"اگر کسے اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: او کافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر"۔

(انوار شریعت ج ا ص 239 سنی دارالاشاعت فیصل آباد)

اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

(۳) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"ہر آن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لایزال لیس کمثلہ شیء ہے اور اس کی صفات بھی لیس کمثلہ شیء ہیں اور اسی طرح کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ سے مولانا عبدالحی مرحوم و مغفور اپنے فتاوی جلد اول ص 328 و جلد 3 ص 5 میں بائیں

طور پر تحریر فرماتے ہیں:

''و تزوج بلا شھود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول و الملک یعلمان الغیب و نیز بزازیہ است وعن ھذا قال علمائنا من قال ان الارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر''

(انوار شریعت، ج 2 ص 239)

(۴) بدعتی مناظر مفتی عبدالرحیم سکندری لکھتا ہے:

حاضر ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے اس میں دوسرا کوئی بھی شریک نہیں اس عقیدے سے کسی بھی سنی عالم کو اختلاف نہیں بے شک حاضر و ناظر ہونا خدا تعالی کی خاص صفت ہے''۔
(سیف سکندری، ص 78 ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حاضر و ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے۔

(۲) ظاہر ہے کہ جو خدا کی خاص صفت میں کسی کو شریک کرے گا وہ مشرک ہوگا اور بریلویوں نے نہ صرف تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ شیطان تک کو معاذ اللہ حاضر و ناظر مانا تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے۔ ان شاء اللہ۔

(۳) ما قبل میں جن بدعتی علماء و اکابر نے اللہ تعالی کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار کیا وہ سب اللہ تعالی کی صفت خاصہ کے منکر ہو کر بے ایمان ہوئے۔

(۴) سکندری کہتا ہے کہ خدا کے حاضر ناضر ہونے میں کسی سنی کو اختلاف نہیں لہذا ما قبل میں جن بدعتیوں نے اختلاف کیا ان میں سے کوئی بھی سنی نہیں۔

(۵) مولانا عبدالسمیع رامپوری صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثری ہر مکان ہر زمان ہر آن میں اللہ تعالی کی طرح حاضر و ناظر ہو''۔

(انوارِ ساطعہ ،ص 432 ،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

رامپوری صاحب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ عرش سے لیکر تحت الثریٰ ہر مکان میں حاضر و ناظر ہے اس کتاب پر مولوی احمد رضا خان بریلوی کی بھی تقریظ ہے لہذا ما قبل میں ذکر کردہ فتووں کی زد میں یہ دونوں حضرات آتے ہیں۔

(۶) خلیفہ اعلیٰ حضرت ابو البرکات لکھتا ہے:

''بے شک عالم الغیب بالذات حاضر و ناظر خدا تعالیٰ ہی ہے''۔

(رسائل و مناظرے ابو البرکات ،ص 100)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہر جگہ ہر وقت حاضر وناظر ماننے پر بدعتی متضاد دعوے

پہلا عقیدہ

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"عالم میں حاضر ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور وقریب کی آوازیں سننے یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرنے اور صدہا کوس پر حاجتمند کی حاجت روائی کرے"۔

(جاء الحق ص 145)

اس میں حاضر وناظر، کلی علم غیب اور حاجت روائی تمام کو حاضر ناظر کے مفہوم میں داخل کر دیا گیا ہے۔ البتہ اس عقیدے میں ذات کو صرف ایک جگہ مانا گیا ہے ہر جگہ ہر وقت اس کی موجودگی کا انکار کیا گیا ہے۔ مفتی صاحب کی اس عبارت کا سردست رد ہم خود انہی کے مذہب کے غزالی احمد سعید کاظمی صاحب سے کر دیتے ہیں:

"بعض حضرات نے فرط عقیدت کی بنا پر تصرفات استمداد اور علم غیب تینوں مسئلوں کو حاضر و ناظر کے مفہوم میں شامل کر دیا ہے اور اس طرح حاضر و ناظر کا مسئلہ مختلف فیہ مسائل کا ایک معجون مرکب بن کر رہ گیا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بحث و مناظرہ کے وقت مدعی و مجیب کے لئے بیان دعوی میں مشکلات پیش آئیں۔۔۔۔لیکن یہ تینوں مسئلے الگ الگ مستقل حیثیت رکھتے ہیں حاضر و ناظر کے مفہوم میں داخل نہیں"۔

(تسکین الخواطر ص 19)

اس کا مطلب ہے کہ عقیدہ حاضر ناظر کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاجت روائی بھی کر سکتے ہیں یہ دونوں عقیدے اس مفہوم میں داخل نہیں بلکہ اس کا کچھ اور مطلب ہے۔

دوسرا عقیدہ

مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کیلئے جو لفظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے اس کے یہ معنی ہر گز نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ پر ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جز میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روح دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذرات عالم کے ہر ذرے میں جاری و ساری ہے جس کی بناء پر حضور ﷺ اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں''۔

(تسکین الخواطر ص 20)

گویا کاظمی صاحب کے نزدیک نہ تو نبی کریم ﷺ جسم مبارک کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

(۲) نہ تو آپ ﷺ کی روح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

(۳) نہ تو اپنی قبر مبارک سے تمام جہاں کو دست اقدس سے ملاحظہ فرمارہے ہیں اس معنی میں حاضر و ناظر ہیں۔

بلکہ ان کے نزدیک روح محمدی ﷺ کی حقیقت عالم کے تمام ذرات میں جاری و ساری ہے اور آپ ﷺ اپنی روحانیت و نورانیت کے اعتبار سے حاضر ناظر ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں بلکہ ان کی صفت نورانیت حاضر ناظر ہے۔

پھر عقیدے کا تضاد ملاحظہ فرمائیں کہ پہلے کہا کہ روح عالم ﷺ کی حقیقت ہر ذرے میں موجود ہے مگر آگے کہتے ہیں کہ روحانیت و نورانیت متعدد مقامات پر موجود ہے گویا تمام عالم میں موجود ہونے کی نفی کر دی بلکہ صرف متعدد جگہ پر نورانیت کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

دراصل کاظمی صاحب ''حقیقت محمدیہ'' کو حاضر ناظر کہہ رہے ہیں اس مسئلہ کی تفسیر اپنے مقام پر آرہی ہے۔

تیسرا عقیدہ

یہی کاظمی صاحب اب ایک اور عقیدہ پیش کرتے ہیں:

”حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے غلاموں کے سامنے ہونا سرکار کے حاضر ہونے کے معنی ہیں اور انہیں اپنی نظر مبارک سے دیکھنا ناظر ہونے کا مفہوم ہے“۔

(تسکین الخواطر،ص 20)

گویا اس عقیدے کی رو سے خود حضور ﷺ بجسدہ اپنے غلاموں کے سامنے موجود ہوتے ہیں یعنی نورانیت کا ہر ذرات میں موجود ہونا جو سابقہ عقیدہ تھا اور کسی ایک جگہ سے ہر جگہ ملاحظہ ہونا اس سے انکار کیا جارہا ہے نیز اس میں حاضر و ناظر کو صرف غلاموں تک محدود رکھا گیا ہے گویا جو غلام نہیں ان کے سامنے حاضر و ناظر بھی نہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر کا عقیدہ خود بخود باطل ہوا۔

چوتھا عقیدہ

مولانا اشرف آصف جلالی صاحب لکھتے ہیں:

”ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنے روضہ پاک میں حیات حسی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور پوری کائنات آپ کے سامنے موجود ہے اور کائنات کے ذرے ذرے پر نگاہ کرنے کی سعادت اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی جہاں کہیں اللہ کے اذن سے اور اسکی عطا سے ظہور پذیر ہونا چاہیں تو اس لحاظ سے بھی اللہ تعالی کی قدرتوں کا مظہر بن سکتے ہیں“۔(مسئلہ حاضر و ناظر،ص 7)

اس عقیدے میں آپ ﷺ کو اپنے روضہ مبارکہ تک محدود رکھا گیا ہے البتہ نظر کو پوری کائنات پر محیط کرلیا گیا ہے نیز مختلف مقامات پر حضور کو مشیت الہی پر موقوف رکھا گیا ہے یہ تینوں دعوے جہاں بلادلیل ہیں وہاں سابقہ عقائد سے بھی یکسر مختلف ہیں۔

پانچواں عقیدہ

مولانا سعید اسد کے والد مفتی امین صاحب لکھتے ہیں:

”حاضر و ناظر کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ (یعنی ما قبل کے سارے مفہوم غلط تھے از ناقل) اللہ تعالی نے اپنے حبیب مکرم نبی محترم ﷺ سے بُعد اور دوریاں اٹھادی ہیں لہذا سارا جہاں زمین و آسمان عرش و کرسی لوح و قلم ملک و ملکوت سب کا سب جان جہاں ﷺ کے سامنے پیش

نظر ہے کوئی چیز آپ ﷺ سے دور اور محجوب نہیں رسول کریم رحمۃ للعالمین ﷺ مثل کف دست سب کچھ دیکھ رہے ہیں''۔ (حاضر وناظر رسول ص 13)

مگر یہ دیکھنا کب ہے وفات کے بعد وفات سے پہلے پیدائش کے بعد پیدائش سے پہلے نبوت کے بعد نبوت سے پہلے اس کی کوئی صراحت مذکور نہیں۔

چھٹا عقیدہ اور اس کی دو صورتیں

صوفی اللہ دتہ صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ:

''دراصل نبی اکرم ﷺ کے حاضر وناظر ہونے کی دو صورتیں ہیں:

صورت اول: یہ کہ تمام اشیاء آپ کے سامنے موجود ہیں اور آپ ﷺ اپنے مقام مقدس سے سب کو ملاحظہ فرماتے ہیں یہ صورت عام ہے جو کہ مثل از ظہور اور بعد از ظہور دونوں زمانوں کو شامل ہے۔

صورت دوم: یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنے جسم اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہوں یہ صورت خاص ہے اور موقوف ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مشیت پر کہ جب وہ چاہیں دو چار دس بلکہ دو ہزار بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مقامات پر ایک ہی وقت میں بذاتہ خود تشریف لے جائیں اور مقام خاص بھی آپ کی ذات اطہر سے خالی نہ ہو''

(تنویر الخواطر ص 74.73)

عقل کے دیوالیہ پن دیکھیں پہلے کہا کہ آپ ﷺ اپنے جسم اطہر کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں مگر ساتھ ہی کہہ رہے ہیں کہ جب چاہیں دو چار ہزار دو ہزار بلکہ اس سے بھی زائد مقامات پر حاضر و ناظر ہوں اللہ کے بندے جب ہر جگہ موجود ہیں تو بعض مقامات کی تخصیص کرنے کا کیا مقصد اور اگر بعض مقامات ہزار دو ہزار پر ہی موجود ہیں تو ہر جگہ موجود ہونے کا دعوی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر کہا کہ مقام خاص یعنی روضہ مبارکہ ﷺ بھی آپ کی ذات اطہر سے خالی نہ ہو اس کا مطلب ہے کہ ہزار دو ہزار یا ہر جگہ موجود ہونے کا جو دعوی کیا جا رہا ہے وہ اسی جسم اقدس ﷺ کا کیا جا رہا ہے جو روضہ مبارکہ میں مدفون ہے اور جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نگاہوں کے سامنے تھا اسی جسم

کا مختلف مقامات بلکہ ہر جگہ میں موجود ہونے کا دعوی بدیہی البطلان ہے اس لئے کہ جسم جوہر ہے اور ایک مکان میں جب ایک جوہر آ گیا تو دوسرا جوہر اس میں نہیں آسکتا اور ہم تداخل الجواہر اور تداخل الاجسام کے بھی قائل نہیں بایں طور کے سارے جسم ایک بن جائیں اب ایک مکان تو پہلے سے مشغول تھا (جس میں ہم یا دیگر اشیاء موجود ہیں) اسی کو نبی کریم ﷺ کا جسم مبارک بھی گھیر لے یہ ناممکن ہے اور بداہت کے خلاف ہے۔ اس لئے کہ علماء نے مکان کی تین علامتیں بتائی ہیں اس کی طرف جسم کی نسبت فی سے ہو، جسم کا مکان سے بذاتہ منتقل ہونا ممکن ہو اور دو جسم کا ایک مکان میں حاصل ہونا محال ہو

المکان هو اما الخلاء اراد به البعد المجرد عن المادة و اکثر اطلاق الخلاء علی المکان الخالی عن الشاغل و السطح الباطن من الجسم الحاوی المماس للسطح الظاہر من الجسم المحوی لان الجسم بلکیته فی مکانه مالیء له فلم یجز ان یکون المکان امرا غیر منقسم لاستحالة ان یکون المنقسم فی جمیع جهاته حاصلا بتمامه فیما لا ینقسم ولا ان یکون امرا منقسما فی جهة واحدة فقط لاستحالة کونه محیطا بالجسم بکلیته فهو اما منقسم فی جهتین او فی الجهات کلها و علی الاول یکون المکان سطحا عرضیا لاستحالة الجوهری ولا یجوز ان یکون حالا فی المتمکن و الا لا تنتقل بانتقاله بل فیما یحویه و یجب ان یکون مماسا للسطح الظاهر من المتمکن فی جمیع جهاته والا لم یکن مالیا فهو السطح الباطن من الجسم الحاوی المماس للسطح الظاهر من الجسم المحوی

(میبذی، ص 37)

نیز ہمارا چیلنج ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حیات کا کوئی ایسا واقعہ بتاؤ صحیح سند کے ساتھ جس میں نبی کریم ﷺ ایک جگہ موجود ہوں اور ساتھ ہی ان کا جسم مبارک مزید دس بیس ہزار جیسا کہ دعوی

گیا جارہا ہے میں بھی موجود ہو۔نیز سوال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد وحی متلو وغیر متلو کا دروازہ تو بند ہوگیا اب اللہ کی مرضی سے جہاں چاہیں جائیں یا موجود ہوں اس کی خبر تمہیں کس دلیل سے معلوم ہوئی؟

ساتواں عقیدہ

مولوی عبدالعزیز عرفی صاحب لکھتے ہیں کہ:

"یہ مسئلہ یعنی ختمی مرتبت نبی اکرم ﷺ کو حاضر ناظر سمجھنا بڑا نازک اہم اور توجہ طلب ہے مسئلہ حیات النبی کے تحت منقول آیات قرآنی اور اور احادیث نبوی سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ تمام انبیاء علیہم السلام دنیوی زندگی کے بعد سے نہ صرف زندہ ہیں بلکہ ایک مقام سے دوسرے مقام کو سفر بھی کرتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ اور حضرت یونسؑ کی ادائیگی حج کے بابت احادیث میں ذکر ہوا لیکن سید المرسلین ﷺ کے متعلق ہمارا یہ ایمان و ایقان بھی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو حیات بعد الموت کے علاوہ یہ مقام رفعت و عظمت بھی عطا فرمایا ہے کہ آپ اپنی امت کے احوال پر حاضر و ناظر بھی ہیں"۔

(فاضل بریلوی کا مسلک،ص 54)

لیجئے سب دعوے دھرے کے دھرے ان کے نزدیک حاضر و ناظر کا مطلب صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ اپنی قبر میں موجود ہیں نہ تو ہر جگہ ہیں اور نہ ہی ساری کائنات کو ملاحظہ فرمارہے ہیں بلکہ امت کے جو اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں آپ ان کو ملاحظہ فرماتے ہیں اسی کا نام حاضر و ناظر ہے۔یہی عقیدہ سعید اسد فیصل آبادی نے بھی ایک جگہ مناظرہ میں لکھوایا۔

آٹھواں عقیدہ

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"بعض کا خیال ہے کہ حضور صرف روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں ہے بلکہ سید دوعالم ﷺ اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں"۔

(کشکول اویسی،ص 272)

یہ حوالہ ان بدعتی مناظرین کیلئے مقام عبرت ہے جو کہتے ہیں کہ ہم نے کب ہر جگہ نبی اکرم ﷺ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر مانا ہے۔

نواں عقیدہ

شیطان کی طرح حاضر و ناظر (معاذ اللہ)

صوفی اللہ دتہ لکھتا ہے:

"ابلیس اپنے مقام سے ہی تمام روئے زمین کے انسانوں کو دیکھتا ہے .... سو یہ بات عقلاً بھی بعید نہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اپنے مقام سے ہی سب کا مشاہدہ فرماتے ہوں"۔

(تنویر الخواطر ص 153)

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

"شیطان اور اس کی ذریت سارے جہاں کے لوگوں کو دیکھتے ہیں لوگ انہیں نہیں دیکھتے جہاں کسی نے کسی جگہ اچھے کام کا ارادہ کیا اسے اس کی نیت کی خبر ہوگئی فورا بہکایا جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر بنایا"۔

(نور العرفان ص 184)

دسواں عقیدہ

شیطان کی طرح نہیں بلکہ شیطان سے کم حاضر و ناظر (معاذ اللہ)

مولانا عبدالسمیع رامپوری لکھتے ہیں:

"اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک ناپاک مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ ﷺ کا نہیں دعوی کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک و ناپاک کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے"۔

(انوار ساطعہ ،ص 359)

نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بریلوی نبی کریم ﷺ کو جسم حقیقی کے ساتھ بعض مقامات پر حاضر و ناظر مانتے ہیں کیونکہ ملک الموت اور ابلیس کا جو حاضر و ناظر مانا جا رہا ہے کوئی بھی ان مقامات پر صرف ان کی روح یا نورانیت یا ناریت کے اعتبار سے نہیں مانتا بلکہ ان کا ان مقامات پر موجود ہونا ان کے جسم حقیقی کے ساتھ ہوتا ہے۔

گیارہواں عقیدہ

ٹیلیفون، لاؤڈ سپیکر، بجلی، روح، جنات، شیاطین، گھوڑے، نور نظر، خدام، خیال کی طرح حاضر و ناظر ہیں

مفتی احمد یار گجراتی صاحب جوش خطابت میں لکھتے ہیں:

''حاضر ناظر ہونے کے تین معنی ہیں ایک جگہ رہ کر تمام عالم کو مثل کف دست کے دیکھا ایک آن میں عالم کی سیر کر لینا اور صد ہا کوس پر کسی کی مدد کرنا اس جسم یا جسم مثالی کا متعدد جگہ موجود ہونا یہ صفات بہت سی مخلوقات کو ملی ہیں۔۔۔ ملک الموت کیلئے ساری زمین طشت کی طرح کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں لے لیں۔۔۔۔۔ جب اذان اور تکبیر ہوتی ہے تو شیطان 36 میل بھاگ جاتا ہے پھر جہاں یہ ختم ہوئی کہ پھر موجود اس ناری کی رفتار کا یہ عالم ہے ۔۔۔۔۔ ہمارا نور نظر آن کی آن میں آسمان پر جا کر زمین پر آجاتا ہے ہمارا خیال آن واحد میں تمام عالم کی سیر کر لیتا ہے بجلی تار ٹیلیفون اور لاؤڈ سپیکر کی قوت کا یہ عالم ہے کہ آدھے گھنٹے میں زمین کی قطر کو طے کر لیتے ہیں۔۔۔ حضرت سلیمان کے وزیر آصف بن برخیا ایک پلک جھپکنے سے پہلے بلقیس کا تخت یمن سے لا کر شام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کر دیا۔۔۔۔۔ براق کی رفتار کا یہ عالم کہ حد نظر تک اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔۔۔۔۔ ہر پنجشنبہ کے دن مردوں کی روحیں اپنے خویش و اقارب کے یہاں جا کر ان سے ایصال ثواب کی تمنا کرتی ہیں اب اگر کسی میت کے خویش و اقربا دوسرے ممالک میں بھی رہتے ہوں تو

وہاں بھی پہنچیں گی......ہماری اس گفتگو سے بخوبی معلوم ہوگیا کہ سارے عالم پر نگاہ رکھنا ہر جگہ کی آنا فانا سیر کر لینا ایک وقت میں چند جگہ پایا جانا وہ صفات ہیں کہ رب نے اپنے بندوں کو عطا فرمائی ہیں اس سے دو باتیں لازم آئیں ایک تو کسی بندے کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا شرک نہیں کہ شرک کہتے ہیں خدا کی ذات و صفات میں کسی اور کو شریک ماننا یہاں یہ نہیں دوسرے یہ کہ حضور علیہ السلام کے خدام میں پر جگہ رہنے کی طاقت ہے (جس میں بقول آپ کے ابلیس بھی ہے کیا کوئی رضا خانی بتائے کہ ابلیس نبی کریم ﷺ کی کیا خدمت کرتا تھا معاذ اللہ از ناقل) تو حضور ﷺ میں بدرجہ اولی یہ صفت ہے"۔

(جاء الحق ص 166, 167, 168)

استغفر اللہ یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ بدعتی صرف نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ شیطان لاؤڈ سپیکر نور نظر مردوں کی روحیں بجلی ٹیلی فون بلکہ اللہ تعالی کے تمام بندوں کو حاضر ناظر مانتے ہیں جب تمام ہی بندے حاضر و ناظر ہیں تو یہ مناظرے کا میدان صرف نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر کیوں گرم کیا ہوا ہے کیونکہ دیوبندی تو ان بندوں کو بھی حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ پھر عقیدے کی بدبختی ملاحظہ ہو کہ جو صفت شیطان مردوں لاؤڈ سپیکر میں مان رہے ہیں وہی صفت بعینہ اسی طرح حضور ﷺ میں بھی مان رہے ہیں صرف گلا یہ ہے کہ جب یہ صفت علی وجہ الاتم ان چیزوں میں ہے تو نبی کریم ﷺ میں کیوں نہیں ہوسکتی؟ باقی ان خرافاتی اور شیطانی قیاسات کا رد اپنے مقام پر آرہا ہے۔

بارہواں عقیدہ

ٹی وی کی طرح حاضر و ناظر

ایک بریلوی مولوی کی تقریر میں نے سنی جو شائد مندرجہ بالا تحقیق پڑھنے کے بعد ہی منبر پر بیٹھا تھا کہتا ہے:

یہ دیوبندی وہابی حضور علیہ السلام کے حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں اگر یہ جاہل ٹی وی دیکھ لیتے تو اس جہالت کا ارتکاب نہ کرتے ٹی وی کے اندر آدمی ایک جگہ ہوتا ہے مگر بیک وقت

پوری دنیا میں حاضر ناظر ہوتا ہے جب انسان ٹی وی کو یہ طاقت دے سکتا ہے تو رب اپنے محبوب کو یہ طاقت نہیں دے سکتا......؟ (معاذ اللہ)

تیرہواں عقیدہ

لونڈے بازی، زنا کے وقت، سینماؤں، چکلوں میں بھی حاضر وناظر، معاذ اللہ

پیر فیض علی شاہ بریلوی لکھتا ہے:

''جس جگہ کوئی زنا کر رہا ہے جس جگہ کوئی رشوت حاصل کر رہا ہے جس جگہ کوئی شراب نوشی کر رہا ہے یا جس جگہ کوئی بدکاری کر رہا ہے یا خلوت میں بدفعلی کر رہا ہے یا چوری کر رہا ہے حضور اس کے شاہد ہیں حضور مشاہدہ فرما رہے ہیں۔

(تفسیر اسرار البیان ص 23۔ ڈاکخانہ خاص براستہ چشتیاں تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر)

استغفر اللہ العیاذ باللہ، صوفی اللہ دتہ کی بکواس بھی پڑھ لیجئے:

''کیا سینماؤں، شراب خانوں، ناچ گھروں چکلوں پر اللہ تعالی اور رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اور فرشتوں کا حاضر اور ناظر ہونا اور ہم جیسے بدکار انسانوں کا حاضر و ناظر ہونا دونوں برابر ہیں؟''۔

(تنویر الخواطر ص 71)

چودہواں عقیدہ

میاں بیوی کی ہمبستری کے وقت بھی حاضر وناظر، معاذ اللہ

مولوی عمر اچھروی لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں''۔

(مقیاس حنفیت ص 282)

Scanned with CamScanner

پندرہواں عقیدہ

"حضور علیہ السلام تمام لوگوں کی اصل اور ان کے انجام سے بخوبی واقف ہیں کون کس کا بیٹا ہے اور کون جہنمی ہے اور کون جنتی یہ ہیں معنی حاضر و ناظر"۔ (شان حبیب الرحمن ص 59)

اس عقیدے کے لحاظ سے علم غیب اور حاضر و ناظر میں بریلویوں کے نزدیک کوئی فرق نہیں۔

سولہواں عقیدہ

ہر مسلمان کے پاس حاضر و ناظر ہیں

"جان جسم کے ہر ہر عضو میں حاضر و ناظر ہوتی ہے تو حضور علیہ السلام ہر مسلمان کے پاس حاضر ہیں اور ناظر اور مسلمان تو زمین و آسمان کے ہر گوشہ میں رہتے ہیں کیونکہ فرشتہ اور جن و انسان سب ہی میں مسلمان ہیں تو حضور علیہ السلام ہر جگہ حاضر و ناظر"۔

(شان حبیب الرحمن ص 129)

مسلمان تمام دنیا کے ہر ہر کونے میں موجود نہیں اس لیے اس عقیدے کی بناء پر معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ بھی دنیا میں ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں نیز پوری دنیا میں ایک ہی مسلمان حاضر و ناظر نہیں بلکہ ہر ایک کی مستقل ہیئت ذات موجود ہے تو معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کے نزدیک ہر مسلمان کے ساتھ نبی کریم ﷺ کی مستقل ذات موجود ہے۔

سترہواں عقیدہ

ما قبل میں حوالہ گزر چکا کہ نبی کریم ﷺ قبر مبارک سے حاضر و ناظر ہیں لیکن اب یہ عقیدہ بھی ملاحظہ ہو:

"عربی قاعدہ سے شاہد حال ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ہم نے آپ کو بھیجا اس حال میں کہ آپ حاضر و ناظر ہیں یعنی بھیجنے سے پہلے آپ حاضر و ناظر ہو چکے تھے جیسے کہ کوئی کہے زید آیا سوار یعنی آنے سے پہلے سوار ہو چکا تھا تو معنی یہ ہوئے کہ آپ دنیا میں تشریف لانے سے پہلے بھی عالم میں حاضر تھے اور پردہ فرمانے کے بعد بھی حاضر ہیں"۔

(شان حبیب الرحمن، ص 147)

یہ عقیدہ اس عقیدے کے بالکل خلاف ہے جس میں بدعتی یہ کہتے ہیں کہ روضہ مبارکہ سے حاضر و ناظر ہیں۔

اٹھارواں عقیدہ

آفتاب کی طرح حاضر ناظر

''سراجا منیرا آفتاب کو کہتے ہیں وہ بھی عالم میں ہر جگہ ہوتا ہے گھر گھر میں موجود آپ بھی ہر جگہ موجود ہیں''۔

(جاء الحق، ص 146)

یہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب کی صریح جہالت ہے آفتاب ہر جگہ موجود نہیں بلکہ وہ تو ایک ہی جگہ ہے اور اس پر بھی بقول آپ کے اعلیٰ حضرت کے اس کو قرار نہیں کیونکہ فاضل بریلوی زمین کی گردش کے بجائے سورج کی گردش کے قائل ہیں۔

انیسواں عقیدہ

اللہ تعالیٰ کی طرح حاضر و ناظر

''نمازی جس طرح اللہ کو حاضر ناظر جانے اسی طرح محبوب ﷺ کو''۔

(تفسیر نعیمی، جلد اول، ص 58)

ظاہر ہے کہ اس عقیدے کے کفریہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

بیسواں عقیدہ

مولانا عبد الرشید سمندری صاحب لکھتے ہیں:

روحانی طور پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت، رسالت، رحمت، علم اور فیضان ہر جگہ موجود و حاضر ناظر ہے ...... رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کی نبوت، رسالت، رحمت، نور، علم اور

فیضان ہر جگہ موجود ہے۔

(رشد الایمان، ص 94,93)

لو جی چھٹی ہوگئی حضور ﷺ تو مراد ہی نہیں ان کی نبوت رسالت رحمت نور علم ان کے سب جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ ہے محاورہ تو سنا ہو جتنے منہ اتنی باتیں مگر یہاں جتنے منہ اتنے عقیدے۔

اکیسواں عقیدہ

کرشن کنہیا بھی حاضر و ناظر

نواب احمد رضا خان بریلوی کہتے ہیں:

''کرشن کنہیا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہوگیا''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص 114)

کئی سو جگہ موجود ہونے کو بریلوی حاضر و ناظر سے تعبیر کرتے ہیں۔

بائیسواں عقیدہ

اولیاء اللہ بھی حاضر و ناظر

''حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص 113)

لطیفہ: بیٹے نے ملفوظ میں ''دعوت'' کا نہیں پوچھا تھا صرف ''جگہ'' کا پوچھا تھا مگر باپ نے فوراً پیٹ پر ہاتھ اور ہونٹوں پر زبان پھیر کر جواب دیا بالکل دس ہزار کی ''دعوت'' قبول کر سکتے ہیں گویا بھوکے سے پوچھو کہ دو اور دو کتنے تو جواب ملے 4 روٹیاں۔

نتیجہ

ان تمام باتوں سے معلوم ہوا کہ بدعتی صرف حضور ﷺ کو ہی حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ تمام

انسانوں، ریڈیو، ٹی وی، ٹیلیفون، بجلی، نور بصر، شیطان، کرشن کنہیا، تمام اولیاء اللہ بلکہ ابلیس لعین کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں لہٰذا مناظرہ صرف نبی کریم ﷺ کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر نہ ہوگا بلکہ بدعتی اپنے دعوے میں ان تمام کے متعلق بھی وضاحت کریں گے اور اس مدعی پر بھی دلائل دیں گے۔ اور جس قسم کے دلائل سے نبی اکرم ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کریں گے اسی قسم کے دلائل سے ان اشیاء و ذوات کا حاضر و ناظر ہونے کا ثبوت دیں گے۔

بدعتی نبی اکرم ﷺ کو جسم کے ساتھ حاضر و ناظر مانتے ہیں

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں...... امثال اگر ہوں گے تو جسم کے انکی روح پاک ان تمام اجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی تو از روئے روح وحقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے۔ یہ بھی فہم ظاہر میں ورنہ سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ کہ اس پر کسی نے عرض کی کہ حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا یہ کیونکر ہو سکے گا شیخ نے فرمایا کہ کرشن کنہا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہوگیا فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو گیا تعجب ہے یہ ذکر فرمایا کیا یہ گمان کرتے ہو کہ **شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں حاشا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے**''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص 113، 114)

خط کشیدہ الفاظ اس بات کی صراحت ہے کہ فاضل بریلوی جسم مثالی یا روح کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ اسی دنیاوی حقیقی جسم کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔ اب یہاں رضاخانیوں کا اصول فٹ کریں جو کہتے ہیں کہ دیکھو شیطان کو جب علم غیب ہو سکتا ہے شیطان جب حاضر و ناظر ہو سکتا ہے تو حضور ﷺ کیوں نہیں؟ معاذ اللہ تو جب ایک ولی کا حاضر و ناظر ہونا اسی جسم کے ساتھ ہے تو نبی

اکرم ﷺ کا بدرجہ اولی جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا لازم آیا۔ ما قبل میں فیض احمد اویسی کی کشکول اویسی کے حوالے سے اس کی صراحت بھی ہو چکی ہے۔ نیز رضا خانی اللہ تعالیٰ کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی کہتے ہیں اس کی وجہ وہ لکھتے ہیں:

''وجہ یہ ہے کہ حاضر وہ ہے جو مکان میں ہو اور ناظر وہ ہے کہ جو آنکھ کی پتلی سے دیکھے اس معنی پر اللہ تعالیٰ کیلئے ماننا یہ کفر صریح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مکانیت اور جسمانیت سے پاک ہے''۔

(ندائے یارسول اللہ ص 36,35 مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

نبیرہ اعلیٰ حضرت مولوی مفتی اختر رضا خان از ہری صاحب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے سے متعلق لکھتے ہیں:

''جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر کے معانی حقیقۃ اللہ کے شان نہیں۔ اس لیے کہ وہ تمام معانی لوازم اجسام ہیں''۔

(انوار رضا ص 113)

معلوم ہوا کہ جسمانیت حاضر و ناظر کیلئے ضروری ہے اور حاضر و ناظر کے تمام معانی جسم کے لوازم میں سے ہیں لہذا یہ محض فریب ہے کہ ہم حضور ﷺ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ رضا خانیوں کا یہی عقیدہ ہے مگر چونکہ یہ تقیہ میں رافضیوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں لہذا موقع و مقام کی مناسبت سے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے، چھپانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے۔

عرضِ اعمال سے حاضر وناظر پر استدلال اور اہل بدعت کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر وناظر ماننے پر براہین

مولانا سعید اسد رضاخانی فیصل آبادی نے ذرا پینترا بدلا ہے اور یہ نیا نظریہ گھڑا کہ ہمارے نزدیک حاضر وناظر کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر میں تشریف فرما ہیں اور امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں آپ امت کے تمام احوال سے باخبر ہیں ہر جگہ جسم کے ساتھ یا روح کے ساتھ موجود ہونا یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''ہم اہل سنت وجماعت نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعوی نہیں کرتے۔ ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے اسی طرح نبوت کے آفتاب حضرت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم اطہر جسم بشری کے ساتھ گنبد خضرا میں جلوہ گر ہیں لیکن اپنی نورانیت روحانیت اور علمیت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں ۔۔۔ ہم اہل سنت و جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امت کے جملہ اعمال پر حاضر وناظر نزول قرآن کی تکمیل کے بعد سے مانتے ہیں نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے امتوں کے ہر ہر عمل پر حاضر وناظر ہونے کا دعوی ہم قطعا نہیں کرتے''۔

(مسئلہ حاضر وناظر ص 7,6)

اس سلسلے میں جوابا عرض ہے کہ ہم نے ماقبل میں آپ کے اکابر کا اس کے متعلق عقیدہ واضح کر دیا کہ جو عقیدہ آپ بتا رہے ہیں وہ آپ کے اکابر کا اس باب میں نہیں۔ بلکہ خود آپ کے اباجی مفتی احمد یار خان گجراتی...

آپ کے اکابر ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاضر وناظر مانتے ہیں اسی بنیاد پر ان کو

Scanned with CamScanner

پکارنے کو جائز اور حاجت روائی کو درست سمجھتے ہیں۔مزید حوالہ جات اس حوالے سے ملاحظہ ہو۔آپ کے غزالی ورازی جناب مولانا عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

"لہذا آپ محبین کے قریب ہوئے معلوم ہوا جو نبی ﷺ کو اپنا قریب اور حاضر و ناظر نہیں سمجھتے وہ محبین میں سے نہیں ہیں اور نہ ان کی کوئی نیکی منظور ہے۔قابل غور امر یہ ہے۔۔۔ تمام روئے زمین میں کروڑوں مرتے ہیں ہر ملک میں اور ہر ایک مردہ زندہ کر کے منکر نکیر ایک ہی وقت میں کروڑہا مقامات پر اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ بھی کروڑہا جگہ ایک ہی وقت میں تمام قبور میں پیش کئے جاتے ہیں اور اسی وقت ہی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں بھی آپ تشریف فرما ہوتے تھے **ایک ہی وجود اطہر اللہ کے حکم سے بلا تجزی نفس و بلا تعدد ذات ایک ہی وقت میں کروڑہا جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو گیا۔** ایک ہی وقت میں روئے زمین پر بھی حاضر و ناظر ہیں جو اپنے زائرین کو مختلفہ مقامات پر زیارت سے مشرف فرما رہے ہیں۔اور تحت الارض بھی کروڑہا ملکوں بلا امتیاز زیارت کروا رہے ہیں اور خوص کو بلا نوم اور بلا مراقبہ بالمشافہ زیارت سے سرفراز فرما رہے ہیں۔ جیسے قبور میں اہل قبور کے واسطے نبی ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا اور آپ کی پہچان پر فلاح کا دارومدار ہے اسی طرح فوق الارض بھی ہر اہل ایمان کے واسطے آپ کو حاضر و ناظر سمجھنا کسوئی ایمان ہے۔بلکہ اگر آدمی کو سمندر میں مچھلیاں نگل جائیں اور غذا بنالیں تو وہاں بھی نکیرین آپ ہی کی ذات بابرکات کو جو نفس کے واپس آنے سے اولیٰ ترین انہی کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اب عالم برزخ میں بھی آپ کا حاضر و ناظر ہونا عالم دنیا میں بھی اور عالم ملکوت میں بھی اور لامکان میں بھی اور روضہ اطہر پر جانے والوں کو بھی سوال کا جواب وہیں فرماتے ہیں اور جنت پر تخت نشین بھی ہیں اور ہر مقام پر سونے والے اولیائے کرام کو بھی اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں"۔

(مقیاس حنفیت ص 277)

یہ عبارت چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ بدعتی ہر جگہ نبی کریم ﷺ کو جسم کے ساتھ بنا تجزی و تعدد حاضر

ناظر مانتے ہیں ۔گویا ایک ہی جسم تمام کائنات کو گھیرا ہوا ہے ۔ یہ عقیدہ اس قدر بدیہی البطلان اور عقل سے ماورا ہے کہ خود مولانا عمر اچھروی کو بھی ایک جگہ کہنا پڑا:

''ناظر ہونا بغیر حاضر ہونے کے محال ہے لیکن اس حاضری کی ہئیت کذائیہ ہمارے فہم و بیان سے باہر ہے''۔

(مقیاس حنفیت ص 274)

اس عبارت سے ان لوگوں کا بھی رد ہو گیا جو کہتے ہیں کہ موجود تو روضہ رسول ﷺ میں ہے لیکن نظر ہر ایک جگہ ہے ۔اچھروی کہتا ہے کہ نظر بغیر حاضری کے ممکن نہیں ۔اس کو ایک مثال سے یوں سمجھو کہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوں اور باہر صحن کو دیکھ رہا ہوں اب میں صحن تک ناظر تو ہوں لیکن حاضر نہیں ۔پس اہل بدعت کا ہر جگہ ''حاضر'' کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ صرف قبر میں موجود نہیں مانتے ۔

اس تفصیل کے بعد اب مولانا سعید اسد کی اس عبارت کو دوبارہ پڑھیں:

''ہم اہل سنت و جماعت نبی مکرم ﷺ کے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعوی نہیں کرتے''۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 6)

اس آدمی کو اپنے مذہب کا پتہ نہیں اور بنتا پھرتا ہے مسلک کا مناظر اعظم ۔اب جواب دیں کہ کیا مولوی عمر اچھروی اہل سنت میں آپ کے ہاں داخل نہیں؟ اگر اچھروی صاحب جسم کے ساتھ ہر جگہ نہ مانتے تو تجزی و تعدد والے قول کی طرف کبھی نہیں جاتے ۔لیکن لیجئے جسم کے ساتھ اس سے بھی صریح حوالہ ملاحظہ ہو اچھروی صاحب بارہویں صدی ہجری کے ایک مولوی کی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بلاشک آپ کے جسم اطہر سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی جگہ نہ محل اور نہ مکان نہ عرش نہ کرسی نہ قلم نہ جنگل نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر''۔

(مقیاس حنفیت ص 286)

کیااب بھی کوئی شک وشبہ ہے کہ اہل بدعت نبی کریم ﷺ کوتمام کائنات میں بجسد ہ حاضر وناظر مانتے ہیں۔اسی قول کی تائید میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہوکہ عمراچھروی صاحب پرایک اعتراض ہوا کہ کیانبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ تم لوگ بری اورگندی جگہوں پربھی حاضر وناظر مانتے ہو؟اب اصولا اس کا جواب دینا چاہئے تھا کہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ تو قبر مبارک میں تشریف فرمائیں مگراچھروی صاحب کہتے ہیں:

''کیااللہ تعالی کوان برے مقامات پرموجود اورسمیع وبصیر سمجھتے ہو یا نہیں جیسا کہ اللہ تعالی پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی وکفر ہے کیونکہ ان کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر وناظرتو ہیں اوراس کو جاننے والے بھی ہیں اورآپ کی شہادت بھی ان مقامات پرضرورہوگی لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متنفرہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اورایمان سے بعید ہے''۔

(مقیاس حنفیت،ص 279)

یعنی نقل کفرکفرنہ باشد بقول اچھروی صاحب حضور ﷺ ان تمام گندی غلیظ جگہوں میں موجودتو ہیں سب کچھ دیکھ بھی رہے ہیں لیکن اس کی نسبت کرنا گستاخی ہے۔یہ ہے وہ غلیظ گستاخانہ کفریہ عقیدہ جو ہم سے عشق کی آڑ میں منوانا چاہ رہے ہیں۔

باقی یہ بھی اچھروی صاحب کادھوکا ہے کہ ہم ان مقامات میں معاذ اللہ اللہ کوموجود مانتے ہیں یہ تو تجسیم ہے۔ہماراعقیدہ ہے کہ اللہ موجود بلامکان ہے تمام جگہوں سے اللہ کا علم متعلق ہے جومعیت ذاتیہ کے منافی نہیں اسی پراجماع ہے اوریہی اہلسنت کانظریہ ہے۔نیز حضور ﷺ کی ذات کواللہ کی ذات وافعال پرقیاس کرنا بھی مستقل گمراہی ہے اللہ کی ذات تو فعال لما یرید ہے لایسئل عما یفعل وھم یسئلون ہے۔

بدعتی نباض قوم مفتی ابوداود صادق لکھتا ہے:

''شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل فرمایا کہ حدیث معراج

سے جسم واحد کا بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہونا ثابت ہوا علامہ یوسف نبہانی نے شیخ علی حلبی رحمۃ اللہ علیہما سے نقل فرمایا کہ جب دیگر انبیا کی یہ شان ہے تو امام الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کا ہر مکان میں موجود و حاضر ہونا بدرجہ اولی ثابت ہوا"۔

(براہین صادق،ص 75)

یہ حوالہ بھی اس باب میں صراحت ہے کہ رضاخانی جسم اقدس ﷺ ہی کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

یہ کہنا کہ قبر مبارک سے آپ ﷺ پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں یہ معنی ہے حاضر و ناظر کا یہ بالکل اپنے مسلک کو مسخ کرنا ہے اس پر ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو یہی ابوداود صادق لکھتا ہے:

"معلوم ہوا کہ جیسے روح جسم کے ہر حصہ سے قریب و متعلق ہے اسی طرح سرکار بھی اپنے ہر مومن غلام کیلئے قریب و حاضر ہیں اور اس کی ہر تکلیف سے باخبر ہیں"۔

(براہین صادق،ص 72)

یہ حوالہ بین دلیل ہے کہ جیسے روح ہر جسم کے ساتھ ہے اور اس میں ایک تعلق تدبیر کا ہے اسی طرح تمام مومنین کے ساتھ حضور ﷺ حاضر ہیں اور ان کے امور سے باخبر ہوتے ہوئے تصرف فرمارہے ہیں۔

جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر ایک اور طرز ملاحظہ ہو مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"حاضر وہ ہے جو مکان میں ہے"۔

(ندائے یارسول اللہ،ص 35)

پھر آگے لکھتے ہیں:

"حاضر کہتے ہیں جو پہلے غائب ہو پھر کسی جگہ آئے"۔

(ندائے یارسول اللہ ﷺ،ص 38)

حاضر کہتے ہی اسے ہیں جو کسی جگہ میں ہو تو ہر جگہ حاضر و ناظر کا معنی یہی ہوا کہ حضور ﷺ ہر جگہ ہر

مکان میں موجود ہیں اور مکان میں ہونا جسم کا خاصہ ہے لہذا معلوم یہی ہوا کہ حضور ﷺ ہر جگہ جسم کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں۔ مولانا سعید اسد صاحب کا صرف قبر مبارک میں نبی کریم ﷺ کو ماننا اپنا ہی مذہب مسخ کرنا ہے۔ یاد رہے کہ مکان میں جسم ہوتا ہے خواہ جسم تعلیمی ہو یا جسم طبعی۔

اگر اب بھی سعید اسد صاحب نہیں مانتے تو ہم ان کے ابا جان کا حوالہ ان کے سامنے پیش کر دیتے ہیں موصوف کے اباجی مفتی امین صاحب لکھتے ہیں:

"بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضور ﷺ صرف روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں بلکہ سید دو عالم ﷺ اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں"

(حاضر و ناظر رسول ﷺ ص 93)

یاد رہے کہ مولانا سعید اسد کا یہ عرض اعمال کو حاضر ناظر کہنے سے خود ان کے اباجی بھی متفق نہیں انہوں نے اپنی کتاب "حاضر و ناظر رسول ﷺ" میں حاضر و ناظر کا معنی جسد حقیقی یعنی حقیقت محمدیہ کا ایک خود ساختہ معنی کر کے اس معنی میں حاضر و ناظر مراد لیا ہے۔

نوٹ: یہ تین حوالے مقیاس حنفیت بار ہشتم دسمبر 1966 والے ایڈیشن سے دئے گئے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد اب یہاں ایک اور مسئلہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ اہل السنت والجماعت احناف دیوبند نبی اکرم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جانے کے منکر نہیں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

"حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں آپ اعمال خیر دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بد اعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کیلئے استغفار فرماتے ہیں"۔

(تفسیر عثمانی ص 366، سورہ نحل، آیت 89)

مگر یہ "عرض اعمال" تفصیلی ابتداء کائنات سے لیکر فناء کائنات تک کے ہرگز نہیں ہوتے جیسا کہ بدعتی مولوی یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

یہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے نہ کہ تفصیلی چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ سورہ حج آیت ۷۸ لکھتے

ہیں:

وكَوْنُ أعْمالِ أُمَّتِهِ تُعْرَضُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ وهو في البَرْزَخِ كُلَّ أُسْبُوعٍ أوْ أكْثَرَ أوْ أقَلَّ إذا صَحَّ لا يُفِيدُ العِلْمَ بِأعْيانِ ذَوِي الأعْمالِ المَشْهُودِ عَلَيْهِمْ وإلّا أشْكَلَ ما رَواهُ أحْمَدُ في مُسْنَدِهِ والشَّيْخانِ عَنْ أنَسٍ وحُذَيْفَةَ قالا: »«قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ ناسٌ مِن أصْحابِي الحَوْضَ حَتّى إذا رَأيْتُهم وعَرَفْتُهُمُ اخْتَلَجُوا دُونِي فَأقُولُ: يا رَبِّ أُصَيْحابِي أُصَيْحابِي فَيُقالُ لِي: إنَّكَ لا تَدْرِي ما أحْدَثُوا بَعْدَكَ

چند سطر بعد لکھتے ہیں:

ومَن زَعَمَ أنَّهُ ﷺ يَعْلَمُ أعْمالَ أُمَّتِهِ ويَعْرِفُهم واحِدًا حيا ومَيِّتًا ولِذا ساغَتْ شَهادَتُهُ عَلَيْهِمْ بِالطّاعَةِ والمَعْصِيَةِ يَوْمَ القِيامَةِ لَمْ يَاتِ بِدَلِيلٍ والآيَةُ لا تَصْلُحُ دَلِيلًا لَهُ

(تفسیر روح المعانی، ج 9، ص 200)

اگر کوئی یہ گمان کرے کہ نبی کریم ﷺ امت کے تفصیلی اعمال جانتے ہیں اور فرداً فرداً ہر ایک کا حیا و میتا علم رکھتے ہیں اسے جانتے ہیں اسی لئے روزِ قیامت ان پر نبی کریم ﷺ کی گواہی معتبر ہوگی ایسا شخص اپنے مدعا پر کسی قسم کی دلیل نہیں رکھتا اور نہ یہ آیت اس کیلئے دلیل بن سکتی ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جو قیامت کے دن حضور ﷺ بعض لوگوں کو پہچان نہیں سکیں گے یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ آپ ﷺ پر تو امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ جن کو آپ نے سحقا سحقا کہا وہ کافر، مرتدین و بدعتی لوگ تھے جبکہ قبر مبارک میں آپ ﷺ پر موحدین مومنین کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں نہ کہ منافقین و مرتدین کے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

وَفِي الحَدِيث الثَّامِنِ وَالْعِشْرين: "انا فَرَطكُمْ على الْحَوْض وليردن عَليّ

اقوام أعرفهم ويعرفونني ثمّ يُحال بيني وبينهم ". الفرط: الْمُتقدّم لأصلاح امر. وهؤلاء الّذين احدثوا بعده يحتمل ان يُراد بهم الْمُنافِقُونَ والمرتدون والمبتدعون في أصل الدّين. وسُحْقًا مصدر أسحقه الله سحقا: اي أبعده بعدا. فإن قيل: كَيفَ خَفِي حَالهم عَلَيْهِ وَقد قَالَ: " تعرض عَليّ اعمال أمتِي " فَالْجَوَاب انه إِنَّمَا تعرض عَلَيْهِ اعمال الْمُوَحّدين لَا الْمُنَافِقين وَلَا الْكَافرين.

(کشف المشکل من حدیث الصحیحین، ج2، ص280، الناشر: دارالوطن-الریاض)

علامہ عینی حنفی نے بھی ابن جوزی رحمہ اللہ کی اس عبارت کو نقل کیا ہے:

وَقَالَ ابْن الْجَوْزِيّ فَإِن قيل كَيفَ خَفِي حَالهم على سيدنَا رَسُول الله - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقد قَالَ تعرض عَليّ اعمال أمتِي فَالْجَوَاب انه إِنَّمَا تعرض اعمال الْمُوَحّدين لَا الْمُنَافِقين والكافرين

(عمدۃ القاری ج12 ص211 بابُ مَنْ رَأى أنَّ صاحِبَ الحَوْضِ أوْ القِرْبَةِ أحَقُّ بِمائِهِ)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے:

رَبِّ إِنَّهُمْ مِنْ أُمَّتِي فَيَقُولُ: مَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ وَاسْتَشْكَلَ مَعَ قَوْلِهِ: حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا كَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدْتُ اللَّهَ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ اسْتَغْفَرْتُ اللَّهَ لَكُمْ رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

وَأُجِيبَ بِأَنَّهَا تُعْرَضُ عَلَيْهِ عَرْضًا مُجْمَلًا فَيُقَالُ: عَمِلَتْ أُمَّتُكَ شَرًا عَمِلَتْ خَيْرًا

(ارشاد الساری، ج1، ص151، باب جامع الوضو)

شیخ عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف داماد آفندي (1078ھ) لکھتے ہیں:

لان بعض الاشیاء یعرض علی روحه علیه الصلاۃ والسلام

(مجمع الانہر. ج 1 ص 320)

(فتاوی تاتارخانیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ) بعض چیزیں حضور ﷺ کی روح پر پیش کی جاتی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے نہ کہ تفصیلی۔

سید یوسف ہاشم رفاعی جن کے بارے میں مورخ آل بدعت جناب عبد الحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

"عالم مبلغ اسلام سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی"۔

(عقائد ونظریات. ص 35)

وہ لکھتے ہیں:

فَاَعْمَالُ الْمُؤْمِنِیْنَ تُعْرَضُ علیه ﷺ وَالْحِکْمَةُ فِی ذَالک کَمَا بَیَّنَ ﷺ هِیَ اَنَّ مَاکَانَ مِنْ اَعْمَالِهِمْ خَیْرٌ" حَمِدَ اللهَ تعالی وَ فَرِحَ بِهَا وَ بَاهی بِهَا ذَالک العَالَمَ وَ مَاکَانَ غَیْرُ ذَالک مِنْ منات و سَیِّئَاتٍ اِسْتَغْفَرَ اللهَ لهم وَلاتعارُضَ بین هذ الحدیث و بین ما جا فی حدیث الحوضِ حَیْثُ قَالَ ﷺ وَلَیُرْفَعَنَّ اِلَیَّ رجل منکم حتی اذا اَهْوَیْتُ الیهم لِاُنَاوِلَهُمْ اُخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَااَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سُحْقاً سُحْقاً مَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ کما فی صحیحین فَاِنَّ هٰذا مَحْمُوْل" عَلَی المرتدینَ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوا بَعْدَهُ ﷺ عَنْ دِیْنِهِمْ بدلیلِ قولِه سحقا لمن بدل من بعدی و ذالک اَنَّهُم کَفَرُوْا بعدہ ﷺ و اَعْمَالُ الْکُفَّارِ مِنْ اُمَّتِه لاتُعْرَضُ علیه اِذْ لَافَائِدَةَ لِعَرْضِهَا لِاَنَّ الْحِکْمَةَ فی هذا العرض فَرَحُهُ وَمُبَاهَتُهُ بِاَعْمَالِهِم الصَّالِحَةِ واستِغْفَارُهُ لاعمالهم السیئة

(الرد المحکم المنیع ص 111. الطبعة الاولی. الکویت)

اس عبارت کا ترجمہ جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری یوں کرتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ مومنین کے اعمال نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں آپ کے بیان کے مطابق اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ اچھے اعمال کو دیکھ کر اللہ تعالی کا شکر ادا کریں گے اور برے اعمال دیکھ کر ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔ یہ حدیث اس حدیث حوض کے مخالف نہیں ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے سامنے تم میں سے کچھ لوگ پیش کئے جائیں گے جب میں انہیں پانی دینے لگوں گا تو انہیں مجھ سے دور کر دیا جائے گا میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں، کہا جائے گا آپ (از خود۔ یہ از خود کا لفظ عربی عبارت میں نہیں کھلی تحریف ہے۔ ساجد) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا حرکتیں کی تھیں، تو میں کہوں گا کہ میرے بعد دین کو تبدیل کرنے والے دور ہو جائیں، دفع ہو جائیں، جیسے کہ صحیحین میں ہے۔ کیونکہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور دین سے برگشتہ ہو گئے تھے اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے سحقا لمن بدل بعدی میرے بعد مرتد ہونے والے دور ہو جائیں ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد کفر اختیار کر لیا تھا اور آپ کی امت میں سے کفر اختیار کرنے والوں کے اعمال آپ پر پیش نہیں کئے جاتے کیونکہ ان کے پیش کرنے کا فائدہ نہیں پیش کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ ان کے اچھے اعمال ملاحظہ فرما کر خوش ہوں اور برے اعمال کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں''۔

(اسلامی عقائد،ص 220،219، مکتبہ قادریہ، جنوری 1990)

قائد رضا خانیت جناب مولانا شاہ احمد نورانی صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

''حضرت صاحب الفضیلۃ والارشاد السید یوسف ہاشم الرفاعی حفظہ اللہ نے ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ او الرد المحکم المنیع لکھ کر اہل سنت و جماعت کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔۔ دلائل قاہرہ کا ایک تسلسل ہے اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو براہین قاطعہ سے ثابت کیا ہے''۔

(اسلامی عقائد،ص ۱۱)

اس کے علاوہ مفتی محمود احمد رضوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مولانا عبدالستار خان نیازی کی تائید کتاب پر ثبت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ عرض اعمال والی حدیث سے تفصیلی اعمال یعنی تمام انسانوں کے اعمال پیش نہیں کئے جاتے تو اس سے علم کلی پر استدلال کا کیا معنیٰ؟

ایک اور نکتہ بھی ملاحظہ ہو کہ بالفرض علی سبیل المحال مسلمان، کافر سب کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو رضاخانی تو اس سے کلی علم غیب ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں دنیا میں انسان کے علاوہ چرند پرند، جانور، جمادات ان کے احوال تو پیش نہیں کئے جاتے تو ان کا علم کلی تو حضور ﷺ کو نہیں لہذا اس حدیث سے علم کلی پر استدلال نری جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

عقیدہ حاضر و ناظر پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ایک عبارت

آل بدعت اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کی ایک عبارت بھی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ امت کے احوال آپ پر پیش ہوتے ہیں اور آپ ان احوال پر حاضر و ناظر ہیں ۔ تو جوابا عرض ہے کہ یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں ہم کہہ چکے ہیں کہ ہم عرض اعمال اجمالی کے منکر نہیں ۔ بلکہ یہ عبارت تو آل بدعت کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو ہر جگہ ہر مقام ہر گھڑی حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں جبکہ اس عبارت میں تو صرف اپنی امت وہ بھی امت اجابت (یعنی صرف آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں) کے اعمال پر حاضر و ناظر ہونے کا کہہ رہے ہیں ۔ نیز ہم اصول میں واضح کر چکے ہیں کہ عقائد کے باب میں قرآن و حدیث چاہئے نہ فلاں وفلاں ۔

رہی یہ بات کہ ہر جگہ ہر مقام ہر گھڑی آپ حاضر و ناظر ہوں یہ کفریہ عقیدہ شیخ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا نہیں چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

"اس وقت آپ (ﷺ) مدینہ شریف میں موجود نہ تھے"۔

(مدارج النبوۃ، ج 1، ص 82)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے فوت ہونے کے وقت حاضر نہیں تھے"۔

(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب، ص 175، مترجم مولوی محمد صادق نقشبندی، نوری کتب خانہ لاہور)

امام ابن کثیر نے امام قرطبی رحمہ اللہ کے حوالے سے بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں عزیز و اقارب پر بھی عرض اعمال ہوتا ہے تو کیا رضا خانی انہیں بھی حاضر ناظر و مشکل کشا سمجھیں گے؟

وَقَدْ قَبِلَهُ الْقُرْطُبِيُّ فَقَالَ بَعْدَ إِيرَادِهِ: [قَدْ تَقَدَّمَ] انَّ الاعْمَالَ تُعْرَضُ عَلَى اللَّهِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ وَعَلَى الْانْبِيَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْأُمَّهَاتِ يَوْمَ الجُمُعَةِ. قَالَ: وَلَا تَعَارُضَ فَإِنَّهُ يُحْتَمَلُ انْ يُخَصَّ نَبِيُّنَا بِمَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ

كُلَّ يَوْمٍ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

(تفسیر ابن کثیر، ج2، ص 307)

یہ روایت سعید اسد صاحب نے بھی تسلیم کی ہے۔ ملاحظہ ہو: مسئلہ حاضر و ناظر، ص 45

پھر عرض اعمال کی احادیث خبر احاد میں سے ہیں اور اہل بدعت کے ہاں یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے لہذا عرض اعمال والی احادیث سے اس عقیدے پر استدلال ہی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر سعید اسد کا یہ سارا عقیدہ اسی باطل و موہوم نظریہ پر ہے کہ "تکمیل قرآن کے وقت" جس پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ما قبل میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے۔

خلاصہ کلام:

ان کا یہ عقیدہ ایک معجون مرکب ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ آل بدعت کا یہ عقیدہ تین کفری و شرکی عقائد کا مجموعہ ہے:

(1) علمی غیب کلی

(2) فوق الاسباب میں مختار کلی و حاجت روائی

(3) دور و نزدیک سے ہر ایک کی ہر آن سننا

جبکہ چوتھی گمراہانہ بات کہ جسم کے ساتھ ہر مکان میں حاضر ہونا۔

مظہر اعلیٰ حضرت حشمت علی رضوی صاحب اس حاضر و ناظر کا معنی بیان کرتے ہیں:

"حضرت رب العزت شہید و بصیر جل جلالہ نے اپنے فضل و کرم سے جو اپنے محبوب اکرم و مظہر اتم و خلیفہ اعظم ﷺ کو حاضر و ناظر بنایا اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو جو علم عظیم و وسیع ان کے رب علیم جل جلالہ نے عطا فرمایا وہ جملہ کائنات و حادثات و مخلوقات کو محیط ہے"۔

(فتاوی حشمتیہ، ص 84)

مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے صراحت کی ہے:

"عالم میں حاضر و ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم اپنے

کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوزیں سنیں یا ایک آن میں تمام عالم کی سیر کرے اور صدہا کوس پر حاجتمندوں کی حاجت روائی کرے"۔

(جاالحق ص 145)

بدعتی نباض قوم مفتی ابوداود صادق صاحب لکھتے ہیں:

"اکابر علما اسلام و اولیا کرام اور آئمہ اہل سنت و جماعت کی تصریحات کے مطابق رسول اللہ ﷺ خدا تعالی کے فضل و عطا سے بحیات حقیقی زندہ اور حاضر و ناظر ہیں۔ ملکوت و ملک آپ کے پیش نظر ہے آپ کی شان رحمۃ للعالمینی، نورانیت و روحانیت اور خداداعلم وتصرف کی تمام کائنات میں جلوہ گری ہے اور دنیا کا کوئی مقام و کوئی شے آپ سے بعید و مخفی نہیں ہے۔ آپ جب چاہیں، جہاں چاہیں، جتنے مقام پر چاہیں بیک وقت جلوہ فرما ہوتے غلاموں کو اپنے دیدار و فیوض و برکات سے نوازتے ہیں اور ان کی دستگیری فرماتے ہیں"۔

(براہین صادق، ص 66)

ان کے شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

"ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جاننا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالی نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تمام دنیا کو آپ کے روبرو مثل کف و دست کے ظاہر اور روشن کر دیا ہے عالم کا ذرہ ذرہ آپ کے پیش نظر ہے ساتوں آسمانوں کا کوئی ٹکڑا ساتوں زمینوں کا کوئی ذرہ سمندروں کا کوئی قطرہ اشجار کوئی پتہ مخلوقات کے تمام احوال ہر آن ہر ساعت آپ پر ظاہر ہیں حتی کہ انسانوں کے تمام اعمال و افعال، نفاق و ایمان اور خطرات قلوب پر رسول اللہ ﷺ باذن الہی اپنے نور نبوت سے مطلع ہیں"۔

(ندائے یارسول اللہ، ص 39)

اسی مفتی اویسی کے کفری عقیدہ پر ایک اور عبارت ملاحظہ ہو:

"اللہ تعالی بالذات حاضر و ناظر اور رسول اللہ ﷺ بالعطا پس جب اللہ تعالی ہر لحظہ حاضر و ناظر بالذات ہے تو رسول اللہ ﷺ جو مظہر صفات الہی ہیں کیونکر حاضر و ناظر بالعطا نہ ہوں گے"۔

(ندائے یارسول اللہ ص 43)

حاضر و ناظر بمعنی علم تو اللہ تعالی تو تمام موجودات، معدومات، ممتنعات پر حاضر و ناظر ہے اس کا علم بالفعل غیر متناہی ہے موصوف نے نبی اکرم ﷺ کو بھی اسی معنی میں حاضر و ناظر مانا ہے صرف ذاتی وعطائی کا فرق کیا ہے۔ اس عقیدہ کا کفر ہونا علم غیب کی بحث میں خود بدعتی شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی کے فتوے سے ثابت ہو چکا ہے۔

ما قبل میں علم غیب کلی کی نفی کر دی گئی ہے مختار کل کی نفی آگے اپنے مقام پر آرہی ہے لہذا یہ حاضر ناظر کا کفریہ عقیدہ انہی عقائد پر مشتمل ہے جب ان کی نفی ہوگئی تو اس عقیدے کی بھی نفی ہوگئی ما قبل میں علم غیب کلی کی نفی پر جو دلائل دئے گئے ہیں وہ سب یہاں کارآمد ہیں۔ مزید حاضر ناظر کا یہ عقیدہ خود رضاخانی اکابر کے ہاں بھی کفریہ ہے چنانچہ ما قبل میں مفتی نظام الدین ملتانی صاحب کا فتوی گزر چکا مزید فتاوی ملاحظہ ہوں:

رامپوری علماء کا فتوی ہے:

''سوال: انبیا علیہم الصلوۃ والسلام اور اولیائے کرام کو سوائے قبر کے حاضر و ناظر جان کر پکارنا بطور استمداد بایں نظر کہ وہ سنتے ہیں جس جگہ ان کو پکارے جائز ہے یا نہیں؟

جواب: حاضر اور ناظر اور ہر جگہ ہر وقت سننے والا جان کر کسی کو سوا اللہ تعالی کے پکارنا جائز نہیں''۔

(فتاوی ارشادیہ ص 167)

بریلوی فقیہ الہند شاہ مسعود محدث دہلوی فتوی دیتے ہیں:

''واضح ہو کہ یارسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہ نیت حاضر و ناظر کہنا موجب کفر و شرک کا ہے''۔

(فتاوی مسعودی ص 529)

بہر حال بدعتی مناظر جو بھی عقیدہ لکھوائے دیگر عقائد سے جو تعارض آئے اس پر سخت گرفت کریں۔

ایک ضروری وضاحت

بدعتیوں کے پاس اس خود ساختہ عقیدہ حاضر و ناظر پر قرآن و حدیث سے کوئی نص صریح نہیں ہمارا تاقیامت بدعتیوں کو چیلنج ہے کہ ماقبل میں اس سے متعلق جو رضاخانی اکابر کے عقائد لکھوائے گئے ہیں اس پر کوئی ایک آیت یا حدیث پیش کر دیں۔ اس باب میں ان کا سارا زور اس پر ہوتا ہے کہ فلاں نے یہ کہا فلاں نے یہ۔ عرض ہے کہ عقائد فلاں فلاں کے قول سے ثابت نہیں ہوتے۔ ہمارے مشائخ ماتریدیہ نے عقائد اور احناف فقہا نے فروع پر سب کچھ لکھ دیا ہے اگر فلاں ہی کا قول پیش کرنا ہے تو عقائد کی کسی ایک کتاب اور فقہ کی کسی دو مستند کتب سے اپنا یہ خود ساختہ عقیدہ دکھائیں ہم ماننے کو تیار ہیں۔

خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں تاقیامت ان کو اس کی جرات نہ ہوگی۔ فھل من مبارز

ماقبل اصول میں گزر چکا کہ عقائد امتیوں کے اقوال سے ثابت نہیں ہوتے لہذا ان کے اس قسم کی دھوکا دہی کو بالکل نہ چلنے دیں۔

عقیدہ حاضر و ناظر کے منکر کا حکم

مولوی غلام مہر علی لکھتے ہیں:

''عقیدہ حاضر و ناظر تمام امت محمدیہ کا متفقہ اور اجماعی مسئلہ ہے اور اس پر ایمان لانا دین کی ضروریات سے ہے اور جس طرح عقیدہ ختم نبوت اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا منکر جماعت اہل اسلام سے خارج ہے اسی طرح عقیدہ حاضر و ناظر کا منکر اور آنحضرت ﷺ کے مطلق خداداد علم غیب کا منکر بھی اسلام سے خارج ہے''۔

(دیوبندی مذہب ص 241، تنظیم اہل سنت کراچی)

مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی لئے علم غیب ہو یا حاضر و ناظر اور نور وغیرہ صفات کا مظہر ماننا عین اسلام ہے''۔

(فتاوی اویسیہ ص 168)

جب ان کو ماننا عین اسلام ہے تو ان کے اصول پر ظاہر ہے کہ انکار کرنا عین کفر ہوگا۔

مولانا عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''جو نبی ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کے منکر ہیں ان کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ ایمان سے خالی ہیں''۔

(مقیاس حنفیت، ص 268)

اس تفصیل کے بعد اب ذرا مولانا سعید اسد صاحب کی یہ غلط بیانی ملاحظہ ہو:

''اس حدیث کو ضعیف ہی کہنے پر اصرار کرے تو اسے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمارے اس مسئلہ اور دعوی کا تعلق باب فضائل سے ہے جہاں ضعیف حدیث بھی قابل قبول ہوتی ہے''۔

(مسئلہ حاضر و ناظر، ص 50)

حالانکہ سعید اسد صاحب کے ابا جی کہتے ہیں:

''یہ اکابر اہل سنت کا عقیدہ و نظریہ ہے اور اس کا انکار کرنا شان مصطفی ﷺ کو گھٹانے کے زمرہ میں آتا ہے جو کہ ناقابل معافی جرم اور یہودیوں کا کردار ہے''۔

(حاضر و ناظر رسول ﷺ، ص 4،3)

آگے اسی عقیدے کے متعلق لکھتے ہیں:

''سید انبیا ﷺ کی کسی بھی اللہ تعالی کی عطا کردہ صفت کا انکار کیا جائے تو بوجہ گستاخی کفر ہے''۔

(حاضر و ناظر رسول ﷺ، ص 12)

ابا کہتا ہے کہ انکار کرنا کفر ہے یہودیوں کا کردار ہے اور بیٹا کہتا ہے نہیں جی بس زیادہ سے زیادہ فضائل کا معاملہ ہے۔

مولانا نصیر الدین سیالوی خواجہ قمر الدین سیالوی صاحب کا فتوی نقل کرتے ہیں:

''حضرت کے ملفوظات جو انوار قمریہ کے نام سے چھپ چکے ہیں اس میں آپ نے فرمایا کہ جو شخص حضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر نہیں مانتا وہ کافر ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص 66)

انوار قمریہ کی اصل عبارت بھی ملاحظہ ہو:

''اسی طرح سیدنا وسندنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گستاخ اور محبوب خدا ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کا منکر دونوں شخص عقیدہ کے لحاظ سے اس کے مرتکب ہوتے ہیں اور یہ التزام کفر ہے جس سے نکاح نہیں رہتا لہذا جس فعل کا تعلق عقیدہ سے ہو اور اہل سنت کے خلاف ہو تو مرتد قطعی ہے''۔

(انوار قمریہ،ص 107)

انہی سیالوی صاحب کا ایک اور فتوی ملاحظہ ہو:

''یہ لوگ حضور ﷺ کے اوصاف کاملہ کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو گئے جن صفات کاملہ کا ان لوگوں نے انکار کیا ان میں علم غیب اور حاضر و ناظر اور معراج کی رات حضور علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنا اور حضور علیہ السلام کی اعانت کا انکار کرنا اور آپ ﷺ سے استمداد کا منکر ہو جانا یہ ان کے کفر کی وجوہات ہیں''۔

(دیوبندی مذہب،ص 653 بحوالہ عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ،حصہ اول، ص 70)

حاضر و ناظر کب ہوئے؟

اگر چہ مولانا سعید اسعد صاحب نے کہا کہ ہم حضور ﷺ کو حاضر و ناظر تکمیل قرآن کے وقت سے مانتے ہیں لیکن جس طرح انہوں نے حاضر و ناظر کا عقیدہ غلط بیان کیا یہ مسئلہ بھی غلط بیان۔ وہ اس طرح کہ مولانا فیض احمد اویسی صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر جاننا جائز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کیلئے تمام دنیا کو آپ کے روبرو مثل کف دست کے ظاہر اور روشن کر دیا ہے عالم کا ذرہ ذرہ آپ کے پیش نظر ہے ساتوں آسمانوں کا کوئی ٹکڑا ساتوں زمینوں کا کوئی ذرہ سمندروں کا کوئی قطرہ اشجار کوئی پتہ مخلوقات کے تمام احوال ہر آن ہر ساعت آپ پر ظاہر ہیں حتی کہ انسانوں کے تمام اعمال و افعال ،نفاق و ایمان اور خطرات قلوب پر رسول اللہ ﷺ باذن

الٰہی آپ اپنے نور نبوت سے مطلع ہیں"۔

(ندائے یارسول اللہ ص 39)

یہاں ہمارا استدلال "نور نبوت سے مطلع" کے جملہ سے ہے گویا اویسی صاحب کے ہاں جب حضور ﷺ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تو اسی وقت سے حاضر و ناظر بھی ہیں۔اب اس باب میں اہل بدعت کے دو گروہ ہیں جو ایک دوسرے کو کافر بھی کہتے ہیں۔مولانا اشرف سیالوی صاحب اور ان کا گروہ (جس میں مولانا سعید اسد صاحب بھی شامل ہیں) نبی کریم ﷺ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت سے سرفراز مانتے ہیں گویا ان کے نزدیک حضور ﷺ چالیس سال کی عمر میں" حاضر و ناظر" ہوئے جبکہ سیالوی کا مخالف گروہ جو جمہور رضاخانیت ہے وہ نبی کریم ﷺ کو عالم ارواح میں نبوت سے سرفراز مانتا ہے گویا ان کے ہاں حضور ﷺ عالم ارواح ہی میں حاضر و ناظر ہو گئے تھے۔

مولانا سعید اسد صاحب کے دادا استاد مولانا عطاء اللہ بندیالوی لکھتے ہیں:

"آنحضرت ﷺ اپنے نور نبوت کے ذریعہ مومنوں اور کافروں کے اعمال اور عقائد پر مطلع ہیں"۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 13)

نیز مولانا سعید اسد صاحب یہ حاضر و ناظر یکدم نہیں مان رہے بلکہ تدریجاً مان رہے ہیں حالانکہ یہی بندیالوی صاحب لکھتے ہیں:

"اشکال سوم یہ ہوتا تھا کہ شاید یہ اطلاع دائمی نہیں ہے بلکہ گاہے گاہے ہوتی ہے تو اس کا ازالہ فرمایا کہ یہ اطلاع نور نبوت سے ہوتی ہے چونکہ نور نبوت دائمی ہے کبھی آپ سے منفک (جدا) نہیں لہٰذا یہ اطلاع بھی دائمی ہے"۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 13)

مولانا سعید اسد صاحب کے والد مفتی امین صاحب نے "حقیقت محمدیہ" کی ایک خود ساختہ تشریح "جسد حقیقی" سے کی اور کہا کہ حضور ﷺ کا جسد حقیقی "عرش" سے بھی بڑا ہے معاذ اللہ اور وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اسی لئے کہتے ہیں:

''ابتدائے آفرینش سے لیکر جو کچھ ہوا سب حضور پرنور ﷺ کے سامنے ہوا''۔

(حاضر و ناظر رسول ﷺ ص 62)

مولانا عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''اللہ کی بڑی رحمت اور خطاب شدہ اور مقرر رحمت عالمین کے واسطے آپ ہی ہیں اس واسطے نبی کریم ﷺ کی ذات رحمت عالمین کی ہر شئے کو محیط ہے اس لئے آپ حاضر و ناظر ہونے کے بغیر وَسِعَتْ کُلَّ شیئٍ کے مصداق نہیں بن سکتے اور آپ کی رحمت کو اللہ کی ذات محیط ہے اس واسطے آپ کی رحمت کا جدا ہونا عالمین سے محال ہے''۔

(مقیاس حنفیت ص 270)

جب آپ تمام عالم کیلئے رحمت ہیں اور آپ کی رحمت عالم سے جدا نہیں ہوسکتی اور اسی واسطے آپ حاضر و ناظر ہیں تو پھر آپ کا حاضر و ناظر ہونا عالم کی پیدائش کے وقت سے ہی ہونا لازم ہوا۔ ورنہ عالم تو موجود ہوتا مگر رحمت نہ ہوتی۔ اب سعید اسد صاحب پر اچھروی صاحب کا فتوی لگا کہ بقول سعید اسد صاحب جب تکمیل قرآن یعنی قرب وفات کے وقت نبی کریم ﷺ حاضر و ناظر ہوئے تو اس سے پہلے آپ رحمۃ للعالمین بھی بقول اچھروی نہ ہوئے گویا کروڑوں سالوں تک سعید اسد صاحب نے عالم کو نبی کی رحمت کے بغیر مانا۔

تکمیل قرآن کے ساتھ حاضر و ناظر ہونے والوں پر زبردست گرفت

بریلوی اکابر کا حوالہ گزر چکا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو ''نور نبوت'' کی وجہ سے حاضر و ناظر مانتے ہیں، جبکہ مولانا سعید اسد صاحب روضہ رسول ﷺ میں نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اسی طرح ڈاکٹر اشرف آصف جلالی لکھتے ہیں:

''ہمارا عقیدہ ہے کہ ہمارے آقا و مولی حضرت محمد مصطفی ﷺ اپنے روضہ پاک میں حیات حسی و جسمانی کے ساتھ زندہ ہیں اور پوری کائنات آپ کے سامنے موجود اور کائنات کے ذرے ذرے پر نگاہ کرنے کی سعادت اللہ تعالی نے آپ کو عطا فرمائی ہے''۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 7)

ان کے نزدیک بھی حضور ﷺ روضہ مبارکہ میں مدفون ہونے کے بعد حاضر و ناظر ہیں۔اس سے پہلے نہیں۔ پہلے کی نفی کی وجہ یہ ہے کہ بلاغت میں آپ نے پڑھا ہوگا کہ کلام مقید میں ''قید'' ملحوظ ہوتی ہے۔جب ان بدعتیوں نے حاضر و ناظر کے عقیدہ میں فقط ''روضہ رسول ﷺ'' کی قید لگا دی تو اس کا مطلب یہی ہوا کہ حضور ﷺ کی حیات میں یہ لوگ آپ ﷺ کیلئے اس قسم کے حاضر و ناظر کا عقیدہ نہیں رکھتے۔

اب دیکھیں جن لوگوں نے حاضر و ناظر کی علت ''نور نبوت'' بتلائی ان کی عبارات کی روشنی میں مولانا سعید اسد، جلالی و مثلهما حضور ﷺ کی نبوت کے منکر ہیں معاذ اللہ، اس لئے کہ جب حیات ظاہری میں ہر ذرے پر حاضر و ناظر نہیں تو نبی بھی نہیں کیونکہ یہی اس کی علت تھی ورنہ علت کا معلوم سے تخلف لازم آئے گا وھو محال۔اور یہ بدعتیوں کا فتوی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا منکر بالاجماع کافر ہے۔لہذا یہ لوگ نبی کریم ﷺ کے نور نبوت کے منکر ہو کر کافر ہوئے۔

ان سے یہ وضاحت بھی کروانی ہے

جو لوگ ان میں سے تکمیل قرآن کے وقت یا روضہ رسول ﷺ میں نبی کریم ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں ان سے یہ بھی پوچھنا ہے کہ حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ان کیلئے حاضر و ناظر کے اس معنی میں دعوے دار کیوں نہیں؟ اس کے انکار کی کیا دلیل ہے آپ کے پاس؟

لہذا مناظرے میں آپ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی میں حاضر و ناظر ہونے کی نفی پر بھی دلائل دینے ہیں، کیونکہ آپ کے اکابر تو حضور ﷺ کو ''نور نبوت'' جو غیر منفک ہے کے ملنے سے کے ساتھ ہی'' حاضر و ناظر'' مانتے ہیں آپ اس معنی میں نہیں مانتے، لہذا وہ دلائل ذکر کریں جس کی وجہ سے آپ نے ان کا یہ عقیدہ تسلیم نہیں کیا۔

مولانا اشرف سیالوی صاحب کا معتزلانہ عقیدہ

آپ نے علم غیب اور حاضر و ناظر کے مسئلہ میں پڑھ لیا کہ حضور ﷺ کا یہ علم غیب کلی تدریجا نزول قرآن کے ساتھ مکمل ہوا، بعض نے کہا معراج کی رات مکمل ہوا، بعض نے دیگر نظریات پیش کئے۔یہاں ایک اور بات بھی بتاتا چلوں کہ عموما رضاخانی حضرات نے یہ دھوکا بھی دیا ہوا ہے کہ

حضور ﷺ کا یہ علم غیب اللہ کی طرف سے وحی اور اعلام کے ذریعہ ہوتا ہے حالانکہ اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''لہذا انبیاء و رسل علیہم السلام کیلئے علم غیب تسلیم کرنا لازم و فرض ہے البتہ وہ عطائی ہے ذاتی نہیں اور اللہ تعالیٰ کے علم کے مساوی نہیں جو کہ غیر متناہی بالفعل ہے بلکہ متناہی و محدود ہے اور غیر متناہی لاتقفی ہے اور صرف تازہ اطلاع سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ فراست اور نور قلب اور انوار محبوبیت کے ذریعہ ان میں ملکہ و استعداد اس علم غیب کی موجود ہوتی ہے''۔

(گلشن توحید و رسالت، ج 2، ص 365)

گویا بدعتی مناظر اعظم اشرف سیالوی صاحب کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے اندر ایک قوت، استعداد و ملکہ اللہ کی طرف سے ودیعت کر دیا گیا ہے جس کو وہ ''نور نبوت'' اور ''فراست'' سے تعبیر کر رہے ہیں جس کی وجہ سے اب وہ علم غیب جاننے کیلئے اللہ کی وحی کے محتاج نہیں بلکہ جب چاہیں اس ملکہ و استعداد کے ذریعہ غیب معلوم کر لیں۔ حالانکہ یہ بالکل معتزلہ کا عقیدہ ہے اور علم کلام میں ''تاثیر'' کے نام سے معروف ہے۔ معتزلہ کا تاثیر کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ انسان اپنے افعال کا خود موجد ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اندر ایک قوت ایک طرح کی قدرت و ملکہ رکھ دیا ہے اور اس قدرت کی وجہ سے وہ جس طرح چاہے تصرف کرتا ہے۔ امام سنوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علم کلام سے نابلد (اشرف سیالوی جیسے) عوام کا عقیدہ بھی یہی ہے اس عقیدہ کے کفر میں اختلاف ہے لیکن ظاہر یہی ہے کہ ایسا نظریہ رکھنے والے کافر ہیں۔ ان کی مکمل عبارت ملاحظہ ہو:

ثم ذكر ان النوع الثالث من هذا الصنف ما تقوله المعتزلة و يعتقده اكثر من جهل هذا العلم من المسلمين ان العبد يوجد افعاله بقدرة خلقها الله تعالى له و امره ان يتصرف بها في غير ما نهاه عنه و ذكر خلاف اهل السنة في تكفيرهم قال و الاظهر انهم كافرون

(شرح العقیدۃ الکبریٰ ص 277، دار التقوی شام)

اس سے ان بدعتیوں کے قول کا رد بھی ہوگیا جو عرض اعمال یا تدریجا وحی کے ذریعہ علم غیب و حاضر ناظر کو تسلیم کرتے ہیں۔

حاضر و ناظر علم غیب کی فرع ہے

اگرچہ اس پر ماقبل میں تفصیل سے کلام ہو چکا ہے لیکن ایک صریح حوالہ بھی ملاحظہ ہو:

''حاضر و ناظر کا عقیدہ و نظریہ بھی اسی علم غیب کا ہی شعبہ اور حصہ ہے''

(گلشن توحید و رسالت، جلد دوم ص 366)

شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر بھی مناظرہ ہوگا

بدعتیوں سے صرف نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر مناظرہ نہ ہوگا بلکہ شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر بھی مناظرہ ہوگا۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے''۔

(نور العرفان ص 184 از مفتی احمد یار خان نعیمی)

یہی مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''ابلیس کی نظر تمام جہاں پر ہے کہ وہ بیک وقت سب کو دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ارادوں بلکہ دل کے خطرات سے بھی خبردار ہے کہ نیک ارادے سے باز رکھتا ہے اور برے ارادے کی حمایت کرتا ہے''۔

(تفسیر نعیمی ج 3 ص 114 آیت نمبر 268)

یہی عقیدہ ان بدبختوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے ہے۔

نواب احمد رضا خان کی مصدقہ کتاب ''انوار ساطعہ'' میں ہے:

''تماشا یہ ہے کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک، مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی نہیں کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر

ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے"۔

(انوار ساطعہ ص 359)

یعنی یہ شیطان کو نبی کریم ﷺ سے زائد مقامات پر حاضر و ناظر مانتے ہیں اب جہاں اپنے عقیدے میں حضور ﷺ کے حاضر و ناظر کو لکھیں گے وہاں اپنے پیر شیطان کا بھی ذکر کریں گے۔ اور اس کے حاضر و ناظر ہونے پر بھی دلائل دیں گے۔

حاضر و ناظر سے متعلق چند سوالات

(۱) آپ ﷺ کی روح مبارک ہر جگہ موجود ہے؟ یا روح مع الجسد ہر جگہ موجود ہے؟ یا جسم مثالی ان میں سے کسی ایک کو متعین کرو؟

(۲) علم غیب کے متعلق تو ان کے مناظرین کہتے ہیں کہ تدریجاً آپ کو ملا تو حاضر ناظر کے متعلق بھی ان سے دریافت کیا جائے کہ یہ صفت بھی آپ کو تدریجاً آخری عمر میں ملی یا دفعۃً شروع ہی سے آپ اس صفت سے متصف تھے کیونکہ ماقبل میں اس حوالے سے ان کے جو عقائد ذکر کئے گئے ان میں کافی تضاد ہے۔

(۳) اگر یہ کہیں کہ دفعۃً یہ صفت حاصل ہوگئی تھی تو پوچھیں کہ کیا وجہ ہے کہ علم غیب تو آپ ﷺ کو تدریجاً ملا اور یہ صفت دفعۃً مل گئی۔

(۴) زندگی میں جب آپ ﷺ اپنے مقام پر حاضر ہوتے تھے تو جو جو وہاں ہوتا (خواہ صحابی ہو یا مشرک بے ایمان) سب کیلئے منظور بھی تھے یعنی سب کو نظر آتے مگر کیا وجہ ہے کہ وفات کے بعد آپ حاضر تو ہر جگہ پر ہیں مگر منظور کسی کو نہیں۔

(۵) اگر آپ روح مع الجسد حاضر ہیں تو قبر مبارک میں کون ہے؟ پھر اس حدیث کا کیا مطلب کہ الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون اور اگر صرف روح حاضر ہے تو یہ حضور کامل تو نہ ہوا اس لئے کہ انسان تو روح مع الجسد کا نام ہے۔

(۶) اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ تدریجاً یہ صفت آپ کو ملی تو کب ملی؟ تاریخ و سال کا تعین کرو اور کسی شیعہ بریلوی کا قول معتبر نہیں عقیدہ نص سے ثابت ہوتا ہے اس لئے اس باب میں بھی نص

قطعی درکار ہے۔

(۷) اگر آپ ﷺ وفات کے بعد حاضر و ناظر ہیں (جیسا کہ ماقبل میں تنقیح عقیدہ کی بحث میں یہ بات گزرگئی کہ کچھ بریلوی نبی کریم ﷺ کو قبر میں حاضر و ناظر مانتے ہیں) تو یہ بات آپ کو کس نے بتائی؟ وحی کے ذریعہ معلوم ہوئی یا بغیر وحی کے؟ وحی تو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد بند ہوگئی لہذا تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ قبر مبارک میں حاضر و ناظر ہیں اور اگر بغیر وحی کے معلوم ہوئی تو ہم اس کو مانتے ہی نہیں۔

(۸) زندگی میں حضور ﷺ غیر محرم عورتوں سے پردہ کرتے کوئی عورت بغیر پردہ آپ ﷺ کے سامنے نہ آسکتی تھیں اب اگر آپ ہر جگہ ہیں تو لامحالہ وہاں بھی ہوں گے جہاں بے پردہ عورتیں ہیں جہاں بے حیائی ہے اگر نہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا کیا مطلب؟ اگر موجود ہوتے ہیں تو معاذ اللہ اس سے بڑھ کر بے ایمانی اور گستاخی کیا ہوگی؟ بریلوی اس سوال میں کافی سرگرداں رہے تا نکہ بعض بے ایمانوں نے تو اس بات کا کھلا اقرار کیا کہ ہاں ان مقامات پر بھی موجود ہوتے ہیں معاذ اللہ جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔

(۹) جن بدعتیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ کو تدریجاً علم غیب ملا وہ اور آخر وقت میں آپ کا علم غیب مکمل ہوا وہ یقیناً آپ ﷺ کے آخر عمر تک حاضر و ناظر کے بھی منکر ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ جب ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو علم غیب بھی ہوتا ان مقامات کا۔

(۱۰) اگر آپ ﷺ عالم الغیب بھی ہیں حاضر و ناظر بھی ہیں تو یہ اتنی برائیاں ہو رہی ہیں ان کو حضور ﷺ روکتے کیوں نہیں؟ اگر اختیار ہے مگر پھر بھی نہیں روکتے تو یہ مقام نبوت کے خلاف ہے اور اگر اختیار نہیں تو مختار کل کا عقیدہ گیا؟ بریلوی اس کے جواب میں بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو بھی تو اختیار ہے وہ کیوں نہیں روکتا تو کیا اللہ تعالیٰ احکام شریعت کا مکلف ہے؟ مزید تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے۔

(۱۱) آپ ﷺ نے اونٹنی پر سواری فرمائی گھوڑے پر سواری فرمائی خچر پر سواری فرمائی مرکوب راکب کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتا ہے اور آدمی ایک جگہ سے دوسری جگہ تب ہی پہنچتا

ہے جب وہ دوسری جگہ پر نہ ہو تو اگر حضور ﷺ ہر جگہ حاضر تھے تو سواریوں پر سفر کرنے کی کیا ضرورت؟

(۱۲) آپ نے میبذی کے حوالے سے ماقبل میں پڑھ لیا ہے کہ ایک مکان میں جب ایک جوہر آگیا تو دوسرے جوہر کیلئے وہاں جگہ نہیں یعنی تداخل الجوہر و تداخل الاجسام ناممکن ہے اب آپ بتائیں کہ آپ ﷺ ہر جگہ حاضر ہیں جیسے اس وقت میں جہاں موجود ہوں یا دیگر جو اشیاء موجود ہیں یہاں نبی کریم ﷺ بھی موجود ہیں؟ تو یہ تو ناممکن ہے اس لئے کہ تداخل الاجسام ناممکن ہے اور اگر موجود نہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر کا کیا معنیٰ؟

(۱۳) حدیث میں ہے کہ من صلی علی عند القبر سمعته و من صلی علی نائیا بُلِّغْتُهُ یعنی جو میری قبر کے قریب جو مجھ پر درود پڑھتا ہے اس کو میں خود سنتا ہوں اور جو دور سے پڑھتا ہے تو وہ پہنچایا جاتا ہے تو یہ قریب و دور کا فرق تو تبھی ہوگا جب آپ ﷺ دور موجود نہ ہوں اگر ہر جگہ موجود ہوتے تو دور سے پہنچائے جانے کا کیا مقصد؟

(۱۴) قبر بھی ایک مکان ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے مسلمان بھی ہوں گے جن کو معاذ اللہ قبر میں عذاب ہو رہا ہوگا تو اگر آپ ﷺ وہاں موجود نہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا کیا مطلب؟ اور اگر موجود ہیں تو آپ ﷺ کے سامنے آپ ﷺ کے امتی کو عذاب ہو رہا ہوگا تو یہ ناممکن ہے کہ آپ ﷺ ان کی سفارش نہ کریں اگر سفارش کرتے ہیں تو قبول ہوتی ہے اور یوں اس وقت کسی بھی مسلمان کی قبر میں عذاب نہیں ہو رہا ہوگا اور یہ دعوی بلا دلیل ہوگا اور اگر سفارش قبول نہیں ہوتی تو مختار کل کا عقیدہ ہاتھ سے گیا۔

(۱۵) آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے تو اب اللہ کے مہمان ہیں اور روضۃ من ریاض الجنۃ میں تشریف فرما ہیں تو اب اللہ تعالی کی مہمانی چھوڑ کر اور جنت کے باغ کو چھوڑ کر آپ کی بدبودار گلیوں میں کیوں حاضر و ناظر ہیں؟

☆......☆......☆......☆

فوائدِ شتّٰی

مَقسم اپنی اقسام میں موجود ہوتا ہے

بدعتی کہتے ہیں کہ دیکھو حیوان ایک جنس ہے اس کی تقسیم انواع کی طرف کریں الانسان اما مسلم اما کافر اما مشرك پھر اس صنف کو آگے انواع کی طرف تقسیم کریں المسلم اما زید اما عمرو اب آپ دیکھیں کہ زید ایک فرد ہے جو کتنے مراحل اور تقسیمات سے گزر کر آیا ہے اس کے اندر حیوانیت ہے یا نہیں؟ یقیناً ہے اس لئے کہ حیوان اصل مقسم ہے معلوم ہوا کہ ہر مقسم اپنی تقسیمات کے اندر موجود رہتا ہے۔ اب دیکھو سب سے پہلے نبی کریم ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا پھر آپ ﷺ کے نور سے باقی سب مخلوق پیدا کی گئی یہاں محمد ﷺ کی ذات مقسم ہوئی اور پوری کائنات اور اس کا ذرہ ذرہ اقسام ہوئے اور مقسم اپنی اقسام میں ہمیشہ موجود رہتا ہے لہذا نبی کریم ﷺ بھی کائنات اور اس کے ہر ذرے ذرے میں موجود ہیں یہی عقیدہ مولانا احمد سعید کاظمی نے پیش کیا اور اسے حقیقت محمدیہ سے تعبیر کیا۔ (جس منطقی انداز میں ہم نے پیش کیا اس طرح شائد کاظمی صاحب کے وہم وخیال میں بھی نہ ہو اس لئے بدعتی اس پر ہمارا شکریہ ادا کریں)

اس کا جواب یہ ہے کہ دیکھو بقول تمہارے نبی اکرم ﷺ کی ذات سے حضرت آدم علیہ السلام کو بنایا گیا حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہوئی ہابیل قابیل کی اولاد ہوئی یہ جو اولاد ہے یہ گویا اقسام ہیں اپنے آباء کی ان کے آباء مقسم بھی ہیں اور اقسام بھی اپنے آباء کی اس طرح یہ سلسلہ چلے گا حتی کہ آدم علیہ السلام کی ذات مقسم ہے ہابیل قابیل کیلئے اور قسم بھی محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ اس کو یوں سمجھئے کہ الکلمۃ مقسم ہے اس کی اقسام اسم، فعل، حرف ہیں۔ پھر اس کی اقسام ہیں معرب و مبنی۔ اسم ان کیلئے مقسم ہے اور اوپر کلمہ کیلئے قسم ہے پھر آگے معرب کی اقسام ہیں منصرف وغیر منصرف ان کیلئے معرب قسم ہے اور معرب خود قسم ہے اسم کی۔ اور قاعدہ ہے کہ قسم اپنی اقسام میں ہمیشہ موجود ہوتا ہے لہذا کلمہ اپنی تمام اقسام اسم فعل حرف معرب مبنی منصرف وغیرہ میں موجود ہوگا۔ اسم بھی مقسم ہے اپنے ماتحت کے اعتبار سے لہذا وہ اپنی اقسام معرب مبنی منصرف وغیرہ میں موجود ہوگا اسی طرح معرب بھی مقسم ہے اپنے ماتحت کے اعتبار سے لہذا وہ بھی اپنی اقسام منصرف وغیر منصرف میں موجود ہوگا جب یہ سمجھ گئے تو اب دیکھئے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے پوری کائنات اور اس کی تمام چیزوں کو وجود

ملا محمد رسول اللہ ﷺ مقسم ہے پھر آگے آدم علیہ السلام بھی مقسم ہیں اپنی اولاد کیلئے لہذا وہ بھی اپنے ہر بیٹے میں تاقیامت رہیں گے اسی طرح دیگر اشیاء قیاس کریں غرض خلاصہ یہ نکلا کہ اس اصول سے تو تمام انبیاء، کرسی، لوح محفوظ بلکہ فاسق فاجر بھی اپنے سے بعد بننے والی کائنات کے ذروں میں موجود رہیں گے ۔اب یہ تسلیم کرو اگر نہیں تو دلیل باطل ۔

یاد رہے کہ یہ جواب علی سبیل التسلیم ہے ورنہ سب سے پہلے نبی اکرم ﷺ کے نور کو پیدا کیا گیا اس معنی کی کوئی حدیث صحیح سند کے ساتھ کتب حدیث میں موجود ہی نہیں ۔

حقیقتِ محمّدیہ

مغالطہ دہی میں بدعتیوں کا کوئی ثانی نہیں اب دیکھیں کہ یہ لوگ حاضر و ناظر کے مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے صوفیاء کی ایک اصطلاح ''حقیقت محمدیہ'' سے سادہ لوح عوام کو مغالطہ دیتے ہیں ۔

حالانکہ حقیقت محمدیہ کو اس عقیدہ حاضر و ناظر سے کوئی تعلق نہیں ۔حقیقت محمدیہ کا مطلب یہ ہے کہ صوفیاء کہتے ہیں کہ دیکھو عقل سوال کرتی ہے کہ جب یہ کائنات نہ تھی تو اللہ کہاں تھا؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ رب تعالی نے اپنے متعلق فرمایا کہ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیاً فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِأُعْرَفَ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں ۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی ذات کائنات و خلق کی تخلیق سے پہلے بھی اپنی تمام صفات و کمالات کے ساتھ موجود تھی مگر اس ذات کو پہچاننے والا کوئی نہ تھی اکیلی ذات تھی اب جب مخلوق کی اللہ نے تخلیق کا ارادہ کیا تو اس تخلیق سے پہلے جو ظہور امر کا پہلا مرتبہ آیا ہے یعنی اللہ تعالی کے امر و ارادے کا جو پہلا ظہور ہوا وہ اللہ تعالی کی ''حب'' کا ظہور ہوا اب اس مخلوق کی تخلیق سے پہلے اللہ تبارک و تعالی نے نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ کو پیدا فرمایا جیسا کہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ اول ما خلق اللہ نوری ایک اور روایت میں آتا ہے کہ لولاك لما خلقت الافلاك اب جب نبی اکرم ﷺ خلق کے اعتبار سے اول ہوئے اور ادھر اللہ نے فرمایا کہ میں نے محبت کی کہ میں پہچانا جاؤں تو اللہ کی جو یہ کمال حب کا ظہور ہوا تو یہ نبی اکرم ﷺ کی تخلیق کے وقت ہوا چنانچہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے محب بھی تھے محبوب بھی تھے محبّیت ذاتی اور

محبوبیت ذاتی علی وجہ الاتم وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ میں موجود ہے اب جو نبی کریم ﷺ کی تخلیق کا ظہور ہوا انہیں پیدا کیا گیا تو اس خلق کو صوفیاء کے ہاں "تعین اول" کہا جاتا ہے مطلب اللہ تعالی نے حضور ﷺ کو سب سے پہلے تخلیق کیا اس کے بعد تمام مخلوقات کو تخلیق کیا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

"اور حقیقت محمدیہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام جو کہ حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر آخرکار جو کچھ منکشف ہوا وہ تعین وظہور حبی ہے جو کہ تمام ظہورات کا مبداء اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الاخلق لاعرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں) سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تحت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو کہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں مستقل طور پر اپنا ٹھکانہ رکھتا حدیث قدسی لولاك لما خلقت الافلاك (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) جو کہ خاتم الرسل کی شان میں واقع کا راز اس جگہ سے معلوم کرنا چاہئے اور لولاك لما اظهرت الربوبيت (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں تلاش کرنا چاہئے۔

(مکتوبات اردو، ج3، ص1609، مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی)

اسی بات کو عاشق رسول ﷺ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا:

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روح محمد بنایا گیا
پھر اسی نور سے لیکر روشنی بزم کون و مکان کو سجایا گیا

وضاحت: حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں اس لئے ہم نے بھی بوجہ شہرت نسبت کردی البتہ اس کا ماخذ ہمیں دستیاب نہ ہوسکا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حقیقت محمدیہ خالصۃ تصوف کی اصطلاح ہے اور ظاہر ہے کہ اس پر

عقیدے کی بنیاد وہ بھی اس طرح کہ جو نہ مانے وہ کافر ہے کسی طور پر بھی نہیں رکھی جاسکتی۔

پھر اس اصطلاح کی کامل وضاحت قرآن و حدیث میں موجود نہیں جو احادیث پیش کی گئی وہ محدثین کے ہاں سخت مجروح ہیں بلکہ اس اصطلاح کی واحد مضبوط بنیاد ''کشف'' ہے چنانچہ حضرت مجدد و منور رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ کہہ کر:

''مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر آخر کار جو کچھ منکشف ہوا''

اس کی وضاحت فرمادی کہ اس کا تعلق خالصتا کشف سے ہے۔پس کسی امتی کا کشف تو ویسے ہی کسی دوسرے پر حجت نہیں چہ جائیکہ اس سے عقیدہ بنالیا جائے۔

ثالثا: حقیقت محمدیہ کی جو وضاحت ما قبل میں گزری اس سے بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہم نے جتنے بھی ما قبل میں آل بدعت کے عقیدے نقل کئے بتائے اس میں سے کونسا عقیدہ اس اصطلاح پر منطبق ہوتا ہے؟ اس اصطلاح سے تو صرف ظہور اول کا تعین مقصود ہے۔اس کو ایک عام فہم آسان سی مثال سے سمجھ لیں مثلا آپ کو کوئی سفید چٹا کاغذ دے دیا جائے جس پر کسی قسم کی تحریر کوئی لکیر کوئی نکتہ نہ ہو صاف شفاف سفید کاغذ ہو اور کہا جائے کہ اس پر کچھ لکھو تو اب جو آپ پہلا لفظ لکھیں گے سمجھ لو کہ وہی ''تعین اول'' اور اس کے بعد جن جن الفاظ کا ظہور ہوگا وہ اس تعین اول کے ظلال ہوں گے۔اب کوئی بے وقوف اس سے یہ مفہوم اخذ کرے گا کہ وہ پہلا لفظ اب ہر جگہ حاضر و ناظر ہے دیگر تمام الفاظ کے ذرہ ذرہ کائنات میں موجود تمام کاغذوں کے ذرہ ذرہ میں وہ پہلا لفظ موجود ہے؟۔ہرگز نہیں مگر خدا ان بدعتیوں کو سمجھ دے جو اس کا یہی مطلب بیان کر رہے ہیں۔

خامسا: حقیقت محمدیہ کی جو تعریف راقم نے نقل کی ہے وہ میری ذاتی تحقیق ہے جو بزرگوں کے اقوال سے مجھے سمجھ آئی اگر کسی کا ذوق و تحقیقی مزاج یا ''کشف'' اس کے خلاف ہو تو اس کو اختلاف کا مکمل حق دلیل کے ساتھ حاصل ہے، بشرطیکہ قرآن و حدیث کی نصوص سے تعارض نہ آتا ہو کیونکہ ولا مشاحة فی الاصطلاح۔لیکن یاد رہے کہ عقیدہ اس سے پھر بھی ثابت نہ ہوگا۔

حقیقت محمدیہ اور پیر نصیر الدین گولڑوی

پیر نصیر صاحب لکھتے ہیں:

"بعض کم علم (جیسا کہ بدعتی۔ از ناقل) حقیقت محمدیہ سے مراد رسالت مآب ﷺ کی معروف ذات لیتے ہیں جو غلط محض ہے صوفیاء کے نزدیک جب ذات بحت نے تنزل فرمایا تو اس کا سب سے پہلا تعین حقیقت محمدیہ تھا اور جب آنحضرت ﷺ نے عروج کیا تو آپ کو اس ذات عروج کی انتہاء تنزل کی ابتداء تھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے عروج اور ذات باری تعالیٰ کے نزول کا نقطہ حقیقت محمدیہ ہے"۔

(راہ و رسم منزلہا ص 64,63)

جسم مثالی سے حاضر و ناظر پر استدلال

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے کو اپنے کسی مقبول بندے کی کوئی صورت دیکھا دیتا ہے اور بعض اوقات اسباب کے درجہ میں اس سے کوئی کام بھی لے لیا جاتا ہے۔ بدعتی ایسے واقعات کے متعلق کہتے ہیں کہ دیکھو وہ بندہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تبھی تو فلاں مقام پر نظر آیا۔ اولا تو یہ کہنا ہی غلط ہے کہ وہ ہر جگہ حاضر ناظر اس لئے کہ اس کا صرف ایک مخصوص مقام پر مخصوص وقت کیلئے نظر آنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی صورت مثالیہ صرف اسی مقام پر تھی ورنہ جس طرح یہاں نظر آیا ہر مقام پر نظر آنا چاہئے تھا۔

ثانیا صورت مثالیہ عالم مثال کی ایک شے ہے جو اصل کے مشابہ ہوتی ہے لیکن اس نقل و حرکت اور کہیں حاضر ہونے۔ سے "اصل ذات" یعنی جس کی وہ صورت ہے کے حاضر و ناظر نقل و حرکت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اصل کو یہ بھی علم نہ ہو کہ اس کی صورت مثالیہ فلاں مقام پر ہے۔ اس کو یوں سمجھے جیسے زندہ انسان کوئی خواب دیکھے اور اس سے گفتگو یا بحث و تکرار یا اظہار حب و بغض کرے لیکن اگر اصل انسان سے پوچھا جائے کہ کل خواب میں آپ کے ساتھ اس حالت میں ملاقات ہوئی تو وہ جواب دے گا کہ مجھے تو اس کا علم ہی نہیں۔ خواب میں بھی ایک مثالی شکل و صورت ہی سے ملاقات ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی ؒ فرماتے ہیں:

''وہمچنیں ارباب حاجت از اعزہ احیاء و اموات در مخاوف و مہالک مدد ہا طلب میںمایند و می بینند کہ صور آں اعزہ حاضر شدہ و دفع بلیہ نمودہ اس گاہ ہست کہ آں اعزہ را از دفع آں بلیہ اطلاع بود و گاہ نبود''۔

(مکتوبات دفتر دوم، حصہ ہفتم، مکتوب نمبر 58)

حضرت مجدد الف ثانی ؒ کی اس عبارت سے صراحتہ یہ معلوم ہوا کہ جن حضرات کی صور مثالیہ ہوتی ہیں ان کو بعض اوقات اطلاع تک نہیں ہوتی کہ ہماری صورت مثالیہ کیا خدمات انجام دے آئی ہے لہذا ان صور مثالیہ اور لطائف غیبیہ کا مسئلہ حاضر و ناظر اور علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک اور مقام پر مجدد صاحب لکھتے ہیں:

''و اولیائے کہ صاحب علم و کشف اند جائز است کہ بو بعضے از خوارق خود اطلاع پیدا نہ کنند بلکہ صور مثالیہ ایشاں را در امکنہ متعددہ ظاہر سازند و در مسافت بعیدہ کار ہائے عجیبہ و غریبہ از اں صور بظہو ر آرند کہ صاحب آں صور را از آنہا اصلا اطلاع نیست''۔

(مکتوبات دفتر اول حصہ سوم، مکتوب 216)

ثالثا یہ صورت مثالیہ کا ظاہر ہونا واقعات و کشفی حکایات ہیں نہ کہ نصوص قطعیہ لہذا ان سے عقیدہ پر کسی صورت استدلال نہیں کیا جا سکتا کما مر۔

کشف کی وضاحت

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالی اپنے مقبول بندوں کی آنکھوں کے سامنے سے پردے ہٹا دیتا ہے اور انہیں امور غیبیہ میں سے وہ چیز نظر آجاتی ہے جو دوسروں کی آنکھوں سے مستور ہوتی ہیں۔ بدعتی ایسے واقعات کو بھی حاضر ناظر پر محمول کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ درست نہیں اس لئے کہ اس صورت میں آدمی تو اپنی جگہ پر ہوتا ہے اور دور کے علاقے سے پردہ کو اللہ تعالی ہٹا دیتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں حضرت آسیہ بی بی ؓ فرعون کی زوجہ کا واقعہ ہے کہ جب ظالم فرعون اسے شہید کرنے لگا تو بی بی نے فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ

بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِي مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهِ وَنَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ
(سورۃ التحریم آیت 11، پارہ 28)

اور اللہ مسلمانوں کی مثال بیان فرماتا ہے فرعون کی بی بی جب اس نے عرض کی کہ اے میرے رب میرے لئے اپنے پاس جنت میں گھر بنا (کنزالایمان)

اسکی تفسیر میں علامہ بغوی لکھتے ہیں:

فَكَشَفَ اللّٰهُ لَهَا عَنْ بَيْتِهَا فِي الْجَنَّةِ حَتّٰى رَاٰتْهُ
(تفسیر بغوی، ج 8، ص 171، دار الطیبہ الریاض)

بدعتی صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے ان کا مکان جو جنت میں ہے ان پر ظاہر فرمایا اور اس کی مسرت میں فرعون کی سختیوں کی شدت ان پر سہل ہوگئی"۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص 668)

اب دیکھیں بی بی مریم اپنی جگہ پر موجود ہیں مگر سینکڑوں میل کی مسافت پر اللہ نے جنت میں ان کو اپنا ٹھکانہ بتا دیا حالانکہ بی بی آسیہ اس وقت نہ تو جنت میں اور نہ ہی ہر مقام پر حاضر و ناظر تھیں۔ اسی کا نام کشف ہے۔

اسی طرح معراج کے واقعہ کے بعد جب کفار مکہ نے بیت المقدس کے متعلق سوالات کئے تو آپ کو پریشانی ہوئی تو اللہ نے سامنے سے پردے ہٹا کر بیت المقدس آپ کو دکھلا دیا۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ عالم شہود میں اگر بطور اطلاع علی الغیب یا کشف یا مشاہدہ کسی چیز کو دکھلا دیا جائے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب اسی شے کی تمام جہات کا علم بھی حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ بیت المقدس کا واقعہ اس پر شاہد ہے کہ نبی کریم ﷺ نے وہاں انبیاء کو نماز پڑھائی مگر معراج سے واپسی پر آپ اس کے متعلق تفصیل نہ بتا سکے جب تک اللہ نے سامنے سے پردے نہ ہٹا دئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں ہے:

قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ مِنَ النَّارِ

لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ

(سورۃ القصص،29،پارہ20)

مجھے طور کی طرف سے ایک آگ نظر پڑی ہے شاید میں وہاں سے کچھ خبر لاؤں یا تمہارے لئے کوئی آگ کی چنگاری لاؤں کہ تم تاپو۔

اب دیکھیں آگ جل رہی ہے یہ جہت تو حضرت موسی علیہ السلام کو نظر آ گئی مگر وہ آگ دراصل "رب کی تجلی" تھی یہ جہت آپ سے مخفی رہی۔

اس طرح کی کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں کسی ایک جہت کے ظاہر ہو جانے سے اس شے کی تمام جہات کا علم ہونا لازم نہیں۔ بدعتی حضرات کی یہی بنیادی غلطی ہے کہ جب وہ دیکھتے ہیں کہ کسی نبی کو کسی مخفی امور کی اطلاع دی گئی ہے تو وہ اس پر قیاس کرتے ہوئے ان تمام امور کا عالم مان لیتے ہیں جو کہ بدیہی البطلان ہے۔

پھر کشف ادلۃ اربعہ میں سے نہیں اور ہے بھی ظنی لہذا اس سے عقائد میں سرے سے استدلال کرنا ہی غلط ہے چنانچہ ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

واما الاولیاء و ان کان قد ینکشف لھم بعض الاشیا لکن علمھم لایکون لھم یقینا والھامھم لایفید الاامر اظنیا

(شرح الشفا،ج2،ص342)

جہاں تک اولیاء اللہ کی بات ہے تو ان پر بھی بعض چیزیں منکشف ہو جاتی ہیں لیکن ان کا یہ علم ان کیلئے یقین کے درجے میں نہیں ہوتا اور ان کا الہام محض ظنی ہوتا ہے۔

شیخ عبد الغنی نابلسی رحمہ اللہ جسے اہل بدعت اپنا پیشوا مانتے ہیں انہوں نے اس پر تفصیل سے کلام کیا کہ کشف ولایت کی علامت نہیں بعض اوقات باطن کی صفائی کی وجہ سے یہ کافر بلکہ مرتدین کو بھی حاصل ہو سکتا ہے۔(الحدیقۃ الندیہ شرح الطریقۃ المحمدیہ،ج2،ص206)

مولانا احمد رضا خان صاحب کے والد لکھتے ہیں:

"ہر چند واجبات اور محرمات شرعیہ میں کشف و الہام و تجربہ کو دخل نہیں"۔

(ھدایۃ البریہ ص 23 حسنی پریس بریلی)

پھر کشف علم غیب میں سے بھی نہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وعند رفع الحجب لا یکون هذا من علم الغیب بل من علم الشهادة وان کان من قبیل المعجزة او الکرامة

(تفسیر مظہری، ج 10 ص 100)

یعنی جب کشف کے ذریعہ پردہ حجاب ہٹ جاتا ہے تو اب یہ علم غیب نہ رہا بلکہ علم الشہادۃ ہوگیا۔ نیز امام ابن خلدون کہتے ہیں کہ کشف تو بعض اوقات بھوک و پیاس کی ریاضت کرنے والوں جیسے جادوگر وغیرہ کو بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ تو کیا اہل بدعت انہیں بھی حاضر و ناظر مانیں گے؟

الکشف قد یحصل لصاحب الجوع والخلوة وإن لم یکن هناك استقامة کالسحرة وغیرهم من المرتاضین

(مقدمہ ابن خلدون، ص 614)

ملک الموت اور شیطان پر قیاس

بدعتی کہتے ہیں کہ دیکھو ملک الموت ایک ہے مگر سب پر حاضر ہے بیک وقت سب کی روحیں قبض کرتا ہے شیطان ایک ہے مگر سب جگہ حاضر و ناظر ہے تو گزارش ہے کہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ عقائد میں قیاس نہیں چلتا۔

ثانیاً قیاس وہاں چلے گا جہاں "مقیس علیہ" فریقین کے درمیان متفق ہو۔ اور ہم مقیس علیہ یعنی ملک الموت اور شیطان کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے۔ چنانچہ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

قَالَ ابنُ عَبَّاسٍ وَغَیرُ وَاحِدٍ: لِمَلَكِ الْمَوْتِ اعوَانٌ مِنَ الْمَلَائِکَةِ یُخرِجُونَ الرُّوحَ مِنَ الْجَسَدِ فَیَقْبِضُهَا مَلَكُ الْمَوْتِ إِذَا انْتَهَتْ إِلَی الْحُلْقُومِ

(تفسیر ابن کثیر، ج 3 ص 239، سورۃ الانعام آیت ۶۱، ۶۲)

حضرت ابن عباسؓ اور بے شمار حضرات فرماتے ہیں کہ ملک الموت کے کئی مددگار فرشتے ہیں جو جسم سے روح نکالتے ہیں جب روح حلقوم تک پہنچ جاتی ہے تو ملک الموت اس کو لے لیتے ہیں۔

امام محمد بن جریر طبری آیت کریمہ و توفتہ رسلنا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''فَاِنْ قَالَ قَائِل'' اَوَلَیْسَ الَّذِیْ یَقْبِضُ الْاَرْوَاحَ مَلَکُ الْمَوْتِ فَکَیْفَ قِیْلَ تَوَفَّتْہُ رُسُلُنَا وَالرُّسُلُ جُمْلَۃ'' وَّھُوَ وَاحِد'' اَوَلَیْسَ قَدْقَالَ قُلْ یَتَوَفّٰکُمْ مَلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ قِیْلَ جَائِز'' اَنْ یَّکُوْنَ اللّٰہُ اَعَانَ مَلَکَ الْمَوْتِ بِاَعْوَانٍ مِنْ عِنْدِہٖ فَیَتَوَلَّوْنَ ذَالِکَ بِاَمْرِ مَلَکِ الْمَوْتِ فَیَکُوْنُ التَّوَفِّیْ مُضَافاً وَّاِنْ کَانَ ذَالِکَ مِنْ فِعْلِ اَعْوَانِ مَلَکِ الْمَوْتِ اِلٰی مَلَکِ الْمَوْتِ اِذَا کَانَ فِعْلُھُمْ مَا فَعَلُوْا مِنْ ذَالِکَ بِاَمْرِہٖ کَمَا یُضَافُ قَتْلُ مَنْ قَتَلَ اَعْوَانُ السُّلْطَانِ وَ جَلْدِ مَنْ جَلَدُوْہُ بِاَمْرِ السُّلْطَانِ اِلَی السُّلْطَانِ وَ اِنْ لَمْ یَکُنِ السُّلْطَانُ بَاشَرَ بِنَفْسِہٖ وَلَا وَلِیَہٗ بِیَدِہٖ وَ قَدْ تَاوَّلَ ذَالِکَ کَذَالِکَ جَمَاعَۃ'' مِنْ اَہْلِ التَّاْوِیْلِ

(تفسیر طبری، ج9، ص290، سورۃ الانعام آیت 61)

اگر کوئی قائل یہ کہے کہ کیا روحوں کو ملک الموت قبض نہیں کرتا تو پھر یہ کیسے کہہ دیا کہ ہمارے فرشتے اس کی جان نکالتے ہیں حالانکہ رسل جمع کا صیغہ ہے اور ملک الموت ایک ہے اور کیا اللہ تعالی نے یہ نہیں فرمایا کہ تو کہہ دے کہ تمہاری جان ملک الموت نکالتا ہے جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تو اس کا جواب دیا جائے گا کہ جائز ہے کہ اللہ تعالی نے ملک الموت کو اپنی طرف سے کئی مددگار فرشتے دیئے ہوں جو ملک الموت کے حکم سے اس کام کو سرانجام دیتے ہیں اور جان نکالنے کی نسبت ملک الموت کی طرف اس لئے کی ہے کہ اس کے حکم سے فرشتے جان نکالتے اور یہ کاروائی کرتے ہیں جیسا کہ بادشاہ کے حکم سے قتل کرنے والوں اور کوڑے لگانے والوں کے فعل کی نسبت بادشاہ کی طرف کی جاتی ہے اگرچہ خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے نہ قتل کیا ہوتا ہے اور نہ کوڑے لگائے ہوئے ہوتے ہیں مگر چونکہ یہ کاروائی اس کے حکم سے ہوتی ہے اس لئے اس کی طرف نسبت درست ہے اسی طرح حضرات مفسرین کرام نے اس کی تفسیر کی۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ ﷺ يَقُوْلُ اِنَّ لِمَلَكِ الْمَوْتِ اَعْوَانًا مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ

(تفسیر طبری، ج 9، ص 290)

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں ہیں کہ ملک الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں۔
پھر آگے لکھتے ہیں:

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى وَ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ قَالَ اَعْوَانُ مَلَكِ الْمَوْتِ

(تفسیر طبری، ج 9، ص 290)

پھر نبی اکرم ﷺ کو شیطان پر قیاس کرنا بھی پرلے درجے کی شقاوت قلبی اور ابلیسی ذہنیت ہے۔ شیطان کے محبین کا یہ کہنا کہ شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔ یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ انبیاء کا سینہ بھی مکان ہے صدیق و عمر، عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا سینہ بھی مکان ہے ہم ان جگہوں پر شیطان کی موجودگی کا تصور بھی نہیں کرتے۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب اذان ہوتی ہے تو شیطان کئی میل دور بھاگ جاتا ہے۔ بالفرض شیطان کو ہر جگہ حاضر ناظر مان لیا جائے تو ''بیت الخلاء'' بھی ایک جگہ ایک مکان ہے تو کیا تم وہاں بھی معاذ اللہ استغفر اللہ نبی اکرم ﷺ کو حاضر و ناظر مانو گے؟ اگر ہاں تو لعنت ایسوں پر اگر نہیں تو بدبختو! شیطان کا اختیار تو تم نے خود نبی سے بڑھا دیا۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''جب رب نے شیطان کو راندہ درگاہ کیا تو اس نے کہا کہ میں بھی تیرے بندوں کو گمراہ کرنے کیلئے ان کی راہ میں بیٹھوں گا وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شَاكِرِيْنَ (سورۃ الاعراف آیت نمبر 17) اب دیکھو شیطان کو علم غیب تھا تبھی تو ایسا کہا''

دراصل شیطان یہ علم غیب کی وجہ سے نہیں کہا تھا بلکہ اٹکل بچو سے کہا تھا وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ جب دیکھا اس نے کہ انسان کو جو بنایا گیا ہے تو اس میں قوت شہوانیہ بھی ہے قوت غضبیہ بھی ہے قوت عقلیہ بھی ہے اب قوت

شہوانیہ غضبیہ یہ فساد خون خرابے پر آمادہ کرنے والی ہے اور قوت عقلیہ رب تعالیٰ کی فرماں برداری پر آمادہ کرتی ہے گویا اس انسان کے اندر نافرمانی و فرماں برداری دونوں کا مادہ موجود ہے لہٰذا اس نے تخمینا یہ بات کہہ دی جب قرآن خود اسے ظن کہہ رہا ہے تو کسی کو اسے علم غیب کہنے کی کیا جرات ہے؟ نیز شیاطین جنات کی جنس میں سے ہیں اور جنات کے متعلق خود قرآن میں صاف واضح ہے لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ اب جو شیطان کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھے وہ اس نص کا صریح مخالف ہو کر بے ایمان ہے۔

ہم حاضر و ناظر کے بھی منکر نہیں

یاد رہے کہ ہم حضور ﷺ کیلئے صرف لفظ ''حاضر و ناظر'' کے منکر نہیں اس لئے کہ جس وقت جہاں آپ ﷺ موجود تھے ادھر حاضر تھے اور جس چیز کو ملاحظہ فرما رہے تھے اس پر ناظر بھی ہیں۔ مثلاً میں اس وقت آپ کے درمیان موجود ہوں تو اس کو آپ حاضر سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں جیسا کہ آپ کی ابھی حاضری لی گئی تو ہر ایک جو یہاں موجود تھا وہ حاضر ہوں، حاضر ہے سے اپنی حاضری کا ثبوت دے رہا تھا تو کیا اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ اب وہ ہر جگہ بھی حاضر و ہر ایک پر ناظر ہے؟ ایک محاورہ مشہور ہے کہ چوہے کو ٹھکری کیا ملی میڈیکل سٹور کھولنے کا سوچنے لگا یہی حال اہل بدعت کا ہے انہیں اگر کہیں صرف ''حاضر'' یا ''ناظر'' کا لفظ مل جائے تو فوراً چیخنے لگ جاتے ہیں دیکھو تم نبی ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے۔

او بھائی! اس معنی میں اس کا کون منکر ہے؟ اختلاف تو اس میں ہے کہ جو تو نے حاضر و ناظر کا عقیدہ بتایا ہے جرات ہے تو اس کے مطابق اپنا عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت کر کے دکھا۔

یا اور کاف (ك) خطاب سے استدلال

اہل بدعت حضرات کو جہاں کہیں ''یا'' نظر آجاتی ہے تو فوراً اس سے مشکل کشائی حاجت روائی اور حاضر ناظر ثابت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح جہاں کاف خطاب نظر آجاتا ہے مثلاً الصلوۃ و السلام علیك یارسول اللہ تو کہتے ہیں دیکھو حضور ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تبھی تو ''علیک'' کہا۔

حالانکہ "یا" حرف ندا دور و نزدیک دونوں کیلئے آتا ہے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ مخاطب سامنے نہیں ہوتا مگر اس کا خیال وصورت ذہن میں ہوتی ہے یعنی مدرک فی الذہن ہوتا ہے۔ اسی کو تصور کر کے اس سے مخاطب ہوا جاتا ہے۔ شعرا نے جہاں کہیں اپنے اشعار میں "یا" استعمال کیا وہ اسی معنی میں ہے۔

دیوان حماسہ کے ایک دو اشعار ملاحظہ ہوں:

قال بعض بنی قیس بن ثعلبة

إِنَّا مُحَيُّوكِ يَا سَلْمَى فَحَيِّينَا ... وَإِنْ سَقَيْتِ كِرَامَ النَّاسِ فَاسْقِينَا

(دیوان حماسہ.25)

قالت امْرَأَةٌ مِنْ طَيِّءٍ

دَعَا دَعْوَةً يَوْمَ الشَّرَى يَا لَمَالِكٍ ... وَمَنْ لَا يُجِبْ عِنْدَ الْحَفِيظَةِ يُكْلَمِ

(دیوان حماسہ، ص 68)

میرے باپ بہدل نے شری کے دن پکارا کہ اے مالک، میری مدد کرو لیکن کسی نے جواب نہ دیا اور جس کو جواب نہیں دیا جاتا بوقت حمیت وہ زخمی کیا جاتا ہے۔ (بامحاورہ ترجمہ)

کیا کوئی بے وقوف انسان یہاں یہ تصور کرے گا کہ ان اشعار میں مخاطب کو حاضر و ناظر سمجھا جا رہا ہے؟ اسی طرح سمجھو کہ حضور ﷺ اگر سامنے نہیں ہیں پھر بھی ان کو یا سے خطاب کیا جا رہا ہے یا "کاف" سے تو ایک تو حاضر فی الذہن کر کے یعنی مخاطِب کے ذہن دل و دماغ میں تو ہیں یا چونکہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ فرشتے حضور ﷺ تک درود پہنچانے پر مامور ہیں اس لئے ممکن ہے کہ میرا یہ کلام بھی حضور ﷺ تک پہنچا دیں۔ آج تک کسی بے وقوف نے بھی "یا" اور "کاف" خطاب سے حضور ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ثابت نہیں کیا مگر رضاخانیوں کا اللہ ہی حافظ ہے۔

مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کے بعض وہ اشعار جن میں حضور ﷺ کو "یا رسول اللہ" کہا گیا نقل کر کے اس کی توجیہ بیان کرتے ہیں:

"تمہارے نام پر قربان یا رسول اللہ
فدا ہے تم پہ میری جان یا رسول اللہ

اس کا اصل مطلب یہ ہے کہ میری جان حضرت پر قربان ہے ۔مراد اس کی جملہ خبریہ ہے گو اس نے لفظ ندائیہ بولا ہے کیا ضرور کہ یوں کہو یہ شخص تو خدا کی طرح حاضر و ناظر جان کر پکارتا ہے ہاں البتہ تم خود معنی شرک اور کفر کے لوگوں کے ذہن میں جماتے ہو(یہ ہم نہیں جماتے آپ کا بدعتی ٹولہ جما رہا ہے ۔ساجد) یہ کہہ کر کہ لفظ یا نہیں ہوتا مگر واسطے حاضر کے اور خطاب نہیں کیا جاتا مگر حاضر کو حالانکہ یہ قاعدہ غلط ہے کلام صحابہ میں غائب کو خطاب اور ندا موجود ہے ۔روایت ہے کہ حضرت علی جب وقت خلافتِ حضرت عثمان میں ایک رات مسجد کی طرف آئے دیکھا چراغ مسجد میں کثرت سے روشن ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو دعا دی اس دعا کے الفاظ سیرت حلبی جلد ثانی صفحہ 235 میں یہ ہیں:

نورت مساجدنا نور الله یا ابن خطاب

یعنی روشن کیا تو نے ہماری مسجدوں کو ،اللہ روشن کرے تیری قبر کو اے بیٹے خطاب کے دیکھئے یہاں حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم خطاب فرماتے ہیں بعد وفات عمر اور یہاں حضرت عمر کو پکار کر اپنی طرف متوجہ کرنا یا بلانا جو فائدہ ندا کا ہوتا ہے مقصود نہیں"۔

(انوار ساطعہ ،ص 459)

اب لك ضمیر پر بھی انہی کا حوالہ ملاحظہ ہو:

"حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو ہرقل بادشاہ روم کو نامہ رقم فرمایا تھا بروایت بخاری اس کے الفاظ یہ تھے:

اما بعد فانی ادعوک بدعوۃ الاسلام اسلم تسلم

لیکن بعد اس کے بے شک میں بلاتا ہوں تجھ کو ساتھ بلانے اسلام کے تو اسلام لے آتا کہ سلامت رہے

اس میں خطاب حاضر کا ہے بادشاہ روم کو ،حالانکہ آپ ملک عرب میں تھے اور وہ روم میں تھا اور وہ اصحاب کشف سے نہ تھا کہ حضرت کا خطاب وہاں سے معلوم کر لیتا"۔

(انوار ساطعہ ص 455)

لیکن اہل بدعت کے ہاں ہر قل کو ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا چاہئے کیونکہ خطاب کے صیغے سے جو مخاطب ہو رہا ہے۔

بدعتیوں کا عقیدہ حاضر و ناظر

اس باب میں اہل بدعت کے متضاد دعوے ہیں اس لئے کسی ایک دعوے کو متعین کر کے نہیں لکھا جاسکتا۔ اور نہ اب تک اس موضوع پر کوئی مناظرہ ہمارے علم میں ہے جس کو دیکھ کر ان کے عقیدے کا اندازہ لگایا جاسکے لہذا جو بھی دعوی لکھوائیں اس صورت میں جو دیگر ان کے متضاد دعوے ہیں وہ پیش کر کے ان پر مضبوط گرفت کریں اور جب تک ان عقائد کے متعلق کوئی واضح فتوی نہ لے لیں رضاخانی مناظر کی جان نہ چھوڑیں۔ ماقبل میں آپ نے دیکھ لیا کہ ان کے یہ غلیظ عقائد ایک عجیب چیستان ہے۔ جو ان کے باطل ہونے کی مستقل دلیل ہے عقائد میں آپس ہی میں اتنی تضاد بیانیاں ہمارے علم میں کسی باطل فرقہ میں سوائے رضاخانیت کے نہیں پائی جاتی۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ

ہر گھڑی ہر آن ہر ایک کے اعمال پر حاضر ناظر ہونا مخلوق کے احوال سے ہر گھڑی باخبر رہنا اور مافوق الاسباب میں ان کی دستگیری کرنا یہ اللہ تعالی کی صفت خاصہ ہے جو کوئی مخلوق کیلئے حاضر و ناظر کا عقیدہ بایں معنی رکھتا ہے کہ معاذ اللہ وہ کلی علم غیب رکھتا ہے یا ہر آن ہر گھڑی ہر ایک کی سنتا ہے اور مافوق الاسباب میں دستگیری کرتا ہے وہ مشرک اور خارج از اسلام ہے۔ نبی اکرم ﷺ روضہ مبارکہ میں حیات برزخی کے ساتھ حیات ہیں آپ ﷺ پر روضہ مبارکہ میں اعمال پیش کئے جاتے ہیں مگر وہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے۔

الحمدللہ ہمارے اس عقیدے کا ہر جز قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور ہم اس پر فقہا احناف اور متکلمین کے حوالہ جات دکھانے کے پابند ہیں۔

اہل السنۃ والجماعۃ کے دلائل

پہلی آیت

مَا یَکُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَیْنَ مَا كَانُوْا۔

(سورۃ المجادلۃ، آیت 7، پارہ 28)

جہاں کہیں تین شخصوں کی سرگوشیاں ہوں تو چوتھا وہ موجود ہے اور پانچ کی تو چھٹا وہ اور نہ اس سے زیادہ کی مگر یہ کہ وہ ان کے ساتھ ہے جہاں کہیں ہوں۔ (کنزالایمان)

طرز استدلال: اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ منافقین نبی اکرم ﷺ کے خلاف سرگوشیاں اور مشورے کیا کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی اور ان کو تنبیہ کی کہ تم یہ مت سمجھو کہ تمہاری ان کارستانیوں کا کسی کو علم نہیں تم جب بھی اس طرح کی میٹینگ کرتے ہو تو اللہ اس کو سب جانتا ہے کیونکہ اگر تم تین ہوتے ہو تو چوتھا وہ اور اگر چار ہوتے ہو تو پانچواں رب تعالیٰ ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اگر نبی اکرم ﷺ بھی ہر جگہ ہر مقام پر حاضر و ناظر ہوتے تو اللہ فرماتے کہ اگر تم چار ہوتے ہیں تو میں اور میرا نبی پانچواں اور چھٹا ہوتے تم اگر پانچ ہوتے تو میں اور میرا نبی چھٹا اور ساتواں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا محض اپنا ذکر کرنا اس بات کی بین دلیل ہے نبی کریم ﷺ وہاں موجود نہیں تھے ورنہ رب ضرور ان کا ذکر کرتا۔

آیت نمبر ۲

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ

(سورہ آل عمران، آیت 44، پارہ 3)

ترجمہ: یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے

جب وہ اپنی قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے کہ مریم کس کی پرورش میں رہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔

آیت میں صاف اور واضح طور پر اللہ رب العزت نے بیان فرما دیا کہ اس موقع پر آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

تقریر لما سبق من کونہ وحیا علی سبیل التہکم لمنکریہ لان اسباب العلم منحصرۃ فی الثلاثۃ العقل او سماع الخبر او الحس و کون القصص غیر مدرک بالعقل بدیہی و عدم سماع معلوم لا شبہۃ فیہ عندھم لکونہ ﷺ امیا و کون الاخبار منقطعۃ فبقی ان یکون باحتمال العیان ولا یظن بہ عاقل فبیان القصص منہ ﷺ علی ماھو الواقع المعلوم عند اھل العلم بالاخبار معجزۃ لہ ﷺ دلیل قطعی علی کونہ نبیا و کون ما یتلو علیہم وحیا من اللہ تعالی واللہ اعلم

(تفسیر مظہری، ج 2، ص 53)

ترجمہ: یہ وحی ہونے کی تاکید اور منکرین کے ساتھ استہزائیہ کلام ہے کیونکہ علم کے تین ہی ذرائع ہیں عقل یا کسی خبر کا کان سے سننا، یا مشاہدہ کرنا، گزشتہ قصوں کا اپنی عقل سے دریافت کر لینا بداہتہ ممکن نہیں اور نہ سننا بھی تسلیم شدہ چیز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ خود لکھنا پڑھنا نہ جانتے تھے کہ کتابوں میں پڑھ کر معلوم کر لیتے اور خبر دینے والا کوئی اور موجود نہ تھا رہ گیا مشاہدہ تو کوئی دانشمند اس کا گمان بھی نہیں کر سکتا لامحالہ ایسی صحیح خبریں حضور ﷺ نے وحی سے حاصل کر کے معجزہ کے طور پر ہی بتائیں ہیں اس سے آپ کا یقینی طور پر نبی ہونا اور اس بیان کا وحی ہونا ثابت ہوتا ہے۔

علامہ خازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَمَا كُنتَ يَعْنِي يَا مُحَمَّدُ لَدَيْهِمْ هُنَالِكَ عِنْدَهُمْ

(تفسیر خازن، ج 1، ص 245)

اے محمد ﷺ آپ اس مقام پر ان کے پاس موجود نہ تھے

علامہ طبری فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَشُكُّ اَہْلُ الْكُفْرِ بِكَ مِنْهُمْ وَ انْتَ تُنَبِّئُهُمْ هٰذَا الْاَنْبَاءَ وَلَمْ تَشْهَدْهُمْ وَلَمْ تَكُنْ مَعَهُمْ يَوْمَ فَعَلُوْا هٰذِهِ الْاُمُوْرَ

(تفسیر طبری، ج5،ص406)

اہل کفر آپ کے بارے میں کس طرح شک کر رہے ہیں حالانکہ آپ ان کو ان باتوں کی خبر دے رہے ہیں دریں حالیکہ آپ نے نہ تو ان واقعات کا مشاہدہ کیا ہوا ہے (یعنی ناظر بھی نہیں) نہ ہی آپ ان کے ساتھ اس دن تھے۔

بدعتی شاھد کا معنی حاضر و ناظر کرتے ہیں علامہ طبری شہود ہی کی نفی یعنی حاضر و ناظر ہونے کی نفی کر رہے ہیں۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ يَقُوْلُ مَا حَضَرْتَ وَلَا غُنِيْتَ

(تفسیر ابی حاتم،ص649)

آیت نمبر ۳

ذٰلِكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ إِلَيْكَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوْا أَمْرَهُمْ وَهُمْ يَمْكُرُوْنَ

(سورہ یوسف، آیت 102 پارہ 12)

ترجمہ: یہ کچھ غیب کی خبریں ہیں جو تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤ چل رہے تھے۔

ليس المرادُ مجردَ نَفْيِ حُضُوْرِهٖ عليه الصلوة والسلام فِي مَشْهَدِ اِجْمَاعِهِمْ و مَكْرِهم فقط بل فِي سَائِرِ الْمَشَاهِدِ ايضا و انما تَخْصِيْصُهٗ بالذكر لكونه مَطْلَعَ الْقِصَّةِ

(تفسیر ابوالسعود، ج4،ص308)

مزید فرماتے ہیں:

وَالْمَعْنیٰ ذالک مِنْ اَنْبَا الغَیب نُوْحِیْہ الیک اِذْ لَا سَبِیْلَ اِلَی مَعْرِفَتِکَ اِیَّاہ سِوَی ذالک اِذْ عَدَمُ سَمَاعِکَ ذَالک مِنَ الْغَیْرِ وَ عَدَمُ مُطَالَعَتِکَ لِلْکُتُبِ اَمْر " لَایَشُکُّ فیہ المکذبون ایضا و لم تکن بین ظَھْرَانَیْھِمْ عندوُقُوْعِ الاَمْرِ حتی تَعْرِفَہٗ کما ھُوَ فَتُبَلِّغَہٗ الیھم

(تفسیر ابوالسعود، ج4،ص308)

علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

والمَعْنی اَنَّ ھَذا النَّبَأ غَیبٌ لَمْ تَعْرِفْہُ اِلَّا بِالوَحْيِ لِاَنَّکَ لَمْ تَحْضُرْ اِخْوَۃَ یُوسُفَ عَلَیْہِ السَّلامُ حِینَ عَزَمُوا عَلی ما ھَمُّوا بِہِ

(روح المعانی، ج7،ص61)

مطلب یہ کہ یہ خبریں غیب کی ہیں آپ ان کو بدون وحی نہ جان سکتے تھے کیونکہ جس وقت یوسف علیہ السلام کے برادران یہ کام کر رہے تھے آپ ان کے پاس حاضر (موجود) نہ تھے۔

امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَمَا کُنْتَ حَاضِراً عند اِخْوَۃِ یُوسُفَ اِذَا جَمَعُوْا وَاتَّفَقَتْ آرَائُھُمْ وَ صَحَّتْ عَزَائِمُھُمْ عَلَی اَنْ یُلْقُوْا یُوسفَ فی غَیَابَۃِ الجُبِّ

(تفسیر طبری، ج13،ص98)

یعنی اے نبی ﷺ آپ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس حاضر و ناظر نہ تھے جب انہوں نے یوسف کو گہرے کنوئیں میں پھینکنے کا پورا ارادہ کرلیا تھا اور اس بارے میں ان کی آرا متفق ہوگئی تھی اور عزائم مضبوط ہو گئے تھے۔

آیت نمبر ۴

تِلْكَ مِنْ أَنْبَآءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَآ إِلَيْكَ مَا كُنتَ تَعْلَمُهَآ أَنتَ وَلَا قَوْمُكَ مِن

قُلْ هٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ

(سورہ ھود، آیت 49)

طرز استدلال: ان تمام آیات میں صاف اور واضح طور پر اللہ رب العزت نے بیان فرمادیا کہ اے نبی اکرم ﷺ آپ نہ تو بی بی مریم کی کفالت کیلئے قرعہ اندازی کے وقت وہاں موجود تھے، نہ ہی اس وقت حاضر و ناظر تھے جب یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے متعلق خفیہ تدابیر کر رہے تھے یہ سب باتیں تو اللہ نے آپ کو وحی کے ذریعہ بتائی ہیں۔ نوح علیہ السلام کا قصہ بھی آپ کو وحی کے ذریعہ بتایا گیا ورنہ نہ تو آپ اسے تفصیل سے جانتے تھے نہ آپ کی قوم۔ رب کا قرآن تو صاف الفاظ میں نبی اکرم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی نفی کر رہا ہے اور بریلوی نبی اکرم ﷺ کو ہر مکان ہر جگہ حاضر و ناظر مانیں اب فیصلہ تم کرو کس کی مانتی ہے۔

بدعتی تاویل

نبی ﷺ وہاں جسم کے ساتھ حاضر و ناظر نہ تھے روحانی طور پر تھے۔

جواب: خدا کا خوف کرو آیت میں مطلقاً نبی کریم ﷺ کی موجودگی کی نفی کی جارہی ہے ان آیات میں کہیں یہ موجود نہیں کہ نبی کریم ﷺ جسمانی طور پر تو وہاں موجود نہ تھے ہاں روحانی طور پر تھے۔ پھر اللہ ان باتوں کو "غیب" سے تعبیر کر رہے ہیں جب نبی کریم ﷺ پہلے سے وہاں موجود تھے اور سب کچھ جانتے تھے تو ان کیلئے یہ امور غیب تو نہ ہوئے۔

پھر جب رب تعالی بیان فرما رہا ہے کہ آپ ﷺ کو یہ باتیں وحی کے ذریعہ معلوم ہوئیں تو اگر آپ پہلے سے وہاں حاضر و ناظر تھے تو قرآن کا یہ جملہ تو بے معنی ہو جائے گا پھر وحی سے بتلانے کو بیان کرنے کا کیا مقصد؟ کیونکہ نبی کریم ﷺ کو تو یہ امور خود ہی وہاں موجود ہونے سے حاصل ہو گئے تھے. وحی کا تو اس میں کوئی کمال نہیں۔ پھر سورہ ھود کی آیت میں تو اللہ نے نفی ہی آپ ﷺ سے "علم" کی کی ہے اگر آپ وہاں روحانی طور پر موجود تھے اور آپ ﷺ کو علم تھا تو رب کا یہ کہنا "ما کنت تعلمھا آپ نہیں جانتے" معاذ اللہ خلاف واقعہ اور جھوٹ ہو جائے گا۔ مفسرین کرام تو اس آیت کی تفسیر میں نبی کریم ﷺ کی ہر قسم کے حاضر و ناظر ہونے سماع. وجود. مشاہدہ کی نفی کر رہے

ہیں اور تم کہتے ہو کہ نہیں جسمانی طور پر تو نہ تھے روحانی طور پر تھے کچھ تو خدا کا خوف کرو۔

علامہ خازن رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا خطاب للنبي صلى الله عليه وسلم يعني أن هذه القصة التي أخبرناك يا محمد من قصة نوح وخبر قومه من أنباء الغيب يعني من أخبار الغيب نُوحِيها إِلَيْكَ ما كُنتَ تَعْلَمُها انْتَ وَلا قَوْمُكَ مِن قَبْلِ هذا يعني من قبل نزول القرآن عليك.

(تفسیر خازن، ج 2، ص 288)

یہ غیب کی خبریں ہیں یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو ہے یعنی یہ قصہ جو نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے متعلق ہے جس کی خبر ہم نے آپ کو دی غیب کی خبروں میں سے ہیں جو ہم نے آپ ﷺ کی طرح وحی کی ہے آپ اور آپ کی قوم ان کو اس سے قبل یعنی نزول قرآن سے قبل نہ جانتی تھی۔

اگر نبی جانتے تھے وہاں کسی بھی حیثیت سے موجود تھے تو وحی سے بتلانے کا بیان ہی فوت ہو گیا۔

آیت نمبر ۵

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ

(سورۃ قصص، آیت 44، پارہ 20)

اور تم طور کی جانب مغرب میں نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کا حکم بھیجا اور تم اس وقت حاضر نہ تھے۔ (کنز الایمان)

طرز استدلال:

قصہ ختم اس آیت کے ترجمہ میں تو خود جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے صاف طور پر نبی کریم ﷺ کیلئے ''حاضر'' کا لفظ لکھ کر آپ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے کی کھلی نفی کر دی۔ اب اس سے

زیادہ ہمارے دعوے کی صداقت اور کیا ہو گی کہ ترجمہ آپ کے اعلیٰ حضرت کا اور دعویٰ ہمارے ثابت ہو رہا ہے۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

أَيْ مَا كُنْتَ حَاضِرًا لِذَالِكَ وَلَكِنَّ اللهَ أَوْحَاهُ إِلَيْكَ

(تفسیر ابن کثیر، ج 6، ص 240)

آپ اس وقت حاضر ناظر (بریلوی نظریہ کے مطابق ترجمہ) نہ تھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی آپ کو اس کی اطلاع دی۔

آیت نمبر ۶

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

(سورۃ الاسراء، آیت 1، پ 15)

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں بے شک وہ سنتا دیکھتا ہے۔

طرز استدلال:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے سفر معراج کا ذکر فرمایا ہے پہلے آپ ﷺ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئے معلوم ہوا کہ اگر آپ مسجد اقصیٰ میں پہلے حاضر و ناظر تھے تو پھر آپ کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے جانے کی ضرورت نہ ہوتی لے جایا اسے ہی جاتا ہے جو کہ پہلے موجود نہ ہو آپ نے کبھی سنا کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے کراچی سے پشاور تک کا سفر کیا؟ آپ فرمائیں گے توبہ توبہ بھائی اللہ تعالیٰ نے حاضر و ناصر سمیع و بصیر ہے اسے سفر کرنے کی کیا حاجت سفر تو وہ کرے جو کسی دوسرے مقام پر موجود نہ ہو معلوم ہوا کہ آپ ﷺ مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ تک سفر اس لئے

کر گئے کہ آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے پھر وہاں سے پہلے آسمان پھر دوسرے اس طرح ساتویں تک پھر سدرۃ المنتہی تک اگر حضور ﷺ ہر جگہ حاضر وناظر ہیں تو اس سفر معراج کا انکار لازم آئے گا۔

بدعتی تاویل

اللہ بھی تو ہر جگہ حاضر وناظر ہے پھر نبی کریم ﷺ کو آسمان پر کیوں بلایا؟

جواب: خدا آپ کو عقل دے اس کا جواب خود اللہ تعالی نے آیت کریمہ میں دے دیا کہ آسمان پر نبی کریم ﷺ کو اس لئے نہیں بلایا گیا کہ اللہ تعالی صرف آسمان میں ہیں معاذ اللہ بلکہ لنریہ من یتنا آپ ﷺ کے سفر مبارک کا مقصود آیت کے اس حصہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کو اس لئے آسمان پر بلایا گیا تا کہ وہاں اللہ تعالی آپ کو اپنی نشانیاں کا مشاہدہ کرائے جو اس سے قبل آپ ﷺ کو حاصل نہ تھیں۔ مثلا سب انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانا اور ساتوں آسمانوں کی سیر کرنا اور وہاں عجائبات قدر کا مشاہدہ کرنا جنت وسدرۃ المنتہی اور بیت المعمور کا ملاحظہ فرمانا۔

فائدہ:

نبی اکرم ﷺ کے اس معراج کے واقعہ میں بہت سے باطل فرقوں کا رد ہے چنانچہ بدعتی فرقہ والوں کا رد تو ملاحظہ فرمالیا۔ اسی واقعہ میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے موسی علیہ السلام کو اپنی قبر مبارک میں دیکھا کہ نماز پڑھ رہے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں نماز پڑھتے ہیں مولانا احمد رضا خان صاحب کا عقیدہ تھا کہ زندہ تو ہیں مگر وہاں ان کی بیویاں ان پر پیش کی جاتی ہیں اور وہ ان سے شب باشی کرتے ہیں معاذ اللہ۔ (ملفوظات)

اسی طرح اس سفر معراج میں آپ نے مسجد اقصی میں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائی سے معلوم ہوا کہ قیامت تک کیلئے اب آپ کی نبوت کا ڈنکا بجے گا اب کسی نئے نبی کی ضرورت نہیں کوئی پچھلا نبی جیسے عیسی علیہ السلام آئے بھی تو آپ کا مقتدی بن کر آئیں گے۔ نیز امت کو یہ تعلیم دے دی گئی کہ جس طرح تمام انبیاء ایک امام پر متفق ہوئے تم بھی اس نبی مکرم کے بعد کسی ایک کو امام مان کر اس کی پیروی کرنا چنانچہ آپ کی وفات کے بعد صدیق اکبر پھر عمر فاروق، عثمان وعلی رضی اللہ

تعالی عنہم اجمعین کو امام مانا گیا اس کے بعد یہ سلسلہ امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تک گیا۔

آیت نمبر ۷

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ''

(سورہ آل عمران، آیت 121، پ 4)

ترجمہ: اور یاد کرو اے محبوب جب تم صبح کو اپنے دولت خانہ سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔

طرز استدلال:

اس آیت کریمہ میں جنگ احد کا ذکر ہے جب نبی اکرم ﷺ گھر سے نکل کر میدان احد میں تشریف لے گئے اور مسلمانوں کو جہاد کیلئے صف آراستہ کیا تو اللہ تعالی نے اس منظر کو اس آیت میں بیان فرمایا۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ جمعہ کے روز بعد نماز جمعہ ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال تین ہجری بروز یک شنبہ احد پہنچے''۔

(تفسیر نعیمی)

اب سوال یہ ہے کہ اگر آپ ﷺ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر ہیں تو گھر سے روانہ ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا ہر جگہ حاضر و ناظر بھی کبھی سفر کرتا ہے؟

آیت نمبر ۸

إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا

(سورہ توبہ، پارہ 10)

ترجمہ: اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جیسا کہ کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو تھے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

طرز استدلال:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کی ہجرت کا ذکر فرمایا جب آپ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اب سوال یہ ہے کہ جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو ہجرت کیوں فرمائی؟ جب اللہ نے ہجرت کا حکم فرمادیا تو کہہ دیتے کہ اللہ مجھے مدینہ جانے کی ضرورت نہیں میں تو پہلے سے وہاں موجود ہوں۔

آیت نمبر ۹

وَ إِذْ أَسَرَّ النَّبِيُّ إِلَىٰ بَعْضِ أَزْوَاجِهِ حَدِيثاً فَلَمَّا نَبَّأَتْ بِهِ وَ أَظْهَرَهُ اللَّهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهُ وَ أَعْرَضَ عَنْ بَعْضٍ فَلَمَّا نَبَّأَهَا بِهِ قَالَتْ مَنْ أَنْبَأَكَ هَٰذَا قَالَ نَبَّأَنِيَ الْعَلِيمُ الْخَبِيرُ

(سورۃ التحریم، آیت 3، پارہ 28)

ترجمہ: اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی بی بی سے کوئی بات پھر جب اس نے خبر دی اس کی اور اللہ نے جتا دیا نبی کو تو نبی نے اس میں سے کچھ اس کو بتا دی اور کوئی حصہ بیان نہ کیا پھر جب نبی نے اپنی بی بی کو یہ قصہ سنایا تو وہ کہنے لگی آپ کو کس نے بتایا؟ نبی نے کہا مجھے اللہ علیم اور خبردار نے آگاہ کر دیا ہے۔

طرزِ استدلال

واقعہ یوں ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک سے کوئی بات ذکر اور فرمایا یہ کسی کو نہ بتلانا انہوں نے یہ غلطی کی کہ آپ کی راز بتلا دی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس راز سے آگاہ کر دیا۔ وہ فرمانے لگیں آپ کو یہ معاملہ کس نے بتلایا ہے کہ میں نے یہ بات ظاہر کر دی ہے؟ آپ

نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے جو علیم وخبیر ہے۔اس آیت سے معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات کا بھی یہ عقیدہ تھا کہ نبی اکرم ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ورنہ جب نبی اکرم ﷺ نے اس بات کا ذکر کیا تو ازواج مطہرات نے فرمایا"من انبأك "اگر ان کا عقیدہ ہوتا کہ آپ ﷺ ہر جگہ موجود ہیں تو تعجب سے پوچھنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کو کس نے بتایا؟

آیت نمبر ۱۰

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ

(سورۃ انعام، آیت 68)

اور جب دیکھے تو ان لوگوں کو جو مزاح اڑاتے ہیں ہماری آیات سے تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ وہ مشغول ہو جائیں کسی اور بات میں اور اگر آپ ﷺ بھلا دیئے جائیں تو نہ بیٹھ یاد آنے کے بعد ظالموں میں۔

طرزِ استدلال

اس آیت کریمہ میں آنحضرت ﷺ کو غیر اسلامی مجالس میں جانے اور وہاں بیٹھنے سے منع فرمایا گیا۔اب جو حضرات نبی اکرم ﷺ کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں وہ جواب دیں کہ اس دور میں جو غیر اسلامی مجالس اور ثقافت کے نام پر غیر شرعی اجتماع اور دین اسلام سے مذاق کی محافل منعقد ہوتی ہیں ان میں بھی نبی علیہ السلام (معاذ اللہ) حاضر و ناظر ہوتے ہیں کیا تمہارے اس ملحدانہ اور غیر اسلامی عقیدے سے نبی اکرم ﷺ کی توہین نہیں ہوتی کیا اس آیت کی مخالفت نہیں ہو رہی؟ ظالمو! اگر تمہیں اپنے عقیدہ کی تاریکی اور ظلمت کا خیال نہیں ہے تو کم از کم رحمت دو عالم ﷺ کے تقدس اور علم و مرتبت کا ہی خیال کیا ہوتا۔

آیت نمبر ۱۱

وَمَا كُنتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِن رَّحْمَةً مِّن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُم

مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

(سورۃ القصص، آیت 46)

اور نہ آپ طور کی طرف تھے جب کہ ہم نے آواز دی بلکہ (یہ خبر) آپ کے رب کی طرف سے ایک رحمت ہے اس لئے کہ آپ ان لوگوں کو ہوشیار کر دیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں پہنچا تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔

امام رازی رحمہ اللہ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

السُّوالُ الثَّالِثُ: لَمَّا قَالَ وَما كُنْتَ بِجانِبِ الْغَرْبِيِّ ثَبَتَ انَّهُ لَمْ يَكُنْ شَاهِدًا لِانَّ الشَّاهِدَ لَابُدَّ انْ يَكُونَ حَاضِرًا فَمَا الْفَائِدَةُ فِي إِعَادَةِ قَوْلِهِ: وَما كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ الْجَوَابُ: قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: التَّقْدِيرُ لَمْ تَحْضُرْ ذَلِكَ الْمَوْضِعَ وَلَوْ حَضَرْتَ فَمَا شَاهَدْتَ تِلْكَ الْوَقَائِعَ فَإِنَّهُ يَجُوزُ انْ يَكُونَ هُنَاكَ وَلَا يَشْهَدُ وَلَا يَرَى

(تفسیر کبیر، ج 24، 603)

جب اللہ نے کہہ دیا کہ آپ جانب غربی میں نہ تھے تو اس سے ثابت ہوا کہ آپ وہاں مشاہدہ بھی نہیں فرما رہے تھے اس لئے کہ مشاہدہ کیلئے حاضر ہونا ضروری ہے تو پھر اس قول کا اعادہ کرنے کی کیا ضرورت تھی کہ آپ مشاہدہ فرمانے والوں میں سے نہ تھے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ آپ اس جگہ حاضر نہ تھے (رضاخانیوں کے مطابق ترجمہ حاضر و ناظر نہ تھے) اگر بالفرض حاضر بھی ہوتے تو آپ نے ان واقعات کا مشاہدہ نہیں کیا اس لئے کہ یہ ممکن ہے کہ کسی مقام پر کوئی شخص ہو اور نہ مشاہدہ کر رہا ہو اور نہ ہی دیکھ رہا ہو۔ (یعنی حضور و شہود دونوں کی نفی کی کہ حاضر بھی نہ تھے اور مشاہدہ بھی نہ فرما رہے تھے بالفرض حاضر ہوتے تب بھی مشاہدہ نہیں فرما رہے تھے اس لئے شہود کی بھی نفی کی اور یہ سب کچھ وحی کے ذریعہ اللہ نے آپ کو بتلایا)

اب وہ رضاخانی جو کہتے ہیں کہ جسم کے اعتبار سے حاضر نہ تھے اس حوالے کے بعد کچھ تو شرم کرنی

چاہیے۔

آگے فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ انَّ هٰذَا تَنْبِيهٌ عَلَى الْمُعْجِزِ كَانَّهٗ قَالَ إِنَّ فِي إِخْبَارِكَ عَنْ هٰذِهِ الْاَشْيَاءِ مِنْ غَيْرِ حُضُورٍ وَلَا مُشَاهَدَةٍ وَلَا تَعَلُّمٍ مِنْ اهْلِهٖ دَلَالَةٌ ظَاهِرَةٌ عَلٰى نُبُوَّتِكَ

(تفسیر کبیر، ج24، 603)

بغیر وہاں حضور و شہود اور کسی کے بتلائے بغیر ان چیزوں کی خبر دینا آپ کی نبوت پر ظاہر باہر دلیل ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اىْ كَمَا لَمْ تَحْضُرْ جَانِبَ الْمَكَانِ الْغَرْبِيِّ إِذْ اَرْسَلَ اللّٰهُ مُوسٰى إِلٰى فِرْعَوْنَ فَكَذٰلِكَ لَمْ تَحْضُرْ جَانِبَ الطُّوْرِ إِذْ نَادَيْنَا مُوسٰى لَمَّا اتَى الْمِيقَاتَ مَعَ السَّبْعِينَ۔

(تفسیر قرطبی، ج7، ص259)

عقیدے کے امام امام ماتریدی فرماتے ہیں:

أنك لم تكن شاهدًا هذه المشاهدة التي شهدها موسى حيثُ قَضَيْنَا إلى موسى الأمْرَ بجانب الغربي ولم تكن شاهدًا هنالك وما كنتَ في أهلِ مدينَ ثاويًا حتى تَعْلَمَ أمرَ موسى وحينَه وما كنتَ بجانب الطور حيثُ نادى يا موسى ونحوه أي لم تكن شاهدًا هذه المشاهدة التي كان موسى شاهدًا فيها ثم أعْلَمْنَاك بتلك الأنباء والأخبار على ما كانت لِتَتْلُوَ تلك الأنباء والأخبار على أهل مكةَ فتكون آيةً لنبوتك وحجةً لرسالتك إذ لم تَشْهَدْها ولا اختلفتَ إلى أحد ممن يعرفها فَعَلَّمَكَ ثم أنبأتَ على ما كانت ليعرفوا أنك إنما عَرَفْتَ بالله تعالى.

(تاویلات اہل السنۃ، ج8، ص172)

احادیث سے استدلال

حدیث نمبر ۱: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے:

قَالَ خَطَبَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ فَقَالَ یا ایّھا النَّاسُ اِنَّکُمْ مَحْشُوْرُوْنَ اِلَی اللہ حُفَاۃً عُرَاۃً غُرْلًا ثُمَّ قَالَ کَمَا بَدَأنَا اَوَّلَ خَلْقٍ نُعِیْدُہٗ وَعْداً عَلَیْنَا اِنَّا کُنَّا فَاعِلِیْنَ اِلٰی اٰخِرِ الاٰیَۃِ ثُمَّ قَالَ الاَ وَ اِنَّ اَوَّلَ الْخَلَائِقِ یُکْسٰی یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِبْرَاھِیْمُ الاَ وَ اِنَّہٗ یُجَاءُ بِرِجَالٍ مِّنْ اُمَّتِیْ فَیُوْخَذُ بِھِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ فَاَقُوْلُ یَا رَبِّ اُصَیْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ کَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ وَ کُنْتُ عَلَیْھِمْ شَھِیْدًا مَّادُمْتُ فِیْھِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ کُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْھِمْ فَیُقَالُ اِنَّ ھٰؤلَاءِ لَمْ یَزَالُوْا مُرْتَدِّیْنَ عَلٰی اَعْقَابِھِمْ مُنْذُ فَارَقْتَھُمْ۔

(بخاری، ج2، ص665)

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو تم بروز حشر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں حاضر کئے جاؤ گے لب برہنہ پا، ننگے جسم اور بغیر ختنہ کے ہو گے پھر آپ نے یہ آیت پڑھی جیسے ہم نے تمہیں پہلی دفعہ پیدا کیا اسی طرح ہم دوبارہ پیدا کریں گے یہ ہمارے ذمہ پر وعدہ ہے جو ہم نے پورا کرنا ہے" پھر آپ نے فرمایا کہ ساری مخلوق میں سب سے پہلے جنہیں لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں خبر دار ہو جاؤ کہ پھر میری امت کے کچھ لوگوں کو لایا جائے گا پھر فرشتے انہیں جہنم کی طرف ہانکیں گے۔ میں کہوں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں فرمایا جائے گا کہ تمہیں کہ تمہیں کیا معلوم کہ تمہارے بعد یہ کیسے کیسے گل کھلاتے رہے، پس میں بھی (اس موقع پر) وہی کہوں گا جو اللہ کے ایک نیک بندے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے، پس کہا جائے گا کہ جیسے ہی تم ان سے جدا ہوئے یہ یہ اسی وقت مرتد ہو گئے تھے۔

اس دن حضور ﷺ کا یہ فرمانا:

فاقول کما قال العبد الصالح و کنت علیہم شہیدا مادمت فیہم فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیہم۔

اور میں ان پر مطلع تھا جب تک ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگاہ رکھتا تھا اور ہر چیز تیرے سامنے حاضر ہے۔

اس بات کی صریح دلیل ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو اپنی وفات کے بعد نہ تو اپنی تمام امت کے احوال سے واقف ہیں اور نہ ہی قبر میں حاضر و ناظر ہیں جیسا کہ بعض بریلویہ کا نظریہ ہے اسی لئے وہاں نبی اکرم ﷺ یہ فرمائیں گے کہ جب تک میں ان میں تھا یہ میرے سامنے تھے ان کے احوال سے باخبر رہتا ہے۔ مگر جب تو نے مجھے وفات دی تو اب تو ہی ان کے احوال سے باخبر ہے۔ مجھے ان کی کوئی خبر نہیں۔ اس حدیث کی مزید تفصیل و تشریح ماقبل میں علم غیب کے مسئلہ میں حدیث نمبر 12 کے تحت گزر چکی ہے۔

حدیث نمبر ۲

سورہ منافقون کا شان نزول بخاری ج 2، ص 727، ترمذی، معجم کبیر، ج 5، ص 189۔ رقم 5051، مسند امام احمد، ج 32، ص 19333،82، مسلم:

میں آتا ہے کہ حضرت زید بن ارقمؓ نے فرمایا ہے کہ ہم ایک غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ اثناء سفر میں میں نے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کو راستہ میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب ہم مدینہ کو واپس چلے جائیں گے تو ہم ان کمینوں کو (یعنی آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ معاذ اللہ) کو مدینہ سے ذلیل و خوار کر کے نکال دیں گے۔ ہمیں خواہ مخواہ ہر طرف کشاں کشاں لئے پھرتے ہیں حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے چچا کو یہ واقعہ سنا دیا انہوں نے آنحضرت ﷺ سے کہہ دیا چنانچہ آپ نے مجھے بلوایا میں نے سارا قصہ سنا دیا آپ نے رئیس المنافقین کو طلب کیا وہ آیا آپ نے سوال کیا کیا تم نے یہ باتیں کی ہیں؟ اس نے قسم اور حلف اٹھا کر کہا خدا کی قسم میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا حضرت آپ خود سوچئے کہ میں بھلا ایسی باتیں کہہ سکتا ہوں؟ اس کے بعد حضرت

زید بن ارقمؓ کے الفاظ یہ تھے:

فَكَذَّبَنِیْ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَ صَدَّقَهٗ فَاَصَابَنِیْ هَمٌّ ''لَمْ يُصِبْنِیْ مِثْلُهٗ قَطُّ

آنحضرت ﷺ نے مجھے جھوٹا قرار دیا اور عبد اللہ بن ابی کو سچا تسلیم کرلیا اس پر مجھے اتنی پریشانی اور غم لاحق ہوا جو زندگی بھر کبھی لاحق نہیں ہوا تھا۔

حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ میرے چچا نے مجھے ملامت کیا میں اتنا شرمندہ ہوا کہ گھر سے باہر نکلنے کی تاب بھی اپنے اندر محسوس نہ کرسکتا تھا۔ قارئین کرام اس کے قرآن کریم کی پوری سورت نازل ہوئی اور اس میں منافقوں کی جھوٹی قسموں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر ﷺ کو مطلع کیا اور اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زیدؓ کو بلایا اور فرمایا تم سچے ہو منافقین جھوٹے ہیں۔

وان الله قد صدقك یا زید اے زید اللہ نے تجھے سچا قرار دیا۔

حدیث نمبر ۳

صحیح بخاری، ج 2، ص 634 حضرت کعب بن مالکؓ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ وہ غزوہ تبوک میں شریک نہیں ہوسکا تھا وہ فرماتے ہیں کہ اتنی فوج (اور ہجوم) آپ کے ساتھ مارچ کررہی تھی کہ اگر کوئی آدمی اس خیال سے شریک نہ ہوتا کہ جب تک آسمان سے وحی نازل نہ ہو آنحضرت ﷺ کو اس کی عدم موجودگی کی اطلاع نہیں ہوسکتی تو اس کا یہ خیال صحیح ہوتا ان کے اپنے الفاظ ہی سن لیجئے:

فَمَا رَجُل '' يُرِيْدُ اَنْ يَّتَغَيَّبَ اِلاَّ ظَنَّ اَنَّهٗ سَيَخْفٰى لَهٗ مَالَمْ يُنْزِلْ فِيْهِ وَحْیٌ ''

یعنی فوج کی کثرت کی وجہ سے اگر کوئی شخص اس خیال سے شریک نہ ہوتا کہ جب تک وحی نازل نہ ہو آنحضرت ﷺ کو اس کی اطلاع نہیں ہوسکتی تو اس کا یہ خیال صحیح ہوتا۔

اب پوچھئے حضرت کعب بن مالکؓ سے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ کیا حاضر و ناظر عالم الغیب نبی کو بھی وحی نازل ہونے سے قبل اطلاع نہیں ہوسکتی؟ جب آنحضرت ﷺ حاضر ناظر تھے تو آپ کی نظر سے کون مخفی رہ سکتا تھا؟ یہ واقعہ بھی غزوہ تبوک کا ہے جو 9ھ میں پیش آیا اور فرمانے والے

حضرت کعب بن مالکؓ ہیں۔

حدیث نمبر ۵

آپ ﷺ کی لونڈی تھی حضرت مابور غلام تھے۔منافقین نے تہمت لگائی کہ حضرت ماریہ کے ساتھ مابور نے زنا کیا ہے اور اس کو مشہور کر دیا۔حضور ﷺ کو اس پر یقین ہوگیا آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کو بھیجا کہ جاؤ مابور کو قتل کر دو۔مابور کو جب اس کا پتہ چلا تو وہ کسی کھڈے میں چھپ گئے۔ حضرت علیؓ نے جب ان کو اس سے باہر نکالا تو اس کھینچا تانی میں ان کو تہبند کھل گیا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کی اچانک نظر پڑگئی دیکھا تو ان کا آلہ تناسل ہی نہیں لم یخلق الله له ماللرجال حضرت علیؓ نے سوچا کہ جب ان کا آلہ تناسل ہی نہیں تو انہوں نے کیا زنا کیا ہوگا؟ حضرت علیؓ واپس آئے اور نبی اکرم ﷺ سے فرمایا کہ اللہ نے ہمیں بچالیا منافقین نے خواہ مخواہ ان پر تہمت لگائی اور اصل بات بتادی حضور ﷺ نے فرمایا

الشَّاهِدُ يَرٰى مَالَا يَرٰى الْغَائِبُ

(مسلم ،ج،ص، مسند امام احمد ،ج.2 ص.62,63 رقم628 .شرح مشکل الآثار ،ج 12 ، ص 473،رقم 4953،کنزالعمال،ج.5ص 180 ،رقم الحدیث 13589 ،مسند البزار،ج 2،ص. 237،رقم 4953،مجمع الزوائد،ج 4،ص 382 ،رقم 7732)

ترجمہ: حاضر وہ چیز دیکھ سکتا ہے جو غائب نہیں دیکھ سکتا۔

اب ظاہری بات ہے کہ یہاں شاہد سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور غائب سے مراد حضور ﷺ ہیں تو جب حضور ﷺ خود اپنے آپ کو غائب کہہ رہے ہیں تو اب کسی اور کو کیا حق ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ ہر جگہ ہر آن میں حاضر و ناظر مانے۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَكَانَ مَابُوْرُ هٰذَا خَصِيًّا وَلَمْ يَعْلَمُوْا بِاَمْرِهٖ بَادِيَ الرَّاْيِ فَصَارَ يَدْخُلُ عَلٰى مَارِيَةَ كَمَا كَانَ مِنْ عَادَاتِهِمْ بِبِلَادِ مِصْرَ

(البدایۃ والنھایۃ ،ج 4،ص 517،دار ابن کثیر بیروت)

حضرت مابورؓ پیدائشی خصی تھے مگر لوگوں کو ابتداء میں اس کا علم نہ ہو سکا اور مصری رواج اور دستور کے مطابق یہ مابور حضرت ماریہؓ کے پاس آتے جاتے۔

یہ مابور حضرت ماریہؓ کے چچازاد بھائی تھے اور مصری رواج کی وجہ سے کوئی پردے کا خاص اہتمام نہ تھا اس لئے منافقین کو موقع مل گیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ نے دینی غیرت میں حضرت علیؓ کو اس کے قتل کرنے کا حکم دیا۔ اب یار لوگوں سے پوچھے کہ اگر حضور ﷺ عالم الغیب اور ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو مابور صحابیؓ پر اتنی عظیم تہمت کیوں لگا دی؟

حدیث نمبر ۶

عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ ﷺ انَّھَا قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ ﷺ اِذَا عَصِفَتِ الرِّیْحُ قَالَ اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اسْالُکَ خَیْرَھَا وَ خَیْرَ مَا فِیْھَا وَ خَیْرَ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ وَ اعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّھَا وَ شَرِّ مَا فِیْھَا وَ شَرِّ مَا اُرْسِلَتْ بِہٖ قَالَتْ وَاِذَا تخلیت السَّمَآئُ تَغَیَّرَ لَوْنُہٗ وَ خَرَجَ وَ دَخَلَ وَ اقْبَلَ وَ ادْبَرَ فَاِذَا امْطَرَتْ سُرِّیَ عَنْہُ فَعَرَفْتُ ذَالِکَ فَسَالَتُہٗ فَقَالَ لَعَلَّہٗ یَاعَائِشَۃَ کَمَا قَالَ قَوْمُ عَادٍ فَلَمَّا رَاوْہُ عَارِضاً مُسْتَقْبِلاً اَوْدِیَتِھُمْ قَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ '' مُمْطِرُنَا

(مسلم،ج 1،ص 294)

اماں عائشہ فرماتی ہیں کہ جب زور کی آندھی آتی تو رسول اللہ ﷺ فرماتے اے اللہ میں تجھ سے اس کی خیر کا اور جو اس میں سے ہے اس کی خیر کا اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے اور جو شر اس میں ہے اس سے اور جس کے ساتھ یہ بھیجی گئی ہے اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آسمان پر بادل گرجتے تو (خوف سے) آپ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا آپ (اضطراب سے) کبھی اندر آتے کبھی باہر جاتے اور جب بارش ہو جاتی تو آپ کا خوف دور ہو جاتا حضرت اماں جان کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ سے پوچھا آپ نے فرمایا اے عائشہ مجھے یہ خوف ہے کہ جس طرح بادل کو دیکھ کر قوم عاد نے کہا تھا کہ ہم پر بارش ہونے والی ہے اور ان پر

عذاب آگیا کہیں ہمارے ساتھ بھی ایسے نہ ہوجائے۔
ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَی النَّاسَ اِذَا رَاَوْہُ الْغِیْمَ فَرِحُوْا رِجَآئَ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْہِ الْمَطَرُ وَاَرَاکَ اِذَا رَاَیْتَہٗ عَرَفْتُ فِیْ وَجْھِکَ الْکِرَاھَۃَ فَقَالَتْ فَقَالَ یَا عَائِشَۃَ مَا یُوْمِنُنِیْ اَنْ یَّکُوْنَ فِیْہِ عَذَابٌ '' قَدْ عُذِّبَ قَوْمٌ '' بِالرِّیْحِ وَ قَدْ رَاَی الْقَوْمُ الْعَذَابَ فَقَالُوْا ھٰذَا عَارِضٌ '' مُمْطِرُنَا

(مسلم، ج 1 ص 295)

اماں عائشہ فرماتی ہیں یارسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ لوگ بادلوں کو دیکھ کر خوشی کی امید پر خوش ہوتے ہیں اور آپ کو دیکھتی ہوں کہ آپ بادلوں کو دیکھ کر ناخوش ہوتے ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہ میں اس وجہ سے خوف زدہ ہوتا ہوں کہ کہیں اس میں عذاب ہو کیونکہ ایک قوم آندھیوں سے ہلاک ہو چکی ہے اور ایک قوم نے عذاب کو آتا دیکھ کر کہا تھا یہ ہم پر برسنے والا بادل ہے۔

اب پوچھیں آل بدعت سے کہ جو ہر جگہ ہر گھڑی ہر وقت ہر آن حاضر و ناظر ہو اسے گھر میں جانے پھر نکلنے کی کیا ضرورت؟ کیا کبھی ہر جگہ حاضر و ناظر بھی خَرَجَ وَ دَخَلَ وَ أَقْبَلَ وَ أَدْبَرَ کرتا ہے؟ نیز اگر حضور ﷺ کو علم غیب تھا تو پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر مختار کل تھے تو پریشانی کی کیا ضرورت تھی بالفرض عذاب ہوتا بھی تو آپ اپنے اختیار سے ٹال دیتے؟ اماں عائشہؓ خود یا آپ کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھتی تو یہ سوال کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ غرض یہ حدیث علم غیب، حاضر ناظر و مختار کل جیسے عقائد باطلہ کیلئے قاطع ہے۔

حدیث نمبر ۷

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اَنَّہٗ لَقِیَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ طَرِیْقٍ مِنْ طُرُقِ الْمَدِیْنَۃِ وَھُوَ جُنُبٌ فَانْسَلَّ فَذَھَبَ فَاغْتَسَلَ فَتَفَقَّدَہُ النَّبِیُّ ﷺ فَلَمَّا جَاءَہٗ قَالَ: "اَیْنَ

كُنتَ يا ابا هُرَيرَةَ
(صحیح مسلم، ج1، ص162)

وہ مدینہ منورہ کے ایک راستے میں نبی اکرم ﷺ ان سے ملے اس وقت وہ جنابت کی حالت میں تھے لہذا چھپکے سے کھسک گئے اور جا کر غسل کیا نبی اکرم ﷺ نے انہیں تلاش کیا جب وہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا ابو ہریرۃ آپ کہاں تھے۔

حدیث نمبر ۸

حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ اَنَسٍ قَالَ: كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَرَّ فِي الطَّرِيقِ مِنْ طُرُقِ الْمَدِينَةِ وَجَدَ مِنْهُ رَائِحَةَ الْمِسْكِ.
(مسند ابو یعلی، رقم الحدیث 1260، ج3، ص148، مسند البزار 7118)

اس کی سند صحیح ہے شیخین اس حدیث کی سند کے بارے میں کہتے ہیں

وروى ابو يعلى وَالْبَزَّار بِإِسْنَاد صَحِيح عَن أنس رَضِي الله تَعَالَى عَنهُ: كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم إِذا مر فِي طَرِيق من طرق الْمَدِينَة وجد مِنْهُ رَائِحَة الْمسك فَيُقَال: مر رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم من هَذِه الطَّرِيق

(عمدۃ القاری، ج16، ص109، فتح الباری ج6، ص574)

طرز استدلال

اگر حضور ﷺ آج بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتے تو خوشبو آج بھی ہر جگہ محسوس ہوتی اور اسی خوشبو سے پہچانا جاتا کہ حضور ﷺ یہی ہیں۔

خان صاحب بریلوی اپنے دوست برکات احمد کی قبر کی خوشبو کے بارے میں کہتے ہیں:
”مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی“۔

(ملفوظات، حصہ دوم، ص142)

ہمارے نزدیک یہ واقعہ جھوٹ اور گستاخی پر محمول ہے لیکن ہم الزاما کہہ رہے ہیں کہ روضہ رسول ﷺ کے پاس خوشبو اس لئے محسوس ہوئی کہ حضور ﷺ وہاں موجود ہیں اگر ہر جگہ موجود ہوتے تو یہ خوشبو ہر جگہ محسوس ہوتی۔

نوٹ: ماقبل میں علم غیب کے ضمن میں ذکر کردہ دلائل بھی یہاں کام آئیں گے۔

بدعتی اکابر کے حوالہ جات

(۱) مولانا نقی علی خان والد مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''ابن مندہ وابونعیم معرفۃ الصحابہ میں حضرت ربیعہ بن وقاص سے راویت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں تین مقامات ایسے ہیں کہ ان میں بندے کی دعا رد نہیں کی جاتی ان میں سے ایک وہ بندہ جو جنگل میں کھڑا ہو کر اس حال میں نماز ادا کرے کہ اسے اس کے رب عزوجل کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو۔

(فضائل دعا ص 225 مکتبہ مدینہ)

اگر حضور ﷺ بھی دیکھتے ہیں تو مولانا کا یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ رب عزوجل کے سوا کوئی نہ دیکھتا ہو۔

(۲) بدعتیوں نے علامہ سبکی رحمہ اللہ کی معروف کتاب شفا السقام کا ترجمہ کیا ہے اس میں ہے:

''حضرت ابوبکرؓ سے منقول ہیں کہ نبی پاک ﷺ کے سامنے آواز بلند کرنا نہ نبی کی زندگی میں جائز تھا نہ موت کے بعد۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں مشہور ہے کہ اگر حضور کی قبر مبارک کے پاس کوئی کھٹکا کرتا ہے تو کہلاتی تھیں حضور کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ حضرت علیؓ نے اپنے گھر کی چوکھٹ وغیرہ بنوائی تو مناصع میں لے جا کر بنوائی جو آبادی سے باہر جنگل ہے تاکہ قبر مبارک کے پاس کھٹکا نہ ہو۔ علامہ سبکی آگے لکھتے ہیں صحابہ کرامؓ آنحضور ﷺ کی تعظیم کیوجہ سے قبر کے پاس بہت پست آواز سے گفتگو کرتے تھے۔ ایک دن حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف فرما تھے دو نوجوان مسجد میں آئے اور بلند آواز سے آپس میں باتیں کرنے لگے حضرت عمرؓ نے ان کو اپنے پاس بلایا اور دریافت کیا تم کہاں سے آئے ہو انہوں نے کہا ہم طائف کے باشندے ہیں طائف سے آئے ہیں حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر تم مدنی ہوتے تو ابھی تمہارے کوڑے لگاتا''۔

(زیارت خیر الانام ترجمہ شفاء السقام ص 147،146، مصدقہ ابوالحسن زید فاروقی)

اگر صحابہ کا عقیدہ ہوتا کہ حضور ﷺ ہر جگہ سے سنتے ہیں تو جنگل جانے کی ضرورت نہ تھی اور یہ خاص تعظیم قبر رسول ﷺ کے پاس کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

اس عقیدے کے کفر پر حوالہ جات

ما قبل میں علم غیب کے باب میں ذکر کردہ فتاوی یہاں بھی کام آسکتے ہیں۔ مزید ملاحظہ ہوں:

(۱) علامہ عبدالحیٔ حنفی لکھنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''واقعی انبیاء، واولیاء کو ہر وقت حاضر و ناظر جاننا اور اعتقاد رکھنا کہ ہر حال میں وہ ہماری ندا سنتے ہیں اگرچہ ندا دور سے بھی ہو شرک ہے۔

(مجموعۃ الفتاوی ج 1 ص 46)

(۲) فتاوی مسعودی میں ہے:

''یارسول اللہ کہنا مثل سونے اور نشست اور کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہ نیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک کا ہے''۔

(فتاوی مسعودی ص 529 مصدقہ عبدالحکیم شرف قادری بریلوی، مولوی منشا تابش قصوری بریلوی)

(۳) علامہ ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قال علماءنا من قال ارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر

(البحرالرائق ج 5 ص 124)

یعنی ہمارے احناف فرماتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ مشائخ کی ارواح حاضر ہیں اور جانتی ہیں تو ایسا شخص کافر ہے۔

(۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انبیاء مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہرکس در ہر جا وقدرت بر جمیع مقدرات ثابت کنند۔

(تفسیر عزیزی ج 1 ص 55)

انبیاء و مرسلین کیلئے لوازم الوہیت ثابت کرے جیسے علم غیب اور ہر جگہ سے ہر ایک کی فریاد سننے کی طاقت اور جمیع مقدورات پر ان کیلئے قدرت ثابت کرنا (یہ سب شرک ہے)

حاضر و ناظر کے عقیدے میں ندائے غیبی اور حاجت روائی شامل ہے۔

(۳) بدعتیوں کے مناظر اعظم مولانا نظام الدین ملتانی فقہاء احناف کا مسلک نقل کرتے ہیں:

(۱) اگر کسے اعتقاد دارکہ ارواح مشائخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: اوکافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر.

(انوار شریعت ج ا ص 239 سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

(۲) ہر آن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد و لم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لا یزال لیس کمثلہ شیء ہے اور اس کی صفات بھی لیس کمثلہ شیء ہیں اور اسی طرح کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ سے مولانا عبد الحیٔ مرحوم و مغفور اپنے فتاوی جلد اول ص 328 و جلد 3 ص 5 میں بایں طور پر تحریر فرماتے ہیں:

''و تزوج بلا شھود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول و الملک یعلمان الغیب و نیز بزازیہ است و عن ھذا قال علمائنا من قال ان الارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر''

(انوار شریعت، ج 2 ص 239)

اہلِ بدعت کے دلائل

دلیل نمبر ۱

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اس کا ترجمہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ تو رسول "ہیں" نا تھے تو نہیں ناں؟ حاضر ناظر ہیں اس لئے تو ہیں۔ (براہین صادق)

جواب: خدا اس جاہلوں کے ٹولے کو ہدایت دے۔ عرض ہے کہ آپ کا عقیدہ یہاں "ہیں" کے لفظ سے ثابت ہو رہا ہے اور یہ "ہیں" اردو کا ہے عربی میں نہیں۔ اس کا مطلب ہوا کہ آپ کا یہ عقیدہ محمد عربی ﷺ کا تو نہیں کسی "عجمی" کا ہے۔ تبھی تو اس کی دلیل بھی عجمی الفاظ میں مل رہی ہے۔ باقی رہی محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت تو نبی اکرم ﷺ اللہ کے رسول تھے ہیں اور رہیں گے۔ مگر اس سے حاضر و ناظر کا عقیدہ وہ بھی آپ ﷺ کیلئے کہاں ثابت ہے؟ یہ تو ان کے منصب رسالت کی گواہی ہے اور یقیناً آپ ﷺ کی رسالت تمام جہاں کو شامل ہے اور قیامت تک باقی ہے۔ مگر منصب کی بقاء سے ذات کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا کیسے ثابت ہوا؟ کوئی کہے "حجاج بن یوسف پاکستان کے وزیر اعظم ہیں" یہ آپ کا "ہیں" اس جملے میں بھی ہے تو کیا اب حجاج بن یوسف کو ہر جگہ حاضر و ناظر مان لو گے؟ اور اس کے ثبوت پر مناظرے کرو گے؟ "یہ میرے خاندان کے لوگ ہیں"۔ لیجئے یہ "ہیں" یہاں بھی ہے۔ میرے خاندان کو بھی حاضر و ناظر مانو۔

دلیل نمبر ۲

قرآن میں ہے وما ارسلنك الا رحمة للعالمين اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر اور دوسرے مقام پر اللہ کا ارشاد ہے ان رحمة الله قريب من المحسنين بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے اور اللہ فرماتا ہے و رحمتي وسعت كل شيء میری رحمت تمام چیزوں کو وسیع ہے۔ جب اللہ کی رحمت محسنوں سے قریب ہے اور نبی کریم ﷺ رحمت ہیں تو محسنوں کے قریب ہو کر حاضر و ناظر ہیں۔

جواب: ماقبل میں جو اصول تفسیر بتائے گئے ان کے مطابق کسی کا قول پیش کرو جس نے ان آیات

سے حضور ﷺ کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا مراد لیا ہے۔

(۲) ماقبل میں جو جو عقیدے ذکر کئے ہیں ان میں سے ایک پر بھی یہ آیت منطبق نہیں ہو رہی لہذا اپنا عقیدہ جو آپ نے لکھوایا ہے اس پر اس آیت کو منطبق کر کے تقریب تام کریں۔

(۳) اس سے حضور ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر استدلال کرنا بھی آپ کی جہالت ہے اس لئے کہ اس میں "رحمۃ" مفعول لہ ہے اور اس کا اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہی ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے یہ ہمارا بھیجنا تمام جہانوں پر اپنی رحمت کرنا ہے۔

(۴) بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ (الاعراف، آیت 57) اس آیت میں بارش پر رحمت کا اطلاق ہوا ہے۔ ثم اذا اذاقهم منه رحمة (روم، پارہ ۲۱) اس آیت میں سختی اور تکلیف کے بعد کے چین کو آرام کہا گیا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کو جو کرامات وغیرہ عطا ہوئیں ان کو بھی رحمت کہا گیا وَاٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا (کہف، پارہ ۱۵) اب ان تمام کو بھی حاضر و ناظر مانیں۔

(۵) بالفرض یہی مراد ہو جو آپ لے رہے ہیں پھر بھی آپ کا دعوی ثابت نہیں اس لئے کہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ آپ صرف "محسنین" کیلئے حاضر و ناظر ہوں گے جمادات، نباتات، چرند پرند، حیوانات، غیر مسلم پھر مسلم (کیونکہ محسنین کا درجہ تو مومنین سے بھی آگے ہے) کیلئے تو حاضر و ناظر نہ ہوں گے تو قرآن کی اس کھلی تحریف کے بعد بھی آپ کا عقیدہ تو ثابت نہ ہو سکا۔

دلیل نمبر ۳

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (8) لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا (9)

(سورۃ الفتح، آیت 9،8، مدنیہ)

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا (45) وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا (46)

(سورۃ الاحزاب، آیت 46،45، مدنیہ)

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا (15)

(سورۃ مزمل، آیت 15 مکتیہ)

نوٹ: مولانا احمد رضا خان بریلوی نے اس آیت کے ترجمہ "حاضر و ناظر" کے الفاظ سے کیا اور ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے حاضر و ناظر کے منکر نہیں نہ اس سے آپ کا عقیدہ ثابت ہوتا ہے۔ افسوس تحریف قرآن کے بعد بھی کچھ نہ ملا۔

جواب:

ان آیت میں کہیں بھی یہی نہیں کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کائنات کی تخلیق سے پہلے پوری کائنات کے ذرے ذرے سے واقف تھے اور ہر جگہ موجود ہیں۔ مفسرین نے اس کے تین معنی بیان کئے ہیں:

(۱) گواہ ہیں اس بات کہ آپ نے ان تک دین پہنچا دیا اور آپ سے پہلے انبیاء نے بھی اپنی امتوں تک ابلاغ حق کر دیا تھا۔ جیسا کہ ان شاء اللہ آگے بخاری کی حدیث سے آ رہا ہے۔

(۲) آپ شاہد یعنی گواہی دنے والے ہیں لا الہ الا اللہ کے یعنی اللہ کی وحدانیت و الوہیت کی گواہی دینے والے ہیں۔

(۳) آپ کے اول مخاطبین مشرکین مکہ تھے تو ان کی گواہی دیں گے کہ کون لوگ آپ پر ایمان لائے اور کن لوگوں نے آپ کا انکار کیا۔ یہی معنی امام غرناطی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں:

شاهِداً عَلَيْكُمْ أي يشهد على أعمالكم من الكفر والإيمان والطاعة والمعصية وإنما يشهد على من أدركه لقوله صلى الله عليه وسلم: أقول كما قال أخي عيسى وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيداً ما دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ [المائدة: 117]

(التسهیل لعلوم التنزیل، ج 2 ص 454، لابی القاسم محمد بن احمد بن محمد بن عبد اللہ ابن جزي الكلبي الغرناطي المتوفى: 741ھ)

آپ ﷺ ان کے اعمال کی گواہی دیں گے کہ جس نے کفر کیا نافرمانی کی اور ایمان لایا اور

اطاعت کی اور یہ گواہی ان لوگوں کی ہوگی جن کو آپ نے پایا یعنی آپ کی حیات میں جو لوگ آپ ﷺ پر ایمان لائے اور جن لوگوں نے ایمان لانے سے انکار کیا۔

جن مفسرین نے اعمال پر گواہ کی تفسیر کی ہے ان کی مراد یہی ہے۔ بالفرض پوری امت مسلمہ کے اعمال کی گواہی ہو تو وہ ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ عرض اعمال ہوتا ہے اجمالی لہٰذا یہ تفسیر بھی ہمارے مخالف نہیں۔

سورہ احزاب کی تفسیر مفسرین کے اقوال سے ملاحظہ ہو:

وَعَلَى هَذَا فَالنَّبِيُّ بُعِثَ شَاهِدًا اي مُتَحَمِّلًا لِلشَّهَادَةِ وَيَكُونُ فِي الْآخِرَةِ شَهِيدًا اي مُودِّيًا لِمَا تَحَمَّلَهُ ثَانِيهَا: انَّهُ شَاهِدٌ انْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَعَلَى هَذَا لَطِيفَةٌ وَهُوَ انَّ اللَّهَ جَعَلَ النَّبِيَّ شَاهِدًا عَلَى الْوَحْدَانِيَّةِ وَالشَّاهِدُ لَا يَكُونُ مُدَّعِيًا فَاللَّهُ تَعَالَى لَمْ يَجْعَلِ النَّبِيَّ فِي مَسْالَةِ الْوَحْدَانِيَّةِ مُدَّعِيًا لَهَا لِانَّ الْمُدَّعِيَ مَنْ يَقُولُ شَيْئًا عَلَى خِلَافِ الظَّاهِرِ وَالْوَحْدَانِيَّةُ اظْهَرُ مِنَ الشَّمْسِ وَالنَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ ادَّعَى النُّبُوَّةَ فَجَعَلَ اللَّهُ نَفْسَهُ شَاهِدًا لَهُ فِي مُجَازَاةِ كَوْنِهِ شَاهِدًا لِلَّهِ فقال تعالى: وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ [المنافقون: 1] وَثَالِثُهَا: انَّهُ شَاهِدٌ فِي الدُّنْيَا بِاحْوَالِ الْآخِرَةِ مِنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ وَالْمِيزَانِ وَالصِّرَاطِ وَشَاهِدٌ فِي الْآخِرَةِ بِاحْوَالِ الدُّنْيَا بِالطَّاعَةِ وَالْمَعْصِيَةِ وَالصَّلَاحِ وَالْفَسَادِ

(تفسیر کبیر ج 25، ص 173)

قَوْلُهُ تَعَالَى: (شاهِداً) قَالَ سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ: "شاهِداً" عَلَى أُمَّتِهِ بِالتَّبْلِيغِ إِلَيْهِمْ وَعَلَى سَائِرِ الْأُمَمِ بِتَبْلِيغِ انْبِيَائِهِمْ ونحو ذلك.

(تفسیر قرطبی۔ ج 14، ص 200)

تفسیر بغوی میں ہے:

شاهدا للرسل بالتبليغ (تفسیر بغوی)

Scanned with CamScanner

سورہ مزمل کی تفسیر میں امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

مَا مَعْنَىٰ كَوْنِ الرَّسُولِ شَاهِدًا عَلَيْهِمْ الْجَوَابُ: مِنْ وَجْهَيْنِ الْاَوَّلُ: اَنَّهُ شَاهِدٌ عَلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِكُفْرِهِمْ وَتَكْذِيبِهِمْ الثَّانِي: الْمُرَادُ كَوْنُهُ مُبَيِّنًا لِلْحَقِّ فِي الدُّنْيَا وَمُبَيِّنًا لِبُطْلَانِ مَا هُمْ عَلَيْهِ مِنَ الْكُفْرِ لِاَنَّ الشَّاهِدَ بِشَهَادَتِهِ يُبَيِّنُ الْحَقَّ وَلِذٰلِكَ وُصِفَتْ بِاَنَّهَا بَيِّنَةٌ فَلَا يَمْتَنِعُ اَنْ يُوصَفَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ بِذٰلِكَ مِنْ حَيْثُ إِنَّهُ بَيَّنَ الْحَقَّ وَهٰذَا بَعِيدٌ لِاَنَّ اللّٰهَ تَعَالَىٰ قَالَ: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطاً اَيْ عُدُولًا خِيَارًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيداً [البقرة: 143] فَبَيَّنَ اَنَّهُ يَكُونُ شَاهِدًا عَلَيْهِمْ فِي الْمُسْتَقْبَلِ وَلِاَنَّ حَمْلَهُ عَلَى الشَّهَادَةِ فِي الْآخِرَةِ حَقِيقَةٌ وَحَمْلُهُ عَلَى الْبَيَانِ مَجَازٌ وَالْحَقِيقَةُ اَوْلَىٰ.

(تفسیر کبیر، ج30، ص391)

شاھد شہیدؐ کی تفسیر ہے

مفسرین نے "شاہد" کی تفسیر "شہید" کو قرار دیا ہے یعنی جن آیات میں آپ ﷺ کا اور آپ ﷺ کی امت کو شہید کہا گیا وہ اس شاہد کی تفسیر ہے۔ وہ آیات مندرجہ ذیل ہیں:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا

(سورۃ البقرۃ آیت 143)

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا

(سورۃ النسا، آیت 41)

لِيَكُونَ الرَّسُولُ شَهِيدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ

(سورۃ الحج، آیت 78)

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هٰؤُلَاءِ شَهِيدًا (41)

(سورۃ النسا، آیت 41)

وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ

(سورۃ النحل، آیت 89)

ان آیات کی تفسیر حدیثِ مبارکہ سے

حدیث نمبر ا

حَدَّثَنَا يُوسُفُ بْنُ رَاشِدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَابُو أُسَامَةَ وَاللَّفْظُ لِجَرِيرٍ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اَبِي صَالِحٍ وَقَالَ ابُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا ابُو صَالِحٍ عَنْ اَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُدْعَى نُوحٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُولُ لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ يَا رَبِّ فَيَقُولُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ فَيُقَالُ لِاُمَّتِهِ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا اَتَانَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ يَشْهَدُ لَكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهُ فَتَشْهَدُونَ اَنَّهُ قَدْ بَلَّغَ { وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا } فَذَلِكَ قَوْلُهُ جَلَّ ذِكْرُهُ { وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ اُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا } وَالْوَسَطُ الْعَدْلُ

(بخاری، ج 2، ص 645)

قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا وہ حاضر ہوں گے ان سے سوال ہوگا کہ کیا آپ نے اپنی امت کو تبلیغ کی تھی وہ کہیں گے بالکل۔ پھر نوح علیہ السلام کی امت سے سوال ہوگا کہ کیا نوح علیہ السلام نے تمہیں تبلیغ کی تھی؟ وہ انکار کر دیں گے کہ ہمارے پاس تو کوئی ڈرانے والا نہیں آیا ہی نہیں۔ اللہ سوال کرے گا اے نوح تمہارا کوئی گواہ بھی ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میری گواہ محمد ﷺ اور ان کی امت ہے۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم گواہی دو گے کہ ہاں انہوں نے تبلیغ کی تھی۔

شاھد اور گواہی کا معنی بس اتنا تھا مگر نہ معلوم رضا خانی اسے کہاں سے کہاں لے گئے۔ اگر امتوں پر گواہی کیلئے ذرے ذرے کا علم ضروری ہے ہر جگہ میں حاضر و ناظر ہونا ضروری ہے تو بتلائے کہ امت محمدیہ ﷺ پھر کیسے گواہی دے رہی ہے؟

حدیث نمبر ۲

حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ حَدَّثَنَا ابُو أُسَامَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا ابُو صَالِحٍ عَنْ ابِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُجَاءُ بِنُوحٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ لَهُ هَلْ بَلَّغْتَ فَيَقُولُ نَعَمْ يَا رَبِّ فَتُسْأَلُ أُمَّتُهُ هَلْ بَلَّغَكُمْ فَيَقُولُونَ مَا جَاءَنَا مِنْ نَذِيرٍ فَيَقُولُ مَنْ شُهُودُكَ فَيَقُولُ مُحَمَّدٌ وَأُمَّتُهُ فَيُجَاءُ بِكُمْ فَتَشْهَدُونَ ثُمَّ قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ {وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا} قَالَ عَدْلًا {لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا}

(بخاری، ج 2، ص 1092)

(۲) اگر شاہد سے مراد ہر جگہ ہر آن موجود ہونا سب کی سننا دیکھنا مراد ہے تو حضرت ابن عباسؓ قرآن کریم کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ قرآن اس سے پہلی کتب پر "شاہد" ہے قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَعْنِي شَاهِداً عَلَى الْكُتُبِ الَّتِي قَبْلَهُ (تفسیر خازن، ج 2، ص 50، المائدۃ 46) تو اب جواب دیں کیا قرآن کو بھی حاضر و ناظر مانیں گے؟

(۳) شاہد کے معنی فقط علم کے بھی ہیں کہ جو جانتا ہو اس کو بیان کر دے اسے شاہد کہا جاتا ہے۔ اَلشَّاهِدُ الْعَالِمُ الَّذِيْ يُبَيِّنُ مَا عَلِمَهُ (لسان العرب، ج 3، ص 238، دار صادر بیروت) تو حضور ﷺ کو بھی وحی کے ذریعہ سابقہ امتوں کا جو حال معلوم ہوا اور انبیاء کی رسالت کا اس کو قیامت کے دن بیان فرما دیں گے اس میں ہر جگہ موجود ہو کر مشاہدہ کرنا لازم نہیں آتا۔

(۴) نبی کریم ﷺ کی امت کو بھی "شہید" کہا گیا پھر تو امتیوں کو بھی اسی معنی میں حاضر و ناظر سمجھنا چاہئے۔

(۵) رضاخانیوں کو مغالطہ یہاں سے لگا کہ شاید گواہی کیلئے موقع پر موجود ہونا ضروری ہے حالانکہ ایسا نہیں اگر یقینی ذرائع سے معلوم ہو تو اس کی بھی گواہی دی جا سکتی ہے:

مولانا ابو الحسنات قادری لکھتے ہیں:

''اشیاء معروفہ میں شہادت سماعی بھی معتبر ہے یعنی جن چیزوں کے سننے کا علمِ یقین حاصل ہو، اس پر شہادت دی جا سکتی ہے''۔

(تفسیر الحسنات ج 1 ص 278)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''کبھی اس چیز کی خبر کو شہادت کہتے ہیں جس کا اسکو یقین ہو یا وہ چیز مشہور ہو''۔

(تبیان القرآن ج 1 ص 1006)

اور فقہاء نے بھی لکھا ہے:

انما یجوز للشاھد ان یشھد بالاشتہاد و ذالک بالتواتر او اخبار من یثق به•

(ہدایہ ج 3 ص 157)

یعنی جو چیز کہ تواتر کی وجہ سے مشہور ہو جائے یا کسی ثقہ اور معتبر نے خبر دی ہو تو شاھد کو جائز ہے کہ گواہی دے دے۔ تو معلوم ہو گیا کہ گواہی کیلئے دیکھنا ضروری نہیں۔

اگر گواہی کیلئے دیکھنا موجود ہونا ضروری ہے تو پھر آج سے بریلوی بھائی اذان میں:

اشھد ان لا اله الا الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک کے علاوہ کوئی معبود نہیں)

اشھد ان محمدا رسول الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں)

کی گواہی دینا چھوڑ دیں کیونکہ اللہ و رسول ﷺ کو آج کسی نے نہیں دیکھا۔

مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''ہر گواہی میں گواہ کا واقعہ دیکھنا شرط نہیں''۔

(تفسیر نعیمی. ج 3. ص 178)

مزید لکھتے ہیں:

''یہ قاعدہ ہی غلط ہے کہ گواہ کا سامنے ہونا اس کا کلام سننا ضروری ہے''۔

(تفسیر نعیمی، ج 7 ص 258)

(۶) اگر مان لیں کہ شاہد وشہید سے قیامت کے دن ابلاغ دین حق کی گواہی مراد نہیں بلکہ تمام امتیوں کے اعمال وافعال کی گواہی مراد ہے تو ہم کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ گواہی دیں گے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے کے اعتبار سے نہیں بلکہ آپکی امت کے اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں جس کی وجہ سے آپ ﷺ گواہی دیں گے، جیسا کہ بریلوی شیخ الحدیث علامہ عبد الرزاق بھترالوی لکھتے ہیں:

''تمام انبیاء کرام کو انکی امتوں کے اعمال پر مطلع کیا گیا ہے کہ فلاں آج اس طرح کر رہا ہے دوسرا شخص اس طرح کر رہا ہے انکو مطلع کرنیکی یہ وجہ ہے کہ وہ بھی قیامت کے دن گواہی دے سکیں۔

(نجوم الفرقان ج 4 ص 48)

بریلوی علامہ غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''نبی ﷺ تمام امتوں کے احوال پر مطلع ہونگے کیونکہ بغیر علم کے گواہی جائز نہیں نبی پاک ﷺ کو اللہ تعالی نے تمام امتوں کے احوال اور افعال پر مطلع فرمایا اور انکی دنیا وآخرت کا آپ کو علم عطا فرمایا ہے خصوصا آپکی امت کے اعمال قبر انور میں آپ پر پیش کیے جاتے ہیں''۔

(تبیان القرآن ج 1 ص 572)

بریلوی علامہ ابو البرکات قادری لکھتے ہیں:

''کوئی دن ایسا نہیں مگر پیش آپکی امت کے اعمال کو صبح وشام کیا جاتا ہے پس آپ انکو نشانی اور ان کے اعمال کی وجہ سے پہچان لیتے ہیں اسی عرض اعمال کی وجہ سے آپ ان پر گواہی دیں گے''۔

(رسائل ومناظرے ابو البرکات ص 104)

بریلوی علامہ شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

"نبی پاک ﷺ اپنی امت کے گواہ ہیں اور اس کا تقاضا ہے کہ آپ کے سامنے امت کے اعمال پیش کیے جائیں"۔

(اسلامی عقائد ص 277)

اگر عرض اعمال کی بنیاد پر ہر جگہ حاضر و ناظر کہا جائے تو پھر یہ اسی شرف قادری کی کتاب اسلامی عقائد کے ص 230 پر پورا باب عالم برزخ میں رشتہ داروں کے سامنے اعمال کا پیش کیا جانا بھی موجود ہے۔ تو پھر سارے وفات شدہ حضرات کئی جگہوں پر حاضر و ناظر ہونگے۔ یاد رہے کہ ہمارے نزدیک یہ عرض اعمال اجمالی ہے۔ یہاں ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ حضور ﷺ یہ گواہی ہر جگہ حاضر و ناظر اور علمِ غیب کلی کی وجہ سے نہیں دیں گے بلکہ جو اعمال اجمالی پیش کئے جاتے ہیں اس کی بنا پر دیں گے۔

حضور ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں اس پر ایک حدیث

چونکہ بات شاھد بمعنی حاضر و ناظر ہونے کی چل رہی ہے تو امت میں شاھد یعنی حاضر و ناظر ہونے کی نفی پر خود نبی اکرم ﷺ کا قول ملاحظہ ہو:

فَأَوَّلُ مَنْ يُكْسَى إِبْرَاهِيمُ وَيُؤْخَذُ بِرِجَالٍ مِنْ أَصْحَابِي ذَاتَ الْيَمِينِ وَذَاتَ الشِّمَالِ فَأَقُولُ: أَصْحَابِي فَيُقَالُ: إِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوا مُرْتَدِّينَ عَلَى أَعْقَابِهِمْ مُنْذُ فَارَقْتَهُمْ فَأَقُولُ كَمَا قَالَ: الْعَبْدُ الصَّالِحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ ": {كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ , وَأَنْتَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ} [المائدة: 117] {إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} [المائدة: 118]

(بخاری ج 2 ص 665)

یعنی قیامت کے دن میں بھی وہی کہوں گا جو میرے نیک بھائی عیسی بن مریم نے کہا کہ

كنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم میں ان کی نگرانی کرتا رہا جب تک ان میں رہا اور جب تو نے مجھے اس دنیا سے اٹھالیا تو پھر تو ان ہی کا نگران و نگہبان تھا۔

معلوم ہوا کہ شاہد و شہید کا معنی ہر وقت ہر آن ہر جگہ حاضر و ناظر اور عليم بكل شيئ نہیں ورنہ آپ ﷺ یہ ہرگز نہ فرماتے کہ یا اللہ میں تو ان پر شاہد تھا جب تک میں ان میں تھا میرے پردہ فرماجانے کے بعد نگہبان و علیم ان کے احوال کے تو آپ کے تھے۔

دلیل نمبر ۴

الم تر كيف فعل ربك باصحاب الفيل

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

دیکھو حضور ﷺ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ہر چیز کو ملاحظہ فرمارہے ہیں تبھی تو حضور ﷺ کی حیات سے پہلے کے واقعہ کے متعلق اللہ تعالی فرماتا ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا یعنی آپ دیکھ رہے ہیں۔

جواب:

(۱) بالفرض یہی معنی ہو جو آپ نے کیا تو اس سے آپ کا عقیدہ تو ثابت نہ ہوا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوگا کہ ہاتھیوں والوں کو آپ نے دیکھا۔ یہ جزئی واقعہ ہے اس سے کلی پر استدلال کیسے؟ میں نے الحمدللہ مکہ و مدینہ دیکھا تو اس کا مطلب ہے پوری دنیا کے ذرے ذرے کو دیکھ لیا؟ جو عقیدہ لکھوایا ہے اس پر دلیل پڑھو۔

(۲) اگر "رؤیت" ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کے معنی میں ہوتی ہے تو پھر ان آیات کا مطلب بھی یہی بیان کریں:

أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ

(سورۃ لقمان۔آیت 20)

کیا تم لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اسے اللہ نے تمہارے کام میں لگا رکھا ہے۔

أَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا

(سورۃ نوح، آیت 15)

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا فرمائے۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ

(سورۃ الانعام، آیت 6)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر چکے ہیں

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ

(سورۃ الاعراف، آیت 148)

بھلا کیا انہوں نے اتنا بھی نہیں دیکھا کہ نہ وہ ان سے بات کر سکتا ہے اور نہ انہیں کوئی راستہ بتا سکتا ہے۔

أَلَمْ يَرَوْا إِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرَاتٍ فِي جَوِّ السَّمَاءِ

(سورۃ النحل آیت 79)

کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ وہ آسمان کی فضاؤں میں اللہ کے حکم کے پابند ہیں۔

أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا اللَّيْلَ لِيَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا

(سورۃ النمل، آیت 86)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات اس لئے بنائی کہ وہ اس میں سکون کر سکیں اور دن اس طرح بنایا کہ اس میں چیزیں دکھائی دیں۔

أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُونَ

(سورۃ یٰسین، آیت 31)

کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی قوموں کو اس طرح ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آتے۔

ان آیات میں مشرکین مکہ سے تخاطب ہے اہل بدعت کی پیش کردہ آیت اور ان آیات میں

صرف یہ فرق ہے کہ الم تر واحد مذکر مخاطب کا صیغہ ہے اوران آیات میں بعض صیغہ جمع مخاطب اور بعض جمع غائب لیکن مصدری معنی سب کا ایک ہے۔اب چاہئے کہ رضاخانی ان مشرکین مکہ کو بھی ہر جگہ حاضر و ناظر مانیں۔اوراس میں کوئی اچھنے کی بات نہیں جب آپ لوگ شیطان کو ہر جگہ حاضر ناظر مان سکتے ہیں تو ابوجہل وابولہب کو اپنا پیر و مرشد بنانے میں کیا مسئلہ ہے؟

(۳) بدعتی شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

"اَلَمۡ تَرَ (کیا آپ نے نہیں دیکھا)" کی تحقیق

رؤیت کے معنی دیکھنا ہے اور یہ رؤیت قلبی یعنی علم کے معنی میں بھی آتا ہے اس لیے کہا آپ نے نہیں دیکھا اسکا معنی ہے کیا آپ نے نہیں جانا؟ یہ جملہ ان چیزوں کیلئے کہا جاتا ہے جو پہلے مذکور ہو اور جن کا پہلے علم ہو اوران کا استعمال ان چیزوں کو یاد دلانے ان کو مقرر اور ثابت کرنے اور ان پر تعجب ڈالنے کیلئے ہوتا ہے اور کہیں اس کے بغیر بھی اس جملہ کو استعمال کیا جاتا ہے اس وقت یہ کسی چیز کی خبر دینے اور خبر پر تعجب میں ڈالنے کیلئے ہوتا ہے اور کبھی مجازا استعمال کرتے ہیں اور جس نے کسی چیز کو نہیں دیکھا ہوا ہوتا اس کو اس شخص کے ساتھ تشبیہ دیتے جس نے اس چیز کو دیکھا ہوا ہوتا ہے تا کہ مخاطب اس پر متنبہ ہو کہ یہ چیزیں اس پر مخفی نہیں ہونی چاہئے تھی اور اسکو اس پر تعجب ہونا چاہیے تھا یا یہ بتلانا مقصود ہوتا ہے کہ یہ چیزیں شہرت کے اس درجہ میں ہے کہ کسی پر مخفی نہیں ہے حتی کہ مخاطب پر بھی مخفی نہیں اوراس سے مقصود یہ ہے کہ اس کے بعد جو واقعہ ذکر کیا جارہا ہے اس پر غور وفکر کیا جائے اوراس سے عبرت حاصل کی جائے"۔

(تبیان القرآن ج1 ص 874،873)

بدعتی شیخ الحدیث ومفسر قرآن علامہ عبدالرزاق بھترالوی لکھتے ہیں:

"الم تر الی الذین خرجوا من دیارھم"

(سورۃ البقرۃ:243)

کیا آپ کو علم حاصل نہیں ہوا ان لوگوں کا جو نکلے اپنے گھروں سے۔

بے شک روَیۃ کا معنیٰ کبھی بصیرت یعنی دل سے دیکھنا ہوتا ہے اور اس کا مطلب علم ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے وارنامناسکنا کا معنیٰ یہ ہے کہ ہمیں ہماری عبادت کا علم عطا فرما اور رب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "فاحکم بین الناس بما اراك الله" (سورۃ النساء:105) کا معنیٰ یہ ہے آپ فیصلہ فرمائیں لوگوں کے درمیان اس سے جو اللہ نے آپکو علم عطا کیا۔ رویت قلبی دل سے دیکھنا یعنی علم حاصل ہونے کی پھر دو قسمیں ہیں کبھی مخاطب کو پہلے علم حاصل نہیں ہوتا بلکہ کلام کا تعلق ابتداء سے ہوتا ہے جس طرح کوئی شخص دوسرے کو کہے الم تر الی ماجری علی فلان کیا تمہیں فلاں شخص کے جاری رہنے والے کام کا علم نہیں؟ اس کلام کا مقصد دوسرے کو بتانا ہوتا ہے جسے پہلے سے علم حاصل نہیں ہوتا۔ رویت قلبی کی دوسری قسم یہ ہے کہ جب کسی کو پہلے سے علم ہوتا ہے پھر بات کو پختہ کرنے کیلئے استفہام انکاری کے طور پر یہ کلام کیا جاتا ہے الم تر کیا تمہیں علم حاصل نہیں یعنی تمہیں علم حاصل ہے۔ دونوں معانی مراد ہو سکتے ہیں۔ پہلے معنیٰ کے لحاظ سے اس آیت کریمہ میں یہ احتمال پایا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ کو پہلے اس واقعہ کا علم نہ ہو بلکہ اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر آپکو علم عطا کیا گیا ہو دوسرے معنیٰ کے لحاظ سے ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کو اس آیت کریمہ کے نازل ہونے سے پہلے اس واقعہ کا علم حاصل تھا آپ کے علم کے مطابق آیت کریمہ کو نازل کیا گیا اب مطلب واضح ہے کہ یہ کہا گیا ہے کیا آپ کو علم حاصل نہیں؟ یعنی یقیناً آپکو علم حاصل ہے الم تر کے خطاب سے ظاہر تو یہی ہے کہ یہ خطاب نبی کریم ﷺ کو کیا گیا لیکن یہ بھی احتمال ہے کہ یہ خطاب آپ کو بھی ہے اور آپ کے ساتھ آپ کی امت کو بھی''۔

(نجوم الفرقان ج 6 ص 30.29.28)

اب معلوم ہو گیا کہ خطاب امت کو بھی ہو سکتا ہے تو کیا یہ بھی ہر جگہ حاضر و ناظر ہو نگے۔

دوسری بات........ ان تفاسیر سے معلوم ہوئی کہ الم تر میں پہلے سے علم ہونا ضروری نہیں اور حاضر و ناظر ہونا تو بالکل بھی ضروری نہیں بلکہ بعض اوقات تعجب کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ بعض اوقات متوجہ کرنے کیلئے بھی بولا جاتا ہے۔ بعض اوقات وہ واقعہ اتنا مشہور ہوتا ہے کہ اس طرح بول

دیا جاتا ہے تو آپ علیہ السلام کو ان واقعات کے مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے یا خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ معلومات دینے کی وجہ سے علم تھا۔

احادیث سے استدلال

قبر میں مردے سے سوال ہوتا ہے:

مَا کنتَ تقولُ فِی هَذَا الرجل

تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ دیکھو حضور ﷺ ہر ایک کی قبر میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں تبھی تو ھذا سے اشارہ ہوگا۔

جواب:

(۱) بالفرض آپ کا استدلال مان لیں تو اس سے زیادہ سے زیادہ مومن و کافر کی قبر میں آنا ثابت ہوگا ہر ذرے ہر آن ہر گھڑی حاضر و ناظر ہونا کہاں سے ثابت ہوا؟۔

(۲) خبر واحد ہے عقائد میں حجت نہیں۔

(۳) یہ بھی غلط ہے کہ حضور ﷺ خود قبر آتے اور حاضر و ناظر ہوتے ہیں یہ دعوی بلا دلیل ہے اور ھذا سے اشارہ صرف حاضر کی طرف ہو یہ بھی ضروری نہیں کبھی حاضر فی الذہن کی طرف بھی ھذا سے اشارہ کر دیا جاتا ہے۔

علامہ مناوی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں:

مَا هَذَا الرجل الَّذِي كَانَ فِيكُم

وَفَهِمَ بعضٌ مِنْ لفظ الإشارةِ أنه يُكْشَفُ له عن النبي صلى الله عليه وسلم حتى يَرَاهُ عِياناً فيُقالُ ما تقول في هذا وأبطله ابنُ جماعة بأنَّ الإشارةَ تُطْلَقُ في كلامهم على الحاضر والغائب كما يقول المرءُ لصاحبه ما تقول في هذا السلطان وهما لم يَرَيَاهُ

(فیض القدیر للمناوی، ج2، ص372)

بعض لوگوں نے اس حدیث میں اسم اشارہ سے یہ سمجھا کہ مردے کیلئے حضور ﷺ کی قبر

مبارک سے پردہ ہٹادیا جاتا ہے (یعنی قبر مبارک منکشف کردی جاتی ہے) یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ کو اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے ان کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ مگر ابن جماعہ نے اس معنیٰ کو رد کیا ہے یہ کہہ کر کہ ھذا اسم اشارہ کا اطلاق حاضر و غائب دونوں پر کیا جاتا ہے جیسے ایک شخص اپنے ساتھی سے کہتا ہے اس بادشاہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ حالانکہ وہ دونوں بادشاہ کو نہیں دیکھ رہے ہوتے۔

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ سے سوال ہوا کہ:

وَسُئِلَ هَل يُكْشف لَهُ حَتَّى يرى النَّبِي صلى الله عَلَيْهِ وَسلم فَأجَاب انه لم يرد حَدِيث وَإِنَّمَا ادعاه بعض من لَا يُحْتَج بِهِ بِغَيْر مُسْتَند سوى قَوْله فِي هَذَا الرجل وَلَا حجَّة فِيهِ لِأَن الْإِشَارَة إِلَى الْحَاضِر فِي الذِّهْن

(شرح الصدور ص 146)

کیا قبر میں میت کیلئے درمیانی پردے اٹھائے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیتی ہے؟ تو حافظ صاحب رحمہ اللہ نے جواب دیا کہ کسی صحیح حدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا بعض ایسے لوگ جن کی بات حجت نہیں ہو سکتی بغیر کسی دلیل اور سند کے ھذا الرجل سے یہ احتجاج کیا ہے مگر ان کی بات حجت نہیں کیونکہ ھذا کا اشارہ حاضر فی الذہن کیلئے آیا ہے۔

اہل بدعت کی دعوت اسلامی کی مجلس علمی اس کا ترجمہ یوں کرتی ہے:

''کیا میت کے سامنے سے پردے ہٹ جائیں گے کہ وہ پیارے آقا ﷺ کو دیکھ لے؟:

جواب: اس سلسلے میں کوئی حدیث نہیں آئی محض بعض ایسے افراد کا دعویٰ ہے جو کسی مستند دلیل کے بغیر قابل حجت نہیں صرف لفظ ھذا الرجل سے استدلال کیا گیا ہے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں کیونکہ ھذا کا اشارہ ذہن میں موجود چیز کیلئے بھی ہوتا ہے''۔

(شرح الصدور ص 263 مکتبۃ المدینہ)

امام عبدالعزیز پرہاروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

الاشارۃ اما لحضور النبی ﷺ فی الاذہان او لانہ ینکشف صورتہ علی المیت والاول مختار شیخ الاسلام ابن حجر العسقلانی

(نبراس،ص319)

ھذا اسم اشارہ سے اشارہ یا تو حضور ﷺ کے حاضر فی الذہن کی وجہ سے کیا جائے گا یا اس لئے کہ میت پر حضور ﷺ کی صورت کو منکشف کر دیا جائے گا پہلے قول یعنی اشارہ حسی کو شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اختیار کیا ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

"اس کے بعد سوال کرتے ہیں ما تقول فی ھذا الرجل ان کے بارے میں کیا کہتا ہے اب معلوم نہیں کہ سرکار خود تشریف لاتے ہیں یا روضہ مقدسہ سے پردہ اٹھایا جاتا ہے شریعت نے کچھ تفصیل نہ بتلائی"۔

(ملفوظات حصہ چہارم ص415)

لو جی قصہ ہی ختم شریعت نے تو اس باب میں کوئی تفصیل ہی نہیں بتلائی کہ حضور ﷺ خود قبر میں حاضر و ناظر ہوتے ہیں یا نہیں مگر آج کے یہ بدعتی اس سے عقیدہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں اور عقیدہ بھی ایسا جو نہ مانے کافر۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب کا ایک ڈھکوسلہ

مفتی احمد یار گجراتی اس کے جواب میں کہتے ہیں:

"بعض لوگ کہتے ہیں کہ ھذا الرجل معہود ذہنی کی طرف اشارہ ہے کہ فرشتے مردے سے پوچھتے ہیں کہ وہ جو تیرے ذہن میں موجود ہیں انہیں تو کیا کہتا تھا؟ مگر یہ درست نہیں کیونکہ ایسا ہوتا تو کافر میت سے سوال نہ ہوتا کیونکہ وہ تو حضور علیہ السلام کے تصور سے خالی الذہن ہے۔ نیز کافر اس کے جواب میں یہ نہ کہتا میں نہیں جانتا بلکہ پوچھتا تم کس کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ اس کے لا ادری کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو آنکھوں سے دیکھ تو رہا ہے مگر پہچانتا نہیں اور یہ اشارہ خارجی ہے"۔

(حاشیہ شرح الصدور ص 263)

مفتی صاحب کی تاویل سے حاصل ہونے والا اہم اصول

مفتی صاحب کے جواب کی طرف آنے سے پہلے ان کی اس عبارت سے جو ایک اہم اصول ہمیں ملا اس کی طرف اشارہ کرنا چاہوں گا۔

معہود فی الذہن کا قول ہم نے:

(۱) شیخ الاسلام علامہ ابن حجر رحمہ اللہ۔

(۲) علامہ سیوطی رحمہ اللہ۔

(۳) علامہ ابن جماعۃ رحمہ اللہ۔

(۴) علامہ مناوی رحمہ اللہ۔

ان چار حضرات سے نقل کیا۔ مفتی احمد یار گجراتی صاحب نے "قال بعض الناس" کہہ کر اس قول کو غیر صحیح کہہ کر رد کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقیدے کے معاملے میں بھی علماء سے غلطی ہو سکتی ہے۔ اور ان کی بات عقیدے کے باب میں حجت نہیں۔ لہذا آل بدعت حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ علم غیب، حاضر و ناظر اور دیگر عقائد کے باب میں کسی امتی کا قول خواہ وہ کتنے ہی بڑے درجے کا ہو پیش نہ کریں۔ قرآن وحدیث کی صریح نصوص اور جمہور کے اقوال ہی ہمارے لئے حجت ہیں۔ اس کے برخلاف جس کا بھی قول ہو ہماری طرف سے پیشگی جواب ہے:

"ان کا یہ قول درست نہیں۔"

مفتی صاحب کی تاویل کا جواب

مفتی صاحب نے کہا کہ:

"اگر معہود فی الذہن ہوتا تو کافر پوچھتا "کون؟ تم کس کی بات کر رہے ہو؟ کیونکہ کافر تو خالی الذہن ہے۔" (مفہوم)

حقیقت میں ایسا ہی ہے۔ وہ واقعی نہیں پہچان پائے گا اور پوچھے گا فرشتوں سے کہ کس کے

بارے میں سوال کر رہے ہو؟ چنانچہ مستدرک کی ایک حدیث میں ہے:

فَيُقَالُ لَهُ: مَا تَقُولُ فِي هَذَا الرَّجُلِ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ فَيَقُولُ: ايُّ رَجُلٍ فَيَقُولُونَ: الرَّجُلُ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ. قَالَ: فَلَا يَهْتَدِي لَهُ قَالَ: فَيَقُولُونَ: مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ: سَمِعْتُ النَّاسَ قَالُوا فَقُلْتُ كَمَا قَالُوا
(مستدرک، رقم 1403)

اس سے پوچھا جاتا ہے کہ تو اس شخص کے بارے میں کیا کہتا ہے جو تم میں تھا؟ اور تیری اس کے بارے میں کیا گواہی ہے؟ وہ کہے گا تم کس شخص کے بارے میں سوال کرتے ہو؟ فرشتے جواب دیتے ہیں کہ اس شخص کے بارے میں پوچھتے ہیں جو تم میں تھا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد بھی وہ پہچان نہیں پاتا (کہ کس شخصیت کے بارے میں سوال ہو رہا ہے؟) تو فرشتے کہیں گے کہ ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ تو وہ کہے گا کہ میں نے لوگوں کو ان کے بارے میں کچھ کہتے سنا تو ہے۔ تو میں بھی وہی کہتا ہوں جو انہوں نے کہا۔

لیجئے جناب مفتی صاحب! وہ کافر واقعی خالی الذہن ہوگا اور سوال کرنے پر نہیں پہچان پائے گا کہ کون ہے؟ پھر بتلایا جائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں سوال کر رہے ہیں یہ روایت اس باب میں بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے نہیں ہوں گے۔ کچھ الفاظ کے اختلاف کے ساتھ مصنف ابن ابی شیبہ میں یوں ہے:

فَيُقَالُ: ارَايت هَذَا الرَّجُلَ الَّذِي كَانَ فِيكُمْ مَاذَا تَقُولُ فِيهِ وَمَاذَا تَشْهَدُ بِهِ عَلَيْهِ قَالَ فَيَقُولُ: ايُّ رَجُلٍ قَالَ: فَيُقَالُ الَّذِي فِيكُمْ فَلَا يَهْتَدِي لِاسْمِهِ فَيُقَالُ: مُحَمَّدٌ فَيَقُولُ لَا ادْرِي سَمِعْتُ النَّاسَ يَقُولُونَ قَوْلاً فَقُلْت كَمَا قَالُوا

(مصنف ابن ابی شیبہ، ج3، ص384، رقم 12188)

لیجئے اس حدیث میں ہے کہ سامنے دیکھ کر لا ادری نہیں کہے گا بلکہ اس سے نبی اکرم

ﷺ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو وہ کہے گا جس آدمی کا تم ذکر کر رہے ہو میں اس کو نہیں پہچانتا۔ یہ روایت ان الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔

ارایتك هذا الرَّجل الَّذي كان فيكم اي رجل هو ماذا تقول فيه وماذا تشهد به عليه فيقول: اي رجل فيقال: الَّذي كان فيكم فلا يهتدي لِاسمه حتَّى يُقال: محمَّد فيقول: ما ادري سمعت النَّاس قالوا قولًا فقلت كما قال النَّاس

(اثبات عذاب القبر ص 61 والاعتقاد للبیہقی ص 290، المعجم الاوسط، رقم الحدیث 2630

بہرحال! یہ روایات اس باب میں نص ہیں کہ حضور ﷺ سامنے نہیں ورنہ فرشتے ''الذی کان فیکم '' نہ کہتے اور کافر کی طرف سے پہچان نہ پانے پر یہ کہتے کہ بھائی یہ جو سامنے شخصیت ہیں ان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کا نام بتلایا کہ جو تمہاری طرف مبعوث ہوئے جس کا نام محمد ﷺ ہے اس کے بارے میں پوچھ رہے ہیں ان کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ تو کہے گا کہ وہی جو لوگ کہتے (یعنی اس کی برادری)۔

ایک قابلِ غور نکتہ

اس باب میں اہل بدعت کی سوئی ''ما کنت تقول فی هذا الرجل '' پر اٹکی ہوئی ہے۔ حالانکہ دیگر صحیح احادیث میں اس کی جگہ ''من نبیك '' کے الفاظ ہیں جو اہل بدعت کی خود ساختہ عقیدے کی ساری عمارت ہی کو منہدم کر دیتی ہے۔

پھر یہ بھی دیکھیں کہ هذا میں دو احتمال ہیں:

(۱) ایک یہ کہ حاضر فی الذہن ہوں۔

(۲) دوسرا یہ کہ میت کے سامنے سے پردے ہٹا دئے جائیں اور وہ روضہ رسول ﷺ میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لے۔

اس دوسرے احتمال کو علمائے اسلام نے رد کیا گویا پہلا قول پسندیدہ ومختار ہے۔

رضاخانیوں کا عقیدہ ہے کہ: ''حضور ﷺ خود قبر میں تشریف لاتے ہیں''۔ یہ قول امت مسلمہ میں

سے کسی کا بھی نہیں ۔سوال یہ ہے کہ جب ایک ہی لفظ میں کئی احتمال ہیں تو:

اول تو محتمل سے استدلال درست نہیں جیسا کہ شروع کتاب میں اصول میں گزر چکا۔

ثانیاً اول احتمال یعنی حاضر فی الذہن کو علمائے اسلام کی تائید بھی حاصل ہے جس کی وجہ سے یہ جانب، جانب انکشاف پر راجح ہوگئی تو آخر جس ظنی احتمال کی ترجیح پر علمائے اسلام کے اقوال موجود ہیں اسے چھوڑ کر چودہ صدیاں بعد ایک نیا احتمال نکال کر اس پر عقیدے کی بنیاد کھڑی کر کے اعتقادی بدعت کا ارتکاب کیوں کیا جارہا ہے؟

دوسری حدیث

حدثنا بكرُ بن سَهْل ثنا نُعَيم بن حمَّاد المَرْوَزي ثنا بَقيَّة عن سعيد بن سِنان ثنا أبو الزاهريَّة عن كَثير بن مُرَّة عن ابن عمر قال: قال رسولُ الله صلى الله عليه وسلم: » إنَّ اللهَ عزَّ وجَلَّ قَدْ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيا فَانَا انْظُرُ إِلَيْهَا وإِلى مَا هُوَ كَائِنٌ فِيهَا إِلى يَوْمِ القِيَامَةِ كَانَّمَا انْظُرُ إِلى كَفِّي هٰذِهِ جِلِّيَانٌ مِنَ اللهِ جَلاَّهُ لِنَبِيِّهِ كَمَا جَلاَّهُ لِلنَّبِيِّيْنَ مِنْ قَبْلِهِ

(المعجم الكبير ،13 ص318 ،رقم14112)

اللہ تعالی نے میرے سامنے ساری دنیا کو پیش فرما دیا پس ہم اس دنیا کو اور اس میں قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے اپنے اس ہاتھ کو دیکھ رہے ہیں۔ اللہ نے اپنے نبی کیلئے روشن فرمائی جیسے مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام کے لئے روشن فرمائی۔

جواب:

(۱) یہ روایت شدید ضعیف ہے اس میں ایک راوی ”ابومہدی سعید بن سنان حنفی کندی حمصی“ ہے جو محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہے۔

علامہ جوزجانی نے ان کی احادیث پر وضع کے اندیشہ کا اظہار کیا ہے۔ احمد بن صالح نے ان کو منکر الحدیث کہا ہے۔ امام بخاری نے بھی منکر الحدیث کہا ہے۔ امام نسائی نے متروک

الحدیث کہا ہے۔

(تہذیب التہذیب، ج 4، ص 47)

وَقَالَ ابُو حاتم ضعیف الحدیث.
وقَالَ البُخارِيُّ: منکر الحدیث.
وَقَالَ النَّسَائِي: متروك الحديث.

(تہذیب الکمال للمزی، ج 10، ص 497، التاریخ الکبیر، ج 3، ص 478)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

قَالَ الْبُخَارِيُّ: مُنْكَرُ الْحَدِيثِ
وَقَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ.
وَقَالَ النَّسَائِيُّ: مَتْرُوكُ الْحَدِيثِ.

(تاریخ الاسلام، ص 4، ج 377)

امام احمد بن عدی فرماتے ہیں کہ خاص کر ابوزاہریہ سے روایت کرتے ہیں تو وہ غیر محفوظ ہوتی ہیں۔

(تہذیب الکمال، ج 10، ص 498)

اور یہ روایت بھی ابوزاہریہ سے ہے۔
یحیی بن معین نے ان کو سیئ الرائے اور لیس بشی کہا۔

(المجروحین لابن حبان، ص 322)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:

كان يتهم بوضع الحديث

(العلل، ج 5، ص 51)

وقال أبو عبد الرحمن السلمي: وسألته - يعني - الدارقطني عن سعيد بن سنان، فقال: هما اثنان أبو مهدي حمصي يضع الحديث

(اکمال تہذیب الکمال، ج5،ص 311)

عبدالرحمن سلمی فرماتے ہیں میں نے ان کے بارے میں دارقطنی سے پوچھا تو فرمایا کہ حدیثیں وضع کرتا۔

یحیی بن معین کہتے ہیں کہ ان کی روایت نقل کرنا ہی جائز نہیں سوائے جرح کی نیت سے۔

(اکمال تہذیب الکمال، ج5،ص 311)

امام ہیثمی اس روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ وَرِجَالُهُ وُثِّقُوا عَلَى ضَعْفٍ كَثِيرٍ فِي سَعِيدِ بْنِ سِنَانٍ الرَّهَاوِيِّ.

(مجمع الزوائد ج8،ص 287، رقم 14067)

اس کے باقی راویوں کی توثیق کی گئی ہے سوائے سعید بن سنان جو سخت ضعیف ہے۔

کنزالعمال میں ہے:

وسندہ ضعیف

(کنزالعمال، ج 11،ص 378، رقم 31810)

اس کی سند ضعیف ہے۔

ایسے متروک الحدیث روای سخت ضعیف کی روایت عقائد کے باب میں پیش کرتے ہوئے آپ لوگوں کو ذرا حیا نہیں آتی؟ مولانا احمد رضا خان سے لیکر آج کے اصاغر تک اس روایت سے استدلال کرتے آرہے ہیں اور ذرا تحقیق کی توفیق نہیں مل رہی۔

مولانا منظور فیضی کا ایک چیلنج

''ایک ہزار روپیہ نقد انعام

اس شخص کو دیا جائے گا جو یہی جملہ (سندہ ضعیف) کنزالعمال میں طبرانی اور ابونعیم کی روایت کے بعد دکھادے جو جلد 6،ص 105 پر ہے قیامت تک کوئی نہیں دکھا سکتا تو جب یہ معلوم ہوا کہ سندہ ضعیف نعیم بن حماد کی روایت سے متعلق ہے نہ کہ طبرانی اور ابونعیم کی

روایت سے"۔

(مقام رسول،ص 434)

واقعی جہالت میں رضاخانیوں کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا اسی لئے ان کے سنجیدہ علماء ان مسائل پر قلم ہی نہیں اٹھاتے۔خدا کے بندے نعیم بن حماد کی سند کو ضعیف اسی لئے کہا گیا کہ اس میں راوی ''سعید بن سنان'' ہے اور یہی بنیادی راوی ''سعید بن سنان'' طبرانی اور حلیۃ کی سند میں بھی ہے۔ طبرانی کی سند ہم پیش کرچکے ہیں کتاب الفتن کی سند یوں ہے:

حدثنا الحكم بن نافع عن سعيد بن سنان حدثنا أبو الزاهرية عن كثير بن مرة أبي شجرة عن ابن عمر رضي الله عنهما

(کتاب الفتن،ص 27)

ابونعیم نے اس کی سند نقل کی

حدثنا سليمان بن أحمد حدثنا بكر بن سهل حدثنا نعيم بن حماد حدثنا بقية عن سعيد بن سنان حدثنا أبو الزاهرية عن كثير بن مرة عن ابن عمر

(حلیۃ الاولیا،ج 7،ص 214)

ملاحظہ ہو تینوں کی سند میں سعید بن سنان ہے۔اور مزے کی بات یہ ہے کہ طبرانی اور ابونعیم اسے ''نعیم بن حماد'' ہی سے نقل کر رہے ہیں۔اب شیخ متقی ہندی نے جب نعیم بن حماد مروزی کی سند پر ضعیف کا حکم لگا دیا تو آگے دوبارہ اس کی صراحت محسوس نہیں کی اس لئے کہ دونوں جگہوں میں ضعف کی علت ایک ہی تھی۔ یہ رضاخانیوں کی بدترین جہالت ہے کہ اس صنیع کو وہ حدیث کی صحت پر محمول کر رہے ہیں۔

مولانا منظور فیضی کے متبعین کو چیلنج

مولوی صاحب تو اب اس دنیا میں نہیں رہے البتہ ان کی آل اولاد ان کے مزار سے خوب کما رہی ہے لہذا ہم چیلنج کرتے ہیں ہر اس شخص کو ایک لاکھ روپے کا جو طبرانی،حلیۃ الاولیاء،کتاب

الفتن“کی اس سند کو صحیح ثابت کردے۔فهل من مبارز۔

یادرہے کہ اس میں ایک راوی”بقیہ بن ولید“ بھی ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اور مفتی احمد یار گجراتی صاحب کا حوالہ علم غیب کی بحث میں گزر چکا کہ مدلس جب عن سے روایت کرے تو روایت ضعیف ہوجاتی ہے۔تو یہ ضعف کی ایک اور وجہ ہوگئی۔

(۲) دلیل دعوے کے مطابق نہیں آپ کا ایک دعوی یہ ہے کہ حاضر و ناظر کی تکمیل، تکمیل قرآن کے ساتھ ہوئی جبکہ یہ واقعہ تکمیل قرآن سے پہلے کا ہے۔

(۲) اس میں تو ہے کہ پہلے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ بھی ایسا کیا گیا تھا تو اس صورت میں تو اس صفت میں حضور ﷺ کے ساتھ تمام انبیاء مشترک ہوگئے کیا آپ اسی کے قائل ہیں؟

(۳) اس میں آپ کا بنیادی استدلال”ما هو كائن “میں”ما“ کے عموم سے ہے اور ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ”ما“ کا عموم کیلئے ہونا ضروری نہیں۔

(۴) اس میں قیامت تک ذرے ذرے،گدھے گھوڑے ان کی نسلوں وغیرہ کے علم کا ذکر نہیں بلکہ قیامت تک رونما ہونے والے بڑے بڑے فتنوں کا ذکر ہے جیسا کہ دیگر احادیث میں آیا ہے اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ابونعیم اسے”کتاب الفتن“ میں ذکر کیا۔جبکہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے”الخصائص الکبری“اور علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے”شرح مواهب اللدنیہ“ میں اسے فتن کی احادیث کے ضمن میں ذکر کیا۔

☆☆☆☆
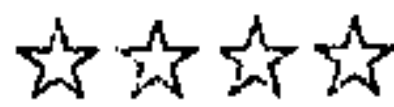
الحمدللہ انتہائی اختصار کے ساتھ بندہ نے اس موضوع پر گفتگو کی ہے،تفصیل کے لیے امام اہل السنۃ حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ کی کتاب”آنکھوں کی ٹھنڈک“ ملاحظہ ہو۔جو اس باب میں افاد و اجاد ہے،حقیقت یہ ہے کہ اس موضوع پر کام کرنے والا کوئی بھی شخص ان کی کتب سے مستغنی نہیں ہوسکتا،لہذا ان کی کتب کو مطالعہ میں ضرور رکھیں!!

☆☆☆☆
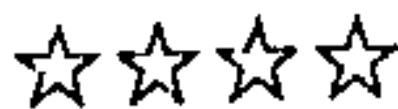
نواب احمد رضا خان بریلوی حیات

خدمات و کارنامے

مولف: حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی

اس کتاب میں خان صاحب کے آباؤ اجداد کی تاریخ پر ایک نظر، خان صاحب اور ان کے آباؤ اجداد کے بارے میں انکے سوانح نگاروں کی مبالغہ آرائی کا تنقیدی جائزہ، اس خاندان کی بریلی میں دینی خدمات کا تنقیدی وتحقیقی جائزہ، جنگ آزادی میں خان صاحب اور ان کے خاندان کی خدمات، خان صاحب کی تفصیلی سوانح، خان صاحب کی اولاد و چند مشہور خلفاء کا تعارف، اور انکی خدمات و کارناموں پر تنقیدی نگاہ، خان صاحب کے اخلاق وعادات پر ایک نظر، خان صاحب کی خدمات بطور:

سائنسدان سیاست دان مناظر مدرس صوفی ماہر معاشیات

مترجم قرآن مصنف کتب کثیرہ محدث مفسر

وغیرہ کے متعلق ان کے سوانح نگاروں کی طرف سے پھیلائی گئی مبالغہ آمیزی کا حقیقت پسندانہ جائزہ

فتاوی رضویہ پر ایک سرسری نظر

خان صاحب کے بعد آج ان کا مسلک کس ڈگر پر ہے؟؟؟ خان صاحب نے امت کو کیا دیا؟؟؟؟

وغیرہ بیسیوں موضوعات پر ایک طائرانہ محققانہ وناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے

خان صاحب کے متعلق اس قدر کثیر ومختلف نوع معلومات ان شاء اللہ اس کتاب کے علاوہ اور کہیں دستیاب نہ ہوں گی دفاع جلد دوم کے سائز کیں 1032 صفحات

پورے ملک میں بذریعہ ڈاک منگوانے کیلئے رابطہ کریں

03002343814

رضاخانیت بمقابلہ حنفیت

مؤلف حضرت استاذ محترم حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی حفظہ اللہ تعالیٰ

اس وقت حضرت استاذ محترم کی نئی تالیف "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" بندہ کے ہاتھوں میں ہے اور یہ حضرت استاذ جی کی الحمدللہ تعالیٰ "انیسویں (۱۹)" تصنیف ہے۔حضرت استاذ محترم کو اللہ پاک نے گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا ہے۔درس وتدریس خطابت مطالعہ تصنیف وتالیف آپ کا مستقل مشغلہ ہے البتہ مخصوص میدان ردفرق باطلہ ہے تحریر کے ذریعہ فرق باطلہ خصوصا اہل بدعت کی تردید کا ایک خاص ذوق اللہ پاک نے آپ کو عطا فرمایا ہے اس وقت آپ کی تحقیقی تالیفات سے پاک وہند اور دنیا کے دیگر کئی ممالک کے احباب استفادہ کر رہے ہیں واٹس ایپ پر روز رابطوں کا ایک تانتا بندھا رہتا ہے آپ کی کتب پاکستان کے ساتھ ساتھ ہندوستان سے بھی شائع ہو چکی ہیں الحمدللہ تعالیٰ۔جبکہ پاک وہند کے مختلف رسائل میں بھی آپ کے تحقیقی مقالہ جات وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہتے ہیں یہ بھی آپ کے لئے اعزاز ہے کہ الحمدللہ تعالیٰ آپ کے کئی مضامین "ماہنامہ ندائے دارالعلوم دیوبند" میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔

اللہ پاک نے آپ کو "تصنیف وتالیف" کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے اور اب تک آپ کے قلم سے "دفاع اہل السنۃ والجماعۃ" جیسی شاہکار وضخیم کتاب سے لیکر کئی کتب منصۂ شہود پر آچکی ہیں۔اللہ پاک نے تصنیف کے حوالے سے آپ کے وقت میں کتنی برکت رکھی ہے اس کا اندازہ حالیہ تصنیف "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" سے لگالیں کہ یہ کتاب سہ ماہی تعطیلات یعنی صرف "چاردن" میں لکھی گئی ہے۔اس کتاب کے لکھنے کا بنیادی مقصد خود آپ نے کتاب میں واضح کیا ہے کہ "دیوبندی بریلوی جب دونوں حضرات اپنے آپ کو "حنفی" کہتے ہیں تو کیوں نہ سادات احناف اور خاص کر اس خطہ میں موجود مشائخ احناف سے ان متنازعہ فیہا امور کا فیصلہ کروالیا جائے؟ اس سلسلہ میں آپ نے "اکتیس (۳۱)" عقائد ومسائل کو منتخب کیا جو دیوبندی بریلوی حضرات کے درمیان معرکۃ الآرا ہیں۔ان مسائل میں:

(۱) علم غیب (۲) حاضر وناظر (۳) مختارکل (۴) نور وبشر (۵) جشن عید میلاد النبی ﷺ (۶) عرس (۷) تیجہ چالیسواں (۸) مزارات (۹) مروجہ صلوۃ وسلام (۱۰) بدعت حسنہ

جیسے اہم مسائل شامل ہیں اور پھر دلائل قاہرہ کے ساتھ واضح کیا کہ ان امور کو جس طرح علمائے دیوبند بدعت کہتے ہیں اسی طرح سادات احناف خصوصا مشائخ ہند بھی ان امور کو بدعت ہی میں شمار کرتے ہیں لہٰذا بدعات وخرافات کو دلائل کا چوغہ پہنا کر دراصل خان صاحب بریلوی اور ان کے متبعین نے مسلمانوں کے اتحاد کو افتراق وانتشار میں بدلا ہے آپ نے کتاب میں مندرجہ ذیل احناف علما کے اقوال نقل کئے ہیں

(۱) حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف الکردری البریقینی الخوارزمی المعروف بزازی یا ابن البزاز الکردری الحنفی (المتوفی ۸۲۷ھ)

(۲) امام ابوبکر بن مسعود کاسانی (۵۸۷ھ)

(۳) امام فخر الدین حسن بن منصور اوزجندی (۵۹۲ھ)

(۴) زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف سراج الدین ابن نجیم (۹۷۰ھ)

(۵) فقیہ ومحدث علامہ عثمان بن علی الزیلعی (۷۴۳ھ)

(۶) علامہ کمال الدین محمد بن عبد الواحد السیواسی المعروف ابن الہمام وقاضی زادہ شمس الدین احمد ۸۶۱ھ

(۷) ابو الثناء شہاب الدین سید محمود بن عبد اللہ بن محمود الحسینی آلوسی بغدادی (۱۲۷۰ھ)

(۸) شیخ محمد بن طاہر بن علی بن الیاس

(۹) شیخ امام علی بن سلطان محمد ہروی معروف بہ ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ)

(۱۰) شیخ عبد الحق محدث دہلوی (المتوفی ۱۰۵۲ھ)

(۱۱) حضرت مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ)

(۱۲) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی (المتوفی ۱۲۲۵ھ)

(۱۳) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (المتوفی ۱۱۷۶ھ)

(۱۴) حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی (المتوفی ۱۲۳۹ھ)

جبکہ مندرجہ ذیل کتب کے حوالہ جات کو اس کتاب کی زینت بنایا:

(۱) فتاوی عالمگیری (۲) فتاوی بزازیہ (۳) البدائع الصنائع (۴) فتاوی قاضی خان (۵) البحر الرائق (۶) تبیین الحقائق (۷) فتح القدیر (۸) حاشیۃ الطحاوی (۹) مرقاۃ المفاتیح (۱۱) روح المعانی (۱۲) تفسیر نسفی (۱۳) شرح العقائد (۱۴) بحار الانوار (۱۵) فتاوی عزیزی (۱۶) مکتوبات مجدد الف ثانی (۱۷) ارشاد الطالبین (۱۸) تفسیر مظہری (۱۹) تفہیمات الٰہیہ (۲۰) طریقہ محمدیہ (۲۱) حجۃ اللہ البالغہ (۲۲) اشعۃ اللمعات (۲۳) حلبی کبیر (۲۴) ماۃ مسائل (۲۵) عمدۃ القاری (۲۶) فتاوی سراجیہ (۲۷) برکات احمدیہ (۲۸) مجمع الانہر (۲۹) الجوہرۃ النیرۃ (۳۰) درر الحکام وغیرہ

جبکہ اس کے ساتھ ساتھ اہل بدعت میں سے مولانا احمد رضا خان بریلوی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی، مفتی احمد یار گجراتی، مولانا عمر اچھروی، مولانا نظام الدین ملتانی، مفتی فیض احمد اویسی بریلوی، مولانا غلام رسول سعیدی بریلوی وغیرہم کے اقوال اور ان حضرات کی کتب سے ان کے نظریات کو رد نقل کیا۔ ایک مختصر کتاب میں اس قدر حوالہ جات یقیناً مولف مدظلہ العالی کے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے اور جن حضرات کو استاذ محترم کی کتب کے مطالعہ کا اتفاق ہوا ہے وہ یہ بات بخوبی جانتے ہیں کہ ان کی ہر کتاب کے تقریباً ہر صفحہ پر دلائل اور ان کی ہر بات کے ثبوت میں دلائل کا انبار ہوتا ہے۔ صبح تا عصر درس وتدریس اس کے بعد مطالعہ سیر وتفریح طلباء کے ساتھ گفت وشنید وقتاً فوقتاً مہمانوں کی آمد کے بعد پھر اس قدر کثیر تصانیف یقیناً تائید ایزدی ہی کے مرہون منت ہے۔ اللہ پاک سے دعاء ہے کہ حضرت استاذ محترم کا سایہ تادیر ہم پر قائم ودائم رکھے، آمین۔

کتاب کے حصول کیلئے کراچی کے احباب

مکتبہ عزیزیہ دوکان نمبر ۱۷ اسلام مارکیٹ علامہ بنوری ٹاؤن 03002343814

دعاؤں کا طالب: (ابو عکاشہ اسدی) ۳۰ نومبر ۲۰۱۹

جامعہ دارالعلوم رحمانیہ بفرزون کراچی

اغـراض ومقـاصـد

[۱] جامعہ دارالعلوم رحمانیہ بفرزون کے بنیادی مقاصد میں ایسے علماء وفضلاء اور اسلام کے داعی تیار کرنا ہے جو کمال علم کے ساتھ تقویٰ، وللہیت اور اخلاص کے زیور سے آراستہ ہوں، جن کا مقصد اساس دین اسلام کی حفاظت، اس کی نشر واشاعت اور امت مسلمہ کی صراط مستقیم کی طرف صحیح راہنمائی ہو۔

[۲] عام مسلمانوں اور ان کے بچوں کو دینی تعلیم سے آراستہ کرنا بالخصوص جدید تعلیم یافتہ طبقہ وکالجوں، یونیورسٹیوں میں دین کی فضا پیدا کرنا۔

[۳] بذریعہ تحریر وتقریر وتبلیغ مسلمانوں کو اپنے دین پر چلنے کی ترغیب ودینی شعور اور زندگی کے ہر اتار چڑھاؤ میں، اسلامی طرز زندگی کو اپنانے کی مساعی کرنا۔

[۴] غیر مسلموں کو اسلام سے روشناس کرانا۔

[۵] مختلف مساجد، ابتدائی دینی تعلیم وقرآن کی تعلیم کے لئے مدرسے قائم کرنا۔

[۶] طلبہ کو صنعت وحرفت کے ذریعہ آئندہ ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کے قابل بنانا

اس وقت جامعہ دارالعلوم رحمانیہ بفرزون میں ابتدائی دینیات، ناظرہ قرآن کریم، حفظ قرآن کریم، تجوید قراءت قرآن کریم، کتب احادیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، عربی بول چال تاریخ، جغرافیہ، علم ادب، سیرت النبی ﷺ، علم کلام، علم منطق، اور میٹرک تک سندھ بورڈ نصاب کو شامل کیا گیا ہے اور کمپیوٹر کی تعلیم کا انتظام ہے۔ صنعت وحرفت کے شعبے بھی شروع کرنے کا ارادہ ہے تاکہ علمی استعداد میں کمزور طلباء کرام اپنی معاش میں خود کفیل بنائے جاسکے۔

جامعہ کے تعلیمی شعبہ جات

اس وقت جامعہ میں مندرجہ ذیل شعبہ جات مصروف عمل ہیں:

شعبہ قاعدہ وناظرہ قرآن کریم:

اس شعبہ میں ابتدائی بچوں کو قاعدہ مع قواعد، جنت کی کنجی، اور مسنون دعائیں پڑھائی جاتی ہیں اس

شعبہ میں خصوصاً اہل کراچی اور اہل محلہ کے بچوں کے لئے مختلف اوقات میں کلاسز کا انعقاد کیا گیا ہے تاکہ کسی صورت میں یہ بچے ضائع نہ ہوں اور ان کا مستقبل بن جائے۔

شعبہ حفظ و گردان قرآن کریم:

یہ شعبہ بحمد للہ رئیس الجامعہ کے فرزند مفتی ضیاء الرحمن مدنی صاحب کی خصوصی توجہ سے نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے، جس میں سینکڑوں طلباء کلام پاک اپنے سینوں میں محفوظ کر چکے ہیں۔ اوسطاً سالانہ نوے 90 حفاظ کا اس شعبہ سے فارغ ہونا اس کی بہترین کارکردگی کا واضح ثبوت ہے

شعبہ ابتدائیہ تا میٹرک: شعبہ الرحمانیہ اسلامک اکیڈمی: شعبہ حفاظ عربک وانگلش:

شعبہ درس نظامی:

تعلیمی اداروں میں سب سے زیادہ اہمیت جس بات کو دی جاتی ہے وہ نظام تعلیم ہے، یہ جامعہ کا سب بڑا شعبہ ہے جس میں درجہ اولیٰ تا عالمیہ (دورہ حدیث شریف) تک عالم فاضل مساوی: M.A کی تعلیم دی جاتی ہے۔ تمام شعبہ جات وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب تعلیم کے عین مطابق پڑھائے جاتے ہیں۔ اس شعبہ میں آٹھ (8) سال کے عرصے میں طلبہ کرام کو علوم دینیہ سے روشناس کیا جاتا ہے، اس شعبہ میں ہر سال تقریباً 1000 سے زائد جدید طلباء کے داخلے کیئے جاتے ہیں: جس میں چھ سو (600) سے زائد طلباء کے لئے رہائش کی گنجائش ہے، اور ان کا کھانا پینا اور دیگر ضروریات کا جامعہ ہی کفیل ہوتا ہے۔

شعبہ تخصص فی الفقہ:

اس شعبہ میں علماء کرام کو ایک سالہ مفتی کورس مساوی (P,H,D) کرایا جاتا ہے جس میں ایک مسئلہ 32 کتابوں سے حوالہ درج کروا کر مشق کرائی جاتی ہے۔ الحمد للہ یہ شعبہ انتہائی کامیابی اور کامرانی سے اپنی منزل کی طرف گامزن ہے اس شعبہ میں مختلف مدارس کے ممتاز/جید جید نمبر سے پاس ہونے والے فضلاء کرام کا انتخاب ہوتا ہے اور خوب محنت اور شوق کے ساتھ اس کام کو مکمل کیا جاتا ہے۔

شعبہ دار الافتاء:

اس شعبہ میں عوام الناس کے لیے روزمرہ پیش آنے والے مسائل کا حل قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں فراہم کیا جاتا ہے اس کے لیے مستقل مفتی حضرات کی نگرانی میں جدید طرز پر نیا عالی شان دار الافتاء قائم ہے۔ الحمد للہ عوام الناس کے مسائل کے روزمرہ پیش آنے والے تمام مسائل کا حل کردہ 8 جلدوں میں فتاویٰ رحمانیہ کتابی شکل میں بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

شعبہ نشر واشاعت:

نشر واشاعت اور عامۃ المسلمین کی اصلاح وفلاح کے لئے تحریری مواد کی شکل میں لوگوں کی رہنمائی کرنا اس شعبہ کی ذمہ داری ہے نیز بزرگان دین خصوصاحضرت والا مخدوم المکرم جناب حضرت اقدس مولانا عبدالرحمن رحمانی شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات، مواعظ ونصائح اور علمی کارناموں کو رسائل وکتب کی شکل میں شائع کرنا بھی اس شعبے کے اہم ترین مقاصد میں شامل ہیں۔

خصوصاسوشل میڈیا کی دنیا میں روزمرہ کی بنیاد پر مختلف گروپز اور JDR میڈیا کے کے تحت دینی اور معلوماتی مواد اور پوسٹر شیئر کرنا۔

ماہنامہ الرحمانیہ:

اس شعبہ کے تحت محرم الحرام ۱۴۳۷ھ بمطابق فروری 2010 سے جامعہ کا دینی، مسلکی تبلیغی، تحقیقی، اصلاحی اور تعلیمی ترجمان ماہنامہ الرحمانیہ بفرزون کا اجراء کیا گیا 64 صفحات پر مشتمل اس ماہنامہ میں علماء واکابرین کے مضامین کو رئیس الجامعہ حضرت اقدس مولانا مفتی عطاء الرحمن مدنی حفظہ اللہ کی زیر سرپرستی شائع کیا جاتا ہے۔

شعبہ کمپیوٹر:

اس شعبہ میں طلبہ کے سال میں تین کورسز ہوتے ہیں اور طلبہ کرام کو کمپیوٹر کی بنیادی تعلیم دی جاتی ہے تاکہ طلباء کرام موجودہ دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی صلاحیت کو اجاگر کرسکیں۔

شعبہ خطابت کورس:

الحمدللہ چندسالوں سے تین ماہ کا خطابت کورس شروع کیا جس میں شہر کراچی کے دور دراز کے بڑے مدارس کالجز اور اسکول کے طلبہ نے حصہ لیا اور سالانہ تقریب میں کافی پر انعامات سے نوازا گیا اور ہر فریق کو سند کا اعزاز بھی دیا گیا۔ یہ کورس ماہ ربیع الاول میں شروع ہوتا ہے اور ہر جمعرات عصر سے رات 11 بجے تک جاری رہتا ہے۔

جامعہ کے سالانہ اخراجات

جامعہ کے سالانہ اخراجات علاوہ تعمیرات دو کروڑ ساٹھ لاکھ (26000000) سے متجاوز ہیں جن میں سے 80 لاکھ طلباء کے وظائف، طعام، قیام اور دیگر ضروریات پر خرچ ہوتے ہیں آیئے اور بڑھ چڑھ کر اس دینی ادارے کے ساتھ اپنے تعاون کو یقینی بنایئے!